عمدۃ السلوک

والعاقبة للتقوى
١٤٢٤

ادارہ بلاغ الناس

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

www.maktabah.org

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب: عمدۃ السلوک
تالیف: مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ
تخریج احادیث: سید عزیز الرحمٰن
صفحات: ۴۳۲
تعداد: گیارہ سو
چھٹا ایڈیشن: اشاعت ۱۸۔ اکتوبر ۲۰۰۹ء
قیمت: ۲۴۰/روپے

سید محمد انور شاہ
موبائل 0342-5559888
0344-5559888
shahpk82@yahoo.com

تقسیم کنندہ

خواجہ حسن ناصر: ڈی۔ ۱۰۷۔ فرحان ٹاور۔ گلستان جوہر، فون ۲۹۲۳۲۲۹۔ ۰۳۰۱

﴿ ملنے کے پتے ﴾

دارالاشاعت : اردو بازار، کراچی
فضلی بک سپر مارکیٹ: اردو بازار، کراچی، فون: ۲۲۱۲۹۹۱
مکتبۃ الانور : بنوری ٹاؤن، کراچی
اسلامی کتب خانہ : بنوری ٹاؤن، کراچی، فون ۴۹۲۷۱۵۹
بیت الکتب : نزد جامعہ اشرف المدارس۔ گلشن اقبال کراچی
کتاب سرائے : فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: ۷۳۲۰۳۱۸
ادارۂ اسلامیات : ۱۹۰، انارکلی۔ لاہور، فون: ۷۲۴۳۹۹۱، ۷۳۵۳۲۵۵
مکتبہ مجیدیہ : بیرون بوہڑ گیٹ۔ ملتان

ناشر

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔ ۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: ۷۴۶۰۰۔ فون: ۳۶۶۸۴۷۹۰
E-mail:info@rahet.org

فہرست مضامین

حصہ اول

اس ایڈیشن کے بارے میں ۱۰
عمدۃ السلوک۔ حصہ اول ۱۱
انتساب ۱۲
حمد ونعت ۱۳
دیباچہ ۱۵
ترغیب وترہیب ۱۷
فضائلِ ذکر اللہ جل جلالہ ۲۵
ولایت کا ثبوت ۳۴
دلیلِ اوّل ۳۴
دلیلِ دوم ۳۵
ایک شبہ کا ازالہ ۳۵
دلیلِ سوم ۳۵
دلیلِ چہارم ۳۷
دلیلِ پنجم ۳۷
ولایت کی تحقیق ۳۸
طلبِ طریقت کا وجوب ۴۰
دلیلِ اوّل ۴۰
دلیلِ دوم ۴۱
دلیلِ سوم ۴۱
دلیلِ چہارم ۴۲
بیعتِ طریقت کی ضرورت ۴۳
حکایت مورچہ ۴۴
ثبوتِ بیعت ۴۵
شریعت میں بیعت کا حکم ۴۷
بیعت کے مشروع ہونے میں حکمت ۴۸
طریق تلاشِ مرشدِ کامل ۴۸
فیض حاصل ہونے کی صورتیں ۵۰
حکمِ تکرارِ بیعت ۵۲
شبہہ ۵۲
شرائطِ مرشد ۵۴
شرطِ اوّل ۵۴
شرطِ دوم ۵۵
شرطِ سوم ۵۶
شرطِ چہارم ۵۶
شرطِ پنجم ۵۶
شرائطِ مسترشد ۵۷
اقسامِ بیعت صوفیہ ۵۷
پیر کا اپنے مرید کو عاق کرنا ۵۸
استخارے کا جواز وترکیب اور فال کی ممانعت ۶۱

حقیقتِ طریقت ۶۳
حقوقِ طریقت ۶۵
آدابِ شیخ ۷۰
اعتقادات برائے مریدین ۷۲
نہی از اشتغال بہ انوار ۷۹
تحقیقِ خوارقِ عادات وکشف وکرامات ۸۰
۱۔ کشف کونی ۸۰
۲۔ کشف الٰہی ۸۰
مسئلہ اوّل ۸۱
مسئلہ دوم ۸۲
مسئلہ سوم ۸۲
مسئلہ چہارم ۸۳
مسئلہ پنجم ۸۳
مسئلہ ششم ۸۴
مسئلہ ہفتم ۸۴
مسئلہ ہشتم ۸۴
فائدہ ۸۵
فری میسن ۸۵
حاضرات ۸۷
ہمزاد ۸۷
مسئلہ نہم ۸۸
مسئلہ دہم ۸۸
فائدہ ۸۸
فائدہ ۸۹
دل کی بیماریاں اور ان کا علاج ۹۰
زیادہ کھانے کی برائی اور اس کا علاج ۹۰
زیادہ بولنے کی برائی اور اس کا علاج ۹۱
غیبت اور اس کا علاج ۹۱
غصے کی برائی اور اس کا علاج ۹۲
حسد کی برائی اور اس کا علاج ۹۳
دنیا اور مال کی محبت کی برائی اور اس کا علاج ۹۴
کنجوسی کی برائی اور اس کا علاج ۹۵
نام اور تعریف چاہنے کی برائی اور اس کا علاج ۹۵
غرور اور شیخی کی برائی اور اس کا علاج ۹۶
اِترانے اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنے کی برائی اور اس کا علاج ۹۷
نیک کام دکھلاوے کے لئے کرنے کی برائی اور اس کا علاج ۹۷
ضروری اور بتانے کے قابل بات ۹۸
ایک اور ضروری کام کی بات ۹۸
چند اخلاقی باتیں ۹۹
اخلاق کے درست ہونے کا مطلب ۱۰۱
توبہ اور اس کا طریقہ ۱۰۱
اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کا طریقہ ۱۰۳
اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا اور اس کا طریقہ ۱۰۴
صبر اور اس کا طریقہ ۱۰۴
شکر اور اس کا طریقہ ۱۰۵
محاسبہ اور اس کا طریقہ ۱۰۵

تفکر اور اس کا طریقہ ۱۰۶
تواضع اور اس کی اہمیت ۱۰۶
اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور اس کا طریقہ ۱۰۷
اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اور اس کا طریقہ ۱۰۷
صدق یعنی سچی نیت اور اس کا طریقہ ۱۰۷
قرآن مجید پڑھنے میں دل لگانے کا طریقہ ۱۰۸
نماز میں دل لگانے کا طریقہ ۱۰۸
وسوسہ اور اس کا علاج ۱۰۹
شغل ذکر رابطہ یعنی تصور شیخ ۱۱۱
پاس انفاس ۱۱۳
تخیل نقش اسم ذات ۱۱۳
مراقبہ یعنی دل سے اللہ کا دھیان کرنا ۱۱۳
توجہ وتصرف معمولہ اہل طریقت ۱۱۶
حال وجد واستغراق ۱۱۸
اقسام توجہ ۱۱۹
انعکاسی ۱۱۹
القائی ۱۱۹
اصلاحی ۱۲۰
تاثیر اتحادی ۱۲۰

حقیقت وثبوت جذب وحال

وجد استغراق اہل طریقت ۱۲۱
تعریف ۱۲۱
حقیقت جذب ۱۲۱
ثبوت حال ووجد ۱۲۲
مخصوص دعائیں ۱۲۵
تتمہ فضائل ذکر ۱۵۵
شجرہ مبارکہ بلسان عربی مبین ۱۸۰
شجرہ مبارکہ اردو منظوم ۱۸۳
شجرہ شریف منظوم ومختصر ۱۸۵
خمسہ شہنشاہ ظفرؒ ۱۸۶
نعت شریف ۱۸۸
نصیحت ۱۸۹
قطعہ تاریخ وصال حضرت پیر ومرشدنا خواجہ محمد سعید قدس سرہ ۱۹۰

حصہ دوم

عمدۃ السلوک حصہ دوم ۱۹۱
حمد باری تعالیٰ ۱۹۳
نعت ۱۹۴
نذر عقیدت ۱۹۵
دیباچہ ۱۹۶
حق تعالیٰ کی بارگاہ کی حضوری ۱۹۷
فنا و بقا ۲۰۲
علم کی فضیلت ۲۰۷
شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت ۲۱۴
مسئلہ نبوت افضل ہے ولایت سے ۲۱۷
سیور اربعہ ۲۱۹
خلاصہ بیان ۲۲۷
علم الیقین، عین الیقین، حق الیقین ۲۲۹
فنا و بقا کی مزید تشریح ۲۳۲
مبادی تعینات و حقیقت ظلال ۲۳۷
ظلال کی حقیقت ۲۳۸
عالم خلق، عالم امر، عالم مثال
عالم کبیر و صغیر جسم مثالی ۲۴۴
عالم مثال ۲۴۴
عالم کبیر ۲۴۵
عالم صغیر ۲۴۵
جسم مثالی ۲۴۵
لطائف عشرہ کا بیان ۲۴۷
پہلا لطیفہ قلب ۲۴۸
دوسرا لطیفہ روح ۲۴۸
تیسرا لطیفہ سر ۲۴۸
چوتھا لطیفہ خفی ۲۴۸
پانچواں لطیفہ اخفی ۲۴۸
مقامات عشرہ سلوک ۲۵۳
حقیقت نفس ۲۵۴
توحید وجودی، توحید شہودی ۲۵۶
ظاہریت و مظہریت ۲۵۹
مثال ۲۶۰
توحید ذاتی و صفاتی و افعالی ۲۶۵
تنزلات ستہ کا بیان ۲۶۶
نقشہ مراتب تنزلات ستہ ۲۶۸
عینیت و غیریت ۲۶۹
اتصال و اتحاد ۲۶۹
ہمہ اوست ۲۶۹
ذات حق کو بعض چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی تحقیق ۲۷۲
دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں ۲۷۵
تحقیق مسئلہ تجدد امثال و تعاقب تجلیات ۲۷۶
تشریح اصطلاحات نقشبندیہ ۲۷۷

ہوش دردم ۲۷۷
نظر برقدم ۲۷۸
سفر دروطن ۲۸۱
خلوت درانجمن ۲۸۱
یاد کرد ۲۸۲
بازگشت ۲۸۲
نگہداشت ۲۸۳
یادداشت ۲۸۳
وقوف زمانی ۲۸۴
وقوف عددی ۲۸۴
وقوف قلبی ۲۸۴
اندراج النہایت فی البدایت ۲۸۶
بعض دیگر اصطلاحات کی تشریح ۲۸۹
جمع ۲۹۴
فرق ۲۹۴
جمع الجمع ۲۹۴
غیبت وحضور، سکر وصحو، محو واثبات،
ظہور واستتار ۲۹۴
آداب ورعایات برائے مرشدین ۲۹۵
اعتقادات برائے کاملین ۲۹۹
لغزشوں کا بیان ۳۰۴
نماز کی فضیلت اور اس کے مدارج ۳۰۶
عام لوگوں کی نماز ۳۰۷
سالکان خاص کی نماز ۳۰۸
خاص الخاص یعنی عارفین کی نماز ۳۰۹
نوافل کا بیان ۳۱۱
تحیۃ الوضوٗ ۳۱۱
اشراق ۳۱۱
چاشت ۳۱۲
اوابین ۳۱۲
تہجد ۳۱۲
صلوٰۃ التسبیح ۳۱۲
سالک اپنے دن رات کس طرح گزارے ۳۱۴
طریقہ بیعت ۳۱۹
ایمان مفصل ۳۱۹
ایمان مجمل ۳۱۹
سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا طریقہ تعلیم
وتشریح اسباق ۳۲۱
سبق اوّل لطیفہ قلب ۳۲۱
سبق دوم لطیفہ روح ۳۲۴
سبق سوم لطیفہ سر ۳۲۴
سبق چہارم لطیفہ خفی ۳۲۴
سبق پنجم لطیفہ اخفی ۳۲۵
سبق ششم لطیفہ نفس ۳۲۵
سبق ہفتم لطیفہ قالبیہ ۳۲۵
سبق ہشتم، ذکر نفی اثبات ۳۲۵
سبق نہم ذکر تہلیل لسانی ۳۲۶
نیات مراقبات ۳۲۷
سبق دہم، مراقبہ احدیت ۳۲۷
مراقبات مشارب ۳۲۸

سبق یازدہم مراقبہ لطیفہ قلب ۳۲۸
سبق دوازدہم مراقبہ لطیفہ روح ۳۲۹
سبق سیزدہم مراقبہ لطیفہ سر ۳۲۹
سبق چہاردہم، مراقبہ لطیفہ خفی ۳۳۰
سبق پانزدہم مراقبہ لطیفہ اخفی ۳۳۰
سبق شانزدہم مراقبہ معیت ۳۳۱
ولایت کبریٰ ۳۳۲
سبق ہفدہم دائرہ اولیٰ ۳۳۳
سبق ہژدہم، دائرہ ثانیہ ۳۳۳
سبق نوزدہم دائرہ ثالثہ ۳۳۴
سبق بستم قوس ۳۳۴
سبق بست ویکم، مراقبہ اسم ظاہر ۳۳۶
سبق بست ودوم مراقبہ اسم باطن ۳۳۶
سبق بست وسوم مراقبہ کمالات نبوت ۳۳۷
سبق بست وچہارم مراقبہ کمالات رسالت ۳۳۸
سبق بست وپنجم مراقبہ کمالات اولوالعزم ۳۳۹
سبق بست وششم مراقبہ حقیقت کعبہ ربانی ۳۴۰
سبق بست وہفتم مراقبہ حقیقت قرآن مجید ۳۴۰
سبق بست وہشتم مراقبہ حقیقت صلوٰۃ ۳۴۱
سبق بست ونہم مراقبہ معبودیت صرفہ ۳۴۱
سبق سی ام مراقبہ حقیقت ابراہیمی ۳۴۲
سبق سی ویکم نیت مراقبہ حقیقت موسوی ۳۴۳
سبق سی ودوم، مراقبہ حقیقت محمدی ۳۴۴
سبق سی وسوم مراقبہ حقیقت احمدی ۳۴۵
سبق سی وچہارم مراقبہ حب صرف ۳۴۶
سبق سی وپنجم مراقبہ لاتعین ۳۴۶
خلاصہ اسباق نقشبندیہ مجددیہ ۳۴۷
رابطہ شیخ ۳۴۸
طریق توجہ ۳۴۸
سلب امراض ۳۴۹
طریق دفع بلا ۳۵۰
طریق تصرف قلوب ۳۵۰
دریافتن نسبت اہل اللہ ۳۵۰
طریق کشف حالات آئندہ ۳۵۰
نزول سلوک ۳۵۱
نسبت یاولایت ۳۵۱
اقسام اولیاء اللہ ۳۵۲
نقشہ کوائف حضرات عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اویسیہ ۳۵۵
کوائف بزرگان سلسلہ عالیہ جن کا سلسلہ صحبت جسمانی حضور ﷺ تک پہنچتا ہے ۳۶۱
مختصر حالات حضرات عالیہ نقشبندیہ مجددیہ ۳۶۳
شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ﷺ ۳۶۳
حضرت ابوبکر صدیق ؓ ۳۶۳
حضرت سلمان فارسی ؓ ۳۶۴
حضرت قاسم بن محمد ؒ ۳۶۴
حضرت امام جعفر صادق ؒ ۳۶۵
حضرت بایزید بسطامی ؒ ۳۶۵
حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی ؒ ۳۶۵
حضرت ابوعلی فارمدی ؒ ۳۶۶

حضرت خواجہ یوسف ہمدانیؒ ۳۶۶
حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ ۳۶۶
حضرت خواجہ محمد عارف ریوگریؒ ۳۶۷
حضرت خواجہ محمود انجیر فغنویؒ ۳۶۷
حضرت خواجہ عزیزان رامتنیؒ ۳۶۷
حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ ۳۶۸
حضرت خواجہ سید شمس الدین امیر کلالؒ ۳۶۸
حضرت خواجہ خواجگان سید بہاؤالدین نقشبندؒ بخاری ۳۶۹
حضرت خواجہ علاء الدین عطارؒ ۳۶۹
حضرت خواجہ یعقوب چرخیؒ ۳۷۰
حضرت مولانا عبیداللہ احرارؒ ۳۷۱
حضرت مولانا محمد زاہدؒ ۳۷۱
حضرت خواجہ درویش محمدؒ ۳۷۱
حضرت خواجہ محمد امکنگیؒ ۳۷۱
حضرت خواجہ بیرنگ محمد باقی باللہؒ ۳۷۱
حضرت مجدد الف ثانیؒ ۳۷۲
حضرت خواجہ محمد معصومؒ ۳۷۴
حضرت خواجہ سیف الدینؒ ۳۷۴
حضرت مولانا سید نور محمد بدایونیؒ ۳۷۵
حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ ۳۷۵
حضرت شاہ غلام علیؒ ۳۷۵
حضرت شیخ ابوسعیدؒ ۳۷۶
حضرت شاہ احمد سعیدؒ ۳۷۷
حضرت حاجی دوست محمد قندھاریؒ ۳۷۷
حضرت خواجہ محمد عثمانی دامانیؒ ۳۷۷
حضرت خواجہ سراج الدینؒ ۳۷۸
حضرت خواجہ فضل علی قریشیؒ ۳۷۸
حضرت خواجہ محمد سعید قریشیؒ ۳۷۹
مناجات منثور ۳۸۱
تعویذات وعملیات ۳۸۴
ترجمان مکتوب حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری ۴۱۸
ختم جمیع خواجگان نقشبندیہ ۴۲۳
بعض بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کے ختم شریف ۴۲۳
اعتذار ۴۲۷
ماخذ ومصادر ۴۲۸

اس ایڈیشن کے بارے میں

عمدۃ السلوک، حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمہ اللہ علیہ کی تالیفات میں سے تصوف کی معروف اور مقبول کتاب ہے۔ جس کی اب تک دسیوں اشاعتیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔

یہ کتاب سب سے پہلے ۱۹۴۴ء میں اعلیٰ کتب خانے کے زیر اہتمام دہلی سے شائع ہوئی تھی، پھر قیام پاکستان کے بعد وقتاً فوقتاً اس کے ایڈیشن شائع ہوتے رہے۔ اس کے اب تک شائع ہونے والے جن چند اڈیشنوں اور اشاعتوں کے بارے میں تاریخ یا سن کا علم ہو سکا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب اب تک دس بار شائع ہو چکی ہے، جن میں اس کے چار ایڈیشن بھی شامل ہیں، اس لئے اس اشاعت کو گیارہویں اشاعت اور اس ایڈیشن کو پانچواں ایڈیشن قرار دیا گیا ہے، اب یہ کتاب زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کے زیر اہتمام شائع ہو رہی ہے۔

اس کا نیا ایڈیشن ۱۹۹۸ء میں منظر عام پر آیا تھا، اس دوران یہ کتاب متعدد بار شائع ہوئی، اب احادیث کی تخریج اور حوالہ جات کے اضافے کے ساتھ اسے مزید اہتمام سے پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

سید عزیز الرحمٰن

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝ۙ

وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا (العنکبوت ۹۱)

اور جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ (کوشش) کرتے ہیں ہم ضرور اپنے
راستے کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔

عمدۃ السلوک

جدید تصحیح شدہ ایڈیشن

حصہ اول

تالیفِ لطیف
حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

انتساب

میں اپنی ناچیز مساعی کے اس سبک مایہ مگر مفید اخروی نتیجہ کو نہایت خلوص و ارادت

کے ساتھ سالک مسالک طریقت، واقفِ رموزِ حقیقت

سیدنا و مرشدنا حضرت حاجی محمد سعید صاحب قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی فضلی قدس سرہ (۱)

کے اسم گرامی سے معنون کر کے فخر و مباہاتِ اخروی کا سرمایہ بہم پہنچاتا ہوں

شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا

خاکسار زوار حسین مجددی سعیدی عفی عنہ

حمد ونعت

اَلْحَمْدُ لِمَنْ قَدَّرَ خَیْرًا وَّ خَبَالَا وَالشُّکْرُ لِمَنْ صَوَّرَ حُسْنًا وَّ جَمَلاً

تمام تر حمد اس خدا کی جس نے خیر وشر کو پیدا کیا۔ اور تمام تر شکر اس خدا کا جس نے حسن اور خوبصورتی پیدا کی

فَرْدٌ صَمَدٌ عَنْ صِفَةِ الْخَلْقِ بَرِیْءٌ رَبٌّ اَزَلِیٌّ خَلَقَ الْخَلْقَ کَمَالَا

وہ ایک ہے، بے نیاز ہے، مخلوقات کی صفتوں سے بری ہے، پروردگار ہے، ازل سے ہے، اس نے مخلوقات کو اپنے کمال سے پیدا کیا۔

لَاضِدَّ وَلَا نِدَّ وَلَا حَدَّ لِمَوْلٰی اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ وَلَمْ یَلْقَ زَوَالاَ

اس کا کوئی مقابل نہیں، کوئی مثل نہیں، مولٰی کی کوئی حد نہیں، وہ جیسا تھا اب بھی ویسا ہی ہے، اس میں کسی قسم کی کمی نہیں آئی۔

لَامِثْلَ وَلَا صَوَّرَ مِثْلاً وَّنَظِیْراً مَنْ قَالَ سِوٰی ذَالِكَ قَدْ قَالَ مُحَالَا

اس کا کوئی مثل نہیں ہے، اس نے اپنی مثال اور نظیر پیدا ہی نہیں کی۔ جو لوگ اس کی نظیر کے قائل ہوئے وہ ایک محال چیز کے قائل ہوئے۔

لَا شِبْہَ وَلَا مِثْلَ وَلَا کُفْوَ لِمَوْلٰی لَاوُلْدَ وَلَا وَالِدَ لَا عَمَّ وَ خَالَا

کوئی مولٰی کے مانند اور مثل اور ہم سر نہیں۔ نہ اس کی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اس کا نہ چچا ہے نہ ماموں۔

لاقَبْلَ وَلا بَعْدَ وَلا وَقْتَ زَمَاناً   لَا مَانِعَ لا حَاجِبَ لِلّٰهِ تَعَالٰی

نہ اس سے پہلے کوئی ہے اور نہ اس کے بعد، اور نہ اس کے زمانے کے لئے کوئی وقت معین ہے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو روکنے ٹوکنے والا نہیں۔

اَلاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ والظَّاهِرُ حَقّاً   وَالْبَاطِنُ مَوْلَاهُ بِلا قِيْلَ وَقَالَا

سب سے پہلے وہی اور سب سے آخر بھی وہی ہے، اور ظاہر بھی وہی ہے اور یہ حقیقت ہے۔ باطن بھی وہی ہے بلا قیل وقال سب کا مالک ہے۔

اٰمِنْ بِاللّٰهِ وَلا رَبَّ سِوَاهُ   اٰمِنْ بِرَسُوْلٍ تَجِدُ الْقُرْبَ كَمَالَا

خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے سوا کوئی پرورش کرنے والا نہیں۔ رسول پر ایمان لاؤ، اللہ سے ملنے کا کامل ذریعہ یہی ہے۔

اِشْهَدْ بِاللّٰهِ هُوَ الْوَاحِدُ حَقّاً   ثُمَّ اَشْهَدْ بِالْاَحْمَدِ فَضْلاً وَّجَلالا

خدا کی الوہیت کی شہادت دو، درحقیقت وہی ایک ہے۔ پھر احمد مجتبیٰ کے فضل اور عظمت (رسالت) کا اقرار کرو۔

صَلِّ عَلٰى اَفْضَلِ رُسْلٍ وَّنَبِيٍّ   فِيْ كُلِّ صَبَاحٍ وَّمَسَاءٍ وَّزَوَالاً

تمام نبیوں سے افضل اور تمام رسولوں سے بہتر رسول پر صبح و شام دن رات درود بھیجو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

حمد وصلوٰۃ کے بعد فقیر حقیر لاشی خاکسار زوّار حسین بن سید احمد حسین ترمذی حنفی نقشبندی مجددی سعیدی گوہلوی عرض کرتا ہے کہ اس زمانے میں جبکہ گمراہی اور بے دینی کا چاروں طرف زور ہے اور بدعات ورسومات کا غلبہ عام ہے۔ لوگ مسئلہ ولایت کے بارے میں مختلف رائے اور متفرق خیالات رکھتے ہیں۔ ایک گروہ تو سرے ہی سے ولایت کا منکر ہے۔ اگرچہ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ مطلق منکر تو نہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں ولی تھے مگر اب اس برے زمانے میں ولی نہیں رہے۔ دوسرے گروہ کے لوگ مبالغے میں اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ کو غیب دان اور معصوم خیال کرتے ہوئے ان سے مرادیں طلب کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو کچھ نہیں چاہتے نہیں ہوتا، اسی خیال کو اپنے دل میں لئے ہوئے اولیا کے مزارات پر جاتے ہیں اور ان سے اپنی دلی آرزوئیں مانگتے ہیں جو صریح شرک ہے۔ نیز ایسے لوگ جب زندہ اولیائے کرام اور مقربان خداوندی میں یہ صفتیں نہیں پاتے تو ان سے بدظن ہو جاتے ہیں جس کے سبب یہ ان کے فیض سے محروم رہ جاتے ہیں۔ ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جو ایسے گمراہوں کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے ہیں جو کفر و اسلام میں فرق نہیں کر سکتے اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اولیائے کرام کے پراسرار کلمات نہ سمجھنے کے سبب سے (جو کہ ان سے حالتِ سکر یعنی غلبہء حال میں سرزد ہوتے ہیں اور جن کے ظاہری معنی مقصود بھی نہیں) ان کو کافر سمجھنے لگتے ہیں اور ان کی ولایت سے منکر ہو جاتے ہیں۔ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو انہی کلماتِ سکر یہ کو ظاہری معنوں پر محمول کر کے قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماعِ امت سے ثابت شدہ عقائدِ حقہ سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو علوم ظاہری ہی کو کافی و وافی سمجھتے ہوئے طریقت حاصل کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے، بعض ایسے بے ادب ہوتے ہیں جو اولیائے کرام کی شان نہ سمجھتے ہوئے اور ان کے حقوق پر نظر نہ رکھتے

ہوئے ان کی شان میں سوءِ ادبی اور گستاخی کرتے ہیں اور بعض اس قدر تعظیم و تکریم کی جانب مشغول ہو جاتے ہیں کہ گویا ان کو پوجنے ہی لگتے ہیں اور ان سے منتیں مانگتے اور ان کی قبروں کا بیت اللہ کی طرح طواف کرتے ہیں۔ الغرض دونوں طرف افراط اور تفریط کا بازار گرم ہے اور غلو محبت اور شدت مخالفت کے مظاہرے ہو رہے ہیں۔

القصہ جب اس فقیر نے یہ امور دیکھے تو ارادہ کیا کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دی جائے کہ جس کے پڑھنے سے لوگوں پر ولایت کی اصل حقیقت ظاہر ہو جائے تاکہ ایسے لوگ افراط و تفریط سے باز آجائیں۔ اگرچہ اس فن میں علمائے سلف و خلف نے مفصل و مبسوط کتابیں لکھی ہیں اور مختصر اور عام رسالے بھی تصنیف فرمائے ہیں، لیکن یا تو وہ اتنی بڑی بڑی کتابیں ہیں کہ عام لوگ ان کے خریدنے اور پڑھنے اور دقت فن کے باعث سمجھنے سے بھی قاصر ہیں، یا وہ اتنی مختصر ہیں کہ اکثر و بیشتر ضروری مسائل سے بھی خالی ہیں، نیز تصوف کے ایسے مسائل جن کی سالک کو دن رات ضرورت پڑتی ہے اور اس راستے کی گہرائیوں کی وجہ سے ہر وقت بھٹکنے کا خطرہ لگا رہتا ہے اور دوسری ضروری چیزوں مثلاً ادعیۂ موقوتہ ماثورہ وغیرہ سے بھی اکثر کتب تصوف عاری ہوتی ہیں، اس لئے حسب ارشاد و رہنمائی مرشدی و مولائی بقیۃ السلف حجۃ الخلف حامیٔ سنت ماحیٔ بدعت حضرت خواجہ محمد سعید صاحب قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی فضلی احمد پوری (۱) مدظلہ العالی لازالت شموس برکاتہ بازغۃ علیٰ قلوب المسترشدین اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے وہ امور و مسائل جو عوام سے تعلق رکھتے ہیں حصہ اول میں درج کئے جاتے ہیں اور خواص سے تعلق رکھنے والے مسائل انشاء اللہ العزیز حصہ دوم میں پیش کئے جائیں گے۔

حضرت مولانا مولوی عبدالرحیم صاحب پانی پتی (۲) و مستری محمد رمضان صاحب پانی پتی (۳) و دیگر معاونین و مشیرین کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہوئے اب اصل مضمون شروع کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ منظور و مقبول فرمائے، آمین۔ وماتوفیقی الا باللہ

سید زوار حسین

۱۔۲۔۳۔ افسوس کہ ہر سہ بزرگ انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ترغیب وترہیب

اے عزیز باتمیز! ہوشیار ہو اور اپنی چند روزہ زندگی کو غنیمت جان، خداوند تعالیٰ کی طرف دھیان لگا، تو کس چیز پر دھوکا کھا گیا ہے اور کس امید پر بھروسہ کر بیٹھا ہے، جب عمر کے لئے کوئی خاص مہلت مقرر نہیں ہے تجھے کیا خبر ہے کہ کس وقت تو دنیا سے کوچ کر جائے گا۔ آج کے دن ہمیشہ کی نیکی کو کوشش کے ساتھ حاصل کر اور جب وہ وقت آ جائے جس کی قرآن مجید میں خبر دی ہے یعنی:

اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ○ (۱)

جب ان کی موت آ جاتی ہے تو وہ (وقت مقررہ سے) نہ ایک ساعت آگے ہو سکتے ہیں اور نہ پیچھے۔

اور ابھی تیرے سب کام ادھورے ہی ہوتے ہیں کہ تجھ کو اس دنیا سے اٹھا لے جاتے ہیں، اس وقت تو کیا بہانہ کرے گا اور اپنے چھٹکارے کے لئے کون سی دلیل پیش کرے گا۔ ماں باپ، بیوی بچے، بھائی بہن، دوست احباب، مال و مرتبہ، شان و شوکت سب کے سب نیکی کے راستے کی رکاوٹیں ہیں، جنہوں نے تجھے اصل مقصود سے دور ہٹا دیا ہے۔ آخر کار سب کو اسی جگہ چھوڑ کر مٹی کے نیچے جانا ہے۔

نقل ہے کہ شہنشاہ سکندر اعظم نے اپنے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے دونوں ہاتھوں کو کفن سے باہر رکھنا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، اس نے کہا اس لئے کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ دنیا سے خالی ہاتھ جاتا ہوں اور کسی چیز کو اپنے ساتھ نہیں لے جاتا:

بے زری کا نہ کر گلہ غافل　　رکھ تسلی کہ یوں مقدر تھا
کتنے منعم جہان میں گزرے　　وقتِ رحلت کے کس کنے زر تھا
صاحبِ جاہ و شوکت و اقبال　　دیکھ ازاں جملہ اک سکندر تھا
تھی یہ سب کائنات زیرِ نگیں　　ساتھ مورو ملخ سا لشکر تھا
لعل و یاقوت ہم زر و گوہر　　چاہئے جس قدر میسر تھا

۱۔ یونس:۴۹

آخرکار جب جہاں سے چلا ہاتھ خالی کفن سے باہر تھا

پس عبرت کی آنکھ سے دیکھ، ہمارے وہ ساتھی جو دنیا کے مال و دولت سے خوش تھے اور جنہوں نے دنیاوی کاموں کے پورا کرنے میں ایسی ایسی تدبیریں کی ہیں کہ عقل دنگ اور فکر حیران رہ جاتی ہے وہ کہاں گئے، ان کے وجود سے کوئی نشان باقی نہیں رہا۔ ان کے حالات سے کوئی واقف نہیں تو کل کو ہمارا بھی یہی حال ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب میت کو قبر میں رکھتے ہیں اور عذاب دیتے ہیں تو اس کے پڑوسیوں کی روحیں آواز دیتی ہیں کہ اے عزیز! تو ہم سے تھوڑی دیر بعد آیا اور ہم تجھ سے پہلے یہاں پہنچ گئے۔ ہمارا حال دیکھ کر تو نے کیوں عبرت حاصل نہ کی اور ہم سے جو غفلت اور سستی وغیرہ ہوئی تھی تو نے اس سے گریز کیوں نہ کیا، اپنی تمام لیاقت کو بے کار چھوڑ دیا اور اپنی تمام پونجی کو سستی میں برباد کر دیا، افسوس صد افسوس!

ہم بے ہوشوں اور بے عقلوں سے بری عادتوں کے سوا اور کوئی نیک کام ادا نہیں ہوتا اور حد درجے کی غفلت کے سبب سے ہم کبھی ہوشیار اور واقف نہیں ہوتے اور اس دنیا کی مٹ جانے والی لذتوں اور نفسانی خواہشوں ہی سے دل کو خوش کرتے اور مگن رہتے ہیں۔ ہم نے دین کی پونجی کے ڈھیر میں لالچ اور خواہش کی آگ دبا رکھی ہے، کس قدر افسوس اور شرمندگی ہے کہ ہماری تمام عمر نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑ کر اللہ تعالیٰ کے حکموں کے برخلاف برباد ہو گئی اور کوئی ایسا کام ہم سے نہ ہو سکا جو آخرت کے عذاب سے چھٹکارے کا سبب ہوتا، اب جو بڑھاپے کی کمزوری نے ہم پر ڈیرا ڈال دیا اور وہ جوانی کی طاقت اور امنگ جاتی رہی تو سوائے افسوس اور شرمندگی کے ہم سے اور کیا ہو سکتا ہے۔

پس سب سے زیادہ عقل مند آدمی وہی ہے جو اپنے تمام اوقات اللہ تعالیٰ کی یاد میں محفوظ رکھ کر نیکیوں کے خزانے جمع کرے اور اس چندروزہ زندگی کو لالچ اور خواہش کے برخلاف خدا کے راستے میں قربان کر دے، کیونکہ نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنا ہی ایک ایسا برا کام ہے جو ہمیشہ کی نیک بختی کیلئے رکاوٹ ہے اور جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے دور لے جاتا ہے اور اس کے حکم کے برخلاف لاکھوں خواہشوں کو ہمارے اندر پیدا کرتا ہے اور اپنی حرص و ہوا، شہوت، تکبر، بخل، حسد، غصہ، غیبت، خود بینی وغیرہ کو ہم پر مقرر کرتا ہے۔ پس نفس دراصل آدمی کا دوست نما دشمن ہے۔ یعنی ظاہر میں دوست ہے لیکن دراصل دشمن ہے۔ جو آدمی اس کا تابع اور فرمانبردار ہوتا ہے وہ ہزاروں خرابیوں میں پھنس جاتا ہے چھوٹے اور بڑے گناہوں میں لگ جاتا ہے اور آخرت کی نیکی حاصل کرنے سے بالکل خالی رہ جاتا ہے، اگرچہ آج انسان کو نفس کی برائیاں اور مکاریاں معلوم نہیں ہوتیں اور جو کچھ وہ حکم دیتا

ہے اس کے مطابق کرتا ہے لیکن کل (مرنے کے بعد) بدلے کے دن ایسے کاموں کی حقیقت معلوم ہو جائے گی اور جو کچھ آج کر رہا ہے سب کا سب اپنی آنکھ سے دیکھ لے گا پس جب تک نفس امارہ کی خودرائی اور میں پن زندہ ہے اور اس کا حکم قائم ہے اسلام کے کارخانے میں خرابی پر خرابی ہو رہی ہے البتہ جب نفس امارہ کی حالت نفس مطمئنہ کے رنگ میں رنگی جاتی ہے اور وہ ریاضت ومجاہدے سے قابو میں آجاتا ہے، فرماں بردار اور اطاعت شعار ہو جاتا ہے اس وقت انسان کے لئے امن ہی امن ہے اور وہی مقام اعلیٰ علیین ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَھَی النَّفْسَ عَنِ الْھَوٰی O فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ھِیَ الْمَاْوٰیO (۱)

لیکن جو شخص اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے سے ڈرا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روکے رکھا پس بے شک بہشت ہی اس کے رہنے کی جگہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کے ساتھ جہاد کرنے کو کافروں کے ساتھ جہاد کرنے پر بزرگی اور برتری دی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِھَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِھَادِ الْاَکْبَرِ (۲)

اب ہم چھوٹے جہاد سے لوٹ کر بڑے جہاد (اصلاح نفس) کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

تاکہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے سوا کوئی کام نہ کرے بندگی کے راستے سے منہ نہ موڑے اور انکار و سرکشی کو چھوڑ کر مکار دشمن (نفس امارہ) سے بے زار ہو کر اللہ تعالیٰ کی غلامی اور فرماں برداری میں لوٹ آئے اور رات دن اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

پس اس مطلب کو بخوبی سمجھ لینا چاہئے کہ دنیا آزمائش اور امتحان کا مقام ہے اس کے ظاہر کو طرح طرح کی خوبصورتیوں سے سجایا اور چمکایا گیا ہے، دیکھنے میں میٹھی اور تر و تازہ نظر آتی ہے لیکن اصل میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا کوڑا اور پانی کی طرح دکھائی دینے والا سراب اور شکر کے مانند زہر ہے۔ اس کا باطن بالکل خراب اور بہت برا ہے اور اس قدر گندہ ہوتے

۱۔ النازعات: ۴۰، ۴۱ ۲۔ مقدسی/ الفروع: ج ۲، ص ۱۶۹۔ عجلونی/ کشف الخفا: ج ۱، ص ۵۱۲، رقم ۱۳۶۲۔ اس روایت کو تاریخ بغداد میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے **قدمتم خیر مقدم و حمرتها من الجهاد الاصغر** …… (تاریخ بغداد: ج ۱۳، ص ۵۲۳، رقم ۷۳۴۵) عجلونی کہتے ہیں کہ ابن حجر کے بقول یہ روایت اسی طرح مشہور ہے، البتہ یہ ابراہیم بن علیہ کا قول ہے۔ لیکن اسے بیہقی نے بھی جابرؓ سے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

ہوئے اس کا معاملہ دنیا والوں کے ساتھ اس سے بھی زیادہ برا ہے جو بیان ہو سکے، اس کا چاہنے والا جادو کا مارا ہے، جو اس میں پھنسا اس نے دھوکا کھایا اور وہ دیوانہ ہے۔ جو شخص اس کے ظاہر پر فریفتہ ہوا ہمیشہ کا گھاٹا اس کے ہاتھ آیا اور جس نے اس کی مٹھاس اور تر و تازگی پر نظر کی ہمیشہ کی شرمندگی اسے نصیب ہوئی۔ سرور کائنات حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

الدنیا و الآخرۃ ضرتان فاذا ارضیت احداھما اسخطت الاخری (۱)

دنیا اور آخرت آپس میں سوکن ہیں اگر ایک راضی ہوگئی تو دوسری ناراض۔

پس جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہوگئی اور وہ آخرت سے بے نصیب ہوگیا، حق تعالیٰ ہم کو دنیا اور اہلِ دنیا کی محبت سے بچائے۔ آمین۔

اے عزیز! کیا تو جانتا ہے کہ دنیا کیا ہے؟ دنیا وہی ہے جو تجھے حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ہٹائے رکھے، مولانا رومی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

چیست دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا کیا ہے، خدا سے غافل ہونا۔ کپڑا چاندی فرزند اور بیوی (دنیا) نہیں۔

پس زن و مال، جاہ و ریاست، لہو و لعب اور بے ہودہ کاروبار میں مشغول ہونا سب اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والے ہیں اس لئے سب دنیا میں داخل ہیں اور وہ علوم جو آخرت میں کام آنے والے نہیں سب دنیا ہی میں داخل ہیں۔ اگر نجوم و ہندسہ و منطق و حساب وغیرہ علموں سے بھلائی اور نیکی مقصود نہ ہو تو ایسے علوم کا حاصل کرنا کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا۔ اگر ان کا حاصل کرنا فائدہ دیتا تو فلاسفہ خدا کے عذاب سے چھٹکارا پانے والے ہوتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.

عَلَامَۃُ اِعْرَاضِہٖ تَعَالٰی عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُہٗ بِمَالَا یَعْنِیْہِ

بندے کا فضول کاموں میں مشغول ہونا اللہ تعالیٰ کے منہ پھیر لینے کی نشانی ہے۔

۱۔ کشف الخفاء: ج ۲، ص ۲۹۱. رقم ۱۳۱۰۔ عجلونی کہتے ہیں کہ یہ روایت مرفوع نہیں ہے۔ ایک راویت میں سے حضرت عیسیٰ کا کلام بھی کہا گیا ہے۔ الزہد لابن مبارک میں یہ وہب بن منبہ کا قول بتایا گیا۔ ہے۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں مَثَل الدُّنْیَا وَالْاٰ خِرَۃُ کَمثَلِ رجلٍ له ضَرَّتَانِ اِنْ ارضی اَحَدُ هُمَا اسخط الْاُخْرٰی (عبداللہ بن المبارک المروزی/ دار الکتب العلمیہ، بیروت: ص ۲۱۰، رقم ۵۹۴) اس روایت کے مفہوم کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے مثلاً ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من احب دنیاہ اضر بآخرته ومن احب آخرته اضر دنیاہ فآثروا ما یبقی علی ما یفنی (ابن حبان: ج ۲، ص ۴۸۶، رقم ۷۰۹۔ حاکم/ المستدرک: ج ۴، ص ۳۴۳، رقم ۷۸۵۳۔ مسند احمد: ج ۴، ص ۴۱۲۔ مسند عبد بن حمید: ص ۱۹۸، رقم ۵۶۸

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

اچھے خدا کے عشق کے سوا جو کچھ بھی ہے (وہ ہلاک کرنے والا ہے) اگر وہ شکر کھاتا ہے تو وہ بھی جان کو ہلاک کرتا ہے۔

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ علم نجوم وقت کے پہچاننے کے لئے درکار ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ علم نجوم کے بغیر وقت پہچانے نہیں جاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم نجوم وقت پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ بہت سے لوگ علم نجوم نہیں جانتے مگر نماز کے وقتوں کو نجوم کے جاننے والوں سے بہتر جانتے ہیں اور علم منطق و حساب وغیرہ کے حاصل کرنے کی بھی جن کا مختصر طور پر حاصل کرنا شرع شریف کے علموں میں ضروری ہے یہی وجہ بیان کرتے ہیں۔ غرض کہ بہت سے حیلوں کے بعد ان علموں میں مشغول ہونے کا جواز ثابت ہو جاتا ہے مگر اس شرط پر کہ شرع کے حکموں کو پہچاننے اور علم کلام کی دلیلوں کو مضبوط بنانے کے سوا ان کے حاصل کرنے سے اور کوئی غرض نہ ہو۔

انصاف کرنا چاہئے کہ جب ایک جائز کام جس کے اختیار کرنے سے دوسرے واجب فوت ہو جائیں، اباحت سے نکل جاتا ہے تو کچھ شک نہیں کہ جن علوم میں مشغول ہونے سے شرع شریف کے علوم میں مشغول ہونا ترک ہو جائے کیوں کر جائز ہوں گے۔ بہرحال غرض یہ کہ فضول مباحات سے پرہیز کیا جائے اور ضرورت کے مطابق کفایت کی جائے اور ان میں یہ نیت ہونی چاہئے کہ عبادت کے ادا کرنے کی طاقت حاصل ہو، مثلاً کھانے سے مقصود عبادت ادا کرنے کی طاقت اور پوشاک سے ستر عورت اور گرمی سردی کا دور کرنا ہے۔ باقی ضروری مباحات کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے کیونکہ عملوں کا دارومدار نیت پر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَ اِنَّمَا لِکُلِّ اِمْرِءٍ مَّانَوٰی (۱)

بے شک عملوں کا دارومدار نیت پر ہے اور آدمی کو اس کی نیت کے مطابق پھل ملتا ہے۔

اپنا عمل عزیمت پر اختیار کرنا چاہئے اور رخصت سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا چاہئے اور عزیمت یہ ہے کہ ضرورت کے مطابق کو کافی سمجھے۔ اگر یہ دولت حاصل نہ ہو تو مباحات اور رخصت کے دائرے سے پاؤں باہر نہ نکالنا چاہئے اور حرام اور شبہ والی چیزوں کے نزدیک نہ جانا چاہئے۔ حق تعالیٰ نے اپنی نہایت مہربانی سے مباح چیزوں کے ساتھ پورے طور پر لذت حاصل کرنا جائز فرمایا ہے اور اس قسم کی نعمتوں کو بہت زیادہ کر دیا ہے۔ ان نعمتوں اور لذتوں سے ہٹ کر کون سا عیش اس کے

۱۔ بخاری: رقم ۱

برابر ہے کہ بندے کا مالک اس کے کام سے راضی ہو جائے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی دوزخ سے بھی بری ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ خزاں کی فصل کیا ہے فقط ان کی چشم پوشی
وہ ذرا نقاب الٹ دیں تو ابھی بہار آئے

یہ انسان اپنے مالک کے حکم کا تابع غلام ہے اس کو اس طرح خود مختار نہیں بنایا کہ جو چاہے کرے اس سے کچھ سوال ہی نہ ہوگا۔ غور کرنا چاہئے اور خوب عقل سے کام لینا چاہئے تاکہ کل قیامت کے دن شرمندگی اور نقصان حاصل نہ ہو۔ کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہے اور جواں مرد وہ ہے جو اس وقت کو ضائع نہ کرے اور فرصت کو بہتر جانے۔ ممکن ہے کہ اس کو بڑھاپے تک پہنچنے نہ دیں، اگر پہنچنے بھی دیں تو اطمینان حاصل نہ ہو اور اگر حاصل بھی ہو تو کمزوری اور سستی کی وجہ سے کچھ نہ کر سکے، اس وقت اطمینان کے سامان موجود ہیں، فرصت کا زمانہ اور طاقت کا وقت ہے کسی بہانے سے آج کا کام کل پر نہیں ڈالنا چاہئے اور دین کے کام میں تسویف (تاخیر) نہیں کرنی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

هَلَكَ الْمُسَوِّ فُوْنَ (۱)

سَوْفَ اَفْعَلُ کہنے والے یعنی آج کل کرنے والے ہلاک ہو گئے۔

ہاں اگر کمینی دنیا کے کاموں کو کل پر ڈال دیں اور آج آخرت کے عملوں میں لگ جائیں تو بہت ہی اچھا ہے جیسا کہ اس کا خلاف بہت ہی برا ہے۔ جوانی کے وقت جبکہ دین کے دشمنوں یعنی نفس و شیطان کا غلبہ ہے تھوڑا عمل بھی اس قدر مقبول ہے کہ ان کا غلبہ نہ ہونے (بڑھاپے وغیرہ) کے وقت کئی گنا زیادہ عمل اتنا مقبول نہیں، فوج میں دشمنوں کے غلبے کے وقت کام کرنے والے سپاہیوں کی تھوڑی سی محنت اس قدر پسند اور مقبول ہوتی ہے کہ دشمنوں کی شرارت سے امن کے وقت بہت سی محنت ویسی نہیں ہوتی چنانچہ انسان کے پیدا کرنے سے (جو تمام موجودات کا مجموعہ اور نچوڑ ہے) صرف کھیل کود اور کھانا سونا مقصود نہیں بلکہ اس سے مقصود عبادت کے طریقوں کا ادا کرنا اور عجز و انکساری، احتیاج و التجا اور خداوند تعالیٰ کے جناب میں گریہ و زاری کرنا ہے قولہ تعالیٰ

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِO (۲)

میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا۔

پس وہ عبادتیں جو آنحضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع شریف نے ہمیں بتائی ہیں اور ان

۱۔ اَلْمُسَوِّفُ مَنْ يَقُوْلُ سَوْفَ اَفْعَلُ یعنی مسوف وہ ہے جو سوف افعل (اب کرتا ہوں) کہا کرتا ہے۔

۲۔ ا۔ الذاریات: ۵۶

کے ادا کرنے سے بندوں کے فائدے اور منافع مقصود ہیں اور خداوند تعالیٰ کی جناب ان کی احتیاج سے پاک ہے۔ دل و جان کے ساتھ احسان مانتے ہوئے ادا کرنی چاہئیں۔ حق تعالیٰ نے بالکل بے پرواہ ہوتے ہوئے بندوں کو اوامر و نواہی کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم محتاجوں کو اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کرنا چاہئے اور بڑی احسان مندی سے احکام بجالانے میں کوشش کرنی چاہئے۔

اے عزیز باتمیز! اگر دنیا داروں میں سے کوئی شخص جو ظاہری شان و شوکت اور مرتبہ رکھتا ہے، اپنے سے نیچے کام کرنے والے ملازم کو کسی خدمت سے سرفراز فرمائے حالانکہ اس خدمت میں حکم دینے والے کا بھی نفع ہے تو ظاہر ہے کہ یہ ماتحت اس حکم کو کتنا پیارا جانتا ہے اور یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ خدمت اس کو ایک بڑے مرتبہ والے شخص نے تفویض فرمائی ہے بڑی احسان مندی کے ساتھ بجالاتا ہے تو پھر کیا بلا پڑی کہ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اس شخص کی بزرگی سے کم نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پورا کرنے میں کوشش نہیں کی جاتی۔ شرم کرنی چاہئے اور خواب خرگوش سے اپنے آپ کو ہوشیار کرنا چاہئے۔

نقل ہے کہ حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاس بادشاہ کا ایک وزیر آیا اور کہا کہ میرے لئے آپ دعا فرمائیں کہ میں ہمیشہ بادشاہ کی خدمت کرتا اور اس کا بھلا چاہتا رہوں اور اس کی خفگی اور سزا سے ڈرتا رہوں۔ ذوالنون مصریؒ یہ سن کر بہت روئے اور کہا کہ اگر میں اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرتا جتنا کہ وزیر اپنے بادشاہ سے ڈرتا ہے تو میں صدیقوں میں سے ہوتا۔ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

گر نبودے امید راحت و رنج   پائے درویش بر فلک بودے
گر وزیر از خدا بترسیدے   ہم چناں کز ملک، ملک بودے

اگر راحت و رنج کی امید نہ ہوتی تو درویش کا پیر آسمان پر ہوتا۔ اگر وزیر خدا سے اس طرح ڈرتا جس طرح کہ بادشاہ سے ڈرتا ہے تو فرشتہ ہوتا۔

خدا کے حکموں پر نہ چلنا دو باتوں سے خالی نہیں، یا شرعی خبروں کو جھوٹا جانتا ہے اور یقین نہیں کرتا، یا اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور شان، دنیا داروں کی شان کی نسبت اس کو بہت ادنیٰ نظر آتی ہے۔ اس بات کی برائی اچھی طرح معلوم کرنی چاہئے۔ اے دوست اگر ایسا شخص بھی جس کا جھوٹ کئی دفعہ تجربے میں آچکا ہو کہہ دے کہ دشمن غلبہ پا کر فلاں قوم پر چھاپہ ماریں گے تو اس قوم کے عقل مند اپنی حفاظت کے لئے تیار ہو جائیں گے اور اس مصیبت کے دور کرنے کی فکر کریں گے حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ وہ خبر دینے والا شخص ہمیشہ جھوٹ بولتا رہا ہے لیکن کہتے ہیں کہ خطرے کے خیال کے وقت عقل مندوں کے نزدیک احتیاط ضروری ہے۔ پس جب ہمیشہ سچ بولنے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی

تاکید کے ساتھ آخرت کے عذاب کی خبر دی ہے تو لوگوں پر کیوں اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اثر ہوتا تو اس کے دور کرنے کی فکر کرتے حالانکہ اس کے دور کرنے کا علاج بھی سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے۔ پس یہ کیا ایمان ہے کہ سچے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خبر کو اس جھوٹے کی خبر کے برابر بھی نہیں سمجھتے۔ صرف ظاہری اسلام عذاب سے چھٹکارا نہیں دلاتا، یقین حاصل کرنا چاہئے اور یہاں یقین تو دور رہا گمان بلکہ وہم بھی نہیں ہے، کیونکہ عقل مند خطرے کے وقت وہم کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ O (۱)

اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے اس کو جو تم عمل کرتے ہو۔

اس کے باوجود برے برے فعل واقع ہوتے ہیں اگر ہمیں معلوم ہو کہ کوئی ادنیٰ شخص ہمارے عملوں سے خبردار ہے تو ہرگز برا فعل اس کی نظر کے سامنے نہ کریں۔ پس ان کا حال دو صورتوں سے خالی نہیں یا حق تعالیٰ کی خبر کا یقین نہیں کرتے یا حق تعالیٰ کے علیم وخبیر ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تو خود ہی سوچنا چاہئے کہ اس قسم کے فعل ایمان سے ہیں یا کفر سے۔ پس اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جَدِّ دُوْٓا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۲)

لا الہ الا اللہ کے کہنے سے اپنے ایمان کو تازہ کرتے رہو۔

اور اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدہ باتوں سے سچے دل سے توبہ کرکے جن کاموں سے منع فرمایا ہے اور جن کو حرام فرمایا ہے ان سے بچنا چاہئے۔ پانچوں وقت نماز کو جماعت سے ادا کرنا چاہئے اور اگر تہجد کی نماز کے لئے رات کا جاگنا حاصل ہو جائے تو بڑی خوش قسمتی ہے۔ روزہ، زکوٰۃ، حج ودیگر شعائر اسلام کے بجالانے میں سستی نہ کرنی چاہئے، حلال کی روزی حاصل کرنا، طمع کے پیچھے نہ پڑنا اور قدر کفایت پر بس کرنا چاہئے کیونکہ:

کار دنیا کسے تمام نہ کرد   ہرچہ گیرد مختصر گیرد

دنیا کا کام کسی نے مکمل نہیں کیا۔ (اس لئے) جو بھی لو مختصر لو۔ تاکہ اس دنیا کو چھوڑتے وقت افسوس نہ ہو۔

اب ذکر کے فضائل اور اس کے مناسب امور بیان کئے جاتے ہیں۔

۱۔ الحجرات: ۱۸، ۲۔ مستدرک: ج ۴، ص ۲۸۵۔ احمد: ج ۲، ص ۳۵۹

فضائلِ ذکر اللہ جل جلالہ

اے عزیز! خوب جان لے کہ جس شخص نے غفلت کا پردہ اپنے دل سے اٹھا دیا اور دل کے شیشے کو ذکر کی جلا سے صاف و شفاف کر لیا اس کا سینہ اللہ تعالیٰ کے بھیدوں کا خزانہ ہو گیا اور اس کا دل اللہ تعالیٰ کے انوار کا مطلع بن گیا۔ ہر ایک چیز کے صاف کرنے کے لئے ایک صیقل (جلا) ہوا کرتا ہے اور دل کا صیقل اللہ تعالیٰ کا ذکر اور موت کی یاد ہے۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس دولت کو اپنے قبضے میں لانا چاہتا ہے تو سب تعلقوں کو اپنے سر سے پھینک کر اس کی یاد میں مستغرق ہو جا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی دوستی کا یہی نشان ہے کہ اسی کو یاد کیا جائے، اسی لئے کہا گیا ہے:

مَنْ اَحَبَّ شَيْأً اَكْثَرَ ذِكْرَه (۱)

جو شخص کسی چیز سے محبت رکھتا ہے تو وہ اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی دوستی کی حقیقت اس کی یاد میں لگے رہنا ہے۔

ایک دن حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناجات میں کہا، اے خداوندا مجھے کیونکر معلوم ہو کہ کون تیرا دوست ہے اور کون دشمن؟ حکم ہوا کہ میرا ذکر کرنے والا میرا دوست ہے اور مجھ سے غافل میرا دشمن۔ پس طالب حق کا فرض ہے کہ اپنے دل کو جو حضرت کبریا جل جلالہ کے نوروں اور بھیدوں کے ظاہر ہونے کا مقام ہے اللہ پاک کے ذکر کے ساتھ مجلیٰ کرے اور اسے دنیا کی محبت اور اس کی کثافت سے پاک وصاف کرے تا کہ دوستی کے مرتبے پر فائز ہو سکے۔ خدا کے بھیدوں کے مظہر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ ذکر الٰہی کلہاڑے کی طرح ہے جو خطروں کے تمام کانٹوں کو دل کے جنگل سے تراش دیتا ہے اور دل میں غیر کا نام ونشان تک نہیں چھوڑتا۔ جب دل اللہ تعالیٰ کے سوا سب سے پاک ہو جائے اور ماسوا کی پکڑ سے چھٹکارا پا جائے اور ذکر کرنے والے کا مطلوب ومعشوق غیر نہ رہے تو ظاہر و باطن میں اس کا مطلوب رونق افروز ہوتا ہے۔ پس ایک لمحہ بھی اللہ کی یاد سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہئے اور اپنے رات دن کے تمام وقتوں کو ذکر الٰہی میں لگا دینا

۱۔ یہ قول ابو عبد الرحمنؒ اور مالک بن دینارؒ کی طرف منسوب ہے۔ بیہقی/ شعب الایمان: ج ۱، ص ۳۸۸، رقم ۵۰۱

چاہئے۔ کیونکہ اس کے راستے کی بنیاد بہت ذکر کرنے پر ہی موقوف ہے اور آخرت کی بھلائی بہ کثرت یاد الٰہی پر ہی منحصر ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْراً لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ O (۱)

اللہ تعالیٰ کا بہت ہی ذکر کیا کرو تاکہ تمہیں بھلائی نصیب ہو۔

پس آدمی کے لئے اس سے بہتر اور کچھ نہیں ہے کہ ہمیشہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہو، تاکہ اس کی برکت (ذکر کی کثرت) سے غیر اللہ کا خیال ہی جاتا رہے اور اپنے مظہر میں حق سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ پائے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِيْ (۲)

میں اس شخص کا ساتھی ہوں جو مجھے یاد کرے۔

یہیں سے ہم نشینی ظاہر ہوتی ہے اور اعلیٰ درجے اور بڑے بڑے رتبے حاصل ہوتے ہیں لیکن طبیعت کے جال کے گرفتاروں کو اس دولت کی کیا خبر اور غفلت کی نیند کے نشے میں ڈوبے ہوؤں کو اس بیان سے کیا اثر:

عندلیبِ مست داند قدرِ گل　　چغد را از گوشۂ ویرانہ پرس

پھول کی قدر مست بلبل ہی خوب جانتی ہے۔ ویرانۂ جنگل کے کونے کی بابت (اگر کچھ دریافت کرنا ہو) تو اُلّو سے پوچھو۔

خدا کی محبت کے فدائی جب دم بھر بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتے ہیں تو ایسے بے آرام و بے چین ہوتے ہیں جیسے خشکی پر مچھلی، بلکہ اس دم کو مردہ دم اور بھاری گناہ جانتے ہیں۔

فراقِ دوست اگر اندک است اندک نیست　　میانِ دیدہ اگر نیم موست کمتر نیست

دوست کی جدائی اگرچہ تھوڑی دیر کی ہو وہ تھوڑی نہیں جیسا کہ اگر آنکھ میں آدھا بال بھی ہو تو کم نہیں ہے۔

اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد ایسی چیز ہے کہ ہر دم ایک تازہ درد اور بے اندازہ شوق بڑھاتی ہے اور ذاکر کے باطن کو صاف و مصفٰی کرتی ہے۔ اندرونی سیاہی اور نفس کی سختی کو دور کرتی ہے اور ماسویٰ اللہ کے خیالات کو دل سے دور کرتی ہے اور اس پاک ذات کو اپنے دل میں حاضر رکھنے کی خبر دیتی ہے اور فنا اور مستی کا مزہ چکھاتی ہے۔ یعنی تجھ کو تجھ سے غائب کر کے خدا کی طرف بلاتی ہے اور تجھ کو

۱۔ جمعہ: ۱۰، ۲۔ ابن ابی شیبہ/ ج۱، ص ۱۰۸، رقم ۱۲۲۴۔ الزہد لابن حنبل: ص ۵۷، رقم ۱۱۱

تجھ سے چھڑا کر معشوقِ حقیقی کا راستہ دکھاتی ہے، اور یہ مطلب سارے سالکوں کا مقصود اور تمام طالبوں کا مطلوب ہے۔

اے عزیز! جو سانس غیر اللہ کے بغیر محبت و شوق کی رو سے، خدا کی یاد میں آتا ہے وہ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے بلکہ اس سانس پر دنیا اور اس کی چیزوں کو قربان کر دیا جائے تو عین مناسب اور بالکل درست ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت سلیمان علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک آدمی سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے سلیمانؑ کو اتنی بڑی سلطنت و دولت کا مالک بنا دیا ہے کہ کسی شخص کو نصیب نہ ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ''اے نادان! خدا گواہ ہے کہ ایک خدا کو ماننے والے مومن کا صدق اور اخلاص کے ساتھ ایک مرتبہ کلمہ تسبیح (سبحان اللہ) کہنے کا ثواب سلیمانؑ کی بادشاہت سے بہتر ہے۔'' اس لئے کہ یہ بادشاہت فانی ہے اور اس کی تسبیح کا ثواب باقی اور باقی اگرچہ اندازاً تھوڑا ہو، فانی سے جو اندازاً بہت ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے:

آں کس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند فرزند و عیال و خاناں را چہ کند
دیوانہ کُنی ہر دو جہانش بدہی دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

جس شخص نے تجھ کو پہچان لیا وہ اپنی جان و اولاد و بیوی اور گھر کا کیا کرے تو اپنا دیوانہ بنا کر اس کو دونوں جہان عطا فرماتا ہے، تیرا دیوانہ دونوں جہان کا کیا کرے۔

نقل ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو ایک شخص کی روح قبض کرنے کا حکم ہوا، انہوں نے تمام دنیا میں اس کو بہت تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ چلا آخر اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں مناجات کی ''خدایا! جس شخص کی جان قبض کرنے کا مجھے حکم ہوا ہے وہ مجھے تمام دنیا میں نہیں ملتا۔'' ارشاد ہوا کہ وہ شخص ہماری یاد میں لگا ہوا ہے پس جب تک وہ اس میں لگا ہوا ہے تو اس کو نہیں پا سکتا، ہاں جب ہمارے ذکر سے وہ غافل ہو جائے (تب تیرے قبضے میں آئے گا) لیکن اس سعادت کا تاج ہر ایک سر پر نہیں رکھتے اور یہ شہبازوں کی خوراک ہر ایک کم ہمت کے منہ میں نوالہ بنا کر نہیں دیتے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ O (۱)

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور داد ہے وہ جس کو پسند کرتا ہے اس کو عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فضل عظیم کا مالک ہے۔

۱۔ الجمعہ: ۴

ہرکسے را سوئے گنج ار رہ بدے ہر گدائے اندریں رہ شئہ بدے
چشم کوتا گنج بیند درجہاں گوش کوتا بشنود اوصافِ آں

اگر ہرایک شخص کا راستہ خزانے کی طرف ہوتا تو ہرایک بھیک مانگنے والا اس راستے میں شہنشاہ بن جاتا۔ وہ آنکھ کہاں ہے جو اس خزانے کو دیکھے اور وہ کان کہاں ہیں جو اس کے اوصاف کو سنیں۔

پس اللہ تعالیٰ جس کو نہایت مہربانی اور بندہ پروری سے اپنی محبت کا ایک گھونٹ چکھاتا ہے اور اپنی پہچان کا لباس پہناتا ہے اس کو اپنی یاد میں مستغرق کردیتا ہے اور نیکی کی ہمت کو اس کا ساتھی بنادیتا ہے اس لئے کہ ہمیشہ کی نیکی اور اصلی بھلائی اللہ تعالیٰ کے ذکر سے حاصل ہوتی ہے اور لاکھوں برکتیں، خوبیاں اور نیکیاں ذکر سے ہی اپنا مبارک چہرہ دکھاتی ہیں۔ مثلاً

اوّل: جب بندہ خدا کا ذکر شروع کرتا ہے تو اس کا دل خدا کے حضور میں حاضر ہوتا ہے اور پھر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دل کی آنکھ سے دیکھتا ہے۔

دوم: اللہ تعالیٰ ذکر کی برکت سے ذکر کرنے والے کو گناہوں سے دور رکھتا ہے۔

سوم: جب بندہ بہت ذکر کرتا ہے تو حق سبحانہ وتعالیٰ کی دوستی کی عظمت و بزرگی اس کے دل میں مضبوط ہوجاتی ہے۔

چہارم: جو شخص اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو یاد کرتا ہے۔

پنجم: جو شخص اللہ تعالیٰ کے ذکر میں اس فنا ہونے والی دنیا سے چل بسے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر قبر میں بھی اس کو تسلی دیتا اور اس کا غم دور کرتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اپنے بندے کو وہ چیز عنایت کی ہے کہ اگر جبرئیل اور میکائیل کو بھی عطا کرتا، تو ایک بڑی نعمت ان پر تمام کرتا، وہ یہ ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ (۱)

پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

پس اس سے زیادہ نیک بختی کیا ہوگی کہ حق تعالیٰ اس بندے پر اپنی یاد سے مہربانی کرے اور برخلاف اس کے اس سے بڑھ کر بدبختی کیا ہوگی کہ انسان بڑے رتبوں اور اونچے درجوں پر پہنچنے کی قابلیت کے ہوتے ہوئے بھی اپنی ذات کو ان نعمتوں سے بے نصیب رکھے۔ دیکھو! آدمی کے خیال

۱۔ البقرہ: ۱۵۲

میں ہزاروں بلکہ لاکھوں بے ہودہ خیالات گزرتے ہیں اگر ان کی جگہ ذکر الٰہی کو اختیار کرے اور بیٹھتے اٹھتے، سوتے جاگتے، کھاتے پیتے، بولتے چالتے، تنہائی اور مجلس وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہی مشغول رہے تو اس کے لئے کچھ مشکل نہیں، لیکن اس میں پوری پوری کوشش اور ہمت کی ضرورت ہے اور اس کی ترکیب یہی ہے (جیسا کہ ہم آگے چل کر مفصل بیان کریں گے) کہ ہر کام کے کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی مرضی یا نامرضی کو معلوم کرے یعنی یہ معلوم کرے کہ شرع شریف نے اس کام کے کرنے کا حکم یا اجازت دی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا، یا اجازت نہیں دی اور وہ ناخوش ہوگا۔ پس ناپسندیدہ کاموں کو چھوڑ کر پسندیدہ کاموں کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرے اور اپنی نیت کو اس کے لئے خالص کردے کیونکہ عملوں کا دارومدار نیت پر ہے۔ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں۔ نیز حدیث شریف ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ اَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ (۱)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا لیکن وہ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

اور ہر کام کے شروع اور خاتمے پر ان دعاؤں کو پڑھے جو کہ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اور جن کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ صفحات میں درج کریں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ اہلِ بہشت پر اس سے زیادہ کوئی حسرت نہ ہوگی کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے بغیر ایک لحظہ بھی ان پر کیوں گزرا تھا۔ پس جو شخص اپنے دل کو ایک طرف لگا کر اور اِدھر اُدھر بھٹکنے کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی یاد میں (جو اولیاء کی پونجی اور پرہیزگاروں کا لباس ہے) ہمیشہ لگا رہے اور کسی وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر آرام نہ لے اور اس کے سوا اس کے دل کو چین نہ آئے۔ وہ ایسی دولت کو پاتا ہے جس میں کبھی نقصان نہیں ہوتا اور حقیقت میں وہ یہی ذکر ہے جو دل کے کام کو لذت اور ذوق بخشتا ہے، یہی ذکر ہے جو مفلسوں کی پونجی ہے اور عاشقوں کے جھونپڑوں کا چراغ ہے، یہی ذکر ہے جو مُردہ دلوں کو زندہ کرتا ہے اور طالبوں کو مطلوب تک پہنچاتا ہے، یہی ذکر ہے جو سالکوں کو ان کی ہستی سے الگ کرتا اور حق تعالیٰ کے جمال کا مشاہدہ کراتا ہے۔

اے عزیز! حضرت رب العزت کی بارگاہ میں سب سے بڑھ کر عمل اور اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا

۱۔ مسلم: رقم ۲۵۶۴۔ ابن حبان: ج ۲، ص ۱۱۹، رقم ۳۹۴

سب سے آسان طریقہ یہی ذکر ہے، چنانچہ ہر گروہ کے بزرگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ طالبِ مولیٰ کو شروع میں ذکر کے سوا اور کسی کام میں لگنا حرام ہے۔ قولہ تعالیٰ:

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا۝ (۱)

جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ عالم آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور وہ راستے سے بہت دور جا پڑا ہوگا۔

اب دل کے کان سے سن اور ہوش رکھ:

خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ (۲)

سب سے بہتر ذکر ''ذکر خفی'' ہے۔

یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا (بغیر آواز کے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں (ذکر جہر سے) ستر درجے بڑھا ہوا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائے گا اور کراماً کاتبین اعمال نامے لے کر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندے کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو، تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں، وہ ذکر خفی ہے۔ (۳)

پس پوشیدہ ذکر یا دل کی یاد اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے ایک ایسا خزانہ ہے کہ ہر وہ شخص جو دوسروں کی نظر سے اس کو چھپا کر رکھے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں پوشیدہ سانس لے، اس جیسا کوئی نیک بخت نہیں ہے۔ اگر تجھ میں کچھ ہمت ہے تو اس راستے میں بہادرانہ آ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی چابی سے غفلت کا قفل کھول۔ زندگی بہت تھوڑی ہے اور سفر بہت لمبا ہے، موت کی گھڑی سر پر کھڑی ہے اور ایک سخت ڈراؤنی جگہ میں جانا ہے، وہاں نہ کوئی دوست ہوگا جو دوستی کا حق ادا کر سکے، نہ کوئی مددگار ہوگا جو کسی قسم کی مدد کر سکے، صرف فضلِ الٰہی کے ساتھ نیک اعمال کام آئیں گے۔ اگر آج کے دن تجھے اللہ تعالیٰ کے ذکر کی عادت ہو جائے تو حقیقت میں دونوں جہان کی دولت اور نیک بختی تجھے حاصل ہو جائے گی۔ جب ذکرِ الٰہی کی برکت سے انسان کا دل ماسویٰ کے میل سے پاک وصاف ہو جاتا ہے تو اس کی صفائی حد درجے کو پہنچ جاتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے جمال کا مظہر ہو جاتا ہے اور اللہ

۱۔ بنی اسرائیل: ۷۲ ۲۔ ابن حبان ج ۲، ص ۹۱، رقم ۸۰۹۔ ابن ابی شیبہ: ج ۶، ص ۸۵، رقم ۲۹۶۶۳، ۲۹۶۶۴۔ مسند عبد بن حمید: ص ۶۷، رقم ۱۳۷ ۳۔ مسند ابو یعلی: ج ۸، ص ۱۸۲، رقم ۴۷۳۸

پاک کی درگاہ کا مقبول بن جاتا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ السامیؒ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسے محو رہتے تھے کہ آپ کا ایک مرید بیس برس تک ہر روز آپ کی خدمت میں جاتا رہا لیکن وہ ہر روز اس سے پوچھتے کہ تمہارا کیا نام ہے؟ ایک دن اس نے کہا اے حضرت شیخ! میں بیس برس سے آپ کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہوں اور ہر روز جس وقت بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں تو آپ میرا نام پوچھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے عزیز! میں تم سے مذاق نہیں کرتا بلکہ دراصل ایک نام (اللہ کا) میرے دل پر غالب آ گیا ہے اور باقی تمام ناموں کو اس نے بھلا دیا ہے جس وقت تیرا نام لینا چاہتا ہوں اس نام کی شرم سے تیرا نام میری یاد سے چوک جاتا ہے۔ پس اے عزیز! جو شخص خدا کا طالب ہے وہ ہر وقت اس کے ذکر میں لگا رہتا ہے اور اللہ والوں کی جماعت اس بات پر متفق ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ اب اصل مدعا ظاہر کیا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ویسے تو ہر قسم کی عبادت، اور ہر کام شریعت کے مطابق اور سنت کے موافق کرنا ذکر ہی ہے، لیکن ہماری مراد یہاں مخصوص ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کا ورد رکھنا اور ان میں سب ذکروں سے بہتر اور بڑھ کر کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہَ کا ذکر ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَاَ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہَ (۱) اور یہ بھی آیا ہے کہ کلمۂ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہَ کا ثواب ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور دوسرے پلڑے میں ساتوں زمینوں اور آسمانوں کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے ان سب کو رکھا جائے تو کلمۂ طیبہ والے پلڑے کا وزن بہت بھاری پایا جائے گا۔ (۲)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامی نے فرمایا ہے کہ لوگ کلمۂ طیبہ کی برکتوں سے واقف نہیں ہیں۔ اگر حق تعالیٰ تمام دنیا کو ایک بار کلمہ پڑھنے پر بخش دیں اور بہشت میں بھیج دیں تو گنجائش رکھتا ہے اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ کلمۂ طیبہ کی برکتیں اگر تمام جہان میں بانٹ دی جائیں تو ہمیشہ سب کو کفایت کریں اور تر و تازہ رکھیں اور انسان جان لے کہ کفر اور کدورت کے دور کرنے کے لئے کلمۂ طیبہ سے بہتر اور کوئی شفاعت کرنے والا عمل نہیں ہے اس لئے ہمیشہ کی نیک بختی اور دولت کا راز یہی کلمۂ طیبہ ہے یعنی لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہَ کیا ہی اچھی نعمت ہے کہ جو فتح ہے اسی سے حاصل ہے اور جو بھید

۱۔ ترمذی: ج ۵، ص ۴۶۲، رقم ۳۳۸۳۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۲۴۹، رقم ۳۸۰۰۔ نسائی/ کبریٰ: ج ۶، ص ۲۰۸، رقم
۱۰۶۶۷ ۲۔ یہ روایت آگے بیان ہو رہی ہے۔

ہے اسی سے حل ہو جاتا ہے اور طالب کا مطلب بھی اسی سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اگر تجھ میں ہوش اور سننے کے کان ہیں تو اس ذکر کی فضیلت حدیث شریف سے سن:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ ؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ قَالَ مُوْسٰی یَا رَبِّ عَلِّمْنِیْ شَیْئًا اَذْکُرُكَ بِهٖ وَاَدْعُوْكَ بِهٖ قَالَ یا موسیٰ لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ یَا رَبِّ کُلُّ عِبَادِكَ یَقُوْلُ هٰذَا قَالَ قُلْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ اِنَّمَا اُرِیْدُ شَیْئًا تَخُصُّنِیْ بِهٖ قَالَ یَا مُوْسٰی لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرْضِیْنَ السَّبْعَ فِیْ کَفَّةٍ وَّلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِیْ کَفَّةٍ مَالَتْ بِهِمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۱)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرما دیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں، ارشاد خداوندی ہوا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار یہ تو ساری دنیا ہی کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو۔ عرض کیا یا میرے رب میں تو کوئی ایسی چیز مانگتا ہوں جو میرے لئے مخصوص ہو، ارشاد ہوا اے موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو رکھا دیا جائے تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ والا پلڑا جھک جائے گا۔

اخلاص پیدا کرنے کے لئے جس قدر اس کلمے کی کثرت مفید ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں، اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ، قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا، قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (۲)

ایمان کی تجدید (تازہ) کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کو کثرت سے پڑھا کرو۔

اسی وجہ سے حضرات صوفیائے کرام اس کلمہ شریف کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں

۱۔ ابن حبان: ج ۱۴، ص ۱۰۲۔ مستدرک: ج ۱، ص ۷۱۰، رقم ۱۹۳۶۔ نسائی، کبریٰ: ج ۶، ص ۲۰۸، رقم ۱۰۶۷۰

۲۔ عجلونی / کشف الخفاء / ج ۱، ص ۳۹۷، رقم ۱۰۶۸۔ حلیۃ الاولیاء: ج ۲، ص ۳۵۷

نہیں بلکہ ہزاروں کی تعداد میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

اے عزیز! یہی کلمۂ طیبہ ہے کہ سو برس کے کافر کو ایک بار کے پڑھنے سے دوزخ کی آگ سے بچا دیتا ہے اور بہشت کا حق دار بنا دیتا ہے، یہی کلمہ ہے جو دردمندوں کے زخم کا مرہم ہے اور مسکینوں کے دکھ کی دوا ہے۔ یہی کلمہ ہے جو عاشقوں کا وظیفہ اور مشتاقوں کی جان کا غم خوار ہے۔ یہی کلمہ ہے جو اس راستے کے چلنے والوں کو اپنے آپ سے دور اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک کرتا ہے۔ یہی کلمہ ہے جو انسان کے دل کو "لا" کے ذریعے پاک وصاف کرتا ہے اور سالک کو غیروں کی پکڑ سے چھڑا کر اپنے آپ سے بھی بے خبر کر دیتا ہے۔ چنانچہ ہر گروہ کے بزرگوں نے الفاظ اور معانی دونوں کے ساتھ فرمایا ہے اور لکھ دیا ہے کہ حق تعالیٰ کے طالب کے لئے تمام ذکروں سے کلمہ طیبہ کا ذکر بہت بہتر ہے۔ اشعار

عاشقاں جان و دل نثار کنند برسر لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہُ
افضل و بہترین ذکرِ خدا کلمہٴ لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰـــہُ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق ہیں وہ اپنی جانِ ودل کو لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ پر قربان کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا افضل اور سب سے بہتر ذکر کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ اس کلمہ طیبہ کا مغز اسمِ ذات لفظ اللہ ہے اور اس کو اسمِ ذات اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے باقی نام صفاتی ہیں۔ پس اسمِ ذات کو اسمائے صفات پر وہی فضیلت ہے جو ذات کو صفات پر ہوتی ہے۔ ذکر کا طریقہ ہم آگے چل کر مفصل بیان کریں گے۔ یہاں صرف یہ بتانا ضروری ہے کہ افضل اور زیادہ مناسب یہی ہے کہ کسی کامل مرد ولی اللہ سے اس ذکر کی اجازت حاصل کرے، تاکہ بہت جلد اس کا نتیجہ ظہور میں آئے۔

اب اس کو واضح کرنے کے لئے کہ ولایت کیا چیز ہے؟ شریعت سے اس کا کیا ثبوت اور کیا حکم ہے؟ کامل مرد ولی اللہ سے ہماری کیا مراد ہے اور اس کی کیا پہچان ہے وغیرہ۔ اس بات کو چند عنوانوں کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔

ولایت کا ثبوت

اے عزیز! (اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم سب کو دونوں جہان کی نیک بختی نصیب فرمائے) جاننا چاہئے کہ انسان میں کچھ ظاہری خوبیاں ہیں اور وہ قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماعِ اہلِ سنت و جماعت کے موافق صحیح عقیدے اور نیک عمل ہیں، یعنی فرض، واجب، سنتوں اور مستحبات کا بجالانا اور حرام، مکروہ، شبہ والی باتوں اور بدعتوں سے بچنا ہے۔ اسی طرح انسان میں اندرونی خوبیاں بھی ہیں۔

دلیلِ اوّل

جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ ایک اجنبی آدمی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یا حضرت! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کلمۂ ہادت، نماز، زکوٰۃ کا ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور طاقت ہوتے ہوئے حج کرنا، اسی کا نام اسلام ہے۔ اس اجنبی آدمی نے کہا آپ ﷺ نے بالکل درست فرمایا۔ اس پر ہم (صحابہؓ) نے تعجب کیا کہ یہ شخص سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق بھی۔ پھر ایمان کے متعلق پوچھا؟ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا اور اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں، یوم قیامت پر یقین رکھنے اور اس امر پر یقین رکھنے کا نام ایمان ہے کہ تمام خیر و شر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہیں۔ اس سائل نے کہا کہ آپ ﷺ نے سچ فرمایا، پھر سوال کیا کہ یہ تو فرمائیے احسان کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ احسان اس کا نام ہے کہ خدا کی اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو یہ خیال کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیدوں اور عملوں سے الگ ایک خوبی ہے جس کا نام احسان ہے اور اسی کو ولایت کے نام سے پکارتے ہیں۔ صوفیائے کرام پر جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے جس کو صوفیہ فنائے قلب کہتے ہیں اس وقت اس کا دل اصلی محبوب کے دیدار اور مشاہدے میں ڈوبا ہوتا

۱۔ بخاری/ ج۱ص ۲۷، رقم ۵۰

ہے اور وہ اس کے غیر کی طرف خیال نہیں کرتا اگر چہ وہ اس حالت میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھتا، کیونکہ اس کا دیدار دنیا میں عادتاً محال ہے۔ لیکن صوفی پر اس وقت ایک ایسی کیفیت ہوتی ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور اس کیفیت کے حاصل ہونے کے لئے صوفی اوّل اپنے آپ کو تکلف سے اس حالت پر رکھتا ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی راویت میں فرمایا کہ یہ خیال کر کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

دلیلِ دوم

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان فی الجسد مضثة اذا صلحت صلح الجسد کله و اذا فسدت فسد الجسد کله، الا وهی القلب (۱)

انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ درست اور نیک ہو جائے تو تمام بدن نیک اور ٹھیک ہو جاتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو تمام جسم خراب ہو جاتا ہے، خبردار! وہ گوشت کا ٹکڑا دل ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بلاشبہ دل کی اصلاح سارے جسم کی اصلاح کا سبب ہے، جب دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں فنا ہو جاتا ہے تو تمام بدن شریعت کا فرمانبردار ہو جاتا ہے اور نفس سرکشی سے ہٹ جاتا ہے۔

دل کے بگاڑ ہی سے بگڑتا ہے آدمی جس نے اسے سنبھال لیا وہ سنبھل گیا

ایک شبہے کا ازالہ

یہاں ایک شبہ ہوسکتا ہے کہ قلب کی اصلاح ایمان اور نیک عملوں کا نام ہے نہ کوئی اور چیز۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر قلب کی اصلاح صرف ایمان ہی کو کہا جائے تو جاننا چاہئے کہ ایمان بغیر اصلاحِ قلب بھی ہوتا ہے اور اگر ایمان اور عملوں کے مجموعے کو قلب کی اصلاح کہا جائے تو ایسی صورت میں اس کو بدن کی اصلاح کا سبب ٹھہرانا صحیح نہ ہوگا کیونکہ عمل تو جوارح (بدن کے اعضا) سے صادر ہوتے ہیں نہ کہ قلب سے۔

دلیلِ سوم

اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام امت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

۱۔ بخاری: ج۱، ص۲۸، رقم ۵۲۔ مسلم: ج۳، ص۱۲۱۹، رقم ۱۵۹۹

اجمعین سے افضل اور بہتر کوئی نہیں، حالانکہ ان کے عمل اور علم میں اور لوگ بھی شریک ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص کوہِ اُحد کے برابر بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں سونا دے تو اس کا یہ صدقہ صحابۂ کرامؓ کے نصف صاع جو کے برابر بھی نہ ہوگا جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیئے۔ صحابۂ کرامؓ کو یہ بزرگی کسی اور وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بغیر وسیلے کے فیض حاصل کیا تھا اور ان کے دل نبوت کے چراغ سے نور حاصل کرتے تھے اور انہوں نے اسلام کی خدمت اس وقت کی جبکہ اس کی بنیاد رکھی جارہی تھی۔ اولیائے کرامؒ کو اگر یہ نعمت نصیب ہوئی تو صرف اپنے پیروں کی صحبت میں بیٹھنے سے اور ان کی خدمت کرنے سے۔ پس اس صحبت اور اس صحبت میں بہت فرق ہے۔ چنانچہ اب بات واضح ہوگئی کہ ظاہری خوبیوں کے علاوہ اندرونی خوبیاں بھی ہوتی ہیں اور ان میں ایک دوسرے سے بہت فرق ہے۔ حدیث قدسی بھی اس مسئلے پر روشنی ڈالتی ہے، حق تعالیٰ فرماتا ہے:

> **اذا تقرب العبد الی شبرا تقربت الیه ذراعاً و اذا تقرب الی ذراعاً تقربت منه باعاً، و اذا اتانی یمشی اتیته هرولة (۱)**
>
> جو شخص مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہونا چاہتا ہے تو میں اس سے گز بھر نزدیک ہو جاتا ہوں اور جو شخص مجھ سے ایک گز نزدیک ہونا چاہتا ہے تو میں اس سے ایک باع (ساڑھے تین گز) نزدیک ہو جاتا ہوں اور جب وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوا جاتا ہوں۔

اور یہ بھی فرمایا:

> **مایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا حببته کنت سمعه الذی یسمع به ویبصره الذی یبصربه و یده التی یبطش بها و رجله التی یمشی بها (۲)**
>
> بندہ ہمیشہ نفل عبادتوں سے میری نزدیکی ڈھونڈتا ہے یہاں تک کہ میں خود بھی اس کو اپنا دوست کر لیتا ہوں اور جب اس کو اپنا دوست کر لیا تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں،

۱۔ بخاری: ج ۶ ص ۲۷۴۱، رقم ۷۰۹۸۔ مسلم: ج ۴ ص ۲۱۰۲، رقم ۲۶۷۵

۲۔ بخاری: ج ۵ ص ۲۳۸۴، رقم ۶۱۳۷۔ ابن حبان: ج ۲ ص ۵۸، رقم ۳۴۷۔ احمد: ج ۶ ص ۲۵۶

جس سے وہ سنتا ہے، میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس وہ دیکھتا ہے، میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور میں اس کے پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

دلیلِ چہارم

علمائے دین کی ایک بہت بڑی جماعت ہے جس کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا اور شرع شریف کے خلاف بات پر جمع ہونا عقل اور عادت کے نزدیک محال ہے اور ان میں سے ہر شخص پرہیز گاری اور عمل کے سبب سے اس قسم کا ہے کہ اس کی نیت پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جاتا، انہوں نے ہمیں زبانی اور لکھ کر اس بات کی خبر دی ہے کہ ہم کو ان بزرگوں کی صحبت سے جن کی صحبت کا سلسلہ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے (ظاہری عملوں اور عقیدوں کے علاوہ) ایک خاص اندرونی کیفیت حاصل ہوئی ہے جو اس صحبت سے پہلے حاصل نہ تھی، اگر چہ ہمارے دلوں میں فقہ اور عقائد اس سے پہلے بھی جلوہ گر تھے اور اس حالت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے دوستوں کی محبت اور نیک عملوں اور اچھی باتوں کی توفیق اور سچے عقیدوں میں مضبوطی حاصل ہوگئی ہے اور یہ حالت ایک خوبی ہے جو دوسری خوبیوں کے حاصل ہونے کی جڑ ہے۔

دلیلِ پنجم

خرقِ عادت، یعنی اولیائے کرامؒ سے عادت کے خلاف باتوں کا ظاہر ہونا ہے۔ اگر چہ یہ دلیل کمزور ہے مگر جب پرہیز گاری کے حصول کے ساتھ یہ چیز جادو سے الگ پہچانی جاتی ہے تو کمال کے لئے دلیل بن جاتی ہے۔ اس کا بیان انشاءاللہ العزیز تفصیل کے ساتھ آگے آئے گا۔

ولایت کی تحقیق

اے عزیز! اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے، اب جاننا چاہئے کہ ولایت اس قرب کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کو بندوں کے ساتھ ہے چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِO (۱)

اور ہم اس کی رگ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔

اور فرمایا:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ (۲)

جہاں کہیں تم ہو گے اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے۔

یہ قرب عام تھا۔ اس کے علاوہ ایک قرب خاص ہے جو خاص خاص آدمیوں اور فرشتوں کے ساتھ ہے اسی کو ولایت کہتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْO (۳)

اور سجدہ کر اور (اللہ کا) قرب حاصل کر۔

اور حدیث قدسی ہے:

وما یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی احبه (۴)

میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا دوست بنالیتا ہوں۔

اور اس دوسرے قرب یعنی ولایت کے شروع کے مرتبے تو صرف ایمان سے حاصل ہو جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَO (۵)

۱۔ ق:۱۶ ۲۔ الحدید:۴ ۳۔ العلق:۱۹ ۴۔ بخاری: ج۵، ص ۲۳۸۴، رقم ۶۱۳۷۔ معمر بن راشد: ج۱۱، ص۱۹۲، رقم ۲۰۳۰۱۔ یہ روایت مفصلاً پہلے گزر چکی ہے ۵۔ آل عمران:۶۸

اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔

لیکن بھروسے کے قابل وہ ولایت ہے جس کو ولایت خاص کہا گیا ہے اور اسی کا نام مرتبہ محبوبیت ہے جو مذکورہ حدیث قدسی یعنی لَا یَزَالُ عَبْدِیْ میں آیا ہے اور اس کے مقام اور مرتبے بے شمار ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ بے عیب اور بے مثال ہے۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ فِی الذَّاتِ وَلَا فِی الصِّفَاتِ وَلَا فِیْ شَیْءٍ مِّنْ الْاِعْتِبَارَات

اللہ تعالیٰ کی مثل نہ کوئی چیز ذات میں ہے نہ صفات میں اور نہ اعتبارات میں سے ہے۔

پس یہ دونوں قرب جو کہ خالق اور مخلوق کے درمیان ایک نسبت ہیں یعنی قرب زمانی اور قرب مکانی بھی بے چون اور بے مثل ہیں اور یہ قرب عقل اور احساس سے حاصل نہیں ہوتا، اگر ہوسکتا ہے تو علم موہوب (عطائے الٰہی) ہی سے حاصل ہوسکتا ہے جو علم حضوری کے مناسب ہے، اور یہ دونوں قرب ہمارے لئے قطعی دلیل سے ثابت ہیں کہ ان پر ایمان لانا واجب ہے اگر چہ وہ عقل اور احساس سے نہ پائے جاسکیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا دیکھنا بے جہت اور بے کیف قطعی دلیلوں سے ثابت ہے نہ کہ عقل سے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔

طلبِ طریقت کا وجوب

دلیلِ اوّل

طریقت کی تلاش اور اندرونی کمالات کے حاصل کرنے میں کوشش کرنا واجب ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ (۱)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔

یعنی ظاہر اور باطن میں عقیدوں اور اخلاق میں سے کوئی ایسی چیز نہ ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کی خفگی کا سبب ہو۔ تقویٰ کو کامل طریقے سے اختیار کرنا چاہئے، آیت مذکورہ میں امر کا صیغہ ہے اور امر واجب ہونے کی دلیل ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر تقویٰ لازم ہوگیا اور تقویٰ کمالِ ولایت کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حسد، کینہ، غیبت، ریا، غرور، تکبر وغیرہ نفس کی برائیاں ہیں کہ جن کا حرام ہونا قرآن مجید، حدیث شریف اور اجماع سے ثابت ہے۔ پس جب تک یہ نفس کی برائیاں دور نہ ہو جائیں پورا پورا تقویٰ حاصل نہیں ہوتا اور نفس کا فنا ہونا اور گناہوں سے بچنا جسم کی اصلاح سے حاصل ہوتا ہے اور جسم کی اصلاح دل کی اصلاح پر منحصر ہے اور اسی کا نام ولایت ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ چنانچہ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا، لیکن وہ تمہارے قلوب اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔

۱۔ آل عمران: ۱۰۲ ۲۔ مسلم: رقم ۲۵۶۴

دلیلِ دوم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ (۱)

تحقیق تم میں سب سے زیادہ تقویٰ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ بزرگ ہے۔

نیز فرمایا:

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (۲)

پس تم ڈرو اللہ تعالیٰ سے جہاں تک تم سے ہو سکے۔

نیز صحیح حدیث میں آیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اتقاکم واعلمکم باللہ انا (۳)

تحقیق میں اللہ تعالیٰ کو تم سے زیادہ جانتا اور تم سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں۔

پس ان چیزوں سے پرہیز کرنا جن سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے تقویٰ کہلاتا ہے۔ جتنا زیادہ پرہیز کرے گا اتنا ہی متقی ہوگا، اتنی ہی نفس کی برائیاں فنا ہوں گی اور قلب کی صفائی حاصل ہوگی۔

دلیلِ سوم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (۴)

اور کہئے اے میرے رب میرا علم زیادہ فرما۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم یعنی علم ظاہر و باطن کی زیادتی طلب کرنے کی تعلیم کی جا رہی ہے تو دوسروں کو تو بدرجۂ اولیٰ لازم ہوا کہ ظاہری اور باطنی قرب کے مرتبوں کی طلب کرتے رہیں اور کاملوں کے لئے قرب کے مراتب پر قناعت کرنا حرام ہے۔

اب ہم اصل مطلب بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود ہے اس لئے اس کی طلب کا راستہ بھی لامحدود ہے پس کامل شخص اپنے وصول الی اللہ کے اعتبار سے کامل ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی طلب کے مرتبوں کی کوئی انتہا نہیں ہے جتنا کوئی آگے بڑھتا جائے گا اتنی ہی اس کی وسعت بڑھتی جائے گی۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے:

۱۔ الحجرات: ۱۳ ۲۔ التغابن: ۱۶ ۳۔ بخاری/ ج ۱، ص ۱۶، رقم ۲۰ ۴۔ طٰہٰ: ۱۱۴

نہ حُسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقیٰ و دریا ہم چناں باقی

نہ اس کا حسن کوئی حد رکھتا ہے اور نہ سعدیؒ کے کلام کی انتہا ہے، پیاس کی بیماری والا پیاسا ہی مرجاتا ہے اور دریا بھی بدستور باقی رہتا ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصہ اس پر کھلی دلیل ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرتِ خضرؑ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا:

هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۝ (۱)

(موسیٰ علیہ السلام نے کہا) کیا (اجازت ہے کہ) میں تیری پیروی کروں اس بات کے واسطے کہ جو کچھ تجھے علم دیا گیا ہے تو وہ مجھ کو بھی سکھادے۔

دلیلِ چہارم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۝ (۲)

پس ذکر والوں سے پوچھ لیا کرو اگر تم نہیں جانتے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا طریقہ حاصل کرو۔

۱۔ الکہف: ٦٦ ۲۔ النحل: ۴۳

بیعتِ طریقت کی ضرورت

اے عزیز باتمیز! جب تو نے جان لیا کہ طریقت کی تلاش اور باطنی کمالوں کا حاصل کرنا واجب ہے تو اب جاننا چاہئے کہ اس کے حاصل کرنے کی کئی ایک طریقے ہیں، مثلاً قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور درود شریف کا کثرت سے پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کسی نام کے ذکر پر ہمیشہ قائم رہنا اور کثرت کرنا وغیرہ جیسا کہ فضائل ذکر میں گزر چکا ہے۔ لیکن چونکہ یہ راستہ (اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا) نہایت نازک اور دشوار ہے اور نفس و شیطان جو انسان کے کھلم کھلا دشمن ہیں اور ہر وقت انسان کو سیدھے راستے سے گمراہ کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (۱)

بے شک نفس انسان کو برائی کی طرف لے جانے والا ہے مگر جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، بلاشبہ میرا رب بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

اور اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۝ (۲)

تحقیق شیطان انسان کا کھلم کھلا دشمن ہے۔

اس لئے مرشد کی بیعت کے بغیر چارہ نہیں اور بزرگوں نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ نزدیک کا راستہ یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون بھی اسی طرح پر جاری ہے کہ جس طرح انسان ظاہر کی خوبیوں اور ہنروں کو اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مل کر حاصل کرتا ہے، اور استاد کی شاگردی حاصل کئے بغیر کوئی فن آسانی اور صحیح طریقے کے ساتھ نہیں سیکھ سکتا، برخلاف اور حیوانات کے کہ ان کے کمالات پیدائشی ہیں اور سیکھنے کے طور پر بہت کم حاصل کرتے ہیں، چنانچہ پانی میں تیرنا حیوانات کا پیدائشی کمال ہے اور انسان کو بغیر سیکھے حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح انسان باطنی کمالوں کو بھی طریقت کے پیر کی بیعت کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا (الا ماشاء اللہ) اور جو شخص ظاہری بیعت کے بغیر صاحب کمال ہوتا ہے اس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اویسی کہتے ہیں۔

۱۔ یوسف: ۵۳ ۲۔ یوسف: ۵

اگر چہ بظاہر اس کی بیعت کا تعلق زندہ پیر سے نہیں ہوتا، پھر بھی باطنی تعلق سے وہ بچا ہوا نہیں ہوتا۔

حکایت مورچہ

بیعت کے تعلق کو اللہ تعالیٰ کے راستوں میں سب سے زیادہ قریب ہونے کے لئے بزرگوں نے ایک چیونٹی کی حکایت نقل کی ہے کہ ایک چیونٹی کے دل میں یہ خواہش ہوئی کہ میں خانہ کعبہ میں پہنچوں، مگر خانہ کعبہ وہاں سے بہت دور تھا۔ اس چیونٹی نے اپنے دل میں خیال کیا کہ نہ تو میرے پر ہیں اور نہ طاقت وسرمایہ ہے، ایسی عظمت والی جگہ میں جو اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات اور انعامات کے وارد ہونے کی جگہ ہے میں کس طرح پہنچ سکوں گی۔ اسی خیال میں تھی کہ اچانک ایک جگہ جہاں کوئی غلہ گاہا گیا تھا کبوتروں کا ایک غول دانے چگنے میں مشغول ہوگیا۔ جب چگنے سے فارغ ہوا تو ایک کبوتر نے کہا کہ اب جو کچھ چگنا ہے جلدی چگ لو، کیونکہ خانہ کعبہ جہاں ہمیں پہنچ کر اپنے بچوں کی خبر لینی ہے بہت دور ہے اور وقت بہت تھوڑا ہے اگر بہت ہی تیز اڑیں گے تو کہیں جا کر پہنچیں گے، چیونٹی بھی وہیں تھی اس نے موقع کو غنیمت جانا کہ اگر ان کا ساتھ حاصل ہو جائے تو میرا مطلب حل ہو جائے گا، پر ان کے رہے اور پنجہ میرا، چنانچہ وہ جلدی سے جا کر اس کبوتر کے پاؤں میں چمٹ گئی اور کبوتر اسے اپنے ساتھ اڑا لے گیا، جب کبوتر خانہ کعبہ میں پہنچے اور ایک نے دوسرے کو آواز دی کہ خانہ کعبہ کی زیارت اور طواف کرلو، چیونٹی سمجھ گئی کہ میری مراد اللہ تعالیٰ نے پوری کی اس نے فوراً پنجہ چھوڑ دیا، یکا یک وہ دیکھتی ہے کہ خانہ کعبہ سامنے ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کر رہی ہے۔ **الحمدللّٰہ علیٰ انعامہ و احسانہ**

پس جس طرح اس چیونٹی نے کبوتر کے پنجے مضبوط پکڑ لئے اور اپنا مقصود حاصل کرلیا اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ کا طالب اس راستے کی منزل طے کئے ہوئے شہباز (مرشد) کے دامن کو مضبوطی سے پکڑ لے تو جہاں وہ پہنچے گا اس کو بھی اپنے ساتھ لے جائے گا لیکن اگر کمزوری سے پکڑا یا دامن چھوڑ دیا تو نیچے گر کر دوزخ کے گڑھے میں جا پہنچے گا۔ یہی مضمون فارسی کے ایک شعر میں کیا اچھا بیان ہوا ہے:

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ درکعبہ رسد
دست برپائے کبوتر زدوناگاہ رسید

ایک مسکین چیونٹی کے دل میں خواہش تھی کہ کعبہ میں پہنچے، اس نے کبوتر کے پاؤں کو مضبوطی سے پکڑلیا اور اچانک پہنچ گئی۔

حضرت مولانا رومؒ نے اس بارے میں خوب تشریح فرمائی ہے:

چوں تو کردی ذات مُرشد را قبول
ہم خدا آمد ز ذاتش ہم رسول
نفس نتواں کشت اِلاّ ذاتِ پیر
دامنِ آں نفس کُش محکم بگیر

جب تو نے پیر کی ذات کو (پیر کو) قبول کرلیا تو اس سے اللہ تعالیٰ بھی مل گیا اور رسول ﷺ بھی۔ اس نافرمان نفس کو پیر کی ذات کے سوائے کوئی نہیں مار سکتا، تو اس نفس کے مارنے والے (پیر) کا دامن مضبوط پکڑ۔

اصحاب کہف کے کتے کا قصہ بھی جو قرآن مجید میں ہے اس پر دلیل ہے:

سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

اصحابِ کہف کے کتے نے چند دن نیکوں کی پیروی کی اور آدمی ہوگیا۔

اولیائے کرامؒ کی صحبت کا اثر سب کے نزدیک مانا گیا ہے۔ مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے:

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی صحبت میں ذرا سی دیر بیٹھنا سو سال کی بے ریا خالص عبادت سے بہتر ہے۔

ثبوتِ بیعت

جب بیعت کے فائدوں اور ضرورت کو جان لیا تو شرع شریف سے اس کا ثبوت تلاش کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ط يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ج فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا O (۱)

بے شک (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے

۱۔ الفتح:۱۰

بیعت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پس جو اپنے اقرار کو توڑتا ہے اس کے توڑنے کا وبال خود اسی کی ذات پر پڑے گا اور جس نے اللہ کے اس عہد کو پورا کیا تو اللہ اس کو جلد ہی بڑا بھاری ثواب عنایت کرے گا۔

مشہور اور صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ بیعت کرتے تھے، کبھی ہجرت اور جہاد پر اور کبھی اسلام کے ارکان پر قائم رہنے، یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے ادا کرنے پر، کبھی کفار کے ساتھ لڑائی پر ثابت قدم رہنے اور جم کر لڑنے پر، جیسا کہ بیعتِ رضوان اور کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوط پکڑنے اور بدعت سے بچنے پر اور عبادتوں پر زیادہ دھیان دینے پر، چنانچہ صحیح روایت سے ثابت ہوا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے مُردے کی لاش پر نہ رونے اور بین (نوحہ) نہ کرنے پر بیعت لی اور ابنِ ماجہ نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند غریب مہاجرین سے اس پر بیعت لی کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کریں۔ پس ان میں سے بعض لوگوں کا یہ حال تھا کہ ان کا کوڑا اگر جاتا تو اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کو اٹھا لیتے تھے اور کسی سے کوڑا اٹھانے کا سوال بھی نہ کرتے تھے۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جو کوئی کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عبادت کے طریق پر اہتمام کے ساتھ ثابت ہوا نہ کہ عادت کے طور پر تو یہ فعل سنت ہے اور اوپر ذکر کی ہوئی باتوں پر بیعت لینا عبادت کے طریق پر نہایت اہتمام کے ساتھ تھا تو بیعت کے سنت ہونے میں اب کچھ شک وشبہ نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی زمین پر خلیفۃ اللہ تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو اپنا قرآن اور حکمت اتاری تھی اس کے عالم اور مصلح تھے۔ پس جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کی بنا پر کیا وہ آپ ﷺ کے خلفا کے لئے سنت ہو گیا اور جو کام کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور حکمت کی تعلیم کے لئے اور نفس کے تزکیہ کے واسطے کیا وہ علمائے راسخین (جو علم ظاہر اور باطن سے آراستہ ہوں) کے لئے سنت ہوا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بیعت تو صرف خلافت اور سلطنت پر منحصر ہے اور جو صوفیوں کی عادت اہل تصوف سے آپس میں بیعت لینے کی ہے اس کی شرع شریف میں کوئی حقیقت نہیں، تو جاننا چاہئے کہ یہ خیال برا اور غلط ہے اور دلیل اس کی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کے ارکان پر قائم رہنے کے لئے بیعت لیتے تھے اور کبھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مضبوطی کے ساتھ عمل کرنے پر اور یہ حدیث شریف اس پر گواہی دے رہی ہے کہ حضرت جریرؓ پر ان

کی بیعت کے وقت شرط کی اور فرمایا کہ ہر مسلمان کے واسطے خیر خواہی لازم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی قوم سے بیعت لی اور شرط کی کہ اللہ تعالیٰ کے کاموں کو پورا کرنے میں کسی برا کہنے والے کے برا کہنے سے نہ ڈریں اور جہاں رہیں حق بات ہی بولیں۔ پس ان میں سے بعض لوگ حاکموں اور بادشاہوں پر کسی خوف کے بغیر کھل کر رد و انکار کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی عورتوں سے بیعت لی اور شرط کی کہ نوحہ کرنے سے پرہیز کریں اور ان کے سوا بہت سی باتوں پر بیعت ثابت ہے اور یہ سب کام نفس کی صفائی اور نیک کام کے حکم اور برے کام سے منع کرنے کی قسم سے ہیں، چنانچہ اب واضح ہوگیا کہ بیعت صرف خلافت کے منوانے ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ عملوں کی اصلاح اور نفس کی صفائی کے لئے بھی ثابت ہے۔

یہاں پر بعض لوگ شبہہ پیش کرتے ہیں کہ اگر چہ کئی طرح کی بیعتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئیں، لیکن صحابۂ کرامؓ کے وقت میں اتباع اور جہاد کی بیعت کے سوا کوئی اور بیعت نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ بیعت تو بہ کی کچھ اصلیت نہ تھی ورنہ خلفا کے زمانے میں بھی جاری رہتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک فعل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو اور کے نقل کی کیا ضرورت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صوفیائے کرام کے سلسلوں میں یہ بیعت بھی ثابت ہے۔ یہ ہستیاں اس نسبت کے حاصل کرنے میں کیسے خلاف ہوسکتی ہیں، حدیث:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (۱)

آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرے۔

شریعت میں بیعت کا حکم

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ بیعت طریقت ہماری روشن شریعت میں سنت ہے واجب نہیں، اس واسطے کہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور اس کے سبب سے نزدیکی چاہی اور کسی دلیل شرعی سے بیعت کے چھوڑنے والے پر گناہ گار ہونے کا حکم نہیں لگایا اور ائمہ دین نے بیعت چھوڑنے والے پر انکار نہ کیا اور یہ انکار نہ کرنا گویا اس پر اجماع ہوگیا کہ وہ واجب نہیں بلکہ سنت ہے، کیونکہ سنت کی حقیقت یہی ہے کہ مسنون فعل واجب ہونے کی دلیل کے بغیر اللہ تعالیٰ کے قرب حاصل کرنے کا ذریعہ ہو۔

ا۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۲۸۳، رقم ۵۸۱۶۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۰۳۴، رقم ۲۱۳۸۔ ترمذی: ج ۵، ص ۵۴۵، رقم ۳۵۳۵

بیعت کے مشروع ہونے میں حکمت

اور بیعت کے مشروع ہونے میں یہی حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اسی طرح پر جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بھید جو دلوں کے اندر چھپے ہوئے ہیں وہ ظاہری اقوال و افعال سے ظاہر ہوں اور قول و فعل دل کے بھیدوں کے قائم مقام ہوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور قیامت کی تصدیق ایک پوشیدہ امر ہے تو ایمان زبان کے اقرار کے ساتھ دل کی تصدیق کا قائم مقام ہو گیا اور اسی اقرار زبانی پر ایمان کے احکام ہوئے، جیسا کہ مومن کی جان و مال کی حفاظت اور اس کی امداد کا واجب ہونا، یا بیچنے اور خریدنے والے کی رضامندی قیمت اور چیز کے دینے میں ایک پوشیدہ امر ہے تو ایجاب و قبول کو اسی چھپی ہوئی مرضی کا قائم مقام کر دیا اور اسی ایجاب و قبول پر خریدنے اور بیچنے کے احکام جاری ہوئے، یعنی قیمت فروخت میں قبضہ کرنا اور ہبہ اور وراثت وغیرہ، پس اسی طرح توبہ کرنا اور گناہ چھوڑنے کا ارادہ کرنا اور پرہیزگاری کی رسی کو مضبوط پکڑنا ایک پوشیدہ امر ہے تو بیعت کو اس کے قائم مقام کر دیا اور اسی پر عہد کو پورا کرنے کا واجب ہونا اور عہد کو توڑنا حرام ہونا وغیرہ احکام جاری ہوئے۔

طریقِ تلاشِ مرشدِ کامل

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے متعدد طریقے ہیں لیکن سب سے زیادہ قریب اور آسان طریقہ توسل شیخ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (۱)

اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔

اس لئے اب ضروری ہوا کہ پیر کی تلاش کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ درویشوں سے اکثر ملاقات کی جائے اور ان میں سے کسی پر انکار اور عیب جوئی نہ کرے لیکن خود بھی ابھی بیعت نہ کرے بلکہ خوب اچھی طرح سوچ بچار کر کے اوّل اس میں شرع شریف کی پابندی پر نظر کرے اور جس کو شرع شریف کا پابند نہ دیکھے ہرگز اس کی بیعت نہ کرے، اگرچہ اس سے خرق عادات ظاہر ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ۝ (۲)

ان میں سے گناہ گار اور کافر کی اطاعت مت کر۔

اور گناہ گار کی صحبت کافر کی صحبت سے زیادہ نقصان دینے والی ہے کیونکہ کافر کا کفر تو ظاہر ہے۔

۱۔ المائدہ: ۳۴ ۲۔ الدہر: ۲۴

چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا○ (۱)

اس شخص کی فرماں برداری مت کر کہ جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے بھلا دیا اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اور اس کا کام حد سے بڑھا ہوا ہے۔

بات یہ ہے کہ علمِ باطنی ایک پوشیدہ امر ہے اور پوشیدہ امر میں سچ اور جھوٹ، صحیح اور غلط میں تمیز کرنا نہایت مشکل ہے۔ جہاں کہیں بڑے نفع کی امید ہوتی ہے وہیں بڑے بھاری نقصان کا بھی ڈر ہے۔ جہاں خزانہ ہوتا ہے وہیں ڈاکو اور چور کا بھی کھٹکا ہے اور نفس اس خزانے کا ڈاکو اور شیطان اس کا چور ہے اور بہت سے شیطان جیسی عادتوں والے انسان پیری اور مرشدی کا دعویٰ کرتے ہیں اور جاہلوں اور کم علم لوگوں کو دھوکے میں ڈالتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا رومیؒ نے فرمایا ہے:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

خبردار! بہت سے شیطان انسانوں کی صورت میں ہیں، پس ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہئے۔

اور حضرت سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

نگہدارد آں مرد در کیسہ دُر
کہ دانَد ہمہ خلق را کیسہ بر

وہی شخص اپنی تھیلی میں موتی محفوظ رکھ سکتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ تمام دنیا جیب کتری ہے۔

پس جس شخص کے حالات صحیح ہوں اور اس میں ولایت کے اوصاف موجود ہوں (ایسا نہ ہو کہ خود ان اوصاف سے عاری ہو اور اپنے باپ دادا کے کمالات کا دعوے دار ہو جیسا کہ ہمارے زمانے میں اکثر پیرزادوں کا یہی طریقہ ہے کہ وہ خود گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں) پس اس ولایت کا دعویٰ کرنے والے میں دلیل تلاش کرے اور شرع شریف کی پابندی کرنے والے شخص سے خرقِ عادت کا ظاہر ہونا اس کے ولی ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن سب سے بہتر اور قوی دلیل وہی ہے جو کہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اس کی صحبت میں اس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے اور دل اللہ تعالیٰ کے غیر سے بیزار ہو جاتا ہے لیکن عام لوگوں کو صحبت کے اثر کا معلوم کرنا نہایت مشکل ہے،

۱۔ الکہف: ۲۸

اس لئے چاہیئے کہ اس کے مریدوں میں سے جس کو انصاف کرنے والا اور عمل کرنے والا عالم سمجھے اس سے سوال کرے اور اس بزرگ کی صحبت کے متعلق پوچھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ O (۱)

پس ذکر والوں سے پوچھ لو، اگر تم نہیں جانتے۔

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا شِفَآءُ الْعِيِّ السُّوَالُ (۲)

جہالت یعنی عاجزی کی شفا (علما سے) سوال کرنا ہے۔

پس اگر کوئی انصاف کرنے والا عالم اور عمل کرنے والا شخص اس کی صحبت کے اثر پر گواہی دے تو مان لینا چاہئے اور اگر انہی خوبیوں والے چند شخص اس تاثر کی گواہی دیں تو بہت زیادہ اچھا ہے۔ پس ایسے پرہیز گار شخص کی صحبت کو اختیار کرے اور طریقت کی بیعت حاصل کرے کیونکہ اس کی صحبت میں نقصان نہیں ہے۔ اگر چہ فائدہ یقینی نہ بھی ہو، پس اگر اس جگہ مقصود حاصل ہو جائے تو مراد یہی ہے ورنہ دوسری جگہ تلاش کرے۔

فیض حاصل ہونے کی صورتیں

فیض حاصل ہونے کی مختلف صورتیں ہیں اور طرح طرح کی کیفیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ مثلاً کسی کو نیند آتی ہے حتیٰ کہ لیٹ جاتا ہے۔ کوئی بے خود اور بے ہوش ہو جاتا ہے اور کوئی بے خودی کی حالت میں دل میں ذکر جاری پاتا ہے اور اس کی حرکت نبض کی حرکت کے مانند ہے اور ضرب اللہ، اللہ دل پر پڑتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ آواز یہاں تک قوت پکڑ جاتی ہے کہ بغیر آنکھ بند کئے ہوئے بھی بے تکلف آنے لگتی ہے اور لوگوں کا غل غپاڑا اس میں رکاوٹ پیدا نہیں کرتا اور اس میں مصروف ہونے سے جس قدر ذوق شوق بڑھتا ہے اس کے لکھنے کی نہ قلم میں طاقت ہے اور نہ بیان کرنے کا زبان کو یارا۔ پس جب ذکر تمام بدن میں اثر کر جاتا ہے تو سارے بدن سے ایسی آواز آنے لگتی ہے جیسی گنبد میں سے آتی ہے اس آواز کو صوت حسن وہمس کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا O (۳)

اور رحمٰن کے ڈر سے آوازیں دب جائیں گی پھر تو سوائے کھسر پھسر کے کچھ نہ سنے گا۔

۱۔ النحل: ۴۳ ۲۔ ابوداؤد: ج۱، ص۹۳، رقم ۳۳۶۔ ابن ماجہ: ج۱، ص۱۸۹، رقم ۵۷۲ ۳۔ طٰہٰ: ۱۰۸

اور کہتے ہیں کہ یہی آواز تھی کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے درخت سے اور اپنے تمام بدن سے سنی تھی اور ان پر وحی نازل ہونے کی دلیل تھی اور اولیائے کرامؒ بھی اسی آواز کے ساتھ الہام سے بزرگی حاصل کرتے ہیں اور عارفوں نے بھی اسی آواز سے اللہ تعالیٰ کو پایا ہے اور ہمیشہ روز بروز اس ذکر کی آواز غالب ہوتی چلی جاتی ہے اور کبھی گھنٹے جیسی بھی آواز آنے لگتی ہے۔ چنانچہ حافظ شیرازی رحمہ اللہ اسی طرف اشارہ کرتے ہیں

کس ندانست کہ منزل گہِ آں یار کجاست
ایں قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

کوئی نہیں جانتا کہ اس دوست کی منزل کہاں ہے۔ ہاں مگر اتنا ہے کہ (قافلے کے) ایک گھنٹے کی آواز آتی رہتی ہے۔

اور کبھی کبھی دوسری طرح کی آواز آتی ہے۔ مثلاً کبھی بھڑ کی، کبھی چڑیا کی، کبھی ایسی جیسے شام کو بسیرے کے وقت پرندے اڑتے پھرنے کی اور کبھی ڈھول، گھنٹے اور ہانڈی کے جوش مارنے کی آواز، کبھی طنبور، سارنگی، ستار، نقارہ اور دوسرے باجوں کی سی۔ غرض اسی طرح نئی نئی آوازیں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ ایسی آواز ڈھول اور نوبت خانے کی آواز پر غالب آجائے اور جب اس کا غلبہ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو وہ سلطان الاذکار کی آواز ہے کہ کبھی بجلی کی کڑک کی سی آواز ظاہر ہوتی ہے اور تمام بدن میں کپکپی پیدا ہو جاتی ہے، کسی کو جذبہ اور دیگر واردات حاصل ہوتی ہیں کسی کے لطیفوں میں بجلی، ستارہ، چاند سورج یا دوسری قسم اور رنگ کے انوار ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن سالک کو چاہئے کہ ان انوار کی طرف توجہ نہ کرے اس لئے کہ بڑا مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات بے جہت و بے کیف کا نور حاصل کرنا ہے، کسی کو باطنی سیر شروع ہو جاتی ہے اور ظاہری حسیں بے کار ہو جاتی ہیں اور کسی کے لطیفوں میں گرمی محسوس ہوتی ہے۔ کسی کو شرع شریف کی پیروی اور اچھی عادتیں حاصل کرنے کا شوق اور شرع کے خلاف باتوں سے نفرت اور بری عادتوں سے بے زاری ہو جاتی ہے، کوئی اپنے اندر پیر کی محبت کا مزا اور توجہ کی کشش پاتا ہے اور کسی کو ظاہراً کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر وہ بھی اثر سے خالی نہیں رہتا، توجہ اپنا اثر ضرور کرتی ہے اگرچہ معلوم نہ ہو اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اکثر پر عجیب عجیب حالات اور کیفیات کا نہ ہونا اور ان کا کامل ہونا اور شرع شریف پر پوری طرح عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا پایا جانا صحبت کے فائدہ مند ہونے پر دلیل ہے۔

حکمِ تکرارِ بیعت

اگر کوئی شخص ایک مدت تک پیر کی خدمت میں اچھے اعتقاد کے ساتھ رہا اور اس کی صحبت میں کوئی فائدہ نہ ہوا تو واجب ہے کہ اس کی بیعت کو ترک کرے اور دوسرا پیر تلاش کرے ورنہ اس کا مقصود اور معبود شیخ ہوگا نہ کہ خدا اور یہ شرک ہے۔ حضرت عزیزان علیؒ رامیتنی پیر طریقۂ نقشبندیہ فرماتے ہیں: رباعی:

باہر کہ نشستی و نشد جمع دِلَت
وز تو نہ رمید صحبتِ آب و گِلت
زنہار زصحبتش. گریزاں می باش
ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

جب تو کسی کی صحبت میں بیٹھا اور تیرے دل کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں جمعیت حاصل نہ ہوئی اور آب وگل کے اثرات تجھ سے زائل نہ ہوئے تو تجھے چاہئے کہ اس کی صحبت سے بھاگے ورنہ عزیزانؒ کی روح تجھے نہیں چھوڑے گی، یعنی میں اپنے فرض سے بری الذمہ ہوں گا۔

لیکن اس پیر سے نیک گمان رکھے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ بزرگ تو کامل ومکمل ہو لیکن تیرے لئے اس کی صحبت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ اسی طرح اگر پیر کامل ہو اور اس فنا ہونے والی دنیا سے کوچ کر جائے اور مرید ابھی درجۂ کمال کو نہ پہنچا ہو تو چاہئے کہ وہ شخص بھی دوسرا پیر تلاش کرے کیونکہ مقصود اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ پیر۔

حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فنا ہونے والی دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے حضرت ابوبکر، عمر، عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیعت کی اور اس بیعت سے مقصود صرف دنیاوی کام ہی نہ تھے بلکہ باطنی خوبیوں کا حاصل کرنا بھی تھا۔

شبہ

اگر کوئی کہے کہ اولیاء اللہ کا فیض ان کے مرنے کے بعد بھی رہتا ہے اس لئے دوسرے شیخ کے تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا فیض مرنے کے بعد ضرور ہوتا ہے لیکن اس قدر اور اس طرح پر نہیں ہے کہ ناقص کو کمال کے درجے پر پہنچا سکے (مگر بہت ہی کم یعنی جس

کو اللہ تعالیٰ چاہے) اور ایسے شخص کو جس کا زندہ پیر سے بظاہر کوئی بیعت کا تعلق نہیں اویسی کہتے ہیں، جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مگر درحقیقت وہ بھی باطن میں اس تعلق سے آزاد نہیں اگرچہ بظاہر معلوم ومفہوم نہ ہو۔

بات یہ ہے کہ فیض دینے والے اور لینے والے میں ایک نسبت شرط ہے جو زندگی سے زیادہ تعلق رکھتی ہے اور وفات ہوتے ہی چلی جاتی ہے۔ لیکن فنا اور بقا کے بعد جو مناسبت اندرونی طور پر حاصل ہو جاتی ہے اس کے ذریعے اہلِ قبور سے فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ لیکن اس قدر نہیں جتنا کہ زندگی میں یعنی کہ وہ ناقص کو کامل بنا سکے الا ماشاء اللہ مختلف انبیاء علیہم السلام کو بھی دنیاوی زندگی دے کر اس فنا ہونے والی دنیا میں بھیجنے کا یہی مقصد ہے ورنہ ایک نبی بعد ممات بھی تمام رہتی دنیا تک کافی ہوتا۔

اوپر لکھی ہوئی باتوں سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ اگر پہلے پیر کے عقائد اور اعمال میں خلافِ شریعت باتیں داخل ہو گئیں یا اس کی صحبت سے کوئی اثر حاصل نہیں ہوا یا اس کی ملاقات ناممکن ہو گئی ہو خواہ مرنے سے یا فاصلہ اور دوری کی وجہ سے وغیرہ (واضح رہے کہ خط و کتابت بھی ذریعہ ملاقات ہے) تو دوسرے پیر سے بیعت کرنے میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ ضروری ہے اور بغیر عذر کے دوسرے پیر سے بیعت کرنا کھیل کے مشابہ ہے اور جگہ جگہ بیعت کرنا برکت کو کھو دیتا ہے اور پیروں کے دلوں کو اس کی تعلیم اور تہذیب سے پھیرتا ہے۔ یعنی اس کو ہرجائی اور ہر دم خیالی سمجھ کر اس پر توجہ نہیں فرماتے اور وہ ناشکری کی وجہ سے فیضان سے بالکل خالی رہ جاتا ہے۔

شرائطِ مرشد

اگر چہ اوپر کے بیان میں پیر کی تلاش کا ایک بہت آسان طریقہ بتا دیا ہے لیکن پیر کی چند شرطوں کا معلوم کرنا بھی ضروری ہے تا کہ صحیح طور پر کامل پیر کی تلاش ہو سکے۔

شرطِ اوّل

شرط اوّل قرآن مجید اور حدیث شریف کا علم ہے اور اس سے میری یہ مراد نہیں کہ نہایت درجے کا ہونا ضروری ہے بلکہ قرآن شریف کے علم میں تفسیر مدارک یا جلالین یا اسی قسم کی کسی تفسیر کو کسی عالم سے پڑھ لیا ہو اور اس کے معنوں اور ترجمے اور مشکل الفاظ کے معانی اور شانِ نزول، اعراب، قصص، دو مختلف چیزوں میں میل (مطابقت) پیدا کرنا، ناسخ و منسوخ کا پہچاننا، قرآن مجید سے ثابت ہونے والے مسائل کا پہچاننا حاصل ہو جائے اور حدیث شریف کے علم میں کتاب مشکوٰۃ المصابیح یا مشارق وغیرہ کو پڑھ اور سمجھ چکا ہو۔ اس کے معانی اور عجیب شرحوں یعنی مشکل الفاظ کا ترجمہ اور مشکل اعراب اور تاویل معضل کی بنا پر مذہب کے فقہا کی رائے معلوم کر چکا ہو، اود بیعت لینے کے لئے قرآن مجید کے علم میں اختلاف قرأت کا یاد رکھنا اور علم حدیث میں سندوں کے حال کی تلاش کرنا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح علمِ اصولِ فقہ اور اصولِ حدیث اور جزئیاتِ فقہ اور فتاووں کا یاد رکھنا لازمی نہیں ہے اور پیر کے لئے عالم ہونا اس لئے ضروری ہے کہ بیعت سے غرض مرید کو شرع کے کاموں کا حکم کرنا اور خلافِ شرع باتوں سے روکنا، دل کو اطمینان اور تسلی کی طرف لے جانا، بری عادتوں سے روکنا، اچھی عادتوں کے حاصل کرنے کے لئے حکم کرنا اور پھر مرید کا ان سب باتوں پر عمل کرنا ہے۔ پس جو شخص ان باتوں سے واقف اور عالم نہیں ہوگا اس سے یہ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

جو لوگ شریعت اور طریقت کو الگ الگ خیال کرتے ہیں ان کو جاننا چاہئے کہ شریعت ایک درخت ہے اور طریقت اس کو پانی دینا اور پرورش کرنا ہے اور معرفت اس کا پھل ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كُلُّ طَرِيْقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيْعَةُ فَهُوَ الزَّنْدَقَةُ

وہ طریقت جس کو شریعت رد کر دے پس وہ زندقہ ہے۔

اور حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تصوف تین چیزوں کا نام ہے۔

۱۔ یہ کہ اس کی معرفت کا نور اس کے پرہیز گاری کے نور کو نہ بجھا دے۔

۲۔ یہ کہ اندرونی علم کے ساتھ اس طرح بات نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ظاہر اس کو ناقص کر دے۔

۳۔ یہ کہ جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہیں ان کی توہین کر کے بزرگی حاصل نہ کرے۔

اور اس کے مانند بزرگوں کے بہت سے اقوال بیان کئے گئے ہیں، جس کا جی چاہے بڑی بڑی کتابوں میں دیکھ لے۔ (شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت وغیرہ کی تعریف ہم انشاء اللہ العزیز آگے اصطلاحاتِ صوفیہ کے بیان میں اچھی طرح واضح کریں گے) اسی لئے سب بزرگوں نے کہا ہے کہ سوائے اس شخص کے جس نے استاد سے سبق پڑھا ہو اور حدیث کی روایت کی ہو اور کوئی شخص وعظ نہ کرے۔

لیکن چونکہ اس گئے گزرے زمانے میں ان باتوں کا پایا جانا بہت کم ہے اس لئے ایسا آدمی جس نے پرہیز گار علما کی بہت مدت تک صحبت حاصل کی ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو، حلال و حرام کی تمیز حاصل کی ہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سن کر ڈر جاتا ہو اور اپنے قول و فعل اور حالات کو قرآن مجید اور سنت کے موافق کر لیتا ہو تو امید ہے کہ مذکورہ بالا علم نہ ہونے کی صورت میں اس قدر معلومات بھی اس کے لئے کافی ہو سکتی ہیں۔ (فقط اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے)

شرطِ دوم

دوسری شرط عدالت اور تقویٰ ہے یعنی واجب ہے کہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اڑ نہ جاتا ہو اور پیر کے لئے تقویٰ اس لئے شرط ہوا کہ بیعت دل کی صفائی کے لئے شرط ٹھہری اور انسان کی فطرت اپنے ہم جنسوں کی پیروی کرنا ہے اور دل کی صفائی میں صرف قول بغیر عمل کے کافی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ ○ (۱)

اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جس پر خود عمل نہیں کرتے۔

۱۔ الصف:۲

پس جو پیر خود اچھے عمل نہیں کرتا اور زبانی باتیں ہی بناتا ہے تو وہ بیعت کی حکمت کو ضائع کرنے والا ہے۔

شرطِ سوم

تیسری شرط یہ ہے کہ دنیا سے نفرت کرنے والا اور آخرت کی طرف لو لگانے والا ہو۔ تاکیدی عبادتوں اور ایسے ذکر اور وظیفوں پر جو کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں پوری پابندی کے ساتھ عمل کرتا ہو، دل کا تعلق ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے رکھتا ہو اور اس کو یادداشت کی پوری پوری مشق ہو (یادداشت سے مراد بے ارادہ اور بے اختیار دل سے اللہ اللہ کرنا ہے، اس کی حقیقت انشاء اللہ آگے بیان ہوگی)۔

شرطِ چہارم

چوتھی شرط یہ ہے کہ شرع کی باتوں کا حکم کرتا ہو اور شرع کے خلاف کاموں سے روکتا ہو، اپنی رائے پر مضبوط اور پکا ہو، ہرجائی اور ہر دم خیالی نہ ہو، یعنی وہ اپنی ایک رائے اور ایک ارشاد رکھتا ہو، مروت اور عقل سلیم والا ہو تاکہ اس پر اور اس کے بتائے ہوئے اور روکے ہوئے کاموں پر بھروسہ کیا جائے۔

شرطِ پنجم

پانچویں شرط یہ ہے کہ بیعت لینے والا ایسے کامل پیروں کی صحبت میں رہا ہو جن کا سلسلۂ تعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہو اور ان سے ادب سیکھا ہو اور دل کا نور اور اطمینان حاصل کیا ہو، اور یہ اس واسطے شرط ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون اسی طرح سے جاری ہے کہ جب تک مراد پانے والوں کو نہ دیکھے تب تک مراد نہیں ملتی اور جس طرح انسان کو ظاہری علم عالموں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اسی طرح باطنی علم کے لئے بھی بزرگوں کی صحبت ضروری ہے اور اسی قیاس پر لوہار اور بڑھئی وغیرہ کے پیشے ہیں۔

کرامات اور عادت کے خلاف باتوں کا ظاہر ہونا اس لئے شرط نہیں کہ ان کا دار و مدار مجاہدوں اور ریاضتوں پر ہے اور یہ بات شرع شریف کے خلاف چلنے والوں اور کفار مثلاً جوگیوں وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہے اس لئے کمال کی شرط نہیں ہے اور پیشے کا چھوڑ دینا اس لئے شرط نہیں ہے کہ شرع شریف کے خلاف ہے اور وہ جو بعض کمال والے لوگ کسی حالت کے غلبے کی وجہ سے حلال روزی کمانے کی طرف خیال نہیں کرتے، ان کے فعل کو نہ کمانے پر دلیل نہ پکڑنا چاہئے۔ بزرگوں نے تو یہی لکھا ہے کہ

تھوڑے پر صبر کرنا شبہ کی چیزوں سے پرہیز کرنا یعنی مکروہ اور شبہ کے مال اور پیشے سے بچنا ضروری ہے اور پوری طرح سے دنیا کو چھوڑ کر الگ تھلگ پہاڑوں یا جنگلوں میں رہنا اور اپنے اوپر سخت عبادتوں کو ضروری سمجھنا جیسا کہ ہمیشہ روزہ رکھنا، تمام رات جاگنا اور بیوی سے بالکل الگ رہنا، لذیذ کھانا نہ کھانا وغیرہ جس کو ہمارے وقت کے عام جاہل لوگ کمال کی شرط جانتے ہیں اس لئے شرط نہیں کہ یہ باتیں دین میں زیادتی اور نفس پر سختی کرنے میں داخل ہیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جانوں کو سخت نہ پکڑو ورنہ اللہ تعالیٰ تم کو سخت پکڑے گا اور فرمایا:

لا رَهْبَانِيَةَ فِي الْإِسْلَامِ (۱)

اسلام میں رہبانیت (ترک دنیا) جائز نہیں۔

اور فرمایا:

وَاِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا (۲)

تیرے نفس کا بھی تیرے اوپر حق ہے۔

شرائطِ مسترشد

اب جاننا چاہئے کہ مرید کے لئے بھی بیعتِ تقویٰ کے شرائط ہیں اور وہ یہ کہ بیعت ہونے والا عاقل، بالغ اور شوق والا ہو۔ اس لئے کہ نابالغ اور دیوانہ خود ایمان کا مکلّف نہیں تو تقویٰ اور عبادتوں میں مجاہدہ کرنے کا کیونکر ہوسکتا ہے؟ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک لڑکا حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ سے بیعت کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کے واسطے برکت کی دعا کی لیکن بیعت نہ لی۔ بعض بزرگوں نے لڑکوں کو بیعت کرنا جائز رکھا ہے وہ برکت اور نیک فالی کے لئے ہے اور دلیل اس کی صحیح مسلم شریف کی حدیث ہے کہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیعت کے واسطے لائے اور وہ سات یا آٹھ برس کے تھے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی طرف توجہ کرتے ہوئے دیکھ کر مسکرائے پھر ان سے بیعت لی۔

اقسامِ بیعتِ صوفیہ

بیعت جس کا صوفیوں میں رواج ہے وہ کئی طرح پر ہے:

۱۔ فتح الباری: ج ۱۸، ص ۸۷۔ نیل الاوطار: ج ۶، ص ۲۳۱۔ کشف الخفاء: ج ۲، ص ۵۱۰، رقم ۳۱۵۴

۲۔ ترمذی: ج ۴، ص ۶۰۸، رقم ۲۴۱۳۔ مستدرک: ج ۴، ص ۶۷، رقم ۶۹۰۰۔ ابن حبان: ج ۸، ص ۴۰۰، رقم ۳۶۳۸۔

۱۔ گناہوں سے توبہ کے لئے بیعت۔

۲۔ بیعت تبرک، یعنی بقصد برکت بزرگوں کے سلسلے میں داخل ہونا جیسا کہ ظاہری علم کے لئے حدیث شریف کے اسناد کے سلسلے میں داخل ہونا ہے کہ اس میں برکت ضرور ہے۔

۳۔ عزیمت پر پابندی کے لئے بیعت یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کو سچے دل سے پورا کرنے اور منع کئے ہوئے کاموں سے بچنے کے لئے پکا ارادہ کرنا اور دل کا تعلق اللہ جل شانہ سے پیدا کرنا ہے اور یہی تیسرا طریقہ اصل ہے۔ پہلے اور دوسرے طریقے میں بیعت کا یہ مطلب ہے کہ کبیرہ گناہوں کو چھوڑ دے اور صغیرہ پر اصرار نہ کرے اور عبادتوں پر مضبوطی سے عمل کرے یعنی واجبوں اور تاکیدی سنتوں کو بجالائے اور ان ذکر کی ہوئی باتوں میں خرابی پیدا کرنے یعنی کبیرہ گناہوں کے کرنے اور صغیرہ پر اصرار کرنے اور عبادتوں کے بجالانے پر تیار نہ رہنے سے یہ بیعت ٹوٹ جاتی ہے اور تیسرے طریقے میں بیعت کے پورا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ ان باتوں یعنی گناہوں کو چھوڑے اور مجاہدہ وریاضت پر قائم رہے یہاں تک کہ دل اطمینان کے نور سے روشن ہو جائے اور بغیر کسی ارادے کے اس کی عادت اور دوسری طبیعت بن جائے۔ اس حالت میں کبھی اس کو اس بارے میں اجازت دی جاتی ہے کہ جس کو شرع شریف نے مباح کیا ہے، مثلاً لذتیں وغیرہ اور بعض ان کاموں میں مشغول ہونے کی اجازت دی جاتی ہے جن میں لمبے عرصے کی ضرورت ہوتی ہے جیسے دین کے علموں کا سبق دینا اور فتاویٰ نویسی وغیرہ اور دل کی نورانیت حاصل ہونے سے پہلے کسی قسم کی خرابی عمل یا اعتقاد میں کرنے کا نام اس بیعت کو توڑنا ہے۔

پیر کا اپنے مرید کو عاق کرنا

سوال: کوئی شیخ اپنے مرید کو عاق کر دے اور مرید کا اعتقاد سالم رہے تو اس صورت میں بیعت قائم رہتی ہے یا نہیں؟

جواب: عَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّ اَعْرَابِيًّا بَايَعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ علی الاسلام فَاَصَابَ الْاَعْرَابِی وَعُكٌ بِالْمَدِ يْنَةِ فَاَتَی الا عرابی الی رسول اللّٰه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَقِلْنِیْ بَيْعَتِیْ فَاَبٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...... اِلٰی قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا الْمَدِ يْنَةُ كَالْكِيْرِ تَنْفِیْ خُبْثَهَا وَ تَنْصَعُ طَيِّبَهَا (۱)

۱۔ بخاری: ج ۶، ص ۲۶۳۶، رقم ۶۷۸۵۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۰۰۶، رقم ۱۳۸۳

حضرت عبداللہ بن جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (پاس رہنے کی) بیعت کی۔ اس کے بعد اعرابی کو مدینہ طیبہ میں شدت کا بخار ہوا (اور وہاں سے نکلنا چاہا) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اے محمد میری بیعت مجھے واپس کر دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا۔ وہ پھر حضور کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میری بیعت واپس کر دیجئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرمایا۔ وہ پھر آیا اور کہا کہ میری بیعت واپس کر دیجئے، آپ ﷺ نے پھر انکار فرمایا۔ پس اعرابی (حضور کی اجازت کے بغیر) چلا گیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک مدینہ بھٹی کی مانند ہے اپنے میل کو دور کرتا ہے اور اپنے اچھے کو خالص کر دیتا ہے۔

دوسری روایت کعب بن مالک کی ہے کہ غزوۂ تبوک کے سبب آپ ان سے منقبض ہو گئے مگر ان کا اعتقاد درست رہا۔ پس پہلی روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ بیعت واپس نہ کرے لیکن مرید کا اعتقاد جاتا رہے تو بیعت ٹوٹ جاتی ہے اور دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اگر شیخ ناراض ہو جائے لیکن مرید کا اعتقاد باقی و قائم رہے تو بیعت باقی رہتی ہے ویسے بھی مدار بیعت کا ارادت پر ہے اور یہ صفت مرید کی ہے نہ کہ شیخ کی، پس اس کے باقی رہنے اور جاتے رہنے کا دارومدار ارادت کے ہونے یا نہ ہونے پر ہے۔ (واللہ اعلم)

لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ شیخ کی مرضی یا نامرضی اس راستے میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اگر مرید شریعت کے مطابق عمل کرے اور شیخ سے محبت اور اس کے طریقے پر دل سے کاربند رہے تو شیخ کی ناراضگی مضر نہیں ورنہ حصول مقصد کے لئے شیخ کی مرضی کو بہت دخل ہے۔ (اور باپ کا بیٹے کو عاق کر دینے کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ فافہم)

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں:

> پس اپنی سعادت کو پیر کے قبول کر لینے میں جاننا چاہئے اور اپنی بدبختی کو پیر کے رد کر دینے میں (نعوذ باللہ من ذالک) اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیر کی رضا کے پردے میں رکھا گیا ہے، جب تک مرید اپنے پیر کی مرضی میں گم نہ ہو جائے خدا کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتا۔ مرید کی آفت پیر کے آزار میں ہے۔ ہر قصور کا جو محبتِ شیخ کے بعد ظاہر ہو تدارک ہو سکتا ہے لیکن پیر کے آزار کو کوئی چیز پورا نہیں کر سکتی۔ پیر کا آزار مرید کے لئے بدنصیبی کی جڑ ہے (عیاذ باللہ من ذالک) اسلامی اعتقادات میں خلل اور شرعی

احکام میں کمی اس کا نتیجہ ہے۔ اگر پیر کے آزار کے بعد بھی احوال وکشف وخوارق اس سے سرزد ہوں تو یہ استدراج ہے کہ اس کا نتیجہ خرابی اور سراسر نقصان ہے۔

حضرت شاہ بھیکؒ فرماتے ہیں:

بھیکا! وہ نرکور ہیں جو گُورُ کو جانیں اور
ہر روٹھیں گُور میل دیں گور روٹھیں نہیں ٹھور

اے بھیک! وہ لوگ بہت ہی بدنصیب ہیں جو پیر کی قدر نہیں کرتے حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے تو پیر کی دعا سے اللہ تعالیٰ کو خوش کرنا ممکن ہے لیکن اگر پیر ہی روٹھ جائے تو کوئی خوش کرنے والا نہیں۔

استخارے کا جواز و ترکیب اور فال کی ممانعت

جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ پاک سے صلاح لے لے۔ اس صلاح لینے کو استخارہ کہتے ہیں۔ حدیث شریف میں اس کی بہت ترغیب آئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صلاح نہ لینا اور استخارہ نہ کرنا بدبختی اور کم نصیبی کی بات ہے۔ کہیں منگنی کرے یا بیاہ یا سفر کرے یا کوئی کام (مثل کسی سے بیعت کرنا وغیرہ) کرے، تو استخارے کے بغیر نہ کرے، انشاء اللہ تعالیٰ کبھی اپنے کیئے پر پشیمانی نہ ہوگی۔ استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ رات کو سونے سے پہلے دو رکعت نفل پڑھے۔ پہلی رکعت میں سورۃ الکفرون اور دوسری میں سورۃ اخلاص پڑھے اور صحیح یہ ہے کہ چاہے جونسی سورتیں پڑھے اس کے بعد خوب دل لگا کر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیٓ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ ط فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوبِ ط اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَ یَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَ عَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْلِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ ارْضِنِیْ بِهٖ (۱)

اور جب **هــذا الامــــر** پر پہنچے تو اس کے پڑھتے وقت اسی کام کا دھیان کرے جس کے لئے استخارہ کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد پاک صاف بچھونے پر قبلے کی طرف منہ کر کے باوضو سو جائے۔ جب سو کر اٹھے اس وقت جو بات مضبوطی کے ساتھ دل میں آئے وہی بہتر ہے اسی کو کرنا چاہئے۔

مسئلہ: اگر ایک دن میں کچھ معلوم نہ ہو اور دل کا خلجان اور تردد نہ جائے تو دوسرے دن پھر ایسا کرے اسی طرح سات دن تک کرے انشاء اللہ اس کام کی اچھائی برائی معلوم ہو جائے گی۔

اگر حج کے لئے جانا ہو تو یہ استخارہ نہ کرے کہ میں جاؤں یا نہ جاؤں بلکہ یوں استخارہ کرے کہ

۱۔ بخاری: ج۱، ص۳۹۱، رقم ۱۱۰۹

فلاں دن جاؤں کہ نہ جاؤں اور اسی طرح بیعت کے لئے یہ استخارہ نہ کرے کہ کروں یا نہ کروں، بلکہ یوں کرے کہ فلاں بزرگ سے بیعت کروں یا نہ کروں اور اسی پر دوسرے فرائض وسنن وغیرہ احکام شرعی کو قیاس کر لیجئے۔

یہاں یہ اور معلوم کر لینا چاہئے کہ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ خاص طریقوں سے فال کھولتے ہیں اور گزشتہ یا آئندہ کے متعلق خبر دیتے ہیں، یا چور وغیرہ معلوم کرنے کو لوٹا گھمانے کا عمل کرتے ہیں اور کسی کا نام بتا دیتے ہیں۔ ان نتائج کا خود بھی یقین کر لیتے ہیں اور دوسروں کو بھی یقین دلاتے ہیں یا کوئی عمل جس سے کوئی خواب نظر آئے بتا کر جو خواب نظر آئے اس پر پورا وثوق کر لیتے ہیں اور اس کا نام استخارہ رکھتے ہیں اور یہ سب دعویٰ ہے خبر غیب کا، لیکن شرع شریف نے ان ذریعوں اور وسیلوں کا علمِ خبری کے لئے مفید ہونا معتبر قرار نہیں دیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَاتَقْفُ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (۱)

اور اس چیز کے نزدیک بھی مت جا جس کا تجھ کو علم نہیں ہے۔

بخلاف طب کے کہ خود سنت میں اس کا اعتبار وارد ہے گو درجۂ ظن میں سہی۔ حدیث شریف میں بھی ایسی فال کی ممانعت وارد ہے:

عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عنها عن بعض ازواج النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال مَنْ اَتٰى عَرّافاً فَسَئَلَه، عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهٗ صَلٰوةُ اَرْبَعِينَ لَيْلَةً (۲)

حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کاہن کے پاس آئے اور اس سے (غیب کی) کسی بات کا سوال کرے اور اس کو سچا جانے، اس کی چالیس رات (دن) کی نماز قبول نہ کی جائے گی۔

اور حدیث میں جو فال اور استخارہ وارد ہے حقیقت اس فال کی اور ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی اچھا کلمہ کان میں اتفاقاً پڑ گیا اور اس سے نیک شگون لے کر رحمت خداوندی کے امیدوار ہو گئے نہ یہ کہ قصداً ایسے دلائل کا تتبع کیا جائے اور اس کا یقین کیا جائے وہ قصد خواہ خیر ہو یا شر اور استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کام کے مصلحت کے خلاف یا مطابق ہونے میں تردد ہو تو دعائے خاص پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں اور دل میں جو بات پختگی کے ساتھ آ جائے اس میں خیر سمجھیں۔ پس اس میں رفع تردد ہے۔ کسی واقعے کا ظاہر ہونا نہیں ہے۔ خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

۱۔ بنی اسرائیل: ۳۶

۲۔ مسلم: ج ۴، ص ۱۷۵۱، رقم ۲۲۳۰۔ مستدرک: ج ۱، ص ۴۹، رقم ۱۵۔ بیہقی / کبریٰ: ج ۸، ص ۱۳۸، رقم ۱۶۲۸۷

حقیقتِ طریقت

بعض ناواقف ناواقف لوگ طریقت کی حقیقت اور بیعت کی غرض و غایت کے سمجھنے میں بہت دھوکا کھاتے ہیں اور بہت سی غیر ضروری اور غیر متعلق باتوں کو اس میں شامل کر لیتے ہیں اس لئے اس بیان میں یہ بتا دینا ضروری ہے کہ سلوک کا خلاصہ اور بیعت کی غرض و غایت کیا ہے۔ جاننا چاہئے:

۱۔ نہ اس میں کشف و کرامات ضروری ہے۔

۲۔ نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے۔

۳۔ نہ دنیاوی کاموں میں کامیابی کا وعدہ ہے کہ مثلاً تعویذ گنڈوں سے کام بن جائیں یا مقدمات دعا سے فتح ہو جایا کریں یا روزگار میں ترقی ہو، یا جھاڑ پھونک سے بیماری جاتی رہے یا ہونے والی بات بتا دی جایا کرے۔

۴۔ نہ تصرفات لازم ہیں کہ پیر کی توجہ سے مرید کی اصلاح خود بخود ہو جائے اس کو گناہ کا خیال ہی نہ آئے۔ خود بخود عبادت کے کام ہوتے رہیں مرید کو ارادہ بھی نہ کرنا پڑے، یا علم دین و قرآن میں ذہن و حافظہ بڑھ جائے۔

۵۔ نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے کہ ہر وقت یا کم از کم عبادت کے وقت لذت سے سرشار اور مست رہے۔ عبادت میں خطرات ہی نہ آئیں، خوب رونا آئے۔ ایسی محویت ہو جائے کہ اپنے پرائے کی خبر ہی نہ رہے۔

۶۔ نہ ذکر و شغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے۔

۷۔ نہ عمدہ عمدہ خوابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے۔

بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جس کا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پورے طور پر چلنا ہے۔ ان حکموں میں بعضے ظاہر سے متعلق ہیں جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ اور جیسے نکاح وطلاق و ادائے حقوق زوجین وقسم و کفارہ عفارہ قسم وغیرہ اور جیسے لین دین و پیروی مقدمات وشہادت و وصیت وتقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام وکلام وطعام ومنام وقعود وقیام ومہمانی ومیزبانی وغیرہ ان مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں۔

اور بعضے باطن سے متعلق ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا، اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا، دنیا سے محبت کم ہونا، اللہ تعالیٰ کی مشیت پر راضی رہنا، حرص نہ کرنا، عبادت میں دل کا حاضر رکھنا، دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا، کسی کو حقیر نہ سمجھنا، خود پسندی نہ ہونا، غصے کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں اور ظاہری احکام کی طرح ان باطنی احکام پر عمل کرنا بھی فرض و واجب ہے۔ نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آ جاتی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کی محبت کم ہونے سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی، یا غرور یا غصے کے غلبے سے کسی پر ظلم ہوگیا، یا حقوق تلف ہوگئے ومثل ذالک۔ اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط بھی کی جائے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی۔

پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے ضروری ٹھہری لیکن یہ باطنی خرابیاں ذرا سمجھ میں کم آتی ہیں اور جو سمجھ میں آتی ہیں ان کی درستگی کا طریقہ بہت کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم ہوتا ہے تو نفس کی کشاکشی سے اس پر عمل مشکل ہو جاتا ہے۔ ان ضرورتوں کی وجہ سے پیر کامل کو تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ ان باتوں کو سمجھ کر آگاہ کرتا ہے اور ان کا علاج اور تدبیر بھی بتاتا ہے اور نفس کے اندر درستگی کی استعداد اور ان کے علاج کے طریقوں میں آسانی اور تدبیروں میں طاقت پیدا ہونے کے لئے کچھ اذکار و اشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے اور خود ذکر بھی ایک عبادت ہے۔

پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں ایک ضروری جو کہ شرع کے ظاہر اور باطن حکموں کی پابندی ہے۔ دوسرا مستحب ہے جو کہ ذکر کی کثرت ہے۔ نمبر ایک یعنی حکموں کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب اور نمبر دو یعنی ذکر کی کثرت سے رضا اور قرب میں زیادتی حاصل ہوتی ہے۔ یہ ہے خلاصہ سلوک کے طریقے اور مقصود کا۔ جس کا مفصل بیان سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

حقوقِ طریقت

یہ حقوق سب مسلمانوں کے ذمہ واجب ہیں
خواہ کسی سے بیعت بھی نہ ہوں

تمام برادرانِ اسلام کو عموماً اور اصحابِ سلاسلِ اربعہ کو خصوصاً لازمی ہے کہ حدیث اور فقہ کی اچھی طرح معلومات حاصل کریں اور اردو جاننے والے اصحاب معتبر علما کی اردو میں لکھے ہوئے مسائل کی کتابیں پڑھیں اور جو ان پڑھ ہیں وہ پڑھے ہوئے لوگوں سے سنیں اور ان سے فرائض، واجبات، محرمات، مکروہات اور مشتبہات کی واقفیت حاصل کریں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور عادتوں اور آپ ﷺ کی عبادتوں کے طریقے معلوم کریں اور جہاں تک ہو سکے سنّت کی پیروی کریں، خاص کر فرضوں اور واجبوں پر اچھی طرح سے پابند رہیں، مکروہ اور شبہ والے کاموں سے بچنے میں سنت کی پابندی کا خاص خیال رکھیں۔ بدن، کپڑے اور جائے نماز کی پاکی اور نماز کی شرطوں کا اچھی طرح خیال رکھیں، لیکن ظاہری پاکیزگیوں کو وسوسے اور وہم کے درجے تک نہ پہنچائیں، اس لئے کہ وسوسہ اور وہم کا پیدا کرنا بہت برا ہے۔ پانچوں وقت کی نماز مسجد میں جماعت سے ادا کریں، البتہ اگر کوئی شرعی عذر ہو تو جماعت معاف ہے اور اگر بلاعذر غفلت سے رہ جائے تو شرمندگی کے ساتھ استغفار کریں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ تحریمہ (تکبیر اولیٰ) نہ جاتی رہے، نمازیوں میں جو سب سے زیادہ بہتر ہو اس کو امام بنائیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ (۱)

مقتدیوں کی نماز کا امام ضامن ہے۔

اس لئے جس قدر امام کامل ہوگا اس قدر نماز بھی کامل ہوگی، جمعہ کی نماز کبھی نہ چھوڑیں۔ نماز کی سنتوں اور آداب کی اچھی طرح نگرانی کریں اور پورے پورے اطمینان کے ساتھ پڑھیں۔ قرآن

۱۔ ابوداؤد: ج۱، ص۱۴۳، رقم ۵۱۷۔ ترمذی: ج۱، ص۴۰۲، رقم ۲۰۷۔ ابن ماجہ: ج۱، ص۳۱۴، رقم ۹۸۱

شریف نہایت صحیح اور خوش آوازی کے ساتھ پڑھیں اور گا کر نہ پڑھیں۔

نمازوں کو مستحب وقتوں میں ادا کریں۔ سنت راتبہ جو بارہ رکعت ہیں اور نماز تہجد جو سنت ہے ان کو کبھی نہ چھوڑیں اور نہایت احتیاط کے ساتھ رمضان المبارک کے روزے ادا کریں۔ تراویح ختم قرآن اور رمضان کے آخری دس دن میں اعتکاف کی پابندی کریں۔ لیلۃ القدر کا خیال رکھیں اور ذکر واذکار کے وقتوں میں کوئی اور کام نہ کریں۔ اگر شرعی نصاب کے مالک ہوں تو زکوٰۃ ادا کریں، کیونکہ یہ بھی فرض ہے۔ لیکن اس معاملے میں سنت یہی ہے کہ اپنے پاس ضرورت سے زیادہ مال نہ رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے ہر ایک کو فتح خیبر کے بعد سال بھر کی ضرورت کے مطابق جو عنایت فرمائے اور اپنے پاس ایک درم بھی نہ رکھا اور گنجائش کی صورت میں عید الفطر کو صدقہ فطر اور بقر عید کو قربانی ضرور کریں اور حج کی استطاعت ہو تو حج ادا کریں، حلال روزی کمائیں، خرید و فروخت کے وقت فقہ کے مسئلوں کا خیال رکھیں اور شبہ والی چیزوں سے پرہیز کریں۔

لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں پوری پوری کوشش سے کام لیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں اگر کوئی کمی یا قصور واقع ہو جائے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے بزرگوں اور ولیوں کی سفارش اور وسیلے سے معاف ہو سکتے ہیں۔ برخلاف لوگوں کے حقوق کے کہ وہ معاف نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ بندے خود معاف نہ کریں اور آخرت میں یہ مشکل ہوگا، اس لئے اگر کمی ہو جائے تو زندگی میں ہی معاف کرا لیا جائے۔ نکاح کرنا نبیوں کی سنت ہے لیکن اگر اس کے حقوق پورے طور پر ادا نہ کر سکیں تو نکاح نہ کریں، اگر نکاح کر لیں تو بہتر ہے اس لئے کہ نکاح نہ کرنے سے اکثر بڑے گناہوں میں مبتلا ہو جانے کا ڈر ہے۔ اس کے متعلق صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے، زیادہ تفصیل حدیث اور فقہ کی کتابوں سے معلوم کریں۔ اپنے بیوی بچوں کے حقوق ادا کریں، ان کا یہ بھی دینی حق ہے کہ ان کو ہمیشہ شرع کے احکام بتاتے رہیں۔ پڑھے ہوؤں کے لئے تو اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ دن رات میں تھوڑا سا وقت مقرر کر کے کوئی اردو کی مسئلوں کی کتاب (جو کسی مستند عالم کی ہو) شروع سے آخر تک پڑھ کر سنائیں اور سمجھائیں اور جب وہ ختم ہو جائے تو پھر شروع کر دیں اور جب تک ان کو مسئلے خوب پختہ یاد نہ ہو جائیں سناتے رہیں اور ان پڑھ ایسا کریں کہ جو بات دین کی کسی عالم سے سنیں اس کو یاد کر کے گھر والوں کو ضرور سنا دیا کریں۔

اور مندرجہ ذیل کاموں کو چھوڑ دیں: ڈاڑھی منڈانا، ڈاڑھی کٹانا، جبکہ چار انگل سے زیادہ نہ ہو، ڈاڑھی چڑھانا، سر میں چاند کھلوانا، کھڈی رکھنا، یا سر کے بال آگے آگے سے منڈانا یا اونچے نیچے (غیر

ہموار) بال کٹوانا (جس کو انگریزی حجامت کہتے ہیں) ٹخنے سے نیچے پائجامہ پہننا یا لنگی (تہبند) یا کرتہ، چغہ وغیرہ ٹخنے سے نیچے لٹکانا یا شملہ (صافہ کی لانگ) آدھی کمر سے نیچے چھوڑنا، یا کرتے کی آستین پہنچے سے آگے لمبی کرنا یا لال یا زعفران کا رنگا ہوا یا ناپاک رنگ کا رنگا ہوا کپڑا پہننا، یا ریشمی یا زری کا لباس چار انگل سے زیادہ پہننا یا لڑکوں کو پہنانا، یا کافروں کا مخصوص لباس پہننا، یا مردوں کو چاندی کی انگوٹھی ایک مثقال یا زائد یا سونے کی انگوٹھی پہننا، یا عورتوں کے لئے مردانہ وضع کا کھڑا جوتا یا مردانہ لباس یا بجنے والا زیور پہننا یا ایسا باریک یا چھوٹا کپڑا پہننا جس میں بدن کھلا رہے، کسی عورت یا نابالغ لڑکے کو بری نگاہ سے دیکھنا یا عورتوں اور لڑکوں سے زیادہ میل جول رکھنا یا تنہائی میں مرد کو کسی نامحرم عورت کے پاس یا عورت کو کسی نامحرم مرد کے پاس بیٹھنا یا کسی سخت مجبوری کے بغیر سامنے آ جانا خواہ وہ پیر یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو اور جہاں سخت مجبوری ہو وہاں بھی سر، کلائی، پنڈلی اور گلا کھولنا نامحرم مرد کے سامنے حرام ہے، منہ کے سامنے بھی گھونگٹ رہنا بہتر ہے اور عمدہ پوشاک اور زیور سے تو سامنے آنا بالکل ہی برا ہے، اسی طرح نامحرم مرد اور عورت کا باہم ہنسنا بولنا ضرورت سے زیادہ باتیں کرنا یہ سب چھوڑ دینا چاہئے۔ ختنہ یا عقیقہ یا شادی میں جمع ہونا یا برات میں جانا البتہ نکاح کے وقت پاس پاس کے مردوں کو جمع کر لینے میں مضائقہ نہیں، یا کوئی کام دکھاوے اور فخر کے لئے کرنا جیسا کہ آج کل رسم ورواج کا کھانا کھلانا لینا دینا ہوتا ہے، اسی میں نیوتا بھی آ گیا اس کو چھوڑنا ضروری ہے، اسی طرح فضول خرچ کرنا یا کپڑے میں بہت اسراف کرنا کیونکہ یہ بھی فخر اور دکھاوے میں داخل ہے، مردے پر چلّا کر رونا، ترکے کو ورثا میں تقسیم کرنے سے پہلے ان کی رضامندی کے بغیر خیرات کر دینا، خصوصاً نابالغوں کا حصہ خیرات میں دینا حرام ہے۔ ترکے میں لڑکیوں کا حصہ نہ دینا اور بیاہ شادی اور موت کے وقت کی دوسری بدعتوں کا کرنا، حکومت اور ریاست والوں کا غربا پر ظلم کرنا، جھوٹی نالش کرنا، رہن یا رشوت کی آمدنی کھانا، تصویر اور فوٹو بنانا بنوانا یا رکھنا، یا شوق کے لئے کتے پالنا یا پتنگ اڑانا، آتش بازی، کبوتر بازی و مرغ بازی وغیرہ کرنا، یا بچوں کو ان کاموں کے لئے پیسے یا اجازت دینا، گانا سننا باجے سے یا بغیر باجے کے، اسی میں گراموفون وغیرہ بھی داخل ہیں۔ ایسے عرُسوں میں جانا جہاں گانا بجانا اور دوسری قسم کی بدعتیں ہوتی ہیں۔ ٹونے ٹوٹکے یا سیتلا وغیرہ کو ماننا یا فال وغیرہ کھلوانا کسی نجومی یا آسیب سے کوئی بات پوچھنا، کسی کے پیٹھ پیچھے برائی کرنا، چغلی کھانا، جھوٹ بولنا، تجارت میں دغا کرنا، بغیر مجبوری کے ناجائز نوکری کرنا، جائز نوکری میں کام خراب کرنا، عورت کا خاوند کے سامنے زبان چلانا یا اس کا مال بلا اجازت خرچ کرنا (واضح رہے کہ بعض معمولی باتیں مثلاً فقیر کو مٹھی بھر دانے

دینا وغیرہ میں اجازت کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اس لئے کہ ایسی باتوں سے عام طور پر روکا نہیں جاتا) یا بلا اجازت کہیں جانا، حافظوں کا مردوں پر قرآن پڑھ کر کچھ طے کر کے لینا یا مولویوں کو وعظ یا مسئلہ بتانے پر اجرت لینا، بحث و مباحثہ میں پڑنا یا فقیروں جیسی وضع بنانا، پیری مریدی کی خواہش کرنا یا تعویذ گنڈوں کا مشغلہ رکھنا وغیرہ وغیرہ۔ فرضوں کے ادا کرنے اور مکروہ اور شبہ والی چیزوں سے بچنے کے بعد صوفی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ذکر کے وقتوں میں ذکر کرے اور بیکار باتوں میں وقت ضائع نہ کرے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت والے کسی چیز کی حسرت نہیں کریں گے سوائے اس گھڑی کے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہوگا۔ پیر کی صحبت کو اپنے اوپر لازم کرے۔ صحابہؓ کہتے تھے:

تعالوا بنا ساعة نؤمن ان نذكر الله (۱)

آیئے آپ ہمارے ساتھ کچھ دیر بیٹھیں تا کہ ہم ذکر اللہ کے ذریعے ایمان تازہ کریں۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

سو سال کی بے ریا عبادت سے اولیاء اللہ کی ایک گھڑی کی صحبت اچھی ہے۔

اور حضرت خواجہ احرارؒ فرماتے ہیں:

نماز را بحقیقت قضا بود لیکن
نمازِ صحبتِ مارا قضا نخواہد بود

دراصل نماز کی قضا تو ہو سکتی ہے لیکن صحبت کی نماز کی قضا نہیں ہو سکتی۔

اگر پیر کی جگہ کا فاصلہ زیادہ ہو اور آنا جانا بہت ہی کم ہو سکتا ہو تو خط و کتابت کو ضروری سمجھے، یہ اس صحبت کی قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ علما اور صلحا کے پاس بیٹھنے اور بات چیت کرنے کی سعادت حاصل کرے بشرطیکہ وہ علما بھی ایسے ہوں کہ جو دنیا پرستی سے دور رہتے ہوں اور اگر صلحا کی صحبت نصیب نہ ہو تو تنہا بیٹھے رہنا یا سو جانا بہتر ہے۔

خَلْوَةُ الْإِنْسَانِ خَيْرٌ مِنْ جَلِيْسِ السُّوْءِ عِنْدَهُ وَجَلِيْسُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِنْ جُلُوْسِ الْمَرْءِ وَحْدَهُ

انسان کا اکیلا رہنا اچھا ہے برے ساتھی کی صحبت سے، اور اچھا ساتھی اکیلے بیٹھنے سے

۱۔ ابن عبد البر/ التمہید: ج ۹، ص ۲۴۶، یہ حضرت معاویہ بن جبلؓ کے قول کے طور پر ذکر ہے

اچھا ہے۔

لہٰذا فاسق اور جاہل لوگوں کی صحبت سے بچنا چاہئے۔ نیز دنیا کے کاموں میں بہت حصہ لینے والے اور ایسے صوفی کی صحبت سے جو ابھی مبتدی ہے پرہیز کرنا چاہئے اس لئے کہ ایسی صحبتیں ان کے لئے بہت مضر ہیں، کیونکہ تھوڑے ہی پانی کو نجاست پلید کرتی ہے۔ مثنوی:

دُور شو از اختلاطِ یارِ بد
یارِ بد بدتر بود از مارِ بد
مارِ بد تنہا ہمیں برجاں زنَد
یارِ بد برجان و بر ایماں زنَد

برے ساتھی کے میل جول اور صحبت سے دور رہو، اس لئے کہ برا ساتھی برے سانپ سے بھی بدتر ہے کیونکہ برا سانپ صرف جان ہی کو نقصان دیتا ہے اور برا ساتھی جان و ایمان دونوں کو غارت کرتا ہے۔

نیز اپنے پیر بھائیوں بلکہ تمام مسلمانوں سے محبت اور میل جول رکھے۔

آدابِ شیخ

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَاْدِیْبِیْ (۱)

میرے رب نے مجھے ادب سکھایا پس بہت ہی اچھا ادب سکھایا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سالک کے لئے آداب کی رعایت لازمی ہے کوئی بے ادب منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۝ (۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی (ﷺ) کی آواز کے اوپر بلند نہ کرو اور ان سے اس طرح (بے تکلفی کے ساتھ) زور سے کلام مت کرو جس طرح ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، کہیں تمہارے اعمال ضائع نہ ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

لہٰذا بھوائے مذکورہ بالا ذیل میں چند آداب لکھے جاتے ہیں جن کی پابندی مریدین کے لئے از حد ضروری ہے۔

مرید کو چاہئے کہ پیر کا خوب ادب رکھے۔ اس کی صحبت و خدمت کو اپنے اوپر واجب کر لے اور اس کی محبت میں مخمور ہو جائے، اپنی خواہش کو اس کی خوشی کے تابع بنا دے اور ذکر کی جو تعلیم و تلقین پیر اس کو کرے اس کا پابند رہے اور اس کی نسبت یوں اعتقاد رکھے کہ جو فائدہ مجھ کو اپنے پیر سے پہنچ سکتا ہے وہ اس زمانے کے کسی اور بزرگ سے نہیں پہنچ سکتا، پیر کو یوں سمجھنا کہ اس کو ہر وقت ہمارا سب حال معلوم ہے سخت گناہ ہے اور جو فیض اس کو پہنچے اس کو اپنے پیر ہی کے ذریعے سمجھے، اور اگر واقع میں دیکھے کہ فیض اور بزرگ سے پہنچا ہے اس کو بھی اپنے ہی پیر سے جانے اور جان لے کہ وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جو اس کی استعداد کے موافق پیر کے خاص فیض سے ظاہر ہوا ہے جس کو

۱۔ کشف الخفاء: ج۱ص۷۲، رقم ۱۶۴ ۲۔ الحجرات: ۲

اس نے محبت کے غلبے کے باعث دوسرا خیال کیا ہے اور اس سے فیض جانا ہے یہ بڑا بھاری دھوکا ہے، اللہ پاک اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے اس لغزش سے بچائے۔ آمین

شیخ کی خدمت میں ہر وقت باوضو رہے، کم کھانے، کم سونے اور کم کلام کرنے کی عادت ڈالے، پیر اگر دینی امور میں کچھ حکم کرے تو اس کو بجالائے، پیر کی اگر مالی خدمت کرے تو اس کا اظہار نہ کرے اور اس بات کی طمع یا مطالبہ نہ کرے کہ پیر مجھ کو کچھ دے اور اپنا احسان شیخ پر نہ جتائے بلکہ اس کا احسان مانے کہ اس نے میری چیز کو قبول کیا اور رد نہیں کیا۔ پیر کے سامنے لوگوں کی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہو، پیر اگر کسی کی تعظیم کو اٹھے تو مرید کو بھی چاہئے کہ پیر کی پیروی کرے اور پیر سے جب گفتگو کرے تو نرمی اختیار کرے بلند آواز سے نہ بولے اور پیر کے روبرو قہقہہ نہ لگائے، اس کی مجلس میں نہایت ادب کے ساتھ بیٹھے اور اپنی حیثیت سے اونچی جگہ بیٹھنے کی کوشش نہ کرے اور جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے، اپنے تئیں حقیر ظاہر کرے اور پیر کے متعلق بداعتقادی کو اپنے سینے میں نہ آنے دے، اگر کوئی آئے بھی تو استغفار کرے۔ پیر کے قرابت داروں اور عزیزوں سے صلہ رحمی رکھے اور جو کچھ واقعہ سامنے آئے پیر سے بیان کرے، پیر کے فرمان کو رد نہ کرے البتہ اگر ممکن نہ ہو تو عذر کرے۔ پیر بھائیوں اور طالبوں کی رعایت کرے اور پیر کی ہر ایک چیز کا ادب واحترام کرے، جو کچھ شیخ کرے اس پر حجت نہ کرے، حتی الامکان تاویل سے کام لے اور پیر جو حکم کرے اس کو دلیل سمجھے، اگر پیر اس جہان سے رحلت کر گیا ہو تو اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا رہے، پیر کے روبرو بیہودہ باتیں نہ کرے، نہ کسی کے عیب کو بیان کرے اور پیر کے روبرو کوئی ایسی بات یا حرکت نہ کرے جس سے وہ ناراض ہو جائے اور جب پیر ناراض ہو جائے تو برا نہ مانے اور اس کی رضا جوئی کرے، اس کی باتوں کو کان لگا کر سنتا رہے اور اس کے کاموں اور باتوں پر اعتراض نہ کرے اور بحث اور جھگڑے پر نہ آ جائے، اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور اس کے حضور میں اس کے سوا کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھا رہے، پیر کی خدمت میں اس کی اجازت کے بغیر نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو، اس کے وضو کی جگہ میں طہارت نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے سایہ یا کپڑے پر پڑتا ہو اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے، ہر چھوٹے بڑے کاموں میں پیر ہی کی پیروی کرے غرضیکہ اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ (یہ راہ پوری پوری ادب کی راہ ہے) البتہ اگر کوشش کے باوجود کمی رہ جائے تو معاف ہے۔

اعتقادات برائے مریدین

اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ شیخ کے متعلق اور بعض دیگر امور میں صحیح اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے پورے طور پر فائدہ حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں، بلکہ اکثر دفعہ نہ صرف فیض سے خالی رہ جاتے ہیں بلکہ نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنتے ہیں، اس لئے ذیل میں چند ضروری مسائل اس مطلب کے لئے لکھے جاتے ہیں تا کہ عام لوگ بھی ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

مسئلہ: بعض صوفیوں کا یہ خیال ہے کہ مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے پیر کو دوسرے بزرگوں سے بہتر سمجھے اور بعض کا یہ خیال ہے کہ یہ عقیدہ بالکل غلط اور بے کار ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفَوْقَ كُلِّ ذِىْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ○ (۱)

ہر علم والے کے اوپر زیادہ علم والا ہے۔

بات یہ ہے کہ بزرگی دینے کی دو قسمیں ہیں ایک تو اختیاری، اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنے پیر کو اپنے لئے دوسرے بزرگوں سے زیادہ فائدہ پہنچانے والا خیال کرے اگر بزرگی دینے سے یہی مراد ہے تو بے شک ایسا خیال بالکل درست ہے اور دوسرے بے اختیاری جو کہ بے ہوشی کی حالت میں یا پیر سے زیادہ محبت ہونے کے سبب سے ہوتی ہے اس لئے کہ جب مرید کی نظروں میں پیر ہی پیارا ہے تو محبت کی وجہ سے محبت کرنے والوں کی نظروں میں محبوب سے زیادہ اور کسی چیز کی قدر نہیں ہوتی اس لئے دوسروں کی بزرگیاں اس کی نظروں میں معمولی دکھائی دیتی ہیں، اس صورت میں مرید معذور ہے کیونکہ وہ ہوش سے باہر ہے، ان دو باتوں کے سوا اس کی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

مسئلہ: مرید کو اپنے پیر کے کسی کام پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے اگر وہ ایسا کرے گا تو پیر کی برکتیں اور فیض اس پر بند ہو جائیں گے اس کی دلیل حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما السلام کا واقعہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فیض حاصل کرنے کی

۱۔ یوسف: ۷۶

درخواست کی تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے یہی کہا اور اسی کا اقرار لیا کہ جو کچھ میں کروں اس پر ہرگز اعتراض نہ کرنا جیسا کہ انہوں نے کہا:

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْراً ○ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَالَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْراً ○ قَالَ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِراً وَّلَآ اَعْصِىْ لَكَ اَمْراً ○ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَاتَسْئَلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْراً ○ (۱)

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے موسیٰ تم صبر نہیں کر سکو گے اور اس چیز پر کیسے صبر کر سکتے ہو جس کو کہ تم نہیں جاتے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ آپ انشاء اللہ مجھ کو صابر ہی پائیں گے۔ اس کے بعد حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کچھ میں کروں اس پر بالکل اعتراض نہ کرنا جب تک کہ میں خود اس کی اصلیت سے آپ کو واقف نہ کر دوں۔

پس موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر اعتراض کیا تو حضرت خضر علیہ السلام ان سے جدا ہو گئے اور کہا کہ:

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِىْ وَبَيْنِكَ (۲)

یہ میری تمہاری علیحدگی ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام پر ظاہر شریعت کے اعتبار سے اعتراض کیا تھا اور ان کو حضرت خضر علیہ السلام کی حکمت معلوم نہ تھی۔ لیکن ان کے اعتراض ہی کرنے پر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے صاف صاف کہہ دیا کہ اب مجھ میں اور تم میں جدائی ہے۔

فائدہ: یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ اگر پیر سے اس کی زندگی میں کوئی بات خلاف شرع واقع ہو جائے (اور یہ پرہیزگاری اور استقامت والا ہو) تب بھی اس پر اعتراض نہ کرے بلکہ تاویل کر لے اور اگر ممکن ہو تو کسی مجبوری پر محمول کرے یا سکر (بےخودی) کی حالت پر یا مجاز پر، یا اپنے واقف نہ ہونے پر محمول کرے اور اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ جس کی عادت اور طریقہ ہی فسق و فجور ہو تو بے شک ایسا شخص ہرگز ہرگز ولی نہیں اور نہ ایسے شخص کے کاموں اور باتوں کی کوئی وجہ نکالنی اور تاویل کرنی ضروری ہے۔

مسئلہ: جس طرح بزرگوں کی شان گھٹانا اور ان کے آداب بجانہ لانا اور ان میں نقص نکالنا

۱۔ الکہف: ۶۷، ۷۰   ۲۔ الکہف: ۷۸

حرام ہے، اسی طرح ان کی شان حد سے زیادہ بڑھانا بھی گناہ ہے جیسا کہ نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو بڑھا کر اللہ تعالیٰ کا بیٹا بنا دیا تو اس سے اللہ تعالیٰ کی شان میں کمی لازم آتی ہے۔ اسی طرح رافضیوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بڑھا کر یہاں تک کہہ دیا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ ہی ان میں حلول کر گیا ہے اور ان میں بعض یہاں تک بھی قائل ہیں کہ ان کے پاس وحی آتی تھی اور بعضوں نے ان کو دوسرے صحابہ کرامؓ سے بڑھا دیا۔ یہ تمام باتیں ایسی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں کمی آتی ہے جو کہ بہت بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ: اولیاء اللہ علمِ غیب کلی نہیں جانتے، اگرچہ بعض باتوں کا حال عادت کے خلاف کشف اور الہام سے معلوم ہو جاتا ہے اور اولیائے کرامؒ کو کلی غیب کا جاننے والا کہنا سراسر غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِىْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ (۱)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ یہ کہہ دیجئے کہ میں نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں (کہ جس کو چاہوں دے دوں) اور نہ یہ کہتا ہوں کہ مجھ کو غیب کا علم ہے۔

اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَىْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ج (۲)

نبی اور فرشتے اللہ تعالیٰ کے علم کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس چیز کا اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ان کو علم دے دیتا ہے۔

علاوہ اس کے اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم غیب کلی نہ ہونے کے لئے صاف دلیلیں ہیں۔

مسئلہ: غیر اللہ کی عبادت اور ان سے مدد طلب کرنا جائز نہیں۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تعلیم دی ہے کہ وہ کہا کریں کہ "اے خدا! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔" عبادت ہو یا کوئی اور چیز جب اس پر لفظ اِيَّاكَ (بمعنی خاص کر) کا آتا ہے تو اس سے پابندی ثابت ہو جاتی ہے اور خصوصیت آ جاتی ہے۔ پس اولیاء کرامؒ کے نام سے منت ماننا، نذر مقرر کرنا ناجائز ٹھہرا اور اگر کسی نے ایسی نذر کی نیت کر لی ہے تو ہرگز ہرگز پورا نہ کرے

۱۔ الانعام: ۵۰ ۲۔ البقرہ: ۲۵۵

جہاں تک ہو سکے اس گناہ سے بچنا ضروری ہے۔ ہاں نذر واسطے اللہ کے کرنا چاہئے اور وہ غریبوں کو کھلا دینا چاہئے اور اس کا ثواب جن بزرگوں کو چاہے پہنچا دے اور یہاں میری مراد صدقہ دینے اور ثواب پہنچانے سے روکنے کی نہیں ہے کہ وہ بجائے خود جائز اور اچھا ہے بشرطیکہ غریبوں کو کھلایا جائے اور نیت خالص ہو اور قبروں کے گرد پھرنا (طواف کرنا) بھی جائز نہیں ہے کیونکہ یہ طواف بیت اللہ کے مشابہ ہے اور طواف کعبہ بھی نماز ہی کا حکم رکھتا ہے اور نماز اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اس لئے قبروں کے گرد اگرد پھرنا ناجائز ٹھہرا اور اسی پر زندہ بزرگوں کو یا قبروں کو سجدہ کرنا یا ماتھا لگانا ناجائز ٹھہرا۔ (فافہم)

مسئلہ: مُردہ یا زندہ اولیاؒ یا انبیاؑ سے دعا (یعنی مُراد) مانگنا جائز نہیں۔ کیونکہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الدُّعَآءُ هُوَ الْعِبَادَةُ (۱)

دعا عبادت ہی ہے۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی:

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ O (۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا اور یقیناً وہ لوگ جو کہ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں جلدی ہی ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُم (۳)

اللہ تعالیٰ کے سوا جن لوگوں سے تم مانگتے ہو وہ بھی تمہارے ہی جیسے بندے ہیں۔

ان کو اس کی کیا مجال ہے کہ وہ کسی کی ضرورت پوری کر سکیں اور اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تو ان کافروں سے تعلق رکھتی ہے جو کہ بتوں کو پوجتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ من دون اللہ (یعنی اللہ کے سوا) عام ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے:

ذِكْرُ الْاَنْبِيَآءِ مِنَ الْعِبَادَةِ وَذِكرُ الصَّالِحِيْنَ لَكَفَّارَةٌ وَ ذِكْرُ الْمَوْتِ صَدَقَةٌ وَ ذِكْرُ الْقَبْرِ تُقَرِّ بِكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ (۴)

۱۔ ترمذی: ج۵، ص۲۱۱، رقم ۲۹۶۹۔ ابوداؤد: ج۲، ص۷۶، رقم ۱۴۷۹، نسائی/کبریٰ: ج۶، ص۴۵۰، رقم ۱۱۴۶۴

۲۔ المومن: ۶۰ ۳۔ الاعراف: ۱۹۴ ۴۔ صاحب مسند الفردوس نے اس کو سند ضعیف کے ساتھ روایت کیا ہے

نبیوں کا ذکر عبادت ہے اور نیک لوگوں (اولیاء) کا ذکر گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کا ذکر کرنا صدقہ اور قبر کا ذکر کرنا تم کو جنت کے قریب کر دیتا ہے۔

مراد ان احادیث سے یہ ہے کہ ان کے بڑے مرتبے والا ہونے کا ذکر کیا جائے تا کہ لوگ ان کو اپنے دل میں جگہ دیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے اور لوگ ان کی اچھی عادتوں، حالات اور طرز طریقہ کی پیروی کریں اور ان کے طریقے کی مخالفت سے بچیں، مگر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ (مخصوص شرعی موقعوں یعنی نماز، تشہد، اذان واقامت وغیرہ میں) کرنا عبادت ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ O (۱)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمہارے لئے تمہارے ذکر کو بلند کر دیا۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تمہارا نام اپنے نام کے ساتھ کلمے، اذان اور تشہد میں شامل کر دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا یہ بزرگی اور کسی کو حاصل نہیں ہے، پس اگر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کے ساتھ عَلِی وَلِیُّ اللّٰهِ یا اَبُوْبَكْرٌ وَلِیُّ اللّٰهِ ملا کر پڑھیں تو یہ فعل واجب التعزیر ہے۔

بعض لوگ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاء اللہ" یا "یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیاء اللہ" کا ورد کرتے ہیں۔ بعض علما تاویلات کر کے اس کو جائز کہتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس میں شرک کا شائبہ پایا جاتا ہے خصوصاً عوام کے حق میں مضرت زیادہ ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ اس سے پرہیز کیا جائے، یہاں یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا البتہ جائز ہے، پس اگر یہ کہا جائے کہ یا الٰہی! خواجہ شمس الدین پانی پتی کے طفیل میری فلاں ضرورت پوری فرما تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ: ولی خواہ کتنا ہی بڑھ جائے مگر کسی ادنیٰ نبیؑ کے رتبے کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور یہ مسئلہ تو ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس پر تمام امت کا اتفاق ہے۔ پس اس اتفاق کے خلاف ولایت کو نبوت سے افضل جاننا شرعی طور پر ناجائز ٹھہرا اور یہ بات کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے کشف اور دلیل سے باطل ہے۔ فافہم

مسئلہ: کوئی ولی نہ تو نبی ہی کے درجے کو پہنچ سکتا ہے اور نہ وہ شرع کے حکموں سے بچ سکتا ہے برخلاف مجذوب کے کیونکہ اس سے عقل لے لی گئی ہے اور شرع کے حکموں کے ادا کرنے کے لئے

۱۔ الانشراح: ۴

عقل والا اور بالغ ہونا شرط ہے اور مجذوب میں عقل کا نام ونشان نہیں ہوتا اس لئے وہ اس تکلیف (پابندی) سے الگ ہوگیا اور یہ شرع کی پابندی تو ایسی ہے جو کہ نبیوں تک سے بھی دور نہیں ہوتی بلکہ سالک جس قدر شرع کی پابندیوں کو برداشت کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کی نزدیکی میں ترقی کرتا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تہجد کی نماز بھی واجب تھی اور شرعی پابندیاں بھی آپ ﷺ پر واجب تھیں۔

مسئلہ: معصوم (بے گناہ) ہونا نبیوںؑ ہی کی خصوصیت ہے اور اولیاءؒ کو معصوم سمجھنا کفر ہے اور اصطلاح میں معصوم ہونے کی یہ تعریف ہے کہ اس سے کوئی صغیرہ کبیرہ گناہ جان بوجھ کر یا بھولے سے ممکن نہ ہو۔

مسئلہ: صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم امت کے تمام ولیوں سے افضل ہیں، انہیں کی شان میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُنْتُم خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (۱)

تم ایک بہترین امت ہو کہ جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرنِیْ ثُمَ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ (۲)

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے اس کے بعد اس سے ملا ہوا زمانہ ہے اس کے بعد اس سے ملا ہوا زمانہ بہتر ہے۔

اور اس پر اجماع ہے:

الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ (۳)

تمام صحابہؓ عادل ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ جو کہ تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں:

اَلْغُبَارُ الَّذِیْ دَخَلَ اَنْفَ فَرَسِ مُعَاوِيَةَ خَيْرٌ مِّنْ اُوَیْسِ الْقَرنِیِّ وَ عُمَرِ المروَانِیِّ

امیر معاویہؓ کے گھوڑے کی ناک میں جو گرد وغبار پہنچا وہ اویس قرنیؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ

۱۔ آل عمران: ۱۱۰ ۲۔ ابن رجب حنبلی/ جامع العلوم والحکم: ص۴۲۹۔ شرح الزرقانی: ج۳، ص۴۸۹

۳۔ فتح الباری/ ج۹، ص۶۳۳

جیسے جلیل القدر اولیاء اللہ سے (جو صحابی نہ تھے) کہیں افضل ہے۔

مسئلہ: اولیاء اللہ کی قبروں کو اونچا بنانا اور ان پر گنبد بنانا، خلاف شرع طریقے پر عرس کرنا، چراغاں وغیرہ کرنا (مثل دیوالی وغیرہ کے) یہ سب بدعت ہے اور بعض ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جو کہ حرام ہیں اور کچھ ایسی ہیں جو مکروہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قبر کو مسجد اور عید نہ بنانا، عید سال بھر میں لوگوں کے ایک جگہ جمع ہونے کا دن ہے جس سے عرس مروجہ کی ممانعت کی طرف اشارہ ہوسکتا ہے اور مسجد سجدہ کرنے کی جگہ ہے، جس سے قبروں کو ماتھا لگانا منع ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اس غرض سے بھیجا کہ بلند قبروں کو برابر کر دیں اور جہاں تصویریں دیکھیں ان کو مٹا دیں۔

مسئلہ: سنت تو یہ ہے کہ قبروں کی زیارت کے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰہُ لَلَاحِقُوْنَ نَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ (۱)

مسئلہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرامؓ و اولیائے عظامؒ وغیرہ کی قبروں کی زیارت کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ پوری پوری طہارت اور پاکیزگی حاصل کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب اور اتباع پر درود پڑھتا رہے اور اس وقت سے پہلے نفل نماز، روزہ، صدقہ یا کوئی اور نیک کام کیا ہو، اس کا ثواب ان کی ارواح کو بخش دے اور نہایت ہی عاجزی و انکساری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروکاروں کے لئے دعا کرے اور اگر صاحب نسبت ہو یعنی کسی بزرگ سے دل کا تعلق رکھتا ہو تو تمام طرف سے علیحدہ ہو کر فیض حاصل کرنے کی غرض سے مراقبے میں بیٹھے، قبروں پر قرآن شریف پڑھنے میں اختلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ جائز ہے۔

مسئلہ: بعض صوفیہ کا یہ مقولہ کہ شیخ کا باطن ہر جگہ ہے، اس کے معنی سمجھنے میں عام لوگ غلطی کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ پیر ہر جگہ حاضر ناظر ہے، سو یہ یقیناً غلط اور خلاف واقعہ ہے اگرچہ خرق عادت اور کرامت کے طور پر کبھی ایسا بھی واقع ہوا ہے لیکن یہ بات ہمیشہ نہیں ہوتی اور نہ ضروری ہے کہ جب پیر کی شکل نظر آئے تو سچ مچ پیر ہی ہو، بعض وقت کوئی فرشتہ وغیرہ اس کی شکل میں نظر آ جاتا ہے، بلکہ اس جملے کے یہ معنی ہیں کہ باطن، اصطلاح میں اسمِ الٰہی کو کہتے ہیں، جس کا کسی مخلوق میں ظہور ہو (ظہور کے معنی مسئلہ ظاہر و مظہر میں بیان ہوں گے، انشاء اللہ تعالیٰ) پس شیخ کامل میں اسمِ ہادی کا فیض جاری ہوتا

---

[۱] مسلم/ ج ۲، ص ۶۷۱، رقم ۹۲۷۔ نسائی: ج ۴، ص ۹۴، رقم ۲۰۴۰، ابن ماجہ/ ج ۱، ص ۴۹۴، رقم ۱۵۴۷۔

ہے، سو باطن شیخ سے مراد اسم ہادی ہوا، چونکہ وہ حق تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے مکان اور زمان سے پاک ہے اور اس کا نور و فیض عام اور محیط ہے۔ اس اعتبار سے کہہ دیا جاتا ہے کہ باطن شیخ ہر جگہ ہے جس کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی کا فیض کسی زمانے یا جگہ کے ساتھ خاص نہیں اور چونکہ اس فیض کے حاصل کرنے کی قابلیت شیخ کی صحبت و تعلیم سے نصیب ہوئی اس لئے باطن کو شیخ کی طرف بادنیٰ تعلق مضاف کر دیتے ہیں۔ (۱)

نہی از اشتغال بہ انوار

مراقبات و معاملات میں اگر کچھ انوار وغیرہ نظر آئیں تو اپنے اعتقاد اور عمل کو درست رکھنا چاہیئے۔ اعتقاد کی درستی تو یہ ہے کہ اس کو حادث اور مخلوق سمجھے خالق اور قدیم نہ جانے کیونکہ حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں نہیں ہوسکتی اور عمل کی درستی یہ ہے کہ ان انوار میں دل نہ لگائے بلکہ اس کی نفی کر کے مطلوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہو جائے کیونکہ اگر چہ وہ انوار ملکوتی ہیں، لیکن پھر بھی مخلوق ہیں تو اس میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسا مال و زر میں مشغول ہونا اور اس راستے کی رکاوٹ ہونے میں دونوں برابر ہیں، ملکوت کے یہ نورانی پردے ناسوت کے ظلماتی پردوں (مال و زر وغیرہ) سے زیادہ شدید ہیں، کیونکہ ناسوتی موجودات کو آدمی رکاوٹ سمجھتا اور بے کار جانتا ہے اور ان میں زیادہ لذت بھی نہیں ہوتی اس لئے دل ان میں زیادہ نہیں پھنستا اور انسان ان کے دور کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ملکوتی انوار کو بہت بڑی چیز سمجھتا ہے اور اپنے مجاہدے کا پھل اور لذیذ جانتا ہے، اس لئے اگر دل اس میں الجھ گیا تو عمر بھر بھی اس قید سے نکلنے کی امید نہیں اور ساتھ ہی اگر ان انوار کو لاہوتی انوار (ذات و صفات حق) سمجھ گیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا۔ اس مقام پر بہت سے لوگ برباد ہوگئے اس لئے اس کو خوب سمجھ لینا چاہیئے کیونکہ اعتقاد اور عمل کی حفاظت کا اہتمام واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور شرع شریف کے خلاف کسی کام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی یا اجازت معلوم ہوئی تو اس کا اعتبار نہیں کیونکہ اوّل تو وہ خواب ہی ہے اور ہوسکتا ہے کہ دشمن لعین یعنی شیطان رجیم کسی طرح درمیان میں آ کر خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کر گیا ہو اور دیکھنے والے کو شک و شبہ میں ڈال دیا ہو۔ پس ہر مسئلے میں ظاہر شریعت مطابق اہل سنت و جماعت کا اعتبار کیا جائے۔

مسئلہ: کوئی نئی بات جو طریقت میں پیدا کریں دین کی بدعت سے کم نہیں۔

۱۔ اس قسم کے اور مسائل تصوف کی بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں

تحقیقِ خوارقِ عادات وکشف وکرامات

اب ہم خوارق عادات اور کشف وکرامات کے متعلق ضروری باتیں بیان کرتے ہیں جو ایک مقدمہ، چند مسائل اور ضروری فوائد پر مشتمل ہے۔

جاننا چاہئے کہ عادت کے خلاف باتوں کا کسی شخص سے واقع ہونا خوارق عادات کہلاتا ہے' اس کی چند قسمیں ہیں جن میں سے ایک کشف بھی ہے اور اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ کشف کونی

وہ یہ کہ موجودات کے حالات جو اس کی نظر سے غائب ہیں خواہ زمانہ ماضی کے ہوں یا مستقبل کے اس پر ظاہر ہو جائیں جیسا کہ بیہقیؒ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے جہاد کے لئے ایک لشکر بھیجا اور اس لشکر کا امیر ساریہ نام کے ایک شخص کو بنایا چنانچہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ پڑھ رہے تھے کہ عین خطبے ہی میں آپ نے آواز دی کہ اے ساریہ! پہاڑ کی جانب سے ہوشیار ہو جاؤ۔ آپ نے یہ اواز اس وقت دی تھی جبکہ کفار پہاڑ کے پیچھے مسلمانوں کی گھات میں بیٹھے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اتنی منزلوں کی دوری کے باوجود سب نظر آ گیا اسی لئے ساریہ کو خبردار کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس آواز کو وہاں تک پہنچادیا۔

۲۔ کشف الٰہی

یعنی اپنے اور دیگر سالکوں کے احوال سے سلوک کے راستہ میں خبردار ہو جائے اور ہر ایک کے متعلق اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبے کا پتہ لگ جائے اور وہ تمام علوم جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات سے تعلق رکھتے ہیں اسی قسم سے ہیں بشرطیکہ عالم مثال میں کشف کی آنکھ سے دیکھے۔

خوارق کی ایک قسم الہام بھی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ صوفی کے دل میں کوئی علم القا کردے اور ہاتف (غیبی فرشتے) کا کلام بھی اسی شمار میں ہے۔

اکثر دفعہ نفس اور شیطان کی طرف سے بھی ایک قسم کا القا ہوتا ہے اس کو وسوسہ کہتے ہیں، الہام

اور وسوسے میں یہ فرق ہے کہ الہام سے صوفیہ کے دل کو اطمینان اور سکون حاصل ہوتا ہے اور وسوسے سے اطمینان حاصل نہیں ہوتا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

استفت نفسك......و ان افتاك الناس (۱)

اپنے دل سے بھی فتویٰ پوچھ لیا کر اگر چہ لوگ تجھے کچھ ہی فتویٰ کیوں نہ دیں۔

یعنی اگر چہ علما ظاہر حال پر فتویٰ دیں لیکن صوفی کو چاہئے کہ اپنے دل سے بھی فتویٰ پوچھے، بات یہ ہے کہ صوفی کا دل حرام سے طبعی طور پر نفرت کرتا ہے اگر چہ باعتبار ظاہر کے علما اس کو جائز اور مباح کہتے ہوں اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ ینظر بِنُوْرِ اللّٰهِ (۲)

مومن کی فراست اور عقل مندی سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے (جو کہ اس کے دل میں ہے) دیکھتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک قسم تاثیر بھی ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ یہ کہ مرید کے دل میں اثر کرے اور اس کو اللہ تعالیٰ کی جانب جذب کرے۔

۲۔ عالم کون و فنا کی تاثیر ہے کہ حق تعالیٰ کے تمام امور اس کے ارادے اور مرضی کے موافق ظہور میں آئیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام جس وقت حضرت مریم علیہا السلام کے پاس گئے اور ان کے پاس غیب سے رزق پایا، یہ بھی اسی قسم سے ہے۔

مسئلہ اوّل: اب یہ جاننا چاہئے کہ جو خرق عادت کسی نبی سے زمانہ نبوت میں ظاہر ہو وہ معجزہ کہلاتا ہے اور اگر بعثت سے پہلے ظاہر ہو تو اسے ارہاص کہتے ہیں۔ اور جو کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری تابعداری کرنے والے سے ظاہر ہو اور قانون عادت سے خارج ہو وہ کرامت ہے۔

پس اگر وہ چیز عادت کے خلاف نہ ہو تو کرامت نہیں ہے اور جو خرق عادت عام مسلمانوں سے ظاہر ہو اسے معونت کہتے ہیں۔

اور جس شخص سے وہ چیز ظاہر ہوئی ہے اگر وہ اپنے تئیں کسی نبی کا پیرو نہیں کہتا وہ بھی کرامت نہیں ہے جیسے جوگیوں، ساحروں وغیرہ سے بعض ایسی باتیں واقع ہوتی ہیں اور اگر وہ شخص نبی کی تابعداری کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن اصل میں وہ تابع نہیں ہے، خواہ اصول میں اختلاف کرتا ہو، جس طرح اہل

۱۔ یہ ایک طویل روایت کا حصہ ہے، یہ روایت متعدد مقامات پر مذکور ہے، دیکھئے: احمد: ج۴، ص۲۲۸۔ الدارمی: ج۲، ص۳۲۰، رقم ۲۵۳۳۔ مجمع الزوائد: ج۱، ص۱۷۵

۲۔ ترمذی: ج۵، ص۲۹۸، رقم ۳۱۲۷۔ المعجم الکبیر: ج۸، ص۱۰۲

بدعت یا فرع میں جیسے فاسق و فاجر اس سے بھی اگر ایسا امر واقع ہو تو وہ بھی کرامت نہیں ہے بلکہ یہ سب استدراج ہے۔

جس کا نقصان یہ ہے کہ یہ شخص خرق عادت کی وجہ سے اپنے آپ کو کامل سمجھتا ہے اور اس دھوکے میں حق تلاش کرنے اور حق کی پیروی کرنے کی کوشش نہیں کرتا، نعوذ باللہ کتنا بڑا نقصان ہے۔ پس کرامت اس وقت کہلائے گی جبکہ وہ کسی سنت کی پیروی کرنے والے اور پرہیزگار مومن آدمی سے ظاہر ہو۔ اب ہمارے زمانے میں جس شخص سے کوئی عجیب بات واقع ہوئی لوگ اس کو غوث اور قطب قرار دے دیتے ہیں، خواہ اس شخص کے کیسے ہی عقائد ہوں اور کیسے ہی اعمال اور اخلاق ہوں، یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ بزرگوں نے صاف صاف فرما دیا ہے کہ اگر کسی شخص کو ہوا میں اڑتا ہوا یا پانی پر چلتا ہوا دیکھو مگر وہ شریعت کا پابند نہ ہو تو اس کو بالکل ہیچ سمجھو اور اس سے پرہیز کرو۔

مسئلہ دوم: اور جاننا چاہئے کہ کرامت کے لئے نہ اس ولی کو اس کا علم ہونا ضروری ہے اور نہ اس کے ارادے کا اس سے تعلق ہونا لازمی ہے اور کبھی علم ہوتا ہے اور ارادہ نہیں ہوتا اور کبھی علم اور ارادہ دونوں ہوتے ہیں۔ اس بنا پر کرامت کی تین قسمیں ہوئیں۔

۱۔ جہاں علم بھی ہو اور ارادہ بھی جیسے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان مبارک سے دریائے نیل کا جاری ہونا۔

۲۔ جہاں علم ہو اور ارادہ نہ ہو جیسے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم میووں کا آجانا۔

۳۔ جہاں نہ علم ہو نہ ارادہ جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانا اور کھانے کا دو چندسہ چند ہو جانا۔

چنانچہ خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعجب ہوا جس سے ان کے علم و ارادہ کا پہلے سے متعلق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور ایک قسم عقلی شبہ کے طور پر ہے جو واقعے کے خلاف ہے یعنی ارادہ ہو اور علم نہ ہو کیونکہ بغیر علم کے ارادہ ممکن نہیں اور تصرف و ہمت و توجہ پہلی قسم کو کہتے ہیں، دوسری اور تیسری قسم کو نہیں کہتے، البتہ برکت و کرامت ہے۔

مسئلہ سوم: اور جاننا چاہئے کہ ایک اور لحاظ سے کرامت کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حسی، ۲۔ معنوی

عام لوگ اکثر حسی کو جانتے ہیں اور اسی کو کمال سمجھتے ہیں، جیسے کسی کے دل کے حال سے واقف ہو جانا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا وغیرہ اور خواص (کاملوں) کے نزدیک بڑا کمال معنوی کرامت ہے

یعنی شریعت پر قائم رہنا اچھے اخلاص کی عادت ہونا، نیک کاموں کا پابندی اور بے تکلفی سے ہونا، حسد و کینہ اور دوسری بری عادتوں سے دل کا پاک ہو جانا، کوئی سانس غفلت میں نہ گزارنا وغیرہ۔ یہ وہ کرامت ہے جس میں استدراج کا شبہ نہیں۔ پہلی قسم کے برخلاف کہ اس میں شبہ موجود ہے اسی لئے کامل بزرگ کرامت کے ظاہر ہوتے وقت بہت ڈرتے ہیں کہ کہیں یہ استدراج نہ ہو، یا خدانخواستہ اس سے نفس میں غرور نہ پیدا ہو جائے۔

بیرون گور لاف کرامت چہ می زنی
ایمان اگر بگور بری صد کرامت است

قبر سے باہر کرامت کی ڈینگیں کیا مارتے ہو، اگر قبر تک ایمان سلامت لے گئے تو یہ کرامت ہے۔

یا اس کی وجہ سے عام لوگوں میں شہرت و امتیاز پیدا ہو کر ہلاکت کا سبب نہ ہو اور اس کو اس طرح چھپاتے ہیں جیسے حیض والی عورت حیض کے کپڑوں کو، بلکہ بعض نے فرمایا ہے کہ بعض اولیا کرامؒ نے مرتے وقت تمنا کی ہے کہ کاش دنیا میں ہماری کوئی کرامت ظاہر نہ ہوئی ہوتی تا کہ اس کا اجر اور بدلہ بھی ہمیں آخرت میں ملتا کیونکہ یہ بات مقرر ہے کہ جس قدر دنیا میں کسی نعمت میں کسی کو کمی رہے گی اس کا بدلہ آخرت میں عنایت ہوگا۔

مسئلہ چہارم: اور جاننا چاہئے کہ بعض علماء نے کرامت کی طاقت کی ایک خاص حد مقرر کی ہے اور جو کام بہت ہی بڑے ہیں جیسے بغیر باپ کے اولاد ہونا یا کسی جمادات کا حیوان بن جانا یا ملائکہ کا باتیں کرنا وغیرہ اس کا ہونا کرامت سے نہیں مانا ہے مگر محققین کے نزدیک کوئی حد نہیں کیونکہ وہ فعل اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، صرف اس کا ظہور ولی کے ہاتھ پر ہوا ہے تا کہ اس کی بزرگی اور اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اور مقبولیت ظاہر ہو، پس جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کی کوئی حد نہیں تو کرامت کیسے محدود ہو سکتی ہے۔ رہا یہ شبہ کہ معجزہ کے ساتھ برابری لازمی آنے کا خوف ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جب کرامت والا خود کہتا ہے کہ میں نبی کا غلام ہوں تو جو کچھ اس سے ظاہر ہوا ہے وہ اس نبی کی پیروی سے ہے، مستقل نہیں جو اس شبہہ کی گنجائش ہو البتہ جس خرق عادت کی نسبت نبی کا ارشاد ہو کہ اس کا واقع ہونا بالکل ناممکن ہے وہ بطور کرامت واقع نہیں ہو سکتا جیسے قرآن مجید کی مثل لانا۔

مسئلہ پنجم: اور جاننا چاہئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اپنی کرامت کو چھپانا واجب ہے مگر جہاں اظہار کی ضرورت ہو یا غیب سے اجازت ہو، یا حالت اس قدر غالب ہو کہ اس میں ارادہ اور

اختیار باقی نہ رہے، یا کسی طالب حق و مرید کے یقین کو پختہ کرنا مقصود ہو تو وہاں اظہار جائز ہے۔

مسئلہ ششم: اور جاننا چاہئے کہ بعض کامل ولی بندگی اور رضا کے غلبے کے مقام میں ہوتے ہیں اس لئے وہ کسی چیز میں تصرف نہیں کرتے اس وجہ سے ان کی کرامتیں معلوم نہیں ہوتیں اور بعضوں کو قوت تصرف ہی عنایت نہیں ہوتی، تسلیم و تفویض ہی ان کی کرامت ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ولایت کے لئے کرامت کا پایا جانا یا ظاہر ہونا ضروری نہیں اور نہ خوارق کا کثرت سے ہونا فضیلت کا سبب ہے اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا کامل ولی بھی کسی ادنیٰ سے صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ حالانکہ صحابہ کرامؓ سے خوارق بہت کم واقع ہوئے ہیں، بخلاف بعض اولیا کے کہ ان سے بہت کثرت سے ظاہر ہوئے ہیں، بات یہ ہے کہ ثواب کے زیادہ ہونے کا نام بزرگی ہے اور لذتوں اور حظوظ کا نام خوارق ہے۔ خوارق سے کچھ ثواب نہیں ملتا بلکہ عبادت سے ثواب ملتا ہے، یہی وجہ ہے کہ محدثینؒ نے صحابہ کرامؓ کے کرامات کو ان کے مناقب کے بیان میں ذکر نہیں کیا بلکہ ان کا باب ہی علیحدہ باندھا ہے اور خرق عادت تو بعض جوگیوں سے بھی ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ مقدمے میں بیان ہو چکا ہے۔

مسئلہ ہفتم: اور جاننا چاہئے کہ بعض اولیاء اللہ سے مرنے کے بعد بھی تصرفات و خوارق ظاہر ہوتے ہیں اور یہ بات معنوی طور پر تواتر کی حد کو پہنچ گئی ہے جس میں شبہ کی گنجائش نہیں،

مسئلہ ہشتم: اور جاننا چاہئے کہ کرامت کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ وہ طبعی (کیمیاوی) اسباب سے نہ پیدا ہوئی ہو، خواہ وہ اسباب ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ اس مقام پر لوگوں کو دو قسم کی غلطی واقع ہو جاتی ہے۔

۱۔ بعض تو محض عجیب کاموں کو کرامت سمجھتے ہیں اور عامل کے کمال کا اعتقاد کر لیتے ہیں، آج کل اس قسم کے بہت قصے واقع ہو رہے ہیں، مثلاً مسمریزم، فریمیسن، حاضرات، ہمزاد کا عمل، عملیات و نقوش، طلسمات و شعبدات، تاثیرات عجیبہ ادویات، سحر، چشم بندی وغیرہ کہ اس میں بعض کے آثار تو محض خیالی ہیں اور بعض قوت خیالیہ کا کرشمہ ہیں۔

۲۔ اور بعض جو واقعی کرامت اور قوت قدسیہ سے تعلق رکھتے ہیں تو عام لوگ ان کو اسباب طبعیہ سے سمجھ کر سب کو ایک لاٹھی سے ہانکتے ہیں۔ صاحب بصیرت طالب حق اگر انصاف کی نظر سے دیکھے تو اس کو قرینے سے صاف فرق معلوم ہو جائے گا کہ اس فعل میں قوائے طبعیہ کو دخل ہے یا محض قوت قدسیہ ہے یا کسی قوت کو بھی دخل نہیں ہے، محض غیب سے ایسا ہی ہونے والا ہے۔

فائدہ: مسمر یزم قوت خیالیہ کا ایک کرشمہ ہے جو اس کے بانی مسمر (Mesmer) کے نام کے ساتھ منسوب ہے معمولی سے فرق سے اسی کو ہپناٹزم (Hypnotism) بھی کہتے ہیں، اس کا عامل اپنی قوت خیالیہ کی مشق سے معمول پر مصنوعی نیند طاری کر کے ایک عارضی وقت تک کے لئے اس کو بے ہوش کر دیتا ہے اور اس سے مختلف سوالوں کے جواب حاصل کر کے حاضرین کو حیرت میں ڈال دیتا ہے عام لوگ بلکہ خود اس کی مشق کرنے والے خیال کرتے ہیں کہ معمول میں روحیں آتی ہیں اور جواب دیتی ہیں اور اصل میں یہ قوت خیالیہ کا محض تصرف ہے، یہ فن آج کل کثرت سے رائج ہے، لوٹا گھما کر چور معلوم کرنا وغیرہ بھی مسمر یزم کی ایک شاخ ہے، یہی وجہ ہے کہ جس کی طرف زیادہ خیال ہوتا ہے اسی کا نام نکل آتا ہے۔ چنانچہ اگر دو عاملوں کے سامنے دو شخصوں پر چوری کا گمان ظاہر کر دیا جائے اور دونوں الگ الگ اس عمل کو کریں تو دونوں جگہ وہی مختلف مشتبہ نام نکلیں گے جس کا دل چاہے آزمالے یہ قوت خیالیہ عجیب چیز ہے اس سے عجیب وغریب چیزیں ظاہر ہوتی ہیں اور انجان لوگ اس کو غلطی سے قوت قدسیہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ صوفیوں میں جو توجہ کا طریقہ ہے وہ بھی خیال کا تصرف اور کسب سے حاصل ہونے والی چیز ہے۔ لیکن ان کی غرض چونکہ محمود ہے اس لئے ان کی توجہ بھی محمود ہے اگرچہ کوئی کمال نہیں اور انبیا علیہم السلام کے معجزات اور اولیائے کرام کی کرامت یہ محض وہبی (جو کسی کسب کے بغیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ہو) اور غیر مکتسب (جو بغیر کسب ومحنت کے حاصل ہو) ہیں ان سب کو ایک سمجھنا سخت غلطی ہے۔

فری میسن: فری میسن کے متعلق ایک معتبر شخص نے اپنا مشاہدہ بیان کیا، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ ایک مجلس ہے جس کا مقصد ایک جماعت میں باہم اتحاد و اتفاق قائم کرنا ہے اور وہاں یہی معاہدہ لیا جاتا ہے اور اس معاہدہ کی وقعت وشوکت پیدا کرنے کے لئے پوشیدہ رکھنے کا خیال رکھا گیا ہے اور اس پوشیدگی کے لئے خاص اسباب جمع کئے گئے ہیں چنانچہ ہر شخص کو اپنی مجلس میں نہیں لیتے بلکہ جو دنیا کے اعتبار سے معزز ہو کیونکہ عموماً ایسے لوگوں کو اپنے عہد کا پاس ہوتا ہے تو وہ پوشیدگی کے عہد کو بھی پورا کریں گے اور مذہبی اعتبار سے صانع عالم کا قائل ہوتا کہ پوشیدگی پر جو عہد اور قسم اس سے لی جائے وہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کو پورا کرے اللہ تعالیٰ کو نہ ماننے والے دہریے اور لامذہب کو نہیں لیتے، فیس بھی کافی لیتے ہیں کیونکہ یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جو کام مال خرچ کر کے حاصل کیا جاتا ہے گو وہ معمولی ہی کیوں نہ ہو اس کو ظاہر کرنے میں رکاوٹ ہوتی ہے، اس کے بعد اس کو اس مکان میں جو اسی کام کے لئے مقرر ہے پہنچاتے ہیں مکان کی صورت بھی وحشت ناک بنائی ہے کہ اونچے اونچے ستون

ہیں، اس کے درجوں میں وسعت بہت کم ہے تنگ مکانات ہیں پھر رات کو داخل کرتے ہیں اور اس وقت روشنی بہت دھیمی کر دیتے ہیں کہ اس صورت سے دل پر خوف چھا جانا قدرتی بات ہے اور بڑی ذلت کے ساتھ لے جاتے ہیں کہ پہلا لباس اتروا کر وہیں کی وردی جو بالکل مردہ کی سی کفنی ہوتی ہے پہنا کر گلے میں رسی ڈال کر کشاں کشاں لاتے ہیں وہاں ایک آدمی پہلے سے چھپا ہوا ہوتا ہے اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار یا برچھی ہوتی ہے، یہ فریمیسن ہونے والا شخص جس وقت اس مکان میں قدم رکھتا ہے وہ شخص دفعتاً اس کی بے خبری میں اس تلوار یا برچھی کی نوک اس کے پہلو پر رکھ دیتا ہے جس سے اس پر ایک عجیب خوف چھا جاتا ہے اور اس وقت اسے اپنی جماعت کی ہمدردی اور ان کی جانی و مالی امداد کے عہد لئے جاتے ہیں اور اس کی پوشیدگی کا عہد بھی لیا جاتا ہے اور قسم کے ساتھ بددعائیں بھی ہوتی ہیں کہ اگر میں یہاں کا راز ظاہر کروں تو میں ہلاک ہو جاؤں اور یہ برچھی یا تلوار میرے جگر سے پار ہو جائے ومثل ذالک۔

اب ظاہر ہے کہ ایک تو مذہبی پابندی کی وجہ سے خدا کا خوف پھر ان بددعاؤں کا ڈر، پھر اتنا مال خرچ کر کے اس کو معلوم کرنا پھر دنیوی عزت کی وجہ سے اپنی اس ذلت کو ظاہر کرتے ہوئے شرمانا یہ سب پوشیدگی کے تاکیدی سبب ہیں، پھر کچھ وہاں معماری کے آلات بھی ہوتے ہیں جن کی خاص معنوں کے لئے خاص اصطلاحیں مقرر کی گئی ہیں مثلاً بسولے کو زور سے زمین پر مارتے ہیں جو عہد کی مضبوطی کی طرف اشارہ ہے اسی لئے اس کو فری میسن (Mason Free) ''آزاد معمار'' کہتے ہیں اور اسی لئے وہ لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس کے بانی نعوذ باللہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں جن کو تعمیرات کا شوق تھا اور یہ دعویٰ فسانہ عجائب سے کم نہیں پھر اس میں مختلف درجے ہیں، جن میں زمانے اور جگہوں کے اختلاف سے تبدیلی ہوتی رہتی ہے یعنی انگلستان میں کچھ ہے تو جرمن میں کچھ اور اسی طرح کسی سنہ میں کچھ ہے تو دوسرے سنہ میں کچھ اور ہے مگر حاصل اسی قدر ہے باقی نہ وہاں ارواح ہیں نہ جن اور نہ کوئی عجیب چیز ہے۔ ہاں ہوسکتا ہے کہ واہمہ کے غلبے سے دور کے واقعے کی اطلاع خطرے کے طور پر ہو جائے۔ جیسا کہ اکثر زیادہ فکر میں ایسا ہو جاتا ہے۔ اس راوی سے دریافت کیا گیا کہ تم نے قسم کے باوجود کیسے ظاہر کیا؟ جواب دیا کہ اتفاقی بات ہے کہ مجھ سے قسم اس قید کے ساتھ لی گئی کہ نااہل پر ظاہر نہ کروں گا۔ نیز اس سے پوچھا گیا کہ ایک فریمیسن دوسرے سے مل کر پہچان لیتا ہے کہ یہ بھی فریمیسن ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب دیا کہ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان میں کچھ خاص اشارے ہیں اگر ایک شخص نے ان کو ادا کیا اور دوسرے نے جواب دیا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بھی فریمیسن ہے اگر جواب نہ دیا تو معلوم نہیں ہوسکتا۔ اس روایت کے بعد ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ

ایک فریمیسن کے پاس وہاں کی چھپی ہوئی کتاب ملی جس کو انہوں نے پوشیدہ مطالعہ کیا اسے کسی دہریے انگریز نے دھوکے سے فریمیسن ہو کر حلف توڑ کر لکھا ہے سو اس کے مضامین اور یہ روایت بالکل مطابق پائے گئے۔

اب اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ ان باریک فسادوں سے قطع نظر کر کے جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں محض اس فساد کی بنا پر بھی کہ اس میں کافروں اور فاسق و فاجروں سے بلاضرورت دوستی کا عہد و التزام کیا جاتا ہے پھر ہمدردی میں حق و ناحق کی کوئی پروا نہیں کی جاتی خواہ اس میں کسی پر ظلم ہی کیوں نہ ہو جائے اور یہ دونوں امور حرام ہیں لہٰذا بالیقین فریمیسن حرام اور معصیت ہے نیز اپنے مسلمان بھائیوں میں طرح طرح کے شبہوں سے تہمت لگائی جاتی ہے اور تہمت سے بچنا واجب ہے۔ اس بارے میں دانستہ ذرا تطویل و تفصیل سے کام لیا گیا ہے تاکہ اس کی برائی خوب واضح ہو جائے اور اس قسم کی صورتوں میں یہ تقریر مفید ہو۔

حاضرات

مسمریزم کی طرح اس کا عامل بھی انگوٹھے کے ناخن پر یا کسی ڈبیا وغیرہ میں چمکدار سیاہی لگا کر اس میں اپنی شکل کا تصور دیکھنے والے کو کراتا ہے، خاکروب، سقہ اور فراش کی خیالی آمد و رفت اور خدمات انجام دینے کے بعد ارواح یا جنات کے بادشاہ کا آنا تصور کراتا اور اس سے معمول کے ذریعے حاضرین کے سوالات کا جواب لیتا اور ان کو اپنا گرویدہ بنا کر طرح طرح سے پیسے ٹھگتا ہے۔

ہمزاد

عَـنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٌ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اِلَّا وَقَدْ وُكِّلَ بِهٖ قَرِيْنُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ قَرِيْنُه' مِنَ الْمَلَآئِكَةِ (١)

ہمزاد کا عمل کرنے والے حدیث مذکورہ سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہی موکل ہمزاد ہے اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کے دو عمل ہیں ایک جس کے ذریعے فرشتہ (ملہم) مؤکل کو قابو کیا جاتا ہے اور اس کو شرع کے مطابق بیان کرتے ہیں یہ علوی کہلاتا ہے اور دوسرا سفلی ہے۔ جس کے ذریعے جن (اہرمن) مؤکل کو قابو کرتے ہیں اور اس ہمزاد کے ذریعے مختلف شعبدے (مثلاً روپے منگانا، بے موسم پھل منگانا وغیرہ) دکھا کر لوگوں کو اپنا شکار بناتے ہیں یہ سب قوتِ متخیلہ کے کرشمے ہیں

۱۔ ابن خزیمہ: ج ۱، ص ۳۳۰، رقم ۶۵۸۔ دارمی: ج ۲، ص ۳۹۶، رقم ۲۷۳۴

اور شرعاً ان کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ ان کے ذریعے سے لوگوں کو دھوکا دینا حرام مطلق ہے، خوب سمجھ لیجئے عملیات ونقوش مثلاً چور کو معلوم کرنے کا عمل، زبان بندی وتلوار بندی وغیرہ کے عملیات ونقوش اور طلسمات وشعبدات وتاثیرات عجیبہ ادویات مثلاً کافور کی ٹکیہ جلا کر پانی میں چھوڑ کر پانی میں آگ لگانا، پیاز کے پانی سے لکھ کر سائے میں خشک کر کے آگ سے سینک کر حروف نمودار کرنا وغیرہ اس فن کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں اور لوگ اس کو کمال سمجھتے ہیں۔ سحر یعنی جادو اور چشم بندی جو مداری کا تماشا کرنے والے عام طور پر اس کے اثرات دکھاتے ہیں یہ سب شرع شریف کے خلاف ہے چہ جائیکہ کمال ہوں خوب سمجھ لیجئے۔

مسئلہ نہم: جاننا چاہئے کہ جن افعال کا ظاہری قوتوں سے کرنا منع ہے ان کا باطنی قوتوں سے کرنا بھی منع ہے جیسے کسی بے گناہ کو قتل کرنا، یا کسی کے قلب پر زور ڈال کر اس سے کچھ روپیہ لے لینا، یا کسی کا پوشیدہ راز معلوم کرنا۔ بعض لوگ مطلق خرق عادت کو ولایت کا جز و سمجھ کر ان سب تصرفات کو حلال اور کرامت میں سمجھتے ہیں وہ غلط ہے۔

مسئلہ دہم: جاننا چاہئے کہ ولی سے اتفاقاً کوئی امر ناجائز واقع ہونا اس کی ولایت اور کرامت میں نقص نہیں ڈالتا بشرطیکہ اس پر اصرار نہ ہو اور معلوم ہونے پر توبہ کر لے اور یہی حکم اختلافی مسئلہ کی غلط شق اختیار کرنے سے ہے۔

فائدہ: اگر اتفاقاً دو شخصوں کے کشف ایک ہی نکل آئیں تو ظن غالب کا درجہ ہوگا جیسا اذان کی ابتدا کے سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کشف اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک پر غسل کپڑوں سمیت دینے کا کشف حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اور اگر دو کشف باہم مختلف ہوں تو ان میں سے وہی زیادہ اعتبار کے قابل ہے جس کی تائید شرع شریف سے بھی ہوتی ہے اور اگر اس میں شرع چپ ہو اور دونوں کشف ایک ہی شخص کے ہوں تو اخیر کا کشف زیادہ معتبر اور بہتر ہے۔ اگر کشف والے دو شخص ہوں تو اس کا کشف زیادہ معتبر ہوگا جو صحو د ہوش میں ہو بہ نسبت اس کے جو سکر (مستی) کی حالت میں ہو اور اگر دونوں ہوش اور مستی کی حالت میں برابر ہوں تو اس کا کشف زیادہ بہتر ہوگا کہ جس کا کشف کبھی بھی خلاف شرع واقع نہ ہوا ہو۔ اس طرح زیادہ خلاف والے کے مقابلے میں کم خلاف ہونے والے کے کشف کا اعتبار ہوگا۔ پھر اس شخص کا کشف زیادہ معتبر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کا زیادہ مقرب ہوگا یعنی زیادہ متقی ہوگا اگر ایک ہی کشف دس آدمیوں پر ظاہر ہوا اور دوسرا کشف صرف ایک ہی آدمی پر ہو تو دس آدمیوں والے کشف کو ترجیح دی جائے گی اور اگر وہ ایک

آدمی ان تمام آدمیوں سے زیادہ قوی ہو تو اس کا کشف اس جماعت کے کشف سے زیادہ بہتر ہوگا۔ ان تمام امور میں الہام کا بھی وہی حکم ہے جو کہ کشف کا ہے۔

فائدہ: جاننا چاہئے کہ سب سے بڑی اور اصلی کرامت شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر استقامت کا حاصل ہونا ہے۔ بزرگوں کا مقولہ ہے: اَلْاِسْتِقَامَۃُ فَوْقَ الْکَرَامَۃِ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّـذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ○ (۱)

بے شک جن لوگوں نے دل کے اقرار کے ساتھ کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ثابت رہے ان پر فرشتے نازل ہوں گے (اور کہیں گے کہ) تم اندیشہ اور غم نہ کرو اور تم خوشخبری سنو اس بہشت کی کہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

پس اصلی کرامت شریعت کی پابندی ہے۔

۱۔ حٰم سجدہ: ۳۰

دل کی بیماریاں اور ان کا علاج

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دل کی اصلاح سے جسم کی اصلاح ہوتی ہے اس سے نیک عملوں اور عبادت کی رغبت اور اس میں خلوص حاصل ہوتا ہے اور یہ کہ دل کی اصلاح کا سب سے کامیاب ذریعہ ذکر الٰہی ہے۔ اب یہاں دل کی چند مشہور بیماریوں کے خاص خاص علاج اور پرہیز درج ذیل کئے جاتے ہیں، ان کو سمجھ کر عمل کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

زیادہ کھانے کی برائی اور اس کا علاج

بہت سے گناہ پیٹ کے زیادہ پالنے سے پیدا ہوتے ہیں اس میں کئی باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔ مزیدار کھانے کے پابند نہ بنو۔ کبھی کبھی کھالو تو مضائقہ نہیں، پابندی نہ کرو، حرام روزی سے بچو، کیونکہ جو جسم حرام غذا سے پلتا ہے جنت اس پر حرام ہوتی ہے، مگر بچپن میں جو ماں باپ کھلاتے ہیں وہ گناہ ان کے ذمے ہے، یہ اس سے مستثنیٰ ہے، حکم بالغ ہونے کے بعد کا ہے، پیٹ حد سے زیادہ نہ بھرو بلکہ دو چار لقمے کی بھوک رکھ کر کھاؤ، اس میں بہت سے فائدے ہیں۔

۱۔ دل صاف رہتا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی پہچان ہوتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

۲۔ دل میں رقت اور نرمی رہتی ہے، جس سے دعا اور ذکر میں لذت معلوم ہوتی ہے۔

۳۔ نفس میں بڑائی اور سرکشی نہیں ہونے پاتی۔

۴۔ نفس کو تھوڑی سی تکلیف پہنچتی ہے اور تکلیف کو دیکھ کر عذاب الٰہی یاد آتا ہے جس سے نفس گناہوں سے بچتا ہے۔

۵۔ گناہوں کی رغبت کم ہو جاتی ہے۔

۶۔ طبیعت ہلکی رہتی ہے نیند کم آتی ہے، تہجد اور دوسری عبادتوں میں سستی نہیں ہوتی۔

۷۔ بھوکوں اور عاجزوں پر رحم آتا ہے بلکہ ہر ایک کے ساتھ رحم دلی پیدا ہوتی ہے۔

زیادہ بولنے کی برائی اور اس کا علاج

امام غزالی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انسان کا کلام تین حال سے خالی نہیں، یا تو وہ کلمہ خیر ہے یا کلمہ شر، یا وہ نہ خیر ہے نہ شر، تو کلمہ شر کی برائی تو ظاہر ہے اور جو کلمہ نہ خیر ہے نہ شر، تو وہ لغو ہوا اور لغویات سے احتراز عقلاً بھی واجب ہے، رہ گیا کلمہ خیر تو یہ بھی آفات سے خالی نہیں، ریا، سمعہ، فضیحت، تحقیر، خودنمائی وغیرہ اس کے محرکات ہو سکتے ہیں۔ صرف ان مواقع میں جہاں یہ چیزیں نہ ہوں کلمہ خیر جائز ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زبان کو قابو میں رکھنا چاہئے۔

نفس کو زیادہ بولنے میں بھی مزہ آتا ہے اور اس سے سیکڑوں گناہوں میں پھنس جاتا ہے۔ جھوٹ، غیبت، کوسنا اور کسی کو طعنہ دینا اپنی بڑائی جتانا، خواہ مخواہ کسی سے بحث کرنا، امیروں کی خوشامد کرنا، ایسی ہنسی کرنا جس سے کسی کا دل دکھے وغیرہ، ان آفتوں سے بچنا جب ہی ممکن ہے کہ زبان کو روکے اور اس کے روکنے کا طریقہ یہی ہے کہ جو بات منہ سے نکالنی ہو جی میں آتے ہی نہ کہہ ڈالو، بلکہ پہلے خوب سوچ سمجھ لو کہ اس بات میں کسی طرح کا گناہ ہے یا ثواب، یا یہ کہ نہ گناہ ہے نہ ثواب، اگر وہ بات ایسی ہے کہ جس میں تھوڑا یا بہت گناہ ہے تو اپنی زبان بالکل بند کرلو، اگر نفس اندر سے تقاضا کرے تو اس کو یوں سمجھاؤ کہ اس وقت تھوڑا سا جی کو مار لینا آسان ہے اور دوزخ کا عذاب بہت سخت ہے، اور اگر وہ بات ثواب کی ہے تو کہہ ڈالو اور اگر نہ گناہ ہے نہ ثواب تو بھی مت کہو، اور بہت ہی دل چاہے تو تھوڑی سی کہہ کر چپ ہو جاؤ۔ ہر بات میں اسی طرح سوچا کرو، تھوڑے دنوں میں بری بات کہنے سے خود نفرت ہو جائے گی۔ اور زبان کی حفاظت کی ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ بلا ضرورت کسی سے نہ ملو، جب تنہائی ہوگی خود ہی زبان خاموش رہے گی۔ **اَلسَّلَامَۃُ فِی الْوَحْدَۃِ** سلامتی تنہائی میں ہے۔

غیبت اور اس کا علاج

غیبت گناہ کبیرہ ہے لیکن بہت عام ہے۔ بلکہ ہماری گفتگو میں دلچسپی ہی اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں غیبت کرنے والے کے متعلق فرمایا ہے کہ

اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ (۱)

کیا تم اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتے ہو۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے:

۱۔ الحجرات: ۱۲

ایاکم و الغیبۃ، فان الغیبۃ اشد من الزنا (۱)

غیبت سے دور رہو کہ غیبت زنا سے بھی بدتر ہے۔

کیونکہ زنا سے توبہ قبول کر لی جاتی ہے لیکن غیبت سے توبہ قبول نہیں کی جاتی، جب تک کہ وہ شخص جس کی غیبت کی ہے معاف نہ کرے۔ غیبت یہ ہے کہ کسی شخص کے متعلق اس کی غیر موجودگی میں ایسی بات کہی جائے کہ اگر وہ سن لے تو اسے ناپسند ہو، جبکہ وہ بات سچ ہو، اور اگر وہ سچ نہ ہو تو بہتان ہے۔ غیبت صرف زبان سے نہیں بلکہ آنکھ، ہاتھ، اشارے اور تحریر سے بھی حرام ہے، بلکہ دل سے غیبت کرنا (بدگمانی) بھی حرام ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میں میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، جن سے وہ اپنے چہرے نوچ رہے تھے، میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے کہا یہ لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی آبروؤں کے درپے تھے۔ (۲)

یہ بھی یاد رکھیں کہ غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کے نامہ اعمال سے خارج کر کے اس شخص کے نامہ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں جس کی غیبت کی گئی ہے۔ ایک حدیث یہ بھی ہے کہ غیبت نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتی ہے جیسے آگ ایندھن کو۔

اگر کسی میں کوئی عیب دیکھے تو اس کی اچھی توجیہ کر لے اور غور کر لے کہ خود مجھ میں بھی تو بہت سے عیب ہیں، اگر خدانخواستہ کسی کی غیبت سرزد ہو جائے تو شرمندگی کے ساتھ توبہ کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے عتاب سے محفوظ رہے، اور اس شخص سے معافی مانگے تاکہ اپنے کئے ہوئے ظلم سے نجات پائے۔ اس کے ساتھ مراعات کرے اور اس کے لئے دعا بھی مانگے تاکہ وہ خوش ہو۔ پھر بھی اسے حق حاصل ہے کہ وہ معاف کرے یا نہ کرے۔

غصے کی برائی اور اس کا علاج

غصے میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی اور انجام سوچنے کا ہوش نہیں رہتا، اس کی زبان سے بھی جابجا نکل جاتا ہے اور ہاتھ سے بھی زیادتی ہو جاتی ہے اس لئے اس کو بہت روکنا چاہئے اور اس کو روکنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ کرے کہ جس پر غصہ آیا ہے اس کو اپنے روبرو سے ہٹا دے اگر وہ نہ

۱۔ ہناد: الزہد: ج ۲، ص ۵۶۵، رقم ۱۱۷۸۔ مجمع الزائد: ج ۸، ص ۹۱

۲۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۲۶۹، رقم ۴۸۷۸۔ احمد: ج ۳، ص ۲۲۴، رقم ۱۳۳۶۴

ہٹے تو خود اس جگہ سے ٹل جائے، پھر سوچے کہ جس قدر یہ شخص میرا قصوروار ہے اس سے زیادہ میں اللہ تعالیٰ کا قصوروار ہوں اور جیسا میں چاہتا ہوں کہ اللہ پاک میرا قصور معاف کر دے ایسا ہی مجھے بھی چاہئے کہ میں اس کا قصور معاف کر دوں، اور زبان سے اعوذ باللہ کئی بار پڑھے اور پانی پی لے یا وضو کر لے اور کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے اس سے غصہ جاتا رہے گا۔ پھر جب عقل ٹھکانے ہو جائے اس وقت بھی اگر اس قصور پر سزا دینا مناسب معلوم ہو مثلاً سزا دینے میں اسی قصور کرنے والے کی بھلائی ہے جیسے اپنی اولاد ہے کہ اس کو سدھارنا ضرور ہے یا سزا دینے میں دوسرے کی بھلائی ہے جیسے اس شخص نے کسی پر ظلم کیا تھا، اب مظلوم کی مدد کرنا اور اس کے واسطے بدلہ لینا ضرور ہے اس لئے سزا کی ضرورت ہے تو اوّل خوب سمجھ لے کہ اتنی خطا کی کتنی سزا ہونی چاہئے۔ جب اچھی طرح شرع کے موافق اس بات میں تسلی ہو جائے تو اسی قدر سزا دے دے۔ چندروز اسی طرح غصہ روکنے سے پھر خود بخود قابو میں آ جائے گا اور تیزی نہ رہے گی۔ کینہ بھی اسی غصے سے پیدا ہو جاتا ہے، جب غصے کی اصلاح ہو جائے گی کینہ بھی دل سے نکل جائے گا۔

حسد کی برائی اور اس کا علاج

کسی کو کھاتا پیتا یا پھلتا پھولتا، عزت آبرو سے رہتا ہوا دیکھ کر دل میں جلنا اور رنج کرنا اور اس کے زوال سے خوش ہونا حسد کہلاتا ہے۔ یہ بہت بری چیز ہے اس میں گناہ بھی ہے اور ایسے شخص کی ساری عمر تلخی میں گزرتی ہے۔ غرض اس کی دنیا اور دین دونوں بدمزہ ہیں، اس لئے اس آفت سے نکلنے کی بہت کوشش کرنی چاہئے اور علاج اس کا یہ ہے کہ اوّل یہ سوچے کہ میرے حسد کرنے سے مجھ ہی کو نقصان اور تکلیف ہے اس کا کیا نقصان ہے اور میرا نقصان یہ ہے کہ میری نیکیاں برباد ہو رہی ہیں، کیونکہ حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

ایاکم والحسد فان الحسد یا کل الحسنات کما تاکل النار الحطب (۱)

حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا لیتی ہے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حسد کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کر رہا ہے کہ فلاں شخص اس نعمت کے لائق نہ تھا اس کو نعمت کیوں دی تو یوں سمجھو کہ تو بہ توبہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہو، یہ کتنا بڑا گناہ ہوگا اور تکلیف تو ظاہر ہی ہے کہ ہمیشہ رنج وغم میں رہتے ہو اور جس پر حسد کیا ہے اس کا کوئی نقصان نہیں

۱۔ ابو داؤد: ج ۴، ص ۲۷۶، رقم ۴۹۰۳۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۴۰۸، رقم ۴۲۱۰۔ ابی یعلی/ المسند: ج ۶، ص ۳۳۰، رقم ۳۶۵۶

کیونکہ کسی کے حسد کرنے سے وہ نعمت جاتی نہ رہے گی، بلکہ اس کا یہ نفع ہے کہ اس حسد کرنے والے کی نیکیاں اس کے پاس چلی جائیں گی، جب ایسی باتیں سوچ چکو تو پھر یہ کرو کہ اپنے دل پر جبر کر کے جس شخص پر حسد پیدا ہوا ہے زبان سے دوسروں کے سامنے اس کی تعریف اور بھلائی کرو اور یوں کہو کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس کے پاس ایسی ایسی نعمتیں ہیں اللہ تعالیٰ اس کو اور زیادہ دے اور اگر اس شخص سے ملنا ہو جائے تو اس کی تعظیم کرے اور اس کے ساتھ عاجزی سے پیش آئے۔ پہلے پہلے ایسے برتاؤ سے نفس کو بہت تکلیف ہوگی مگر رفتہ رفتہ آسان ہو جائے گی اور حسد جاتا رہے گا۔

فائدہ: ایک غبطہ یعنی رشک ہوتا ہے وہ جائز ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی کسی کی نعمت کو دیکھ کر یہ آرزو کرے کہ خدایا جیسی نعمت اس کے پاس ہے ویسی ہی ہم کو بھی مل جائے، بشرطیکہ وہ نعمت نعمت ہو کوئی ناجائز بات نہ ہو اور دوسرے کا زوال نہ چاہے۔

دنیا اور مال کی محبت کی برائی اور اس کا علاج

مال کی محبت ایسی بری چیز ہے کہ جب یہ دل میں آتی ہے تو حق تعالیٰ کی یاد اور محبت اس میں نہیں سماتی کیونکہ ایسے شخص کو تو ہر وقت یہی ادھیڑ بن رہے گی کہ روپیہ کس طرح آئے اور کیوں کر جمع ہو، اتنے برتن ہو جائیں، اتنی چیزیں بن جائیں، زیور اور کپڑا ایسا ہونا چاہئے، باغ لگانا چاہئے، جائیداد خریدنا چاہئے، جب دن رات دل اسی میں رہا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کی فرصت کہاں ملے گی۔ ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب دل میں اس کی محبت جم جاتی ہے تو مر کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا اسے برا محسوس ہوتا ہے کیونکہ یہ خیال آتا ہے کہ مرتے ہی یہ سارا عیش جاتا رہے گا اور کبھی عین مرتے وقت دنیا کا چھوڑنا برا معلوم ہوتا ہے اور جب اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا سے چھڑایا ہے تو توبہ توبہ، اللہ تعالیٰ سے دشمنی ہو جاتی ہے اور خاتمہ کفر پر ہوتا ہے۔

ایک برائی اس میں یہ ہے کہ جب آدمی دنیا سمیٹنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے تو اس کو حلال وحرام کا کچھ خیال نہیں رہتا، نہ اپنا اور پرایا حق سوجھتا ہے، نہ جھوٹ اور دغا کی پروا ہوتی ہے، بس یہی نیت رہتی ہے کہ کہیں سے اور کیسا ہی آئے لے کر بھر لو۔ اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ دنیا کی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے۔ جب یہ ایسی بری چیز ہے تو ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے کہ اس بلا سے بچے اور اپنے دل سے اس کی محبت دور کرے۔

علاج اس کا ایک تو یہ ہے کہ موت کو کثرت سے یاد کرے اور ہر وقت سوچے کہ یہ سب سامان

ایک دن چھوڑنا ہے پھر اس میں جی لگانے سے کیا فائدہ، بلکہ جس قدر زیادہ جی لگے گا اسی قدر چھوڑتے وقت حسرت ہوگی۔ دوسرے بہت سے تعلقات نہ بڑھائے، یعنی بہت سے آدمیوں سے میل جول لین دین نہ بڑھائے، ضرورت سے زیادہ سامان، چیز بست، مکان جائیداد جمع نہ کرے، کاروبار، روزگار، تجارت حد سے زیادہ نہ پھیلائے۔ ان چیزوں کو ضرورت اور آرام تک رکھے غرض سب سامان مختصر رکھے۔ تیسرے فضول خرچی نہ کرے کیونکہ فضول خرچی کرنے سے آدمی کی حرص بڑھتی ہے اور اس کی حرص سے سب خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ چوتھے موٹا کھانے پہننے کی عادت رکھے۔ پانچویں غریبوں میں زیادہ بیٹھے، امیروں سے بہت کم ملے، کیونکہ امیروں سے ملنے میں ہر چیز کی ہوس پیدا ہوتی ہے۔ چھٹے جن بزرگوں نے دنیا چھوڑی ہے ان کے قصے حکایتیں دیکھا کرے۔ ساتویں جس چیز سے دل کو زیادہ لگاؤ ہو اس کو خیرات کردے یا بیچ ڈالے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تدبیروں سے دنیا کی محبت دل سے نکل جائے گی اور جب دنیا کی محبت جاتی رہے گی تو یہ سب امنگیں کہ یوں جمع کروں، یوں سامان خریدوں، یوں اولاد کے لئے مکان و مال چھوڑوں وغیرہ جاتی رہیں گی۔

کنجوسی کی برائی اور اس کا علاج

بہت سے حقوق جن کا ادا کرنا فرض اور واجب ہے جیسے زکوۃ، قربانی، کسی محتاج کی مدد کرنا، اپنے غریب رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنا وغیرہ، کنجوسی میں یہ حقوق ادا نہیں ہوتے اس کا گناہ ہوتا ہے یہ تو دین کا نقصان ہے اور کنجوس آدمی سب کی نگاہوں میں ذلیل اور بے قدر رہتا ہے۔ یہ دنیاوی نقصان ہے اس سے زیادہ کیا برائی ہوگی۔ اس کا علاج ایک تو یہ ہے کہ مال اور دنیا کی محبت دل سے نکالے، دوسرے یہ کہ جو چیز اپنی ضرورت سے زیادہ ہو، اپنی طبیعت پر زور ڈال کر کسی کو دے ڈالے، اگرچہ نفس کو تکلیف ہو مگر ہمت کر کے اس تکلیف کو برداشت کرے اور جب تک کہ کنجوسی کا اثر بالکل دل سے نہ نکل جائے یونہی کیا کرے۔

نام اور تعریف چاہنے کی برائی اور اس کا علاج

جب کسی کے دل میں نام اور تعریف چاہنے کی خواہش ہوتی ہے تو دوسرے شخص کے نام اور تعریف سے جلتا ہے اور حسد کرتا ہے جس کی برائی اوپر بیان ہو چکی ہے اور دوسرے شخص کی برائی اور ذلت سن کر دل خوش ہوتا ہے، یہ بھی بڑے گناہ کی بات ہے کہ آدمی دوسرے کا برا چاہے اور اس میں یہ بھی برائی ہے کہ کبھی ناجائز طریقوں سے نام پیدا کیا جاتا ہے مثلاً نام کے واسطے شادی وغیرہ میں خوب مال اڑایا، فضول خرچی

کی اور وہ مال کبھی رشوت سے جمع کیا کبھی سودی قرض لیا، یہ سارے گناہ اس نام کی بدولت ہوئے اور دنیا کا نقصان اس میں یہ ہے کہ ایسے شخص کے دشمن اور حاسد بہت ہوتے ہیں اور ہمیشہ اس کو ذلیل اور بدنام کرنے اور اس کو نقصان اور تکلیف پہنچانے کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ علاج اس کا اوّل تو یہ ہے کہ یوں سوچے کہ جن لوگوں کی نگاہوں میں ناموری اور تعریف ہوگی نہ وہ رہیں گے نہ میں رہوں گا تھوڑے دنوں کے بعد کوئی پوچھے گا بھی نہیں، پھر ایسی بے بنیاد چیز پر خوش ہونا نادانی کی بات ہے، دوسرے یہ کہ کوئی ایسا کام کرے جو شرع کے خلاف تو نہ ہو مگر یہ کہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل اور بدنام ہو جائے، مثلاً گھر کی بچی ہوئی باسی روٹیاں غریبوں کے ہاتھ سستی بیچنے لگے اس سے اس کی رسوائی ہوگی، یا یہ کہ کبھی کبھار ننگے پاؤں یا پھٹے پیوند والے کپڑے پہن کر لوگوں سے ملے۔

فائدہ: بعض لوگ خلاف شرع امور کو عمل میں لا کر ملامت کا ذریعہ بنتے ہیں مثلاً ڈاڑھی منڈانا کٹانا وغیرہ سے، یہ ٹھیک نہیں اس سے بچنا چاہئے۔

غرور اور شیخی کی برائی اور اس کا علاج

غرور اور شیخی اس کو کہتے ہیں کہ آدمی اپنے آپ کو علم میں یا عبادت یا دینداری یا حسب ونسب یا مال اور سامان یا عزت و آبرو یا عقل میں یا کسی اور بات میں اوروں سے بڑا سمجھے اور دوسروں کو اپنے سے کم اور حقیر جانے، یہ بڑا گناہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر (۱)

جس آدمی کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا۔

اور دنیا میں بھی لوگ ایسے آدمی سے دل میں بہت نفرت کرتے ہیں اور اس کے دشمن ہوتے ہیں اگرچہ ڈر کے مارے ظاہر میں آؤ بھگت کرتے ہیں اور اس میں یہ بھی برائی ہے کہ ایسا شخص کسی کی نصیحت کو نہیں مانتا، حق بات کو کسی کے کہنے سے قبول نہیں کرتا بلکہ برا مانتا ہے اور نصیحت کرنے والے کو تکلیف پہنچانا چاہتا ہے۔ علاج اس کا یہ ہے کہ اپنی حقیقت میں غور کرے کہ میں مٹی اور ناپاک پانی کی پیدائش ہوں، ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہیں، اگر وہ چاہے ابھی سب لے لے، پھر شیخی کس بات پر کروں اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی کو یاد کرے اس وقت اپنی بڑائی نگاہ میں نہ آئے گی اور جس کو اس نے حقیر سمجھا ہے اس کے سامنے عاجزی سے پیش آئے اور اس کی تعظیم کرے، شیخی دل سے نکل جائے گی۔ اگر اور زیادہ ہمت نہ ہو تو اپنے ذمے اتنی ہی پابندی کر لے کہ جب کوئی چھوٹے درجے کا آدمی

۱۔ مسلم: ج۱،ص۹۳، رقم ۹۱، ترمذی: ج۴،ص۳۶۱، رقم ۱۹۹۹۔ ابوداؤد: ج۴،ص۵۹، رقم ۴۰۹۱

ملے اس کو پہلے خود سلام کرلیا کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس سے بھی نفس میں عاجزی آ جائے گی۔

اِترانے اور اپنے آپ کو اچھا سمجھنے کی برائی اور اس کا علاج

اگر کوئی اپنے آپ کو اچھا سمجھے یا کپڑا وغیرہ پہن کر اترائے، اگرچہ دوسروں کو بھی برا اور کم نہ سمجھے تو یہ بات بھی بری ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ یہ خصلت دین کو برباد کرتی ہے اور یہ بھی بات ہے کہ ایسا آدمی اپنی درستی کی فکر نہیں کرتا کیونکہ جب وہ اپنے آپ کو اچھا سمجھتا ہے تو اپنی برائیاں کبھی نظر نہ آئیں گی۔ علاج اس کا یہ ہے کہ اپنے عیبوں کو سوچا اور دیکھا کرے اور یہ سمجھے کہ جو باتیں میرے اندر اچھی ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں، میرا کوئی کمال نہیں اور یہ سوچ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کیا کرے اور یہ دعا کرے کہ اے اللہ اس نعمت کا زوال نہ ہو۔

فائدہ: البتہ اچھا کپڑا پہننا، زیبائش کرنا وغیرہ جبکہ اترائے نہیں تو یہ عجب اور تکبر نہیں بلکہ یہ جمال ہے اور اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ نیز یہ کہ ایسے موقعوں پر مسنونہ دعائیں پڑھا کرے، مثلاً آئینہ دیکھتے وقت پڑھے:

اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ (۱)

اے اللہ تو نے میری شکل وصورت اچھی بنائی ہے، تو میرے اخلاق بھی اچھے بنادے۔

نیک کام دکھلاوے کے لئے کرنے کی برائی اور اس کا علاج

یہ دکھاوا کئی طرح کا ہوتا ہے کبھی صاف زبان سے ہوتا ہے، مثلاً ہم نے اتنا قرآن مجید پڑھا، ہم رات کو اٹھے تھے، کبھی اور باتوں میں ملا ہوتا ہے مثلاً کہیں عرب کے بدوؤں کا ذکر ہو رہا تھا کسی نے کہا نہیں صاحب یہ سب باتیں غلط ہیں بلکہ ہمارے ساتھ تو ایسا ایسا برتاؤ ہوا، تو اب بات تو ہوئی اور کچھ لیکن اس میں یہ بھی سب نے جان لیا کہ انہوں نے حج کیا ہے۔ کبھی کام کرنے سے ہوتا ہے جیسے دکھاوے کی نیت سے سب کے سامنے تسبیح لے کر بیٹھ جائے یا کبھی کام سنوارنے سے ہوتا ہے مثلاً کسی کی عادت ہے کہ ہمیشہ قرآن شریف پڑھتا ہے مگر دوسروں کے سامنے ذرا سنوار سنوار کر پڑھنا شروع کر دیا۔ کبھی صورت شکل سے ہوتا ہے جیسے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر بیٹھ جائے جس کی وجہ سے دیکھنے والے سمجھیں کہ بڑا اللہ والا ہے ہر وقت اسی دھیان میں لگا رہتا ہے، رات کو بہت جاگتا ہے اس

۱۔ ابن حبان: ج۳، ص۲۳۹، رقم ۹۵۹۔ مسند ابوداؤد الطیالسی: ج۱، ص۴۹، رقم ۳۷۴۔ بیہقی/شعب الایمان: ج۶، ص۳۶۵، رقم ۸۵۴۵

لئے نیند سے آنکھیں بند ہوئی جاتی ہیں۔ اسی طرح یہ دکھلاوا اور بھی کئی طرح پر ہوتا ہے اور جس طرح بھی ہو بہت ہی برا ہے، قیامت کے دن ایسے نیک کاموں پر جو دکھاوے کے لئے کئے ہوں ثواب کے بدلے اور الٹا دوزخ کا عذاب ہوگا۔ علاجِ اس کا وہی ہے جو نام اور تعریف چاہنے کا لکھا گیا ہے کیونکہ دکھلاوا اسی واسطے ہوتا ہے کہ میرا نام ہو اور میری تعریف ہو۔

ضروری اور بتانے کے قابل بات

ان بری باتوں کے جو علاج بتائے گئے ہیں ان کو دو چار بار برت لینے سے کام نہیں چلتا اور یہ برائیاں دور نہیں ہوتیں مثلاً غصے کو دو چار بار روک لیا تو اس سے اس بیماری کی جڑ نہیں گئی یا ایک آدھ بار غصہ نہ آیا تو اس دھوکے میں نہ آئے کہ میرا نفس سنور گیا ہے بلکہ ہمیشہ ان علاجوں پر کار بند رہے کیونکہ نفس بہت مکار ہے دھوکا دے کر مارتا ہے، اس کی چالیں بہت ہیں، آدمی ان سے بڑی مشکل سے بچ سکتا ہے اور جب غفلت ہو جائے تو افسوس اور رنج کرے اور آئندہ کو خیال رکھے، مدتوں کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ان برائیوں کی جڑ جاتی رہے گی لیکن پھر بھی اپنی عادتوں کا امتحان ضرور کرتا رہے اور چوکنا رہے۔

ایک اور ضروری کام کی بات

نفس کے اندر جتنی برائیاں ہیں اور ہاتھ پاؤں سے جتنے گناہ ہوتے ہیں ان کا ایک آسان علاج یہ بھی ہے کہ جب نفس سے کوئی شرارت اور برائی یا گناہ کا کام ہو جائے اس کو کچھ سزا دیا کرے اور دو سزائیں آسان ہیں کہ ہر شخص کر سکتا ہے۔

ایک تو یہ کہ اپنے ذمے آنہ دو آنہ روپیہ دو روپیہ جیسی حیثیت ہو جرمانے کے طور پر ٹھہرائے اور جب کبھی بری بات ہو جایا کرے تو وہ جرمانہ غریبوں کو بانٹ دیا کرے، اگر پھر ہو تو پھر اسی طرح کرے۔ دوسری سزا یہ ہے کہ ایک وقت یا دو وقت کھانا نہ کھایا کرے یا نفل روزہ یا نماز کی سزا اپنے اوپر مقرر کرے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی جب نفس سے کوئی خطا ہو جاتی تھی تو اس کو سزا دیا کرتے تھے کبھی پیروں پر کوڑے مارا کرتے کبھی کھانا نہ کھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حَاسِبوا انفسکم قبل ان تُحَاسَبُوا (۱)

اپنا حساب لو قبل اس کے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔

۱۔ ترمذی: ج ۴، ص ۵۳۸، رقم ۲۴۴۹۔ ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۹۶، رقم ۳۴۴۵۹

چند اخلاقی باتیں

اخلاق کی درستی میں یہ چیزیں شامل ہیں کہ آپس کے معاملات میں پوری پوری صفائی رکھی جائے تا کہ کسی پر کسی طرح کی زیادتی نہ ہونے پائے۔ اپنی زبان کو بھی بہت روک کر رکھنا چاہئے۔ بعض اوقات سرسری طور پر ایسی بات منہ سے نکل جاتی ہے کہ جہنم میں لے جاتی ہے اسی لئے سوچ کر بولنا بہت سی آفتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ باتیں بہت تکلف سے چبا چبا کر نہیں کرنا چاہئیں، نہ کلام میں زیادہ مبالغہ کیا جائے۔ کلام میں ایسا طول بھی نہ ہو کہ لوگ گھبرائیں اور ایسا اختصار بھی نہ ہو کہ مطلب بھی سمجھ میں نہ آئے۔ جس طرح عورت کو احتیاط ضروری ہے کہ غیر مرد کے کان میں اس کی آواز نہ جائے، اسی طرح مرد کو بھی احتیاط واجب ہے کہ خوش آوازی سے غیر عورتوں کی موجودگی میں اشعار وغیرہ پڑھنے سے اجتناب رکھے، کیونکہ وہ رقیق القلب ہوتی ہیں اور اس طرح ان کی خرابی کا اندیشہ ہے۔ کسی انسان یا جانور یا بے جان چیز کے متعلق یہ نہیں کہنا چاہئے کہ اس پر خدا کی مار ہو۔ یا اسی طرح کوئی بد دعا ہرگز نہ دی جائے۔ چغلیاں کھانا بھی سخت گناہ ہے، دو شخصوں میں مصالحت کرانے کے لئے کسی قدر جھوٹ بولنے میں مضائقہ نہیں۔ کسی کے منہ پر خوشامد سے اس کی تعریف نہ کی جائے اسی طرح اگر غائبانہ تعریف کی جائے تو اس میں مبالغہ اور یقینی دعوے نہیں کرنے چاہئیں، کسی سے بحث مباحثے میں الجھنا نہیں چاہئے۔ مخاطب اگر حق بات نہیں مانتا تو خاموش ہو جانا چاہئے اور خواہ مخواہ اپنی بات کی پچ نہیں کرنا چاہئے۔ لوگوں کو محض خوش کرنے یا ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں بیان کرنا بھی گناہ ہے۔ اگر کسی شخص سے کوئی خطا یا گناہ ہو جائے تو اس کو محبت سے نصیحت کرنا اچھی بات ہے لیکن محض اس کی تحقیر کی غرض سے اس کو ملامت کرنا اور شرم دلانا بری بات ہے۔

جب تک ماں باپ کوئی بات شریعت کے خلاف نہ کہیں ان کی بات مانی جائے اور ان کی اطاعت کی جائے، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ والدین کی خدمت کا تتمہ یہ ہے کہ ان کے انتقال کے بعد بھی ان کے لئے دعائے مغفرت کی جائے اور ان کے ملنے والوں سے سلوک اور احسان کیا جائے۔

خالہ کو مثل ماں کے اور چچا کو مثل باپ کے سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح دوسرے اعزا و اقارب سے سلوک کرنا چاہئے۔ بڑے بھائی کا حق مثل باپ کے ہے۔ اولاد کی پرورش میں ثواب حاصل ہوتا ہے مگر لڑکیوں کی پرورش کی زیادہ فضیلت ہے۔ بیواؤں اور غریبوں کی خبر گیری کا ثواب جہاد کے برابر ہے۔ یتیم کی کفالت سے بہشت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت حاصل ہوگی۔ اولاد کا حق یہ ہے کہ اس کو علم و لیاقت سکھائی جائے۔ پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دی جائے بلکہ جس قدر ہو سکے اس کو نفع پہنچایا جائے۔ حاجت مندوں کی حتی الامکان مدد کی جائے اگر استطاعت نہ ہو تو کسی سے سفارش ہی کر دی جائے بشرطیکہ جس شخص سے سفارش کی جائے اس کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ ظالم کی خیر خواہی اسی میں ہے کہ اس کو ظلم سے باز رکھا جائے اور مظلوم کی مدد بہت ہی ضروری ہے۔ کسی کا عیب دیکھیں تو چھپانے کی کوشش کریں، کسی کو حقیر نہ سمجھا جائے اور نہ کسی کی جان و مال یا آبرو کا نقصان گوارا کیا جائے۔ جو چیز اپنے لئے پسند کی جائے وہی دوسرے کے لئے پسند کی جائے۔ جس جگہ صرف تین آدمی ہوں دو آدمی تیسرے سے علیحدہ ہو کر سرگوشی نہ کریں، وہ یہی سمجھے گا کہ میرے بارے میں کچھ کہتے سنتے ہوں گے یا مجھ کو غیر سمجھا، اس سے اس کو رنج ہوگا، اگر ایسی ہی کوئی ضروری بات کہنا ہے تو ایک اور شخص کو بلالیں یہ دونوں علیحدہ ہو جائیں گے اور وہ دونوں علیحدہ۔ سب کی خیر خواہی کریں اور سب کے ساتھ رحم و شفقت سے پیش آئیں۔ چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کی تعظیم کریں، خصوصاً بوڑھوں کی۔ اگر کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو حتی الامکان اس کو روکنا چاہئے اور اس شخص کی طرف سے جواب دینا چاہئے۔ کسی میں کوئی عیب ہو تو نرمی اور لطف سے اس کو مطلع کر دیں۔ ہر شخص کی اس کے رتبہ کے مطابق قدر و منزلت کی جائے۔ یہ بڑا ظلم ہے کہ ہمارا پڑوسی بھوکا رہے اور ہم پیٹ بھر کر کھانا کھائیں۔ اللہ کے واسطے دوستی اور محبت رکھنا چاہئے، عرض کی دوستی نہیں کرنی چاہئے، جس سے محبت ہو، اس کو خبر کر دینا چاہئے تا کہ اس کو بھی محبت ہو جائے اس کا نام پتہ اور نسب بھی دریافت کر لینا چاہئے۔ اس سے محبت اور بڑھ جاتی ہے اگر اتفاقاً کسی سے رنجش ہو جائے تو تین دن تک غصہ ختم کر دینا چاہئے اور اس سے مل جانا چاہئے، ورنہ گناہ ہے، اور جو پہلے ملاقات کرے گا اس کو زیادہ ثواب ملے گا۔ کسی پر بدگمانی یا کسی کی عیب جوئی نہ کی جائے، حسد، بغض، قطع تعلق، حرصا حرصی ہرگز نہ کرنی چاہئے۔ اگر کوئی معذرت کرے اور معافی چاہے تو معاف کر دینا چاہئے۔ کوئی مشورہ لے تو وہ صلاح دینی چاہئے جو بہتر معلوم ہو۔ کفایت اور انتظام سے خرچ کرنا گویا آدھی معاش ہے، لوگوں کی نظروں میں محبوب رہنا گویا نصف عقل ہے اور اچھی طرح کسی بات کا دریافت کرنا گویا نصف علم ہے۔ لوگوں سے ملنا ان کے کام آنا اور

ان کی ایذا رسانی پر صبر کرنا اس سے بہتر ہے کہ گوشۂ عافیت میں اپنی جان بچا کر بیٹھ جائے اور کسی کے کام نہ آئے، البتہ اگر نفس کو بالکل برداشت نہ ہو تو پھر مجبوری ہے۔ غصے کو روکنا، تواضع سے رہنا، لوگوں سے اپنا کہا سنا، لیا دیا معاف کرا لینا اچھے اخلاق کی نشانی ہے۔

اخلاق کے درست ہونے کا مطلب

ریاضت سے برے اخلاق کی جڑ نہیں جاتی بلکہ ان کی درستی ہو جاتی ہے جس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ ان اخلاق کا موقع اور مصرف بدل جاتا ہے۔ مثلاً کسی شخص میں برے اخلاق میں سے کنجوسی اور غصہ موجود ہے تو ریاضت سے اس کی جڑ نہیں جاتی کہ کنجوسی اور غصہ ہی نہ رہے بلکہ درستی اس طرح ہو جاتی ہے کہ پہلے نیکی کے موقعوں میں کنجوسی کرتا تھا اور نیک بندوں پر غصہ کرتا تھا اب شرع کی منع کی ہوئی جگہ میں کنجوسی کرے گا اور اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندوں پر اور اپنے نفس سرکش پر غصہ کرے گا۔ پس اس طرح سے اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والے اخلاق اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائیں گے، اخلاق ذمیمہ سے اخلاق حمیدہ کی طرف منتقل ہونے کو فنائے حسی کہتے ہیں اور صفات حمیدہ کے حصول کو بقا کہتے ہیں۔ پس معلوم ہو گیا کہ جڑ تو نہیں جاتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

> **اذا سمعتم بجبل زال عن مکانه فصدقوا وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِرَجُلٍ تَغَيَّرَ عَنْ خِلُقِهٖ فَلَا تُصَدِّقُوْهُ فَاِنَّهٗ يَصِيْرُ اِلٰى مَا جُبِلَ عَلَيْهِ (۱)**
>
> جب تم کسی پہاڑ کے متعلق یہ سنو کہ وہ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تو تم اس کی تصدیق کر سکتے ہو مگر جب تم کسی آدمی کے متعلق سنو کہ وہ اپنی فطرت سے بدل گیا تو اس کو سچ نہ ماننا، اس لئے کہ وہ اپنی فطرت پر ہی چلے گا۔

البتہ اس کی نشانیاں اور موقعے بدل جاتے ہیں اس لئے ریاضت اور مجاہدے کا حکم ہے۔ اب ان باتوں کا بیان ہوتا ہے جن سے دل سنورتا ہے۔

توبہ اور اس کا طریقہ

توبہ ایسی اچھی چیز ہے کہ اس سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو آدمی اپنی حالت میں غور کرے گا تو دیکھے گا کہ ہر وقت کوئی نہ کوئی گناہ کی بات ہو ہی جاتی ہے، اس لئے توبہ کی ہر وقت ضرورت ہے۔ گناہ خواہ صغیرہ ہو یا کبیرہ فی الفور توبہ کرنا فرض ہے اور تاخیر ہرگز جائز نہیں۔ بعضے لوگ

۱۔ احمد: ج۶، ص۴۴۳، رقم ۲۷۵۳۹

گناہ کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب بوڑھے ہوں گے توبہ کرلیں گے یہ دوسرا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ تاخیر کرنا حرام ہے۔ توبہ کی اصل پشیمانی ہے، اور اس کی علامت یہ ہے کہ توبہ کرنے والا ہمیشہ اندوہ وحسرت میں رہے، گریہ وزاری وتضرع اس کی عادت ہو جائے۔ توبہ کا ثمرہ وہ ارادہ ہے جو اس پشیمانی کے سبب سے پیدا ہوتا ہے وہ تین زمانوں سے تعلق رکھتا ہے، حال، ماضی، مستقبل۔ حال سے تو یہ تعلق ہے کہ وہ سب کو ترک کر دے اور جو کچھ اس پر فرض وواجب ہے اس میں مشغول رہے۔ مستقبل سے یہ تعلق ہے کہ یہ عزم بالجزم کرلے کہ تمام عمر گناہوں سے صبر کروں گا اور ظاہر وباطن میں حق تعالیٰ سے پکا عہد کرلے کہ پھر کبھی گناہ کے قریب بھی نہ جاؤں گا اور فرض وواجب کی بجا آوری میں کمی نہ کروں گا اور زمانہ ماضی سے ارادہ اس طرح تعلق رکھتا ہے کہ گزشتہ گناہوں پر نادم ہو اور اس کا تدارک کرے اور قرآن وحدیث میں جو جو عذاب کے ڈراوے گناہوں پر آئے ہیں ان کو سوچے اور یاد کرے اس سے گناہ پر دل دکھے گا اس وقت چاہئے کہ زبان سے بھی توبہ کرے اور جو نماز روزہ وغیرہ فرض عبادت قضا ہوئی ہو اس کی بھی قضا کرے اور اگر بندوں کے حقوق ضائع ہوئے ہیں تو ان کو بھی ادا کرے یا معاف کرالے، پس ان کے تدارک میں جھٹ پٹ مشغول ہو جائے، اور جو ویسے ہی گناہ ہوں ان پر بہت رنج کرے اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے خوب معافی مانگے۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ آٹھ کام ہیں کہ جب گناہ کے بعد کئے جائیں تو گناہ کا کفارہ ہو جاتا ہے، چار دل میں ہیں:

۱۔ توبہ یا توبہ کا قصد۔
۲۔ اس بات کا عزم کہ پھر ایسا نہ کروں گا۔
۳۔ اس گناہ کے سبب عذاب کا خوف۔
۴۔ عفو کی امید۔

اور چار بدن میں ہیں:

۱۔ دو رکعت نماز توبہ پڑھے۔
۲۔ ستر بار استغفار کرے۔
۳۔ سو بار کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ
۴۔ صدقہ دے جس قدر ہو سکے، ایک دن کا روزہ رکھے اور بری صحبت کو چھوڑ دے۔

اس امر میں علما کا اختلاف ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بعض گناہوں سے توبہ کرے سب گناہوں

سے نہ کرے تو یہ درست ہے یا نہیں، صحیح یہ ہے کہ جس گناہ صغیرہ سے آدمی توبہ کرتا ہے وہ توبہ اس کا کفارہ ہو جاتی ہے اور وہ گناہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ سب گناہوں سے ایک ہی دفعہ توبہ کرنا مشکل ہے اور اکثر توبہ بتدریج ہی ہوتی ہے اور جس قدر گناہوں سے توبہ نصیب ہوگی اسی قدر ثواب ملے گا اور جس گناہ سے توبہ نہیں کی اس کا وبال اس پر باقی رہے گا اور جس نے یہ کہا کہ بعضے گناہوں سے توبہ درست نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جو اللہ پاک نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (۱)

اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

بظاہر یہ محبت کا مرتبہ اسی توبہ کرنے والے کو حاصل ہوگا جو سب گناہوں سے توبہ کرے۔ نیز جاننا چاہئے کہ زبانی استغفار جس کو دل میں دخل نہ ہو بہت مفید نہیں ہوتا اور دل کی شرکت اس طرح ہوتی ہے کہ استغفار کرتے وقت دل میں ہراس اور تضرع ہو اور دل خجلت و ندامت سے خالی نہ ہو۔ جب یہ حالت پیدا ہوئی تو اگر چہ توبہ کرنے کا مصمم قصد بھی نہ ہو مگر آدمی بخش دیئے جانے کا امیدوار ہے۔ بہر حال غفلت دل کے ساتھ زبانی استغفار بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے کہ زبان کو بے ہودہ باتوں ہی سے روکے گا اور چپ رہنے سے بھی بہتر ہے اس لئے کہ جب زبان کو نیک عادت پڑی تو گالی اور بے ہودہ بات وغیرہ کی بہ نسبت استغفار کی بہت رغبت ہوگی اور تیرا ایک عضو تو استغفار میں لگا رہا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کبھی نہ کبھی عزم بالجزم اور حضور قلب بھی حاصل ہو ہی جائے گا:

درد مندان گنہ را روز و شب
شربتے بہتر ز استغفار نیست

گناہ کے دردمندوں کے لئے دن رات استغفار سے بہتر کوئی شربت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○ (۲)

اور مجھ ہی سے ڈرو۔

اور خوف ایسی اچھی چیز ہے کہ آدمی اس کی بدولت گناہوں سے بچتا ہے طریقہ اس کا وہی ہے جو توبہ کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو سوچا کرے اور یاد کیا کرے۔

۱۔ البقرہ: ۲۲۲ ۲۔ البقرہ: ۴۰

اللہ تعالیٰ سے امید رکھنا اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ (۱)

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔

اور امید ایسی چیز ہے کہ اس سے نیک کاموں کے لئے دل بڑھتا ہے اور توبہ کرنے کی ہمت ہوتی ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کیا کرے اور سوچا کرے۔

صبر اور اس کا طریقہ

نفس کو دین کی بات پر پابند رکھنا اور دین کے خلاف اس سے کوئی کام نہ ہونے دینا اس کو صبر کہتے ہیں اور اس کے کئی مواقع ہیں۔ ایک موقع یہ ہے کہ آدمی امن چین کی حالت میں ہو، اللہ تعالیٰ نے صحت دی ہو، مال و دولت، عزت و آبرو، نوکر چاکر، آل اولاد، گھر بار، ساز و سامان دیا ہو، ایسے وقت کا صبر یہ ہے کہ دماغ خراب نہ ہو، اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جائے، غریبوں کو حقیر نہ جانے، ان کے ساتھ نرمی اور احسان کرتا رہے۔ دوسرا موقع عبادت کا وقت ہے کہ اس وقت نفس سستی کرتا ہے جیسے نماز کے لئے اٹھنے میں، یا نفس کنجوسی کرتا ہے زکوٰۃ خیرات دینے میں۔ ایسے موقع پر تین طرح کا صبر درکار ہے۔

۱۔ عبادت سے پہلے کہ نیت درست رہے اللہ ہی کے واسطے وہ کام کرے نفس کی کوئی غرض نہ ہو

۲۔ عبادت کے وقت کم ہمتی نہ ہو، جس طرح اس عبادت کا حق ہے، ادا کرے۔

۳۔ عبادت کے بعد کہ اس کو کسی کے روبرو ذکر نہ کرے۔

تیسرا موقع گناہ کا وقت ہے اس کا صبر یہ ہے کہ نفس کو گناہ سے روکے۔ چوتھا موقع وہ وقت ہے کہ اس شخص کو کوئی مخلوق تکلیف پہنچائے، برا بھلا کہے، اس وقت کا صبر یہ ہے کہ بدلہ نہ لے خاموش ہو جائے۔ پانچواں موقع مصیبت اور بیماری اور مال کے نقصان یا کسی عزیز کے مر جانے کا ہے۔ اس وقت کا صبر یہ ہے کہ زبان سے خلاف شرع کلمہ نہ کہے، بیان کر کے نہ روئے، طریقہ سب قسم کے صبروں کا یہ ہے کہ ان سب موقعوں کے ثواب کو یاد کرے اور سمجھے کہ یہ سب باتیں میرے فائدے کے واسطے ہیں اور سوچے کہ بے صبری کرنے سے تقدیر تو ٹلتی نہیں ناحق ثواب بھی کیوں کھویا جائے۔

۱۔ الزمر: ۵۳

شکر اور اس کا طریقہ

اللہ پاک کا حکم ہے:

وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۝ (۱)

اور میرا شکر کرو اور میری نعمتوں کا انکار مت کرو۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہونا اور اس محبت سے یہ شوق ہونا کہ جب وہ ہم کو ایسی ایسی نعمتیں دیتا ہے تو اس مالک کی خوب عبادت کرو اور ایسے نعمت دینے والے کی نافرمانی بڑے شرم کی بات ہے، یہ خلاصہ ہے شکر کا۔ یہ ظاہر ہے کہ بندے پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ہزاروں نعمتیں ہیں اگر کوئی مصیبت بھی ہے تو اس میں بھی بندے کا فائدہ ہے اور وہ بھی نعمت ہے کیونکہ اس پر صبر کرنے سے ثواب بھی ہوتا ہے اور نفس کی اصلاح بھی ہوتی ہے کہ وہ ذلیل ہوتا ہے اور کبھی کوئی عمدہ بدلہ دنیا میں بھی مل جاتا ہے۔ جب ہر وقت نعمت ہے تو ہر وقت یہ خوشی اور محبت رہنی چاہئے اور کبھی اللہ تعالیٰ کے حکم بجالانے میں کمی نہ کرنی چاہئے، پس طریقہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرے اور سوچا کرے اور اس کی تابعداری اختیار کرے اور اس کی نافرمانی سے پرہیز کرے۔ صرف زبان سے کہہ دینا کہ ’’اللہ تیرا شکر ہے‘‘ کافی نہیں۔ نیز شکر نعمت کی زیادتی کا سبب ہے لقولہ تعالیٰ:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (۲)

اگر تم شکر کرو گے تو میں یقیناً تمہیں زیادہ دوں گا۔

محاسبہ اور اس کا طریقہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

حَاسِبُوْا اَنْفُسَكُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (۳)

اپنے نفس کا حساب لو قبل اس کے کہ تمہارا حساب (مرنے پر) لیا جائے۔

پس چاہئے کہ ہر روز سوتے وقت اپنے دن بھر کے اچھے برے تمام کاموں پر نظر ڈالے۔ فرائض کا ادا کرنا سرمایہ ہے، نوافل بطور منافع ہیں اور گناہ مثل خسارے کے ہیں۔ چنانچہ دیکھنا چاہئے

۱۔ البقرہ: ۱۵۲ ۲۔ ابراہیم: ۷

۳۔ ترمذی: ج ۴، ص ۶۳۸، رقم ۲۴۵۹۔ ابن ابی شیبہ/ ج ۷، ص ۹۶، رقم ۳۴۴۵۹

کہ صبح سے شام تک کیا سرمایہ جمع کیا ہے، کونسا منافع حاصل ہوا ہے اور کس قدر خسارہ ہوا ہے۔ خسارے پر اپنے نفس کو سزا دینی چاہئے۔ مثلاً اگر کوئی چیز شبہ کی استعمال کی ہے تو اس کے پرہیز سے نفس کو قابو میں کیا جائے۔ اگر کسی نامحرم پر نظر ڈالی ہے تو نظر بالکل بند رکھ کر نفس کو عقوبت دی جائے، اسی طرح دوسرے اعضا کے ساتھ کیا جائے کاہلی ہوا و ہوس اور بے راہ روی ہمارے نفس کی خصوصیات میں سے ہیں، جن کا ترک لازمی ہے۔

تفکر اور اس کا طریقہ

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ (۱)

ایک ساعت کا تفکر، ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

قرآن پاک میں جگہ جگہ تفکر کے لئے حکم آتا ہے۔ تفکر دراصل کسی علم کی طلب ہے اور وہ علم اللہ پاک کے افعال اور مصنوعات کے متعلق چاہئے کیونکہ ایسے علم کے تفکر سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور عبودیت کا جوہر چمک اٹھتا ہے۔ عجائباتِ عالم یا اپنی ذات کے متعلق تفکر کرنا بھی ایسے علم میں داخل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ اللہ پاک کے متعلق تفکر کرتے تھے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ پاک کی مخلوق میں تفکر کرو اس کی ذات میں نہ کرو کہ تم میں اتنی طاقت نہیں ہے اور اس کے مقام کو تم نہیں پہچان سکتے۔

تواضع اور اس کی اہمیت

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کرم (بزرگی) تقویٰ میں ہے، شرف تواضع میں، اور دولت یقین میں ہے۔ حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تواضع یہ ہے کہ حق کو لے لو کسی سے ہو، خواہ بچہ ہو یا جاہل ترین شخص ہو حضرت حسن بصری علیہ الرحمہ نے تواضع کی تعریف یہ فرمائی ہے کہ کسی شخص کو یہ نہ سمجھو کہ وہ تم سے افضل نہیں ہے (یعنی ہر شخص کو اپنے سے افضل جانو) چنانچہ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ جس کی برکت سے انسان کی اکثر و بیشتر برائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ حضرت میرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ تواضع کا بے مثل نمونہ ہے۔ فرماتے ہیں:

۱۔ تفسیر قرطبی/ ج ۴، ص ۳۱۴۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ حضرت حسن بصری کے قول کے طور پر مذکور ہے، اور اس کے الفاظ بھی خیر من قیام لیلۃ ہیں۔ ج ۷، ص ۱۹۰، رقم ۳۵۲۲۳

میری ابتدا قطرہ ناپاک ہے اور انتہا ایک مشت خاک ہے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور اس کا طریقہ

یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے کے بغیر نہ کسی کو کوئی نفع ہو سکتا ہے نہ نقصان پہنچ سکتا ہے، اس واسطے ضرور ہوا کہ جو کام کرے اپنی تدبیر پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ پر نظر رکھے اور کسی مخلوق سے زیادہ امید نہ رکھے نہ کسی سے زیادہ ڈرے، یہ سمجھ لے کہ خدا کے چاہے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا، اس کو بھروسہ اور توکل کہتے ہیں۔ طریقہ اس کا یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کو اور مخلوق کے ناچیز محض ہونے کو خوب سوچا اور یاد کیا کرے قولہ تعالیٰ:

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (۱)

جو اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کی طرف دل کا کھچنا اور اس کے کلام اور اس کی حمد وثنا کو سن کر اور اس کے کمالات اور انعامات کو دیکھ کر دل کو مزہ آنا، یہ محبت ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ اللہ کا نام بہت کثرت سے پڑھا کرے اور اس کی خوبیوں کو یاد کیا کرے اور اس کو بندے کے ساتھ جو محبت ہے اس کو سوچا کرے، نیز اللہ والوں کے پاس بیٹھا کرے اور ان سے بھی محبت کیا کرے۔ ان کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ ہے اور جب دنیا میں کسی سے محبت کرے تو اللہ تعالیٰ ہی کی وجہ سے کرے اور جب کسی سے دشمنی کرے تو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے کرے۔

صدق یعنی سچی نیت اور اس کا طریقہ

دین کا جو کام کرے اس میں دنیا کا مطلب کوئی نہ ہو، نہ دکھاوا ہو نہ کوئی اور، جیسے کسی کے پیٹ میں گرانی ہے اس نے کہا لاؤ روزہ رکھ لیں، روزے کا روزہ ہو جائے گا اور پیٹ بھی ہلکا ہو جائے گا۔ یا نماز کے وقت پہلے سے وضو ہو مگر گرمی بھی ہے تو اس نیت سے تازہ وضو کر لیا کہ وضو بھی تازہ ہو جائے گا اور ہاتھ پاؤں بھی ٹھنڈے ہو جائیں گے، یا کسی فقیر کو دیا کہ تقاضے سے جان بچی اور یہ بلا ٹلی۔ یہ سب باتیں بھی نیت کے خلاف ہیں۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ کام کرنے سے پہلے خوب سوچ لیا کرے اگر کسی

۱۔ الطلاق: ۳

ایسی بات میں میل پایا جائے اس سے دل کو صاف کرے۔

قرآن مجید پڑھنے میں دل لگانے کا طریقہ

قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی تم سے کہے کہ ''ہم کو تھوڑا سا قرآن سناؤ دیکھیں کیسا پڑھتے ہو'' تو اس وقت جہاں تک ہوسکتا ہے خوب بنا سنوار کر پڑھتے ہو۔ اب یوں کیا کرو کہ جب قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ کرو، پہلے دل میں یہ سوچ لو کہ گویا اللہ تعالیٰ نے ہم سے فرمائش کی ہے کہ ہم کو سناؤ کیسا پڑھتے ہو اور یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ خود سن رہا ہے اور یوں خیال کرو کہ جب آدمی کے کہنے سے بنا سنوار کر پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے فرمانے سے جو پڑھتے ہیں اس کو تو خوب ہی سنبھال سنبھال کر پڑھنا چاہئے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًاO (۱)

قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھا کرو۔

یہ سب باتیں سوچ کر پڑھنا شروع کرو اور جب تک پڑھتے رہو یہی باتیں دھیان میں رکھو اور جب پڑھنے میں بگاڑ ہونے لگے یا دل ادھر ادھر بٹنے لگے تو تھوڑی دیر کے لئے پڑھنا بند کر کے ان باتوں کے سوچنے کو پھر تازہ کرلو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس طریقے سے صحیح اور صاف بھی پڑھا جائے گا اور دل بھی ادھر متوجہ رہے گا۔ اگر اسی طرح پڑھتے رہو گے تو پھر آسانی سے دل لگنے لگے گا۔

نماز میں دل لگانے کا طریقہ

اتنی بات یاد رکھو کہ نماز میں کوئی کام اور کوئی پڑھنا بے ارادہ نہ ہو بلکہ ہر بات ارادے اور خیال سے ہو، مثلاً اللہ اکبر کہہ کر جب کھڑا ہو تو یوں سوچے کہ میں اب سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ پڑھ رہا ہوں، پھر سوچے کہ اب وَبِحَمْدِكَ کہہ رہا ہوں۔ پھر دھیان کرے کہ اب تَبَارَكَ اسْمُكَ منہ سے نکل رہا ہے۔ اسی طرح ہر لفظ پر الگ الگ دھیان اور ارادہ کرے۔ پھر الحمد اور سورۃ، رکوع اور سجدے اور ان کی تسبیحوں میں غرض یہ کہ ساری نمازوں میں یہی طریقہ رکھے اور اگر نماز میں پڑھے جانے والے اذکار کے معنی سمجھتا ہو تو معنی کا بھی خیال رکھے، اس سے ثواب بھی بڑھ جائے گا اور نماز میں جو کچھ پڑھا جاتا ہے اس کے معنی چند دن میں یاد ہو سکتے ہیں۔ **بعض** لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم نے نماز کیوں نہیں پڑھی تو جواب یہ دیتے ہیں کہ اس وقت دل حاضر نہیں تھا اور

۱۔ المزمل: ۴

بغیر دل حاضر ہوئے نماز صحیح نہیں ہوتی۔ یاد رکھو کہ یہ ایک غلط حیلہ ہے نماز چھوڑنے کا، جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں، کیونکہ حدیث لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ (۱) سے مراد یہ ہے کہ بغیر حضور دل کے کامل نماز نہیں ہوتی، نفس نماز تو ہو جاتی ہے اس لئے اس کی وجہ سے نماز چھوڑنا درست نہیں، البتہ جہاں تک ہو سکے خیالات کو دور کرنے کی بطریق بالا کوشش کرے۔

وسوسہ اور اس کا علاج

نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہونا وسوسہ کہلاتا ہے، خواہ وہ بات کفر کی ہو یا گناہ کی اور اچھی فکر کو الہام کہتے ہیں۔ وسوسہ دو قسم پر ہے، ضروری اور اختیاری۔ ضروری وہ ہے کہ ناگہاں بے اختیار نفس میں آ جائے اس کو ہاجس کہتے ہیں، پھر جب ٹھہرے اور دل میں خلجان ہو تو اس کو خاطر کہتے ہیں، ضروری کی یہ دونوں قسمیں اس امت سے معاف ہیں اور اختیاری وہ ہے کہ وسوسہ دل میں پڑے اور باقی رہے اور اس پر دوام اور اصرار ہو اور ہمیشہ دل میں خلجان کرے اور اس کے کرنے کی خواہش ہو اور اس کی لذت اور محبت پیدا ہو، اس قسم کو ہم کہتے ہیں، یہ بھی اس امت مرحومہ سے معاف ہے اور اس پر مواخذہ نہیں اور جب تک اس پر عمل نہ کرے نامہ اعمال میں نہیں لکھا جاتا بلکہ اگر قصد کے بعد اپنے آپ کو باز رکھے تو اس کے مقابلے میں نیکی لکھی جاتی ہے اور اختیاری کی ایک قسم عزم ہے، کہ نفس اس کو دل میں خود ٹھہرائے اور اس کے کرنے پر دل کا عزم بالجزم ہو اور کوئی مانع نہیں سوائے اس کے کہ اسباب خارجی اس کے میسر نہ ہوں اور اس کے نفس میں کچھ کراہت اور نفرت نہ ہو، اگر اسباب بالفعل (اسی وقت) موجود ہوں تو ضرور عمل میں لائے، اس قسم پر مواخذہ ہے، لیکن مواخذہ فعل سے کم یعنی جب تک یہ عزم بالجزم دل میں ہے کم گنہگار ہوگا اور جب اس کو کرے گا تو زیادہ گنہگار ہوگا اور یہ تقسیم ان افعال کی ہے جو اعضا سے واقع ہوتے ہیں، مثلاً زنا وغیرہ کا وسوسہ اور جو متعلق دل کے ہیں مثلاً برے عقیدے اور دل کے اعمال یعنی حسد، تکبر، ریا وغیرہ اس میں داخل نہیں بلکہ ان کے واسطے ہمیشگی (استمرار) پر مواخذہ ہوتا ہے۔ پس وسوسہ اگرچہ مواخذہ کی چیز نہیں ہے اور شرعی بیماری نہیں ہے۔ اس لئے اس کا علاج ضروری نہیں ہے لیکن اس کا غلبہ اور کثرت طبیعت کو بہت پریشان کر دیتا ہے اور دل پر حد درجہ کا رنج و غم چھا جاتا ہے اس لئے طبیعت کی سخت درجہ کی بیماری ہے اس لحاظ سے اس کا آسان، مجرب اور مختصر علاج عرض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ بغیر اختیار کے نفس کا کسی بری چیز کی طرف متوجہ ہونا

۱۔ یوسف بن موسیٰ الحنفی / معتصر المختصر: ج۱، ص۴۳

وسوسہ کہلاتا ہے چونکہ یہ مسئلہ عالموں اور فلسفیوں کے نزدیک عقلی طور پر ثابت ہے کہ نفس جس وقت ایک طرف متوجہ ہوتا ہے، دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اس لئے جب کسی بری چیز کا خیال دل میں آئے تو اس کو دور کرنے کا ارادہ نہ کرے اور نہ اس میں نہ اس کے اسباب میں غور کرے کیونکہ اس طرح وسوسہ زیادہ لپٹتا ہے بلکہ فوراً کسی نیک چیز کی طرف خیال لگائے اس سے وہ برا خیال خود بخود دور ہو جائے گا اور اگر پھر خیال آئے پھر ایسا ہی کرے انشاء اللہ تعالیٰ اس تدبیر سے اس کا اثر ہلکا ہو کر خود وسوسہ ہی خیال سے بالکل نکل جائے گا۔ اس کا علاج کلی یہی ہے۔ حدیث شریف میں جو ایسے وقت میں بعض اذکار یا مطلق ذکر کی ترغیب دی گئی ہے اس سے یہ علاج لیا گیا ہے، باقی علاج جو بزرگوں کے نزدیک معمول ہیں جیسے تصور شیخ یا پاس انفاس یا تخیل نقش اسم ذات، وہ سب اسی کلئے کے جزئیات ہیں۔ اگر خطرات اور وسوسوں سے پریشان ہو کر دل کی کمزوری یا خفقان یا جسم کی کمزوری یا کسی اور جسمانی بیماری کی نوبت آ گئی ہو تو علاج مذکور کے ساتھ دل کو طاقت اور فرحت دینے والی دوائیں اور غذائیں اور دوسرے امراض کے لئے دواؤں کا استعمال کیا جانا بھی ضروری ہے، چونکہ بعض سالکوں کو یہ مشکل پیش آتی ہے۔ جس سے ان کے ظاہری اور باطنی انتظام میں خرابی پڑ جاتی ہے اس لئے اس کی اصلاح عرض کر دی گئی اس علاج کو بے قدری سے نہ دیکھیں بلکہ آزما کر فائدہ اٹھائیں۔

شغل ذکر رابطہ یعنی تصورِ شیخ

اس سے یہ مراد ہے کہ شیخ کی صورت کو اپنے خیال یا دل میں نگاہ رکھے یا اپنی صورت کو شیخ کی صورت تصور کرے جب یہ رابطہ (تعلق) بڑھ جاتا ہے تو ہر ایک چیز شیخ کی صورت میں نظر آتی ہے اور اسی کو فنافی الشیخ کہتے ہیں۔ مشائخ طریقت نے فرمایا ہے کہ رابطے کا طریقہ بہت ہی قریب کا راستہ ہے اور اسی لئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھو اور اگر تم سے یہ نہ ہو سکے تو ان لوگوں کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ○ (۱)

اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تو تجلی ذاتی کے پرتو (ظل) کو نہایت ہشیاری اور بیداری کے ساتھ ملاحظہ کرنا چاہئے تا کہ دونوں جہان کے تعلق سے چھٹکارا پایا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان لوگوں سے تعلق پیدا کرنا چاہئے جو اس پرتو سے مشرف ہوئے ہیں۔ تصور کے جائز ہونے پر ذیل کی حدیث دلیل ہے۔

عَنْ عبد الله اِبْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَحْکِیْ نَبِیاً مِّنَ الْاَنْبِیَآءِ ضَرَبَہ' قَوْمُہ' وَھُوَ یَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْھِہٖ وَیَقُوْلُ رب اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (۲)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی حکایت فرما رہے ہیں کہ ان کی قوم نے ان کو مارا تھا اور خون آلودہ کر دیا تھا اور وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

اگرچہ اس اثر میں تصورِ شیخ کی زائد خصوصیات اور اس کی غرض کا کوئی ذکر نہیں ہے مگر اس تصور

۱۔ توبہ: ۱۱۹ ۲۔ بخاری: ج ۳، ص ۱۲۸۲، رقم ۳۲۹۰۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۴۱۷، رقم ۱۷۹۲

کی نفس حقیقت یعنی غائب کی طرف مثل حاضر کے خیالی نظر سے دیکھنا اس سے صاف ظاہر ہوتی ہے پس جب نفس تصور جائز ہے تو تصور شیخ جو بہت سے فوائد کا سبب ہے بدرجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

طریقہ اس کا یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کی خدمت میں اپنی ذات کو ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کر ڈالے اور شیخ کی محبت کو اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ سمجھتے ہوئے باقی رکھے اور اس کی طرف سے فیض کا ہر وقت منتظر رہے، اپنی دونوں آنکھیں بند کر لے یا کھول رکھے اور شیخ کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ٹکٹکی (خیال سے) لگائے اور جب کسی چیز کا فیض آئے تو اطمینان کے ساتھ اس کی طلب کرے اور اس کی حفاظت کرے اور جب وہ شیخ سے دور ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان محبت اور تعظیم کے طور پر خیال کرتا رہے تو اس کی صورت بھی وہی فائدہ دے گی جو اس کی صحبت فائدہ دیتی ہے اور جذب کمالات بھی اسی محبت سے حاصل ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ سالک اپنے شیخ کی محبت سے مغلوب ہو کر اس کے افعال و حرکات بھی اپنے اندر محسوس کرنے لگتا ہے اور اس کی طبیعت میں سے انا الشیخ کی آواز آنے لگتی ہے۔ امیر خسروؒ بھی اپنے شیخ کے لئے لکھتے ہیں:

خسرو رین سہاگ کی سوئی میں پی کے سنگ   تن مورا، من پیو کا، دونوں ایک ہی انگ

اے خسرو سہاگ کی رات میں اپنے محبوب کے ساتھ تھا۔ تن میرا تھا، جان محبوب کی تھی
اور دونوں ایک بن گئے تھے۔

فنا فی الشیخ کے بعد فنا فی الرسول ﷺ کی منزل آتی ہے جب کہ سالک اپنی ذات کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے متحد کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے اور اس ذات سے شیر و شکر ہو جاتا ہے اسی منزل کے بعد فنا فی اللہ کی منزل آتی ہے۔

مرشد کے ساتھ رابطہ و محبت عمدہ چیز ہے۔ لیکن حد سے زیادہ کمی و زیادتی ہر چیز میں بری ہے۔ پس ایسی زیادتی بھی بہتر نہیں جس میں صورت پرستی کی نوبت پہنچے یا اعتقاداً اس کو حاضر ناظر جاننے لگے کیونکہ اس میں شریعت کی مخالفت ہے جو شرک تک پہنچ جاتی ہے، لیکن جہالت کے غلبے کی وجہ سے آج کل اکثر عقیدے یا عمل میں ایسی خرابیاں ہو جاتی ہیں اس لئے اکثر محققین اس سے پرہیز کرانے اور منع کرنے لگے ہیں۔ حق تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم پر قائم رکھے، آمین۔

خلاصہ اس تقریر کا یہ ہے کہ ربطِ قلب بالشیخ کی حقیقت شیخ سے محبت کا زیادہ ہونا ہے۔ کیونکہ اس سے برکات و انوار میں زیادتی ہوتی ہے اور اس کی صورت شیخ کا تصور ہے جو بسا اوقات محبت کا ذریعہ بنتا ہے اور اس سے وسوسے دور ہوتے ہیں مگر حقیقت اور صورت دونوں میں شرط یہ ہے کہ شرع شریف

کی حد سے عقیدے یا عمل میں باہر نہ ہو ورنہ معصیت (گناہ) و بدعت کا سبب ہو کر نسبت باطنی خراب ہو جائے گی۔ واللہ اعلم!

پاسِ انفاس

اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سانسوں پر آگاہ رہے۔ جب سانس اپنے ارادے کے بغیر خود بخود باہر نکلے تو اس کے باہر ہونے کے ساتھ ہی دل کی زبان سے کہے **لا الٰہ** پھر جب سانس خود بخود اندر جائے تو اندر جانے کے ساتھ ہی **الا اللّٰہ** کہے۔ طریقت کے بزرگوں نے کہا ہے کہ اس ذکر کا نام پاس انفاس ہے اور خطروں اور وسوسوں کے دور ہونے میں اس کا بڑا اثر ہے۔

اگر تو پاس داری پاسِ انفاس بسلطانی رسانندت ازیں پاس

اگر تو پاس انفاس کا لحاظ رکھے گا تو تجھ کو اس کی وجہ سے بادشاہی تک پہنچا دیں گے۔

تخیلِ نقشِ اسمِ ذات

بعض بزرگ وسوسوں کو دور کرنے کے لئے اسم ذات (اللہ) کے تصور کا ارشاد فرماتے ہیں اس طرح پر کہ لفظ اللہ کو کسی کاغذ پر جلی قلم سے لکھ کر یا دل کی تختی پر لکھا ہوا تصور کر کے اس پر خیال جمائے یا کثرت سے لکھا کرے تا کہ اسم ذات اس کے تصور میں خوب جم جائے۔ (واللہ اعلم)

مراقبہ یعنی دل سے اللہ تعالیٰ کا دھیان کرنا

مراقبہ رقوب سے مشتق ہے، جس کے معنی محافظت اور نگہبانی کے ہیں۔ مراقبے کی تعریف جو اس کی تمام قسموں پر حاوی ہے یہ ہے کہ اکثر حالات میں اپنے خیال کو ایک خاص وقت تک پوری پوری توجہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرف یا روح کے جسم سے بے تعلق ہونے کی طرف یا اس قسم کے اور خیال کی طرف اس طرح سے لگانا کہ عقل و وہم و خیال اور تمام حواس اس توجہ کے تابع ہو جائیں تا کہ وہ غیر محسوس جس کی طرف تم نے خیال لگایا ہے وہ تمہارے سامنے بمنزلہ محسوس کے ہو جائے اور اس کے غلبے سے تمہارے منشا پر عمل ہونے لگے۔ خلاصہ یہ ہے کہ کسی ایک مفہوم میں اس طرح ڈوب جائے کہ سوائے اس کے کوئی چیز دھیان میں نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (۱)

۱۔ الحشر: ۱۸

اور ہر ایک کو چاہئے کہ دیکھ بھال کرے کہ وہ کل (قیامت) کے لئے کیا بھیج رہا ہے۔

نیز فرمایا:

وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ (۱)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کر۔

یہ آیتیں اور اسی قسم کی دوسری آیات مراقبے کے مفہوم پر دلالت کرتی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (۲)

احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت اس طرح پر کرے کہ گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے، پس اگر ایسا نہ کر سکے کہ تو اس کو دیکھ رہا ہے تو یوں خیال کر کہ وہ تو تجھ کو دیکھ ہی رہا ہے۔

یہ مراقبے کی اصل ہے۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے:

عَنْ عبد الله اِبْنِ عُمَرؓ قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِيْ فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ اخرجه الترمذی والبخاری و زاد الترمذی و ابن ماجه بعد قوله اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَّ عُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ (۳)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ دنیا میں اس طرح رہ گویا تو مسافر ہے یا راہ میں گزر رہا ہے روایت کیا اس کو بخاری و ترمذی نے اور ترمذی نے عابر سبیل کے بعد یہ جملہ اور زیادہ روایت کیا ہے کہ اپنے آپ کو اہلِ قبور میں سے شمار کرو۔

اس حدیث میں اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرنا دل کا عمل ہے اور اس سے دنیا کے تعلقات میں کمی اور مردے کی طرح شہوت غصے اور دوسرے برے اخلاق سے دوری پیدا ہوتی ہے اور فرمانبرداری اور رضا کا غلبہ ہوتا ہے اور یہی مقصد ہے مراقبے سے، چنانچہ بزرگوں کا قول کہ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا "اپنے مرنے سے پہلے مرجاؤ"۔ اسی حدیث شریف کے مطابق ہے اور دوسرے موقع پر حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ الاعراف: ۲۰۵ ۲۔ حدث جبریل، اس کا حوالہ آغاز میں گزر چکا ہے

۳۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۳۵۸، رقم ۶۰۵۳۔ ترمذی: ج ۴، ص ۵۶۷، رقم ۲۳۳۳۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۳۷۸، رقم ۴۱۱۴

احفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ (۱)

اے لڑکے اللہ تعالیٰ کا خیال رکھا کر تو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔

اس حدیث کا مطلب بھی وہی ہے جو مراقبے کا حاصل ہے، باقی رہی وہ خاص ہیئت جو صوفیوں میں رائج ہے وہ اس کی پختگی کے لئے ہے اس لئے ہیئت کے واسطے نص کی ضرورت نہیں ہے۔ اور بھی بہت سی آیات واحادیث مفہوم مراقبے پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ اَبُوْ بَكْرٍؓ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ شِبْتَ قَالَ شَيَّبَتْنِىْ هُوْدٌ وَّالْوَاقِعَةُ والمرسلات وعم يتساء لون واذا الشمس كورت (۲)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ تو بوڑھے ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورہ ہود، سورہ واقعہ، سورۂ مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔

سورۂ ہود میں پہلی امتوں کے غضبِ الٰہی کے عذاب میں مبتلا ہونے کا ذکر ہے اور سورۂ واقعہ میں دوزخ اور جنت والوں کا تفصیلی ذکر ہے۔ اس حدیث میں ان واقعات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا غور وفکر کرنے کا ذکر ہے اور یہی مراقبے کا مفہوم ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت جگہ اس مفہوم کا ذکر ہے۔ كَمَالَا يَخْفٰى عَلٰى اَرْبَابِهٖ یہاں بوجہ اختصار اسی کو کافی سمجھا گیا ہے۔

طریقہ: بزرگوں نے مراقبے کے مختلف طریقے لکھے ہیں۔ لیکن یہاں ایک ایسا طریقہ پیش کیا جاتا ہے جو ہر شخص کے لئے خواہ وہ کسی سلسلے میں داخل ہو یا نہ ہو ضروری اور مفید ہے: چاہئے کہ ہر وقت کثرت سے یہ سوچا کرے کہ اگر میں نے برا کام کیا یا برا خیال جمایا تو اللہ تعالیٰ دنیا یا آخرت میں سزا دیں گے اور عبادت کے وقت یہ خیال کرے کہ اللہ تعالیٰ میری عبادت کو دیکھ رہا ہے اس لئے اچھی طرح بجالانی چاہئے اور دن رات میں ایک خاص وقت مقرر کر کے اپنے اعمال کا جائزہ لیا کرے اور نیک کاموں پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور برے کاموں سے استغفار کرے، اس کو محاسبہ کہتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے:

اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ (۳)

دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد (کی زندگی) کے لئے کام کرے

اور صفات الٰہی کے تدبر میں اپنے خیال کو محو کر دے انشاء اللہ العزیز تھوڑے دنوں میں اس کا دھیان بندھ جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہ ہوگی۔

۱۔ ترمذی: ج۴، ص۶۶۷، رقم ۲۵۱۶۔ احمد: ج۱، ص۲۹۳، رقم ۲۶۶۹ ۲۔ ترمذی: ج۵، ص۴۰۲، رقم ۳۲۹۷، مستدرک: ج۲، ص۴۷۳، رقم ۳۳۱۴ ۳۔ ابن ماجہ: ج۲، ص۱۴۲۳، رقم ۴۲۶۰، ترمذی: ج۴، ص۶۳۸، رقم ۲۴۵۹

توجہ وتصرف معمولۂ اہلِ طریقت

اپنی قوت ارادی (خیال کی طاقت) سے کسی کے دل پر اثر ڈال کر اس کی حالت میں تبدیلی پیدا کرنا توجہ یا تصرف یا ہمت کہلاتا ہے۔ مسمریزم و ہپناٹزم وغیرہ کرنے والے بھی اسی سے کام لے کر لوگوں کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں اور اہل طریقت بھی اسی کے ذریعے سالکوں کے دلوں پر ان کی اصلاح کا اثر ڈالتے ہیں۔

حکم

جو مواقع شرع شریف میں جائز اور محمود ہیں ان میں توجہ وتصرف کا استعمال جائز اور مستحسن ہے۔ اور جو مواقع ممنوع یا مکروہ ہیں ان میں تصرف کا استعمال ممنوع یا مکروہ ہے۔ مثلاً اصلاح امراض باطنیہ (حسد، کینہ وغرور وغیرہ) میں اور سلب امراض وکشف نسبت وغیرہ میں جائز اور مستحسن ہے اور کسی کے دل پر زور ڈال کر اس کے دل کا حال معلوم کرنا یا اس سے کوئی رقم حاصل کرنا وغیرہ میں ممنوع ہے۔

دلیل

عَنْ اُبَیِّ ابْنِ کَعْبٍ قَالَ کُنْتُ فِی الْمَسْجِدِ فَدَخَلَ رَجُلٌ یُّصَلِّیْ فَقَرَءَ قِرَأَۃً اَنْکَرْتُھَا عَلَیْہِ ثُمَّ دَخَلَ آخَرُ فَقَرَءَ قِرَأَۃً سِوٰی قِرَأۃِ صَاحِبِہٖ فَلَمَّا قَضَیْنَا الصَّلٰوۃَ دَخَلْنَا جَمِیْعًا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ فَقُلْتُ اِنَّ ھٰذَا قَرَءَ قِرَأَۃً اَنْکَرْ تُھَا عَلَیْہِ وَ دَخَلَ اٰخَرُ فَقَرَءَ قِرَأَۃً سِوٰی قِرَأۃِ صَاحِبِہٖ فَاَمَرَ ھُمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَرَءَ فَحَسَّنَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَأْنَھُمَا فَسَقَطَ فِیْ نَفْسِیْ مِنَ التَّکْذِیْبِ وَلَا اِذْ کُنْتُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ فَلَمَّا رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا قَدْ غَشِیَنِیْ ضَرَبَ فِیْ صَدْرِیْ فَفِضْتُ عَرَقاً وَ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی فَرَقاً فَقَالَ لِیْ یَا اُبَیُّ اُرْسِلَ اِلَیَّ اَنْ اَقْرَءَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی حَرْفٍ فَرَدَدْتُّ اِلَیْہِ اَنْ یُّھَوِّنَ

عَلٰی اُمَّتِیْ فَرَدَّ اِلَیَّ الثَّانِیَةِ اَنْ اَقْرَءَ ہٗ عَلٰی حَرْفَیْنِ فَرَدَوْتُ اِلَیْهِ اَنْ لُّهَوِّنَ عَلٰی اُمَّتِیْ فَرَدَّ اِلَی الثَّالِثَةِ اَنْ اَقْرَئَهٗ عَلٰی سَبْعَةِ اَحْرُفٍ فلك بِكُلِّ رَدَّةٍ رَدَدْتَّهَا مَسْئَلَةٌ تَسْئَلُنِیْهَا فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِیَوْمٍ یَّرْغَبُ اِلَیَّ الْخَلْقُ کُلُّهُمْ حَتّٰی اِبْرَاهِیْمُ صلی الله علیه وسلم (۱)

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں تھا۔ ایک شخص آ کر نماز پڑھنے لگا اور اس نے قرآن مجید اس طرح پڑھا کہ میں نے اس کو عجیب سمجھا، پھر ایک اور شخص آیا اس نے اور ہی طرح قرآن مجید پڑھا۔ جب ہم سب نماز پڑھ چکے تو ہم سب کے سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے اس طرح پڑھا تھا کہ میں نے اس کو عجیب سمجھا اور یہ دوسرا جو آیا تو اس نے اور ہی طرح پڑھا۔ آپ ﷺ نے ان دونوں سے فرمائش کی اور ان دونوں نے پڑھا، تو آپ نے دونوں کا پڑھنا ٹھیک بتایا۔ میرے دل میں تکذیب (کی حالت درجہ وسوسہ میں) واقع ہوئی، مگر حالت جاہلیت کی سی نہیں، جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ حالت دیکھی جو مجھ پر چھائی جا رہی تھی تو آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مارا، میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف سے میری یہ حالت ہوئی کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، اے ابی پہلے مجھے حکم دیا گیا کہ میں قرآن ایک حرف (ایک قرات) میں پڑھوں، سو میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما، پھر دوبارہ مجھے حکم ہوا کہ دو حرفوں میں پڑھوں، پھر میں نے دوسری بار عرض کیا کہ میری امت پر آسانی فرما، پھر تیسری بار مجھے حکم ہوا کہ سات حرفوں میں پڑھوں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جتنی بار تم نے امت پر آسانی کے لئے دعا کی ہر بار کے بدلے میں ایک دعا قبول ہے، ہم سے مانگ لو۔ میں نے عرض کیا یا اللہ میری امت کو بخش دے، یا اللہ میری امت کو بخش دے، اور تیسری دعا میں نے اس دن کے لئے اٹھا رکھی ہے جس روز تمام مخلوق میری طرف رغبت کرے گی حتیٰ کہ ابراہیم علیہ السلام بھی۔

اس حدیث میں ارادے سے ہاتھ مارنا جس سے یہ حالت ہو گئی تصرف ہے۔

۱۔ صحیح مسلم: ج۱، ص۵۶۱، رقم ۸۲۰۔ مسند احمد: ج۵، ص۱۲۸، رقم ۲۱۲۱۷

دوسری حدیث جو حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اس میں ہے کہ جس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تھی اور حضور ﷺ نے فرشتے سے فرمایا تھا۔

مَا اَنَا بِقَارِئٍ قَالَ فَاَخَذَ نِیْ فَغَطَّنِیْ حَتّٰی بَلَغَ مِنِّی الْجُهْدَ (۱)

میں پڑھنا نہیں جانتا آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس فرشتے نے مجھ کو پکڑا اور بھینچا (دبایا) اور اس میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ میں نے ان کے دبانے سے بڑی مشقت اٹھائی۔ اور یہ عمل تین دفعہ فرمایا جیسا کہ پوری حدیث میں ہے۔

یہ فرشتہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، ان کا پڑھنے کے لئے کہنا اس لئے نہیں تھا کہ جو پہلے سے یاد ہو وہ پڑھئے بلکہ یہ کہنا ایسا تھا جیسے استاد بچے کے سامنے اب ت رکھ کر کہتا ہے کہ پڑھو، یعنی جو میں بتاؤں گا وہ پڑھو۔ پھر آپ ﷺ کا فرمانا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں یا تو اس بنا پر ہے کہ آپ کا ذہن مبارک اقراء کے اس معنی کی طرف نہیں گیا اور یا آپ ﷺ کو قرینے سے یہ گمان ہوا کہ کوئی ایسی چیز پڑھوائیں گے کہ جس کے حاصل کرنے اور یاد رکھنے کے لئے پہلے سے پڑھا لکھا ہونے کی ضرورت ہے۔ بہرحال اس کی ضرورت تھی کہ اس کے پڑھنے کے لئے آپ ﷺ کے استعداد کی طاقت کو پورا کیا جائے۔ اس غرض سے فرشتے نے آپ ﷺ کو کئی بار دبایا تاکہ قوت توجہ و ہمت سے آپ کے قلب میں تصرف کریں۔ اس طرح اس حدیث سے اس عمل کا بھی اثبات ہوتا ہے، نیز چونکہ غیبی فیض اور برکتوں سے دل پر اثر ہوتا ہے اور دوسرے اعضا دل کے تابع ہیں، پس اگر فیض قوی ہوتا ہے تو باقی جسم پر بھی اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ بعض وقت غیبت محض ہو جاتی ہے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ کا کپڑا اوڑھنا اس لئے تھا کہ بدن پر لرزہ تھا پس اس سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔

حال، وجد و استغراق

ہاتھ مارنے سے جو حالت ہوئی یہ وجد ہے اور اس کا غلبہ حد درجے کا استغراق ہے اور یہ حد درجہ ہونا ابی بن کعبؓ کے اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ نَظَرَ اِلَی اللّٰهِ سے تشبیہ دی ہے اور ظاہر ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنے کا وقوع اس دنیا میں ہوتا تو ہرگز ہوش و حواس بجا نہ رہتے۔ حدیث

عن زهرة بن معبد عن جده قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ وَاللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا نَفْسِيْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

۱۔ بخاری: ج۱، ص۶

وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْ مِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ نَّفْسِہٖ قَالَ فَاَنْتَ الْاٰنَ وَاللّٰہِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ (۱)

راوی کہتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور آپ ﷺ حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کی واللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم البتہ آپ مجھے سوائے میری جان کے ہر چیز سے عزیز تر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے تو مومن کامل نہیں ہوگا جب تک کہ میں تجھ کو اپنی جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ پس (حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کی برکت سے اس وقت ان کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کی ایسی تاثیر ہوئی کہ) حضرت عمرؓ نے کہا قسم ہے اللہ پاک کی اب آپ ﷺ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اب تو پورا مومن ہوا۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر تصرف کیا اور ان کے دل سے اپنی جان کی محبت دور فرمائی جو ظاہر ہے۔ فافہم

اقسامِ توجہ

بعض بزرگوں نے توجہ و تصرف کی اقسام اس طرح بیان فرمائی ہیں۔

انعکاسی: وہ ایسی ہے جیسے کوئی شخص خوب عطر لگا کر مجلس میں آئے اور اس عطر کی خوشبو سب اہل مجلس کے دماغوں کو معطر کر دے، پس اس قسم کا اثر ضعیف ہے اور صحبت کے باقی رہنے تک باقی رہتا ہے اور پھر کچھ بھی نہیں۔

القائی: جیسے کوئی شخص بتی اور تیل ایک برتن میں ڈال کر لایا اور دوسرے کے پاس آگ تھی، اس نے روشن کر دیا بس چراغ تیار ہو گیا۔ یہ تاثیر البتہ کچھ طاقت رکھتی ہے کہ صحبت کے بعد بھی اس کا اثر باقی رہتا ہے۔ لیکن جب کوئی صدمہ پہنچ جائے جیسے چراغ کے لئے آندھی یا کوئی اور آفت تو اس کا اثر جاتا رہتا ہے اس لئے کہ یہ تاثیر نفس اور لطائف کی درستی نہیں کر سکتی جیسے ناکارہ تیل اور بتی اور برتن کہ اس کو آگ درست نہیں کر سکتی۔

۱۔ مسند احمد: ج ۴، ص ۳۳۶، رقم ۱۸۹۸۱

اصلاحی: اور وہ اس طرح کہ جیسے پانی کو دریا سے یا کنوئیں سے لا کر کسی حوض میں جمع کر دیں، حوض کے راستے کو بالکل صاف کر دیں۔ اس حوض میں فوارہ بھی ہو، اس کا راستہ بھی خوب صاف کر دیں اور پانی کو چھوڑ دیں اور پانی خوب زور سے حوض میں پہنچے اور فوارہ خوب زور سے باہر ادھر ادھر چھوٹنے لگے۔ س قسم کی تاثیر پہلی تاثیروں سے بہت طاقتور ہے کیونکہ اس میں نفس کی اصلاح اور لطیفوں کی صفائی بھی ہوتی ہے لیکن پانی کے خزانے کی مقدار اور راستے کے موافق نہ کہ کنوئیں اور دریا کے برابر، اور ان سب باتوں کے ساتھ ہی اگر خزانے میں کوئی فتور یا آفت واقع ہو جائے تو البتہ نقصان آ جاتا ہے۔

تاثیر اتحادی: وہ یہ ہے کہ شیخ اپنی کمال والی روح کو طالب کی روح سے پوری قوت کے ساتھ ملائے تاکہ شیخ کی روح کا کمال طالب کی روح میں اثر کر جائے اور یہ مرتبہ سب قسموں میں زیادہ طاقت رکھتا ہے کیونکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں روحوں کے ملنے اور ایک ہو جانے سے جو کمالات شیخ کی روح میں ہیں وہ طالب کی روح میں سما جاتے ہیں اور بار بار فائدہ لینے کی ضرورت نہیں رہتی۔ سو اولیا میں اس قسم کی تاثیر بہت کم پائی گئی ہے جیسے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی نسبت ایک نانبائی کے ساتھ ظہور میں آئی کہ نانبائی کے سخت اصرار پر آپ نے اسے توجہ سے اپنے جیسا بنا دیا اور وہ ضبط نہ کر کے فوت ہو گیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتدائے وحی کے وقت سینے سے چمٹا کر دبانے میں تاثیر اتحادی تھی۔ (۱)

۱۔ توجہ کا طریقہ دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمایئے۔ مولف

حقیقت وثبوتِ جذب وحال ووجد واستغراقِ اہلِ طریقت

تعریف

کسب ومجاہدے کے بغیر جو باطنی احوال حاصل ہو جاتے ہیں ان کو جذب کہتے ہیں اور انہی کو اجتباؑ ومحبوبیت ومرادیت بھی کہتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ:

اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُO (۱)

اللہ تعالیٰ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص (اللہ تعالیٰ کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنی طرف راہ دکھاتا ہے۔

کسی عجیب وغریب اور پسندیدہ حالت کا غلبہ جو ریا اور مکاری سے نہ ہو بلکہ بے اختیاری سے ہو اصطلاح میں وجد یا حال جذبہ کہلاتا ہے پس جو وجد کہ بہ اختیار ہو یا مجلس سماع میں امور نامشروعہ یہ ہو وہ ہمارے طریقے کے خلاف ہے، یا یوں کہئے کہ یہ **جذب واجتبا** کا ثمرہ ہے اور وجد وحال کا کمال درجہ یعنی اس حال میں محو و بے خبر ہو جانا **استغراق** کہلاتا ہے۔

حقیقتِ جذب

جذب کی دو قسمیں ہیں: ۱۔ جذبِ مبتدی، ۲۔ جذبِ منتہی،

جاننا چاہئے کہ وہ مجذوب جنہوں نے ابھی سلوک کو پورا نہیں کیا اگرچہ وہ قوی جذب رکھتے ہوں اور خواہ کسی راستے سے جذب کئے گئے ہوں، وہ قلب والوں کے گروہ میں داخل ہیں کیونکہ سلوک اور تزکیہ نفس کے بغیر مقام قلب سے نہیں گزر سکتے اور مقلب قلب (اللہ تعالیٰ) تک نہیں پہنچ سکتے۔ ان کا جذب قلبی ہے اور ان کی محبت عرضی ہے نہ ذاتی اور غرضی ہے نہ اصلی، کیونکہ اس مقام میں نفس روح کے ساتھ ملا ہوا ہے اور ظلمت نور کے ساتھ خلط ملط ہوتی ہے جب تک روح مطلوب حقیقی کی طرف توجہ

۱۔ الشوریٰ: ۱۳

کرنے کے لئے نفس سے الگ اور آزاد نہ ہو جائے اور نفس روح سے جدا ہو کر بندگی میں نہ اتر آئے، تب تک مقامِ قلب کی تنگی سے پورے طور پر نہیں نکل سکتے اور قلب کے پھیرنے والے (اللہ تعالیٰ) تک نہیں پہنچ سکتے اور اس چھٹکارے کے بعد جب طالب سیر فی اللہ کے ساتھ تعلق رکھتا اور فنا فی اللہ کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے تو اس کو جو محبت اور انجذاب حاصل ہوتا ہے وہی حقیقی اور اصلی جذب ہے اسی کو منتہی کا جذب کہا گیا ہے، اگرچہ دونوں جذب ایک ہی معلوم ہوتے ہیں لیکن اوپر کے بیان سے واضح ہو گیا کہ دونوں میں بہت فرق ہے۔ وما لِلتُّرَابِ وَرَبُّ الْاَرْبَابِ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔

ثبوتِ حال و وجد

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ (۱)

اور جب وہ اس کو سنتے ہیں جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا گیا تو آپ ان کی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھتے ہیں، اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا۔

قرآن مجید کی آیتوں کو سن کر رونا آ جانا اور دلوں کا نرما جانا یہی جذبہ اور وجد کی کیفیت ہے جو آیت مذکور سے ظاہر ہے۔ دیگر:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّ خَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا (۲)

پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

اس آیت میں موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی تجلی کے پرتو سے بیہوش ہو جانا کمال جذبہ و وجد کی دلیل ہے۔ سالک بھی اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے پرتو کو برداشت نہیں کر سکتا اور اس پر وجد اور بیہوشی چھا جاتی ہے اور بعض وقت اس حال کے کمال غلبے میں محو ہو جاتا ہے، جس کو استغراق کہتے ہیں۔

اور بھی بہت سی آیتیں وجد و حال پر دلالت کرتی ہیں مثلاً:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (۳)

اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے، بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ

۱۔ المائدہ: ۸۳ ۲۔ الاعراف: ۱۴۳ ۳۔ الزمر: ۲۳

اٹھتے ہیں اور دل نرم (اور تابع) ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِہٖۤ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْھِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًاۙ(۱)

بے شک جن لوگوں کو اس (قرآن) سے پہلے علم دیا گیا تھا، یہ (قرآن) جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔

یہ سب وجد کی حالتیں ہیں۔ حدیث شریف:

عَنْ شَفِیِّ الْاَصْبَحِی قُلْتُ لِاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنْشَدَكَ بِحَقٍّ وَّ بِحَقٍّ لَمَا حَدَّثْتَنِیْ حَدِیْثًا سَمِعْتَہ، مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَقَلْتَہ، وَ عَلَّمْتَہ، فَقَالَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ اَفْعَلُ لَاُحَدِّ ثَنَّكَ حَدِیْثًا حَدَّ ثَنِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَقَلْتُہ، وَعَلِمْتُہ، ثُمَّ نَشَغَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ نشغہ (۲)

شفی اصحی سے روایت ہے کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ میں آپ سے حق کے لئے اور پھر حق کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ایسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کیجئے جس کو آپ نے خوب سمجھا اور بوجھا ہو۔ ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا کرونگا۔ میں تم سے ایسی ہی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کروں گا جس کو میں نے سمجھا اور بوجھا ہوگا پھر ابو ہریرہؓ نے ایک چیخ ماری۔

یہ کیفیت بیتابی یا تو شدت خوف سے ہوئی ہے کہ حدیث کا بلا کم وکاست بیان کرنا بڑی احتیاط کی بات ہے اور یا شدت شوق سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا حضرت ابو ہریرہؓ کا بڑے زور سے چیخ مارنا، بیہوش ہو جانا اور پسینہ آ جانا وجد وحال کی کھلی دلیل ہے، اس قسم کا وجد متوسطین کو ہوتا ہے، مگر کبھی کاملین میں بھی ایسا ہوتا ہے جیسا کہ حدیث بالا سے ظاہر ہے البتہ کاملین کا وجد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر غشی ہونے کے مانند ہے۔ نیز حدیث شریف میں ہے:

عَنْ اَسْمَاءَ قَالَتْ مَا کَانَ اَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ یُغْشٰی عَلَیْہِ وَلَا یُصْعَقُ عِنْدَ تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ اِنَّمَا کَانُوْا یَبْکُوْنَ وَ یَقْشَعِرُّوْنَ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُ ھُمْ وَ قُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (۳)

حضرت اسماءؓ سے روایت ہے کہ سلف (صحابہؓ وتابعینؒ) میں سے تلاوت قرآن کے وقت نہ کسی پر بے ہوشی ہوتی تھی اور نہ کوئی چیختا تھا، صرف رویا کرتے تھے اور ان کے بدن پر رونگٹے

۱۔ بنی اسرائیل: ۱۰۷ ۲۔ ترمذی: ج ۴، ص ۵۹۱، رقم ۲۳۸۲۔ حاکم: ج ۱، ص ۵۷۹، رقم ۱۵۲۷۔ ابن خزیمہ: ج ۴، ص ۱۱۵، رقم ۲۴۸۲ ۳۔ رزین

کھڑے ہو جاتے تھے پھر اللہ تعالیٰ کی یاد کی طرف ان کی کھال اور دل نرم ہو جاتے تھے۔

قرآن پاک کی آیت مذکورہ بالا بحوالہ سورہ زمر بھی کاملین کے اسی وجد کی تائید کرتی ہے اور دوسری حدیثیں بھی بہت ہیں جو وجد و حال کی تائید کرتی ہیں: كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى الْمُتَجَسِّس مثلاً

> عَـنْ مُطَرِّفْ عَنْ اَبِيْهِ قال رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّىْ وَ فِىْ صَدْ رِهٖ اَزِيْزٌ كَاَزِيْزِ الرحٰى مِنَ الْبُكَاءِ (۱)
>
> حضرت مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینے سے چکی کی آواز کی مانند آواز آ رہی تھی۔

مختلف سلاسل کے اولیا کے یہاں بھی ایسے وجد کے واقعات بکثرت ملتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات سے بعض لوگوں کا وجد میں وصال پانا بھی مروی ہے۔ خواجہ ہاشم کشمیؒ نے بھی برکات احمدیہ میں ایسے واقعات درج کئے ہیں مثلاً:

۱۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے احوال میں ہے کہ ان کی خدمت میں ایک صاحب خواجہ برہان حاضر ہوئے جو پہلے کسی دوسرے سلسلے میں نسبت اور اجازت حاصل کر چکے تھے اور تصور شیخ کی نگہداشت سے اس قدر سکر سے مغلوب ہوئے کہ بڑھاپے کے باوجود وہ قریب دو ہاتھ اوپر اچھلتے تھے اور خود کو دیوار و درخت پر مارتے تھے اور کسی طرح قابو میں نہ آتے تھے۔

۲۔ رمضان کی ایک رات حضرت مجدد الف ثانیؒ نے حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی خدمت میں ایک سادہ لوح دہقانی کے ہمراہ فالودہ ارسال کیا، اس نے در اقدس پر پہنچ کر زنجیر کھٹکھٹائی، حضرت خواجہ بہ نفس نفیس تشریف لائے اور فالودہ لے کر دہقانی سے اس کا نام دریافت کیا۔ اس نے ''بابا'' بتایا۔ حضرت نے فرمایا ''چوں خادم شیخ احمد مائی بامائی'' یعنی جب تو ہمارے شیخ احمدؒ کا خادم ہے تو ہمارے ساتھ ہے۔ یہ فرماتے ہی دہقانی پر جذب طاری ہو گیا اور آہ و فغاں کرتا ہوا حضرت مجدد صاحبؒ کی خدمت میں پہنچا اور حال دریافت کرنے پر عرض کیا کہ مجھے زمین و آسمان، شجر و حجر غرض ہر چیز میں ایک بے رنگ و بے نہایت نور نظر آ رہا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ غالباً حضرت خواجہؒ اس کے سامنے آ گئے ہیں اور ان کے آفتاب کا ایک پرتو اس ذرے پر پڑ گیا ہے۔

یاد رہے کہ جو وجد و تواجد اختیاری ہو یا ناجائز امور پر مرتب ہو وہ درست نہیں، البتہ غیر اختیاری وجد پر ممانعت یا درست نہ ہونے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا کیونکہ ایسی صورت میں انسان مکلف ہی نہیں رہتا۔

۲۔ ابوداؤد: ج۱، ص ۲۳۸، رقم ۹۰۴۔ بیہقی کبریٰ: ج۱، ص ۲۵۱، رقم ۳۱۷۳

مخصوص دعائیں

جو زندگی کے مخصوص اوقات و حاجات اور حالات میں پڑھی جاتی ہیں

۱۔ صبح و شام پڑھنے کی دعائیں

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَىْءٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (تین بار) اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصْبَحْنَا وَبِكَ اَمْسَيْنَا وَ بِكَ نَحْيٰى وَبِكَ نَمُوْتُ وَ اِلَيْكَ النُّشُوْرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَىٌّ لَّا يَمُوْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ط رَضِيْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْناً وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ نَبِيًّا اَصْبَحْنَا عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَكَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰى دِيْنِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّةِ اَبِيْنَا اِبْرَاهِيْمَ حَنِيْفاً مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِىْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَ اَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَىَّ وَ اَبُوْءُ بِذَنْبِىْ فَاغْفِرْلِىْ فَاِنَّهٗ لَا يُغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ حَسْبِىَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط

(حَسْبِىَ اللّٰهُ سے عَظِيْمِ تک سات بار پڑھے۔)

شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کہ جس کے نام کے ساتھ نہیں نقصان پہنچا سکتی کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں اور وہ سنتا جانتا ہے، پناہ چاہتا ہوں میں حق تعالیٰ کے کامل کلمات کی تمام مخلوق کی برائی سے۔ یا اللہ آپ ہی کی قدرت سے صبح کی ہم نے اور آپ ہی کی قدرت سے شام کی ہم نے اور آپ ہی کی قدرت سے ہم زندہ

ہیں، اور آپ ہی کی قدرت سے ہم مرتے ہیں، اور آپ ہی کی طرف اٹھنا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے، اکیلا ہے وہ، نہیں کوئی شریک اس کا، اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے تعریف ہے، جلاتا اور مارتا ہے اور وہ زندہ ہے نہیں موت اس کو، اور وہ سب چیزوں پر قادر ہے۔ راضی ہیں ہم سب اللہ تعالیٰ سے باعتبار رب ہونے کے اور اسلام سے باعتبار دین ہونے کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے باعتبار نبی ہونے کے۔ صبح کی ہم نے دین اسلام پر اور کلمہ اخلاص پر اور دین پر اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر جو کہ خاص مطیع تھے اور نہ تھے مشرکوں میں سے، یا اللہ تو ہی ہے رب میرا، نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے، پیدا کیا تو نے مجھے اور میں بندہ ہوں تیرا اور میں تیرے عہد اور تیرے وعدے پر ہوں، جہاں تک استطاعت رکھتا ہوں، اقرار کرتا ہوں تیری نعمت کا اپنے اوپر اور اقرار کرتا ہوں اپنے گناہ کا پس بخش دے تو مجھے، کیونکہ نہیں بخشتا ہے گناہوں کو کوئی سوائے تیرے، پناہ پکڑتا ہوں میں تیری اپنے اعمال کی برائی سے، کافی ہے مجھ کو اللہ تعالیٰ، نہیں کوئی معبود سوائے اس کے، اسی پر بھروسہ کیا میں نے اور وہ رب ہے عرش عظیم کا۔

۲۔ جب آفتاب طلوع ہو تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَقَاَ لَنَا یَوْمَنَا هٰذَا وَلَمْ یُهْلِکْنَا بِذُنُوْبِنَا (۱)

شکر ہے اللہ کا جس نے آج ہمیں معافی دی اور ہمارے گناہوں کی وجہ سے ہمیں ہلاک نہیں کیا۔

۳۔ غروب آفتاب کے وقت یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ هٰذَا اِقْبَالُ لَیْلِكَ وَ اِدْبَارُ نَهَارِكَ وَ اَصْوَاتُ دُعَاتِكَ فَاغْفِرْلِی (۲)

یا اللہ یہ وقت ہے آپ کی رات کے آنے کا اور آپ کے دن کے جانے کا اور آپ کے سائلوں کی پکار کا، پس مجھے بخش دے۔

۴۔ جب گھر میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَ الْمَوْلَجِ وَ خَیْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا وَ بِسْمِ

مسلم: ج ۱، ص ۵۶۴، رقم ۸۲۲، ابن حبان: ج ۶، ص ۳۴۱، رقم ۹۶۰۷ ۲۔ حاکم: ج ۱، ص ۳۱۴، رقم ۷۱۴

اللّٰہِ خَرَجْنَا وَ عَلَی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا (۱)

یا اللہ میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اندر جانے کی اور بھلائی باہر نکلنے کی، اللہ تعالیٰ کے نام سے اندر جاتے ہیں ہم اور اللہ تعالیٰ کے نام سے باہر نکلتے ہیں اور اپنے رب اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہم نے۔

۵۔ جس وقت گھر سے نکلے تو یہ دعا پڑھے:

بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ (۲)

اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کیا میں نے۔

۶۔ سوتے وقت یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا (۳)

یا اللہ میں تیرے نام کو یاد کرتے ہوئے مرتا ہوں اور جاگتا ہوں۔

۷۔ جب کوئی برا خواب دیکھے تو یہ دعا پڑھے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ وَشَرِّ ھٰذِہِ الرُّؤْیَا

پناہ پکڑتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کی شیطان سے اور اس خواب کی برائی سے۔ (تین بار کہے اور بائیں طرف تھتکار دے، پھر کروٹ بدل لے اور کسی سے وہ خواب بیان نہ کرے) اور جب چونک جائے یا وحشت چھا جائے یا بے خوابی ہو تو یہ کہے۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَ عِقَابِہٖ وَ شَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَ اَنْ یَّحْضُرُوْنَ (۴)

پناہ پکڑتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کی پکی باتوں کی اس کے غصے اور اس کے عذاب سے اور اس کی مخلوق کی برائی سے اور شیطانوں کی چھیڑ سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

۱۔ ابوداؤد: ج۴، ص۳۲۵، رقم ۵۰۹۶۔ المعجم الکبیر: ج۳، ص۲۹۶

۲۔ ابوداؤد: ج۴، ص۳۲۵، رقم ۵۰۹۵۔ ابن حبان: ج۳، ص۱۰۴، رقم ۸۲۲

۳۔ بخاری: ج۵، ص۲۳۲۷، رقم ۵۹۵۵۔ ترمذی: ج۵، ص۴۸۱، رقم ۳۴۱۷

۴۔ حاکم: ج۱، ص۷۳۳، رقم ۲۰۱۰۔ نسائی کبریٰ: ج۶، ص۱۹۰، رقم ۱۰۶۰۱۔ ابن ابی شیبہ: ج۵، ص۴۴، رقم ۲۳۴۷

۸۔ سو کر اٹھے تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَآ اَمَاتَنَا وَ اِلَیْهِ النُّشُوْرُ (۱)

شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں زندہ کیا، بعد مار دینے کے اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

۹۔ جب بیت الخلا میں جانے کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ (۲)

شروع اللہ کے نام کے ساتھ یا اللہ میں پناہ پکڑتا ہوں تیری ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

۱۰۔ جب بیت الخلا سے باہر آئے تو یہ دعا پڑھے

غُفْرَانَكَ (۳) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ (۴)

بخشش چاہتا ہوں میں آپ کی شکر ہے اللہ کا جس نے دور کر دی مجھ سے گندگی اور صحت دی مجھ کو۔

۱۱۔ جب وضو شروع کرے تو یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَهُوْرًا

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے۔ سب تعریف اللہ کے لئے ہے، جس نے پانی کو پاکی کا ذریعہ بنایا۔

کلی کرتے وقت کہے:

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ تِلَاوَةِ كِتَابِكَ

اے اللہ! مدد کر میری اپنے ذکر پر اور شکر پر اور تلاوت قرآن پر۔

ناک میں پانی ڈالتے وقت کہے:

۱۔ بخاری: ج۵، ص۲۳۲۷، رقم ۵۹۵۵۔ ترمذی: ج۵، ص۴۸۱، رقم ۳۴۱۷

۲۔ بخاری: ج۱، ص۶۶، رقم ۱۴۲۔ مسلم: ج۱، ص۲۸۳۔ رقم ۳۷۵۔ ترمذی: ج۱، ص۱۰، رقم ۵

۳۔ ترمذی: ج۱، ص۱۲، رقم ۷۔ ابوداؤد: ج۱، ص۸، رقم ۳۰۔ ابن خزیمہ: ج۱، ص۴۸، رقم ۹۰

۴۔ ابن ابی شیبہ: ج۱، ص۱۲، رقم ۸

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ

اے اللہ! سنگھا مجھ کو جنت کی خوشبو، اور نہ سنگھا مجھے دوزخ کی بو۔

منہ دھوتے وقت کہے:

اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَ تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

اے اللہ! روشن کردے میرا منہ جس دن روشن ہوں گے چہرے اور سیاہ ہوں گے چہرے۔

دایاں ہاتھ دھوتے وقت کہے:

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِيَمِيْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

اے اللہ! دے مجھ کو میرا اعمال نامہ میرے داہنے ہاتھ میں اور لے حساب مجھ سے آسان۔

جب بایاں ہاتھ دھوئے تو کہے:

اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ وَلَا تُحَاسِبْنِیْ حِسَابًا عَسِيْرًا

اے اللہ! نہ دے مجھ کو میرا اعمال نامہ میرے بائیں ہاتھ میں اور نہ پیٹھ کے پیچھے سے اور نہ حساب لے مجھ سے مشکل حساب۔

سر کے مسح کے وقت کہے:

اَللّٰهُمَّ حَرِّمْ شَعْرِیْ وَ بَشَرِیْ عَلَى النَّارِ وَ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّكَ

اے اللہ! محفوظ رکھ آگ سے میرے بالوں کو اور میرے جسم کو اور لے مجھے اپنے عرش کے سائے کے نیچے، اس دن کہ تیرے سوائے اور کسی کا سایہ نہ ہوگا۔

کانوں کے مسح کے وقت کہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر لے جو سنتے ہیں تیرے قول کو اور پیروی کرتے ہیں اس کی اچھی طرح سے۔

گردن کے مسح کے وقت کہے:

اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ

اے اللہ! میری گردن کو آگ سے بچالیجئے۔

سیدھا پاؤں دھوئے تو کہے:

اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ فِیْہِ الْاَقْدَامُ

یا اللہ! مضبوط رکھ میرے قدم اوپر صراط کے جس دن کہ لغزش کھائیں گے قدم اس میں،

دونوں پیر دھونے کے درمیان یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَ بَارِكْ لِیْ فِیْ رِزْقِیْ

اے اللہ! بخش دے میرے گناہ اور کشائش دے مجھے میرے گھر میں اور برکت دے میری روزی میں۔

بایاں پاؤں دھوتے وقت پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْراً وَسَعْیِیْ مَشْکُوْراً وَ تِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرُ

اے اللہ! میرے گناہ کو معاف فرما دے اور میری سعی کو قبول فرما اور میری تجارت کو ضائع نہ کر۔

۱۲۔ وضو کے بعد یہ دعا پڑھے

اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَیْكَ (۱)

میں دل سے اقرار کرتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، اکیلا ہے وہ، نہیں ہے کوئی شریک اس کا، اقرار کرتا ہوں میں کہ بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے ہیں اور اس کے رسول۔ اے اللہ بنا مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے اور کر مجھے پاک صاف لوگوں میں سے، پاکی بیان کرتا ہوں میں آپ کی اور تعریف کرتا ہوں آپ کی دل سے، اقرار کرتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا آپ کے بخشش چاہتا ہوں آپ سے، اور توبہ کرتا ہوں آپ کے سامنے۔

۱۳۔ جب تہجد کیلئے اٹھے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ

۱۔ ترمذی: ج۱، ص۸۷، رقم ۵۵۔ بیہقی / کبریٰ: ج۱، ص۸۷، رقم ۳۷۵۔ المعجم الاوسط: ج۵، ص۱۴۰، رقم ۴۸۹۵

اَلْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ وَ قَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ وَ النَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَّ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَ السَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ اَسْلَمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْكَ اَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَ اِلَيْكَ حَاكَمْتُ اَنْتَ رَبُّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ، فَاغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ اَنْتَ الْمُؤَخِّرُ اَنْتَ اِلٰهِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (۱)

یا اللہ واسطے آپ کے ہی ہے تعریف، آپ ہی ہیں قائم رکھنے والے آسمانوں اور زمین کے اور ان کے جو ان میں ہیں، اور آپ ہی کے لئے حمد ہے آپ ہی بادشاہ ہیں آسمانوں اور زمین کے اور جو ان میں ہے، اور آپ ہی کے لئے حمد ہے آپ ہی منور کرنے والے ہیں آسمانوں اور زمین کے اور ان کے جو ان میں ہے اور آپ ہی کے لئے حمد ہے، آپ برحق ہیں اور وعدہ آپ کا برحق ہے اور حضوری آپ کے سامنے برحق ہے اور ارشاد آپ کا حق ہے اور جنت برحق ہے اور دوزخ برحق ہے اور سب نبی برحق ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم برحق ہیں اور قیامت برحق ہے۔ یا اللہ آپ ہی کا فرمانبردار ہوں اور آپ ہی پر ایمان لایا ہوں اور آپ ہی پر بھروسہ رکھتا ہوں، اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں میں آپ ہی کے زور پر مقابل ہوتا ہوں دشمنان دین کے، اور آپ ہی کی طرف فیصلہ لاتا ہوں میں، آپ ہی ہیں رب ہمارے اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے، پس بخش دیجئے جو کچھ میں نے آگے کیا ہو اور جو کچھ میں نے پیچھے کیا ہو اور جو کچھ پوشیدہ کیا ہو اور جو کچھ ظاہر کیا ہو اور جو کچھ آپ زیادہ جاننے والے ہیں مجھ سے، آپ ہی آگے بڑھانے والے ہیں اور آپ ہی پیچھے ہٹانے والے ہیں، آپ ہی ہیں معبود میرے، نہیں کوئی معبود سوائے آپ کے، اور نہیں ہے پھرنا گناہ سے اور نہ طاقت عبادت کی مگر ساتھ اللہ کے۔

۱۔ بخاری: ج ۱، ص ۳۷۷، رقم ۱۰۶۹۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۰۸۷۔ ابن ماجہ: ج ۱، ص ۴۳۰، رقم ۱۳۵۵

۱۴۔ اذان کا جواب

جب اذان سنے تو جو کچھ موذن کہے اس کے جواب میں وہی کلمات کہے اور جب موذن حیَّ عَلیَ الصَّلٰوۃِ (آؤ نماز کی طرف) اور حیَّ عَلیَ الْفَلاَحِ (آؤ بھلائی کی طرف) کہے تو سننے والا کہے لاَحَوْلَ وَلاَ قُوَّۃَ اِلاَّ بِاللّٰہِ (نہیں ہے طاقت اور نہیں ہے قوت مگر اللہ کے ساتھ) تکبیر اقامت کا جواب بھی اذان کی طرح دے اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃِ (نماز قائم ہوگئی) کے جواب میں کہے اَقَامَھَا اللّٰہُ وَ اَدَامَھَا (اللہ اسے قائم کرے اور ہمیشہ رکھے) اور الصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے) کا جواب کہے صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ (تو نے سچ کہا اور تیری نجات ہوئی)۔

۱۵۔ اذان کے بعد یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَاماً مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَہٗ اِنَّکَ لاَ تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ (۱)

یا اللہ! اس پوری اذان اور قائم نماز کے پروردگار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وسیلہ اور فضیلت دے اور درجہ بلند عطا کر اور اس کو مقام محمود میں اٹھا جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اور اس کی شفاعت بھی ہم کو نصیب کر بے شک تو وعدہ خلاف نہیں ہوتا۔

۱۶۔ جس وقت صبح کی نماز کیلئے نکلے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْراً وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْراً وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْراً وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْراً وَعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْراً وَعَنْ شَمَالِیْ نُوْراً وَخَلْفِیْ نُوْراً وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْراً وَفِیْ عَصَبِیْ نُوْراً وَفِیْ لَحْمِیْ نُوْراً وَفِیْ دَمِیْ نُوْراً وَفِیْ شَعْرِیْ نُوْراً وَفِیْ بَشَرِیْ نُوْراً وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْراً وَاجْعَلْ فِیْ نَفْسِیْ نُوْراً وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْراً وَاجْعَلْنِیْ نُوْراً وَاجْعَلْ مِنْ فَوْقِیْ نُوْراً وَمِنْ تَحْتِیْ نُوْراً اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ نُوْراً (۲)

۱۔ بخاری: ج۱، ص۲۲۲، رقم ۵۸۷۔ ترمذی: ج۱، ص ۴۱۳، رقم ۲۱۱۔ ابوداؤد: ج۱، ص ۱۴۶، رقم ۵۲۹ اس دعا میں والدرجۃ الرفیعۃ اور آخر میں وارزقنا سے آخر تک کے الفاظ زائد ہیں

۲۔ بخاری: ج۵، ص ۲۳۲۷، رقم ۵۹۵۷۔ مسلم: ج۱، ص ۵۲۵، رقم ۷۶۳

یا اللہ! کر دیجئے میرے دل میں نور اور میری زبان میں نور اور میری بینائی میں نور اور میری سماعت میں نور اور میرے دائیں نور اور میرے بائیں نور اور میرے پیچھے نور اور کر دیجئے میرے لئے ایک خاص نور اور میرے پٹھوں میں نور اور میرے گوشت میں نور اور میرے خون میں نور اور میرے بال میں نور اور میری کھال میں نور اور میری زبان میں نور اور کر دیجئے میری جان میں نور اور بڑا دیجئے مجھ کو نور اور کر دیجئے مجھ کو سراپا نور اور کر دیجئے میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور، یا اللہ دیجئے مجھ کو خاص نور۔

۱۷۔ جب مسجد میں داخل ہو تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ (۱)

یا اللہ! کھول دے میرے لئے دروازے اپنی رحمت کے۔

۱۸۔ جب مسجد سے نکلے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ (۲)

یا اللہ میں مانگتا ہوں آپ کا فضل۔

۱۹۔ ہر نماز کے بعد اپنے سر پر داہنا ہاتھ پھیرے اور یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اذْهَبْ عَنِّیْ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ

اللہ کے نام کے ساتھ وہ اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے بخشش والا مہربان ہے وہ، یا اللہ دور کر دیجئے مجھ سے فکر اور غم۔

۲۰۔ صبح اور مغرب کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَ هُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پھر سات مرتبہ کہے: اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اکیلا ہے وہ نہیں کوئی شریک اس کا اسی کا ملک ہے

۱۔ مسلم: ج۱، ص۴۹۴، رقم ۷۱۳۔ ابوداؤد: ج۱، ص۱۲۶، رقم ۴۶۵۔ نسائی: ج۲، ص۵۲، رقم ۷۲۹ ۲۔ ایضاً

اور اسی کے لئے حمد ہے وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اسی کے ہاتھ میں ہے بھلائی اور وہ ہماری ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ پناہ دیجئے مجھے دوزخ سے۔

۲۱۔ چاشت کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ بِكَ اُحَاوِلُ وَبِكَ اُصَاوِلُ وَبِكَ اُقَاتِلُ

اے اللہ تیرے ہی سہارے چلتا پھرتا ہوں اور تیرے ہی بھروسے پر دشمنوں پر حملہ کرتا ہوں اور تیرے ہی زور پر لڑتا ہوں۔

۲۲۔ خطبۂ نکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْراً وَّنَذِیْراً بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَا یَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَلَا یَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا وَنَسْئَلُ اللّٰہَ تَعَالٰی اَنْ یَّجْعَلَنَا مِمَّنْ یُّطِیْعُہٗ وَیُطِیْعُ رَسُوْلَہٗ وَیَتَّبِعُ رِضْوَانَہٗ وَیَجْتَنِبُ سَخَطَہٗ فَاِنَّمَا نَحْنُ بِہٖ وَلَہٗ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْراً وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْباً O یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ O یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلاً سَدِیْداً یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْمًا O (۱)

سب تعریف اللہ کے لئے ہے ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اپنی جانوں کی برائی اور برے اعمال سے، اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جس کو اللہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جس کو وہ

۱۔ ترمذی: ج ۳، ص ۴۱۳، رقم ۱۱۰۵۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۲۳۸، رقم ۲۱۱۸۔ نسائی: ج ۳، ص ۱۰۴، رقم ۱۴۰۴

گمراہ کرے تو اس کا کوئی ہادی نہیں، اور گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے ان کو رسول برحق کیا، بشارت دینے والا اور قیامت سے ڈرانے والا، جو شخص اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرے تو بے شک اس نے ہدایت پائی اور جو ان کی نافرمانی کرے تو وہ اپنی جان کے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ کا کچھ نقصان نہ کرے گا اور ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہم کو ان لوگوں میں سے کرے جو اس کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں اور اس کی رضا کے تابع ہوتے ہیں اور اس کے غصے سے بچتے ہیں، پس ہم اس کے ساتھ اور اسی کے واسطے ہیں۔ اے لوگو! اپنے اس رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلائے اور اس سے ڈرو جس کے وسیلے سے آپس میں سوال کرتے ہو اور قطع رحم سے، بے شک اللہ تم پر محافظ ہے۔ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ مسلمان ہو۔ اے مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کہو، وہ تمہارے عمل تمہارے لئے سنوار دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور جس نے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کی تو اس نے بڑی مراد پائی۔

۲۳۔ دولہا کو مبارکباد کے لئے یہ کہے

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَ بَارَكَ عَلَيْكَ وَ جَمَعَ بَيْنَكُمَا فِيْ الْخَيْرِ (۱)

اللہ تعالیٰ تیرے واسطے برکت کرے اور اللہ تعالیٰ تجھ پر برکت کرے اور تم دونوں کو بہتری پر جمع کرے۔

۲۴۔ جب دولہا دلہن کے پاس جائے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّ يَّتَهَامِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

خداوندا! میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتا ہوں۔

ا۔ ترمذی: ج ۳، ص ۴۰۰، رقم ۱۰۹۱۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۲۴۱، رقم ۲۱۳۰

۲۵۔ خلوت کے وقت یا غلام خریدتے وقت یا جانور خریدتے وقت چاہئے کہ اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِھَا وَخَیْرِ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَاجَبَلْتَھَا عَلَیْهِ (۱)

یا اللہ! میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اس کی اور بھلائی اس کی پیدائشی عادتوں کی اور پناہ چاہتا ہوں میں آپ سے اس کی برائی سے اور اس کی پیدائشی عادتوں کی برائی سے۔

۲۶۔ جب قربت کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا (۲)

خدا کے نام کے ساتھ یا اللہ دور رکھئے ہم کو شیطان سے اور دور رکھئے شیطان کو اس بچے سے جو نصیب کریں آپ ہم کو۔

۲۷۔ جس وقت انزال ہو تو اپنے دل میں کہے

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ نَصِیْبًا

یا اللہ جو بچہ آپ ہمیں عنایت کریں اس میں شیطان کا کوئی حصہ نہ رکھئے۔

۲۸۔ جب روزہ افطار کرے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ لَكَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ (۳)

اے اللہ میں نے تیرے لئے روزہ رکھا اور تیرے رزق پر میں نے افطار کیا۔

اور افطار کے بعد یہ دعا پڑھے۔

ذَھَبَ الظَّمَاءُ وَ ابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (۴)

جاتی رہی پیاس اور تر ہو گئیں رگیں اور ثابت ہو گیا ثواب انشاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔ ابن ماجہ: ج ۱، ص ۶۱۷، رقم ۱۹۱۸

۲۔ بخاری: ج ۱، ص ۶۵، رقم ۱۴۱۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۰۵۸، رقم ۱۴۳۴۔ ترمذی: ج ۳، ص ۴۰۱، رقم ۱۰۹۲

۳۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۰۶، رقم ۲۳۵۸۔ ابن ابی شیبہ: ج ۲، ص ۳۴۴، رقم ۹۷۴۴

۴۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۳۰۵، رقم ۲۳۵۷

۲۹۔ جب کسی کے ہاں روزہ افطار کرے تو یہ دعا پڑھے

اَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّآئِمُونَ وَاَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَآئِكَةُ (۱)

افطار کیا کریں تمہارے پاس روزہ دار لوگ، اور کھایا کریں تمہارے کھانے کو نیک اشخاص، اور رحمت کی دعا کیا کریں تمہارے لئے فرشتے۔

۳۰۔ جب کھانا شروع کرے تو یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ وَبَرَكَةِ اللّٰهِ (۲)

خدا کے نام سے اور اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ۔

۳۱۔ جب کھانا کھا چکے تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَ جَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (۳)

شکر ہے اللہ تعالیٰ کا جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا اور کیا ہمیں مسلمانوں میں سے۔

۳۲۔ جب پیٹ بھر جائے تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَ اَرْوَانَا وَ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَ اَفْضَلَ (۴)

سب تعریفیں اس اللہ کو جس نے ہمارا پیٹ بھرا اور ہم کو سیراب کیا اور ہم پر انعام اور فضل کیا۔

۳۳۔ اگر کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنی بھول گیا تو یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ

ساتھ نام اللہ کے شروع اور آخر طعام کے۔

۳۴۔ اگر کوڑھی یا کسی بیمار کے ساتھ کھائے تو یہ پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ ثِقَةً بِاللّٰهِ وَ تَوَكُّلاً عَلَیْهِ (۵)

اللہ کے نام سے، اللہ پر بھروسہ اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے۔

۱۔ ابوداؤد: ج۳، ص۳۶۷، رقم ۳۸۵۴۔ ابن ماجہ: ج۱، ص۵۵۶، رقم ۱۷۴۷

۲۔ ابوداؤد: ج۳، ص۳۵۶، رقم ۳۷۶۷۔ حاکم: ج۴، ص۱۲۰، رقم ۷۰۸۴ ۳۔ ترمذی: ج۵، ص۵۰۸، رقم ۳۴۵۷

۴۔ ابن ماجہ: ج۲، ص۱۰۹۲، رقم ۳۲۸۳ ۵۔ ترمذی: ج۴، ص۲۶۶، رقم ۱۸۱۷

۳۵۔ کھانا کھانے کے بعد کی دیگر دعا

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَ اَطْعِمْنَا خَیْراً مِّنْهُ

خداوندا! ہمیں اس میں برکت دے اور اس سے بہتر کھلا۔

۳۶۔ اگر دودھ پیئے تو یہ پڑھے

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْهِ وَ زِدْنَا مِنْهُ (۱)

خداوندا! ہمیں اس میں برکت دے اور اور اس کو ہمارے لئے زیادہ کر۔

۳۷۔ اگر دعوت کا کھانا کھائے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ (۲)

یا اللہ کھانا دے اور اس کو جس نے مجھے کھانا کھلایا اور پانی پلا اس کو جس نے مجھے پانی پلایا۔ اور یہ بھی زیادہ کرے۔

وَبَارِكْ لَهٗ فِیْ مَالِهٖ وَ رِزْقِهٖ

اور برکت دے اس کے مال اور رزق میں۔

یا یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ

اے اللہ کھانے کے مالک کو بخش دے۔

۳۸۔ جب کوئی کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ (۳)

سب تعریف اس اللہ کو جس نے مجھے یہ پہنایا اور مجھے یہ دیا بغیر میری قوت اور طاقت کے۔

۳۹۔ جب نیا کپڑا پہنے تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ (۴)

۱۔ نسائی/کبریٰ: ج ۶، ص ۹۷، رقم ۱۰۱۱۸۔ نسائی/عمل الیوم واللیلۃ: ص ۲۶۴، رقم ۲۸۶

۲۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۶۲۵، رقم ۲۰۵۵ ۳۔ حاکم: ج ۴، ص ۲۱۳، رقم ۷۴۰۹

۴۔ دارمی: ج ۲، ص ۳۷۸، رقم ۲۶۹۰۔ ابن ابی شیبہ: ج ۶، ص ۹۵، رقم ۲۹۷۵۳

سب تعریف اس خدا کو جس نے مجھے ایسا کپڑا پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھانپتا ہوں اور اپنی زندگی میں زینت حاصل کرتا ہوں۔

۴۰۔ جب اپنے دوست کو نیا کپڑا پہنے دیکھے تو کہے

تُبْلِیْ وَ یُخْلِفُ اللّٰهُ اَبْلِ وَ اَخْلِقْ ثُمَّ اَبْلِ وَ اَخْلِقْ ثُمَّ اَبْلِ وَ اَخْلِقْ

پرانا کر اللہ اس کو بدل دے گا پرانا کر اور پرانا کر پھر پرانا کر اور پرانا کر پھر پرانا کر اور پرانا کر

۴۱۔ جب کسی کو رخصت کرے تو اس کو یہ دعا دے

اَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ دِیْنَكَ وَ اَمَانَتَكَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِكَ (۱)

اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں تیرے دین کو اور تیری قابل حفاظت چیزوں کو اور تیرے اعمال کے انجاموں کو۔

۴۲۔ جب سفر کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَسِیْرُ (۲)

اے اللہ آپ ہی کی مدد سے حملہ کرتا ہوں اور آپ ہی کی مدد سے حملہ روکتا ہوں اور آپ ہی کی مدد سے چلتا ہوں۔

۴۳۔ جب پیر رکاب میں رکھے تو کہے بسم اللہ اور جب سواری پر اچھی طرح بیٹھ جائے تو یہ پڑھے

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ O وَاِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ O (۳)

شکر ہے اللہ کا، پاکی ہے اس کو جس نے ہمارے قبضے میں کر دیا اس کو اور نہ تھے ہم اس کو قابو میں کرنے والے، اور ہم اپنے پروردگار کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں۔

جب چلنا شروع کرے تو یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَیْنَا هٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِعَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِی

۱۔ ابن ماجہ: ج۳،ص۲۴۰،رقم ۲۸۲۶ ۲۔ احمد: ج۱،ص۹۰،رقم ۶۹۱

۳۔ مسلم: ج۲،ص۹۷۸،رقم ۱۳۴۲۔ ترمذی: ج۵،ص۲۷۸۔ حاکم: ج۲،ص۱۰۸،رقم ۲۴۸۲

السَّفَرِ وَالْـخَلِيفَةُ فِي الْاَهْلِ اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَعُوْذُبِكَ من وَّعْثَاءِ السَّفَرِ وَكَابَةِ الْمَنْظَرِ وَسُوْءِ الْمُنْقَلَبِ فِي الْمَالِ وَالْاَهْلِ (۱)

اے اللہ آسان کر دیجئے ہم پر اس سفر کو اور کم کر دیجئے ہم پر درازی اس سفر کی، اے اللہ آپ ہی ہیں رفیق سفر میں اور خبر گیر اہیں گھر بار میں۔ یا اللہ میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی سفر کی مشقت سے اور بری حالت دیکھنے سے اور واپس آ کر بری حالت پانے سے مال میں اور بیوی بچوں میں۔

۴۴۔ جب سفر سے لوٹے تو اوپر والی دعا پڑھے اور یہ زیادہ کرے

آئِبُـوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ (۲)

ہم رجوع کرنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، اپنے رب کی تعریف کرنے والے ہیں، سچا کر دکھایا اللہ نے اپنا وعدہ اور اپنے بندے کو غالب کیا اور گروہ کفار کو تنہا شکست دی۔

۴۵۔ جب سفر سے آ کر گھر میں جائے تو کہے

تَوْباً تَوْبًا لِرَبِّنَا اَوْباً لَّا يُغَادِرُ عَلَيْنَا حَوْباً (۳)

توبہ کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ ہم پر کوئی گناہ نہ چھوڑے۔

۴۶۔ جب کشتی میں سوار ہو تو کہے

بِسْـمِ اللّٰـهِ مَـجْـرِهَـا وَ مُرْسٰهَآ اِنَّ رَبِّىْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ وَمَا قَدَرُو اللّٰهَ حَقَّ قَـدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَـمِيْعاً قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيامَةِ وَالسَّماواتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے بے شک میرا رب غفور رحیم ہے اور انہوں نے اللہ کی اتنی تعظیم نہیں کی جتنا اس کی تعظیم کا حق ہے اور قیامت کے روز ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور تمام آسمان لپٹی ہوئی حالت میں اس کی داہنی مٹھی میں ہوں گے

۱۔ مسلم: ج ۲، ص ۹۷۸، رقم ۱۳۴۲ ۲۔ بخاری: ج ۲، ص ٦۳۷، رقم ۱۷۰۳

۳۔ ابن حبان: ج ٦، ص ۴۳۱، رقم ۲۷۱٦، ابن ابی شیبہ: ج ٦، ص ۷۹، رقم ۲۹٦۱۲۔ احمد: ج ۱، ص ۲۵۵، رقم ۲۳۱۱

اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے جس کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔

۴۷۔ جب کسی شہر کے اندر جانا چاہے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْھَا (تین بار پڑھے) **اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَ حَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَ حَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا** (۱)

یا اللہ برکت دیجئے اس شہر میں ہمیں۔ یا اللہ نصیب کر دیجئے ہمیں ثمرات اس کے اور عزیز کر دیجئے ہمیں اہل شہر کے نزدیک اور محبت دیجئے ہمیں اہل شہر کے نیک لوگوں کی۔

۴۸۔ جب کسی منزل میں اترے تو یہ دعا پڑھے

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (۲)

پناہ میں آتا ہوں اللہ تعالیٰ کی کامل باتوں کی تمام مخلوق کی برائی سے۔

۴۹۔ نومسلم کو یہ دعا تعلیم کرے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ

اے اللہ بخش دیجئے مجھے اور رحم کیجئے مجھ پر اور ہدایت کیجئے مجھے اور رزق دیجئے مجھے۔

۵۰۔ مصیبت کے وقت یہ دعا کثرت سے پڑھے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ عَلَی اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا

کافی ہے ہم کو اللہ اور وہ اچھا کارساز ہے، اللہ پر بھروسہ کیا ہم نے۔

۵۱۔ صدمے کے وقت یہ دعا پڑھے

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ عِنْدَكَ اَحْتَسَبْتُ مُصِیْبَتِیْ فَاَجِرْنِیْ فِیْھَا وَاَبْدِلْنِیْ مِنْھَا خَیْراً (۳)

بے شک ہم اللہ کے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ میں آپ کے پاس ثواب مانگتا ہوں اپنی مصیبت کا، پس اجر دینا مجھے اس میں اور بدلہ دیجئے مجھے بہتر اس سے۔

۱۔ مجمع الزوائد: ج ۱۰، ص ۱۳۴

۲۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۰۸۱، رقم ۲۷۰۹۔ ابن خزیمہ: ج ۴، ص ۱۵۰، رقم ۲۵۶۶۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۱۶۲، رقم ۳۵۱۸

۳۔ ترمذی: ج ۵، ص ۵۳۳، رقم ۳۵۱۱

۵۲۔ جب ظالم کا خوف ہو تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَجْعَلُكَ فِیْ نُحُوْرِهِمْ وَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ (۱)

اے اللہ جس طرح تو چاہے ہماری طرف سے اس کو کافی ہو اے اللہ میں کرتا ہوں آپ کو مقابلے میں ان کے اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی ان کی بدی سے۔

۵۳۔ دعائے توبہ

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ ذُنُوْبِیْ وَ رَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ (تین بار پڑھے)۔ (۲)

یا اللہ مغفرت آپ کی زیادہ وسیع ہے میرے گناہوں سے اور رحمت آپ کی زیادہ امید کی چیز ہے میرے نزدیک میرے عمل سے۔

۵۴۔ دعائے قلتِ بارش

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا (تین بار) اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا (تین بار) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ الْغَنِیُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَآءُ اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَاجْعَلْ مَآ اَنْزَلْتَ عَلَیْنَا قُوَّةً وَّ بَلَاغًا اِلٰی حِیْنٍ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیًّا مُرِیْعًا نَافِعًا غَیْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَیْرَ اٰجِلٍ رَائِثٍ اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَ بَهَآئِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَ اَحْیِ بَلَدَكَ الْمَیِّتَ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلٰی اَرْضِنَا زِیْنَتَهَا وَسَكَنَهَا

اے اللہ پانی پلا دیجئے ہمیں۔ یا اللہ مینہ برسایئے ہم پر۔ سب تعریف اللہ کو جو سب جہانوں کا پروردگار ہے۔ رحمٰن اور رحیم ہے قیامت کا مالک ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ خداوندا! تو ہی معبود ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو غنی ہے اور ہم محتاج، ہم پر مینہ برسا اور وہ خیر جو تو ہم پر نازل کرے اس کو قوت اور ایک وقت تک پہنچنے کا سبب کر۔ خداوندا ہم پر ایسا مینہ برسا جو قحط سے بچانے والا،

۱۔ ابوداؤد: ج ۲، ص ۸۹، رقم ۱۵۳۷۔ ابن حبان: ج ۱۱، ص ۸۲، رقم ۴۷۶۵۔ حاکم: ج ۲، ص ۱۵۴، رقم ۲۶۲۹

۲۔ حاکم: ج ۱، ص ۷۲۸، رقم ۱۹۹۴، شعب الایمان: ج ۵، ص ۴۲۰، رقم ۷۱۲۶

بہت اگانے والا نفع دینے والا ضرر نہ کرنے والا جلدی والا نہ دیر میں نہ رکا ہوا۔ خداوندا! اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کرا اور اپنی رحمت فراخ کر، اور اپنے مردہ شہر کو زندہ فرما۔ خداوندا! ہماری زمین پر اس کی زینت نازل کرا اور اس کے رہنے والوں کو تسلی دے۔

۵۵۔ جب بادل آتا دیکھے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَآ اُرْسِلَ بِهٖ (۱)

اے اللہ ہم پناہ چاہتے ہیں آپ کی، اس چیز کی برائی سے جس کے ساتھ یہ بھیجا گیا ہو۔

۵۶۔ بارش کے وقت یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ صَیِّباً نَافِعًا

یا اللہ نفع دینے والی بارش برسا۔

۵۷۔ جب زیادہ بارش سے نقصان کا اندیشہ ہو تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰ كَامِ وَالْجِبَالِ وَالظِّرَابِ وَالْاَوْدِیَةِ وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ (۲)

یا اللہ برسائیے آس پاس ہمارے اور نہ برسا اوپر ہمارے، یا اللہ ٹیلوں پر اور نخلستانوں پر اور پہاڑوں پر اور وادیوں پر اور درختوں کے اگنے کی جگہوں پر۔

۵۸۔ گرج اور کڑک کے وقت یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُھْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ (۳)

اے اللہ قتل نہ فرمائیے ہمیں اپنے غصے سے اور نہ ہلاک کیجئے ہمیں اپنے عذاب سے اور معافی دیجئے ہمیں پہلے ان سے۔

۵۹۔ آندھی کے وقت یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِهِ الرِّیْحِ وَ خَیْرِ مَافِیْھَا وَ خَیْرِ مَا اُمِرَتْ بِهٖ وَ

۱۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۲۸۰، رقم ۳۸۸۹، ابن ابی شیبہ: ج ۶، ص ۲۸، رقم ۲۹۲۲۳ ۲۔ بخاری: ج ۱، ص ۳۴۳، رقم ۹۶۷۔ ۳۔ ترمذی: ج ۵، ص ۵۰۳، رقم ۳۴۵۰۔ بیہقی / کبری: ج ۳، ص ۳۶۲، رقم ۶۲۶۲

نَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الرِّيْحِ وَ شَرِّ مَا فِيْهَا وَ شَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ (۱)

یا اللہ ہم مانگتے ہیں آپ سے بھلائی اس ہوا کی اور بھلائی اس کی جو اس میں ہے اور بھلائی اس کی جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے اور پناہ چاہتے ہیں ہم آپ سے برائی سے اس ہوا کی اور برائی سے اس چیز کی جو اس میں ہے اور برائی سے اس کی جس کا اس کو حکم کیا گیا ہے۔

۶۰۔ مرغ کی آواز سنے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ

یا اللہ میں مانگتا ہوں آپ کا فضل۔

۶۱۔ گدھے یا کتے کی آواز سن کر کہے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے۔

۶۲۔ سورج یا چاند گرہن ہو تو

اللہ اکبر بہت پڑھے، نماز پڑھے، خیرات کرے اور اللہ سے دعا مانگے۔

۶۳۔ پہلی رات کا چاند دیکھے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى رَبِّیْ وَ رَبُّكَ اللّٰهُ (۲)

یا اللہ نکالنا اس کو ہم پر برکت اور ایمان کے ساتھ اور سلامتی اور اسلام کے ساتھ اور اعمال مرغوبہ اور پسندیدہ کے ساتھ رب میرا اور تیرا (اے چاند) اللہ ہے۔

۶۴۔ جب چاند پر نظر پڑے تو یہ دعا پڑھے

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ هٰذَا الْغَاسِقِ (۳)

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی اس تاریک ہو جانے والے کی برائی سے۔

۱۔ ترمذی: ج ۴، ص ۵۲۱، رقم ۲۲۵۲۔ نسائی کبریٰ: ج ۶، ص ۲۳۱، رقم ۱۰۷۷۰

۲۔ ترمذی: ج ۵، ص ۵۰۴، رقم ۳۴۵۱، ابی یعلی: ج ۲، ص ۲۵، رقم ۶۶۱، عبد بن حمید: ص ۶۵، رقم ۱۰۳

۳۔ احمد/ ج ۶، ص ۶۱، رقم ۲۴۳۶۸۔ ترمذی: ج ۵، ص ۴۵۲، رقم ۳۳۶۶

۶۵۔ جب شب قدر دیکھے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (۱)

یا اللہ آپ معاف کرنے والے ہیں، پسند کرتے ہیں عفو کو، پس درگزر کیجئے مجھ سے۔

۶۶۔ آئینہ دیکھے تو کہے

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ (۲)

یا اللہ آپ نے اچھا بنایا میری صورت کو پس اچھا کر دیجئے میری سیرت کو۔

۶۷۔ مسلمان کو ہنستا دیکھے تو کہے

اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ (۳)

اللہ تعالیٰ تجھ کو ہنستا ہی رکھے۔

۶۸۔ احسان کے بدلے میں یہ کہے

جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْراً

جزا دے اللہ تجھ کو بہتر۔

۶۹۔ اپنا قرض وصول ہو تو کہے

اَوْفَيْتَنِیْ اَوْ فَی اللّٰهُ لك (۴)

تو نے میرا حق پورا کیا اللہ تعالیٰ تیرا حق پورا کرے۔

۷۰۔ خوشی کے موقع پر یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ (۵)

شکر ہے اللہ کا جس کے انعام سے اچھی چیزیں کمال کو پہنچتی ہیں۔

۱۔ حاکم: رقم ۱۹۴۲

۲۔ نسائی/کبریٰ: ج ۴، ص ۴۰۷، رقم ۷۱۲۔

۳۔ بخاری: ج ۳، ص ۱۱۹۹، رقم ۳۱۲۰۔ مسلم: ج ۴، ص ۱۸۶۳، رقم ۲۳۹۶۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۳۵۹، رقم ۵۲۳۴

۴۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۸۱۰، رقم ۲۴۲۶ ۵۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۲۵۰، رقم ۳۸۰۳۔ بزار: ج ۲، ص ۱۶۶، رقم ۵۳۳

۷۱۔ خلافِ طبع بات ہو تو یہ دعا پڑھے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (۱)

شکر ہے اللہ کا ہر حال میں۔

۷۲۔ وسوسے کے وقت یہ دعا پڑھے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ رَسُلِہٖ

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی شیطان سے، ایمان لایا میں اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ پر۔

۷۳۔ غصے کے وقت پڑھے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ (۲)

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے۔

۷۴۔ جب مجلس سے اٹھے تو یہ دعا پڑھے

سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ (۳)

پاکی ہے اللہ کی اور اس کی تعریف ہے پاکی بیان کرتا ہوں میں تیری حمد کے ساتھ دل سے اقرار کرتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے تیرے بخشش چاہتا ہوں تجھ سے اور توبہ کرتا ہوں تیرے سامنے۔

۷۵۔ بازار پہنچے تو یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ خَیْرَ ھٰذِہِ السُّوْقِ وَخَیْرَ مَافِیْھَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِیْبَ فِیْھَا یَمِیْنًا فَاجِرَۃً اَوْ صَفْقَةً خَاسِرَۃً

اللہ کے نام سے یا اللہ میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اس بازار کی اور بھلائی اس چیز کی جو اس میں ہے اور پناہ چاہتا ہوں میں برائی سے اس کی اور اس چیز کی برائی سے جو اس میں ہے۔ یا اللہ میں پناہ چاہتا ہوں آپ کی اس سے کہ پڑ جاؤں اس بازار میں جھوٹی

۱۔ بزار: ج ۲، ص ۱۶۶، رقم ۵۳۳ ۲۔ ترمذی: ج ۵، ص ۵۰۴، رقم ۳۴۵۲ ۳۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۲۸۶، رقم ۴۸۵۹

قسم میں یا کسی خسارے والے معاملے میں۔

۷۶۔ جب نیا پھل سامنے آئے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِیْ ثَمَرِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ مَدِیْنَتِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ صَاعِنَا وَ بَارِكْ لَنَا فِیْ مُدِنَّا (۱)

یا اللہ برکت دیجئے ہمارے پھلوں میں اور برکت دیجئے ہمارے شہر میں اور برکت دیجئے ہمارے پیمانے میں اور برکت دیجئے ہمارے ناپ میں۔

۷۷۔ کسی مصیبت زدہ کو دیکھ کر اپنے جی میں کہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً (۲)

شکر ہے اللہ کا جس نے بچایا مجھ کو اس مصیبت سے جس میں تجھ کو مبتلا کیا اور فضیلت دی مجھ کو اپنی مخلوق میں سے بہتیروں پر ظاہر فضیلت۔

۷۸۔ گم شدہ اور بھاگے ہوئے شخص کے لئے پڑھے

اَللّٰهُمَّ رَآدَّ الضَّالَّةِ وَ هَادِیَ الضَّلَالَةِ اَنْتَ تَهْدِیْ مِنَ الضَّلَالَةِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ بِقُدْرَتِكَ وَ سُلْطَانِكَ فَاِنَّهَا مِنْ عَطَآئِكَ وَفَضْلِكَ (۳)

یا اللہ لوٹانے والے گم شدہ چیز کے اور ہدایت کرنے والے گمراہی سے آپ ہی ہدایت کرتے ہیں گمراہی سے، پھیر لائیے میری کھوئی ہوئی چیز کو اپنی قدرت اور اپنے غلبے سے کیونکہ وہ آپ ہی کا عطیہ اور فضل تھا۔

۷۹۔ کسی شگون پر دل میں خطرہ ہو تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَذْهَبُ بِالسَّیِّئَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ

یا اللہ نہیں لاتا بھلائیوں کو کوئی سوا آپ کے اور نہیں دور کرتا برائیوں کو سوا آپ کے اور

۱۔ مسلم: ج ۲، ص ۱۰۰۰، رقم ۱۳۷۳۔ موطا: ج ۲، ص ۸۸۵، رقم ۱۵۶۸۔ ابن حبان: ج ۹، رقم ۶۲، رقم ۳۷۴۷

۲۔ ترمذی: ج ۵، ص ۴۹۳، رقم ۳۴۳۱۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۲۸۱، رقم ۳۸۹۲ ۳۔ طبرانی / کبیر: ج ۱۲، ص ۳۴۰

نہیں ہے پھرنا گناہ سے اور نہ طاقت عبادت کی مگر ساتھ تیرے۔

۸۰۔ نظر لگے ہوئے پر یہ دعا پڑھ کر دم کرے

اَللّٰھُمَّ اذْھَبْ حَرَّھَا وَ بَرْدَھَا وَوَصَبَھَا (۱)

اے اللہ! دور کر اس کی گرمی اور اس کی سردی اور اس کی تکلیف۔

۸۱۔ کسی کا کولہا اتر جائے تو یہ دعا پڑھ کر اس پر دم کرے

اللھم رَبَّ النَّاسِ مذھب الباس اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ شفاء لایغادر سقما (۲)

دور کر تکلیف کو اے پروردگار آدمیوں کے، شفا دے تو ہی شافی ہے نہیں ہے شفا دینے والا کوئی تیرے سوا۔

۸۲۔ آگ لگی ہوئی دیکھے تو بکثرت اللہ اکبر کہے۔

۸۳۔ پیشاب رک جائے یا پتھری ہو تو یہ دعا پڑھے

رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ وَاغْفِرْلَنَا حُوْبَنَا وَ خَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ فَاَنْزِلْ شِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ وَ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ عَلٰی ھٰذَا الْوَجْعِ

رب ہمارا اللہ ہے جس کا ظہور آسمانوں میں ہے، پاک ہے نام تیرا حکم تیرا آسمانوں اور زمین میں ہے جیسے کہ رحمت تیری آسمانوں میں ہے اسی طرح کر دے رحمت اپنی زمین میں اور بخش دے ہمارے گناہ اور خطائیں تو رب ہے اچھے لوگوں کا، پس اتار دے ایک شفا اپنی شفا میں سے اور ایک رحمت اپنی رحمت میں سے اس تکلیف پر۔

۸۴۔ پھوڑے پھنسی کے لئے

انگشت شہادت پر اپنا لب لگا کر مٹی لگائے پھر انگلی پھنسی پر ملتا جائے اور یہ کہتا رہے:

۱۔ ابن ابی شیبہ: ج ۵، ص ۵۰، رقم ۲۳۵۹۴ ۲۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۱۶۷، رقم ۵۴۱۰

بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا لِیُشْفٰی بِہٖ سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا (۱)

حق تعالیٰ کے نام کے ساتھ یہ مٹی ہے ہماری زمین کی ہم میں سے ایک کے تھوک کے ساتھ تاکہ ہمارے بیمار کو شفا ہو جائے ہمارے رب کی اجازت سے۔

۸۵۔ پاؤں سو جائے تو یہ پڑھے

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

رحمت کاملہ نازل فرما اوپر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔

۸۶۔ ہر دکھ تکلیف کی جگہ

ہاتھ رکھ کر تین مرتبہ یہ دعا پڑھے بسم اللہ اور سات بار یہ پڑھے۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ وَ قُدْرَتِہٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَاُحَاذِرُ (۲)

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی اور اس کی قدرت کی اس برائی سے جو پاتا ہوں میں اور جس کا مجھے ڈر ہے۔

۸۷۔ آنکھ دکھنے آجائے تو یہ دعا پڑھے

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِبَصَرِیْ وَاجْعَلْہُ الْوَارِثَ وَاَرِنِیْ فِی الْعَدُوِّ ثَارِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَنِیْ (۳)

یا اللہ کارآمد رکھئے میرے لئے میری نگاہ اور کیجئے اس کو باقی بعد میرے اور دکھایئے مجھے دشمن میں بدلہ میرا اور فتح دیجئے مجھے اس پر جو مجھ پر ظلم کرے۔

۸۸۔ بخار کی دعا

بِسْمِ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَّعَّارٍ وَّ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ (۴)

خدائے بزرگ کے نام کے ساتھ، پناہ چاہتا ہوں میں عظمت والے اللہ کی ہر اچھلنے والی

۱۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۱۶۸، رقم ۵۴۱۳۔ مسلم: ج ۴، ص ۱۷۲۴، رقم ۲۱۹۴۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۱۲، رقم ۳۸۹۵۔

۲۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۱۱، رقم ۳۸۹۱۔ ترمذی: ج ۴، ص ۴۰۸، رقم ۲۰۸۰ ۳۔ حاکم: ج ۴، ص ۴۵۹، رقم ۸۲۷۲

۴۔ ترمذی: ج ۴، ص ۴۰۵، رقم ۲۰۷۵، ابن ابی شیبہ: رقم ۲۳۵۷۹،۴۷۱۵

رگ کی برائی سے اور آگ کی گرمی کے نقصان سے۔

۸۹۔ قربانی ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ وَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰا لِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ O اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ بِسْمِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ اَکْبَرُ

اللہ کے نام سے، خداوندا! مجھ سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے قبول کر، میں اس ذات کی طرف متوجہ ہوا جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا، ابراہیم علیہ السلام کے دین پر اس اللہ کی طرف یکسو ہوں اور میں مشرک نہیں ہوں بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور یہی حکم کیا گیا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں خداوندا! یہ تیرے فضل سے ہے اور تیرے واسطے، اللہ کے نام سے اللہ بہت بڑا ہے۔

۹۰۔ اونٹ کی قربانی کے وقت یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ

اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے۔ خداوندا! یہ تیرے فضل سے ہے اور تیرے واسطے۔

۹۱۔ دعا عقیقہ

بِسْمِ اللّٰهِ عَقِیْقَةُ فُلَانٍ

اللہ کے نام کے ساتھ یہ فلاں کا عقیقہ ہے۔

۹۲۔ دشمن کے شہر سے گزرے تو پڑھے

اَللّٰهُ اَکْبَرُ خَرِبَتْ (پھر اس شہر کا نام لے جس کا ارادہ ہو) اِنَّـآ اِذَآ اَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ (تین بار)

اللہ بہت بڑا ہے یہ شہر اجڑ جائے۔ جب ہم قوم کے کسی میدان میں اترے تو ان کے برے دن ہوئے۔

۹۳۔ دعا وقت ناامیدی

بِقَدُرِ اللّٰهِ وَمَا شَآءَ فَعَلَ

اللہ کی تقدیر سے ہے اور جو اس نے چاہا وہی ہوا۔

۹۴۔ کسی کو سلام کرے تو کہے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ

سلامتی ہو تم پر اور رحمت اللہ کی اور برکت اس کی۔

اور سلام کے جواب میں کہے۔

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ

رحمت اللہ کی اور برکت اس کی، اور تم پر بھی ہو۔

اہل کتاب کے جواب میں یوں کہے:

وَعَلَيْكَ اور تم پر بھی۔

۹۵۔ کسی کی طرف سے کوئی سلام پہنچائے تو یوں کہے

وَ عَلَيْكَ وَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ

اور تم پر بھی اور اس پر بھی سلامتی ہو اور رحمت اللہ کی اور برکت اس کی۔

۹۶۔ چھینکنے والے کو کہے

يَرْحَمُكَ اللّٰهُ رحمت کرے تم پر اللہ۔

پھر چھینکنے والا یوں کہے۔

يَهْدِيْكُمُ اللّٰهُ وَ يُصْلِحُ بَالَكُمْ يَرْحَمُنَا اللّٰهُ وَ اِيَّا كُمْ وَ يَغْفِرُ لَنَا وَلَكُمْ (۱)

اللہ تم کو ہدایت دے اور تمہیں سنوار دے، رحمت کرے اللہ ہم پر اور تم پر اور بخش دے ہم کو اور تم کو۔

۱۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۲۹۸، رقم ۵۸۷۰۔ ترمذی: ج ۵، ص ۸۳، رقم ۲۷۴۱۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۳۰۷، رقم ۵۰۳۳

۹۷۔ کسی مسلمان کو دوست بنائے تو اس سے کہے

اِنِّیْ اُحِبُّكَ فِی اللّٰهِ

اللہ کے واسطے تجھ کو دوست رکھتا ہوں۔

اور وہ اس کو یوں جواب دے۔

اَحَبَّكَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهٗ

تو جس کے واسطے مجھ کو دوست رکھتا ہے وہ تجھ کو دوست رکھے۔

۹۸۔ جب یوں کہا گیا

غَفَرَ اللّٰهُ اللہ تجھ کو بخشے۔ تو جواب میں کہے **وَلَكَ** اور تجھ کو بھی۔

۹۹۔ جب کوئی مزاج پرسی کرے تو کہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ شکر ہے اللہ تعالیٰ کا۔

۱۰۰۔ جب کوئی پکارے تو کہے

لَبَّيْكَ حاضر ہوتا ہوں۔

۱۰۱۔ کسی کی بیمار پرسی کرے تو کہے

لَابَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَابَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ (۱) اَللّٰهُمَّ اشْفِهٖ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ

کچھ ڈر نہیں کفارۂ گناہ ہے۔ انشاءاللہ تعالیٰ، کچھ ڈر نہیں کفارۂ گناہ ہے انشاءاللہ تعالیٰ، یا اللہ اس کو شفا دیجئے یا اللہ اسے اچھا کر دیجئے۔

۱۰۲۔ ماتم پرسی کرے تو سلام کے بعد کہے

اِنَّ لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَ لِلّٰهِ مَآ اَعْطٰى وَ كُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ

بے شک اللہ نے جو لے لیا وہ اسی کا تھا اور جو اس نے دیا وہ بھی اسی کا ہے اور اس کے ہاں ہر چیز کا ایک مقرر وقت ہے تو، تو صبر کر اور اجر طلب کر۔

---

[۱] بخاری: ج۳، ص۱۳۵۵، رقم ۱۷۲۹

۱۰۳۔ جب کوئی مرنے لگے تو یہ تلقین کرے

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں۔

۱۰۴۔ میت کو چارپائی پر رکھے تو پڑھے

بِسْمِ اللّٰهِ اللہ کے نام کے ساتھ۔

۱۰۵۔ نماز جنازہ کی دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَ شَاهِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَ كَبِيْرِنَا وَ ذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ (۱)

خداوندا! ہمارے زندہ اور مردہ اور چھوٹے اور بڑے اور مرد اور عورت اور حاضر اور غائب کو بخش دے۔ خداوندا! ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے تو اس کو اسلام پر زندہ رکھ اور جس کو تو ہم میں سے موت دے تو اس کو ایمان پر مار۔

۱۰۶۔ میت قبر میں رکھے تو کہے

بِسْمِ اللّٰهِ وَ عَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر۔

۱۰۷۔ جب مٹی ڈالے تو یہ پڑھے

پہلی مٹھی کے وقت پڑھے:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ ہم نے اسی سے تم کو پیدا کیا،

دوسری مٹھی کے وقت پڑھے:

وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ اور اسی میں ہم تم کو لے جائیں گے،

تیسری مٹھی کے وقت پڑھے:

۱۔ ترمذی: ج ۳، ص ۳۴۳، رقم ۱۰۲۴

وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى اور پھر دوبارہ اسی سے تم کو اٹھائیں گے۔

۱۰۸۔ دفن کے بعد قبر پر

سورۂ بقرہ کا پہلا اور آخری رکوع پڑھے۔

۱۰۹۔ جب قبرستان میں جائے تو یہ پڑھے

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ (۱)

اے اہل قبور تم پر سلامتی ہو اور اللہ ہم کو اور تم کو بخشے اور تم آگے جانے والے ہو اور ہم تمہارے قدم پر ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

۱۔ ترمذی: ج ۳، ص ۳۶۹، رقم ۱۰۵۳۔ المعجم الکبیر: ج ۱۲، ص ۱۰۷

تتمہ فضائلِ ذکر

جاننا چاہئے کہ ذکر کی حقیقت غفلت کو دور کرنا ہے یعنی جو امر غفلت کا دور کرنے والا ہو خواہ وہ فعل زبان سے ہو یا قلب سے یا خیال سے پس وہ ذکر ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور اس کے منہیات سے بچنے کے ساتھ جو کام بھی کیا جائے غفلت کو دور کرنے والا ہے اور ذکر ہے۔ خرید و فروخت، نکاح و طلاق، خورد و نوش، نشست و برخاست وغیرہ جملہ امور شرع کی رعایت کے ساتھ جبکہ نیت یہ ہو کہ حکم الٰہی کی تعمیل کر رہا ہے سب ذکر ہی ہے۔ پس جب غفلت دل سے بالکل دور ہو جاتی ہے اور مذکور کی تجلی دل پر دائمی ہو جاتی ہے اور ذاکر منتہی ہو جاتا ہے اس وقت کانک تراہ (گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) اس پر صادق آتا ہے اور:

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَ بَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَ يَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَ رِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا (۱)

(اللہ پاک فرماتا ہے) پس میں اس کی شنوائی ہوتا ہوں کہ وہ اس کے ساتھ سنتا ہے اور اس کی بینائی ہوتا ہوں کہ اس کے ساتھ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوتا ہوں کہ اس کے ساتھ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہوتا ہوں کہ اس کے ساتھ چلتا ہے۔

کا مظہر و مصداق ہو جاتا ہے۔

پس ذکر کی چند قسمیں ہوئیں، ۱۔ دل سے، ۲۔ زبان سے، ۳۔ دل اور زبان دونوں سے، ۴۔ اعضا اور جوارح کے ساتھ، افضل یہ ہے کہ دل اور زبان دونوں سے ہو اور اگر ایک سے ہو تو دل کا افضل ہے۔ محض زبان سے ذکر کرنا جبکہ دل غافل ہے فائدے سے خالی نہیں اس لئے محض اس بنا پر اسے ترک نہیں کر دینا چاہئے کہ ایک عضو تو ذاکر ہے اور اس دوران میں کبھی کبھی تو حضوری بھی ہو جاتی ہے تمام وقت تو غافل نہیں رہے گا نیز یہ حضور قلب کا ذریعہ بن جائے گا۔ اعضا و جوارح کے ذکر میں بھی حضور قلب ضروری ہے اور اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ شروع کرتے وقت رضائے الٰہی یا احکام الٰہی

ا۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۳۸۴، رقم ۶۱۳۷۔ ابن حبان: ج ۳، ص ۵۸، رقم ۳۴۷

کی تعمیل وغیرہ کی نیت کا حضور ہو۔

دل کا ذکر بھی دو طرح پر ہے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت و ملکوت میں فکر کرنا اور اس کی قدرت کی نشانیوں یعنی زمین و آسمان و مافیہا میں غور و تدبر کرنا اس کو ذکر خفی کہتے ہیں۔

مطلب یہ کہ کسی عضو کو بغیر رضائے حق کے استعمال نہیں کرتا اور یہ حصول رضا اس کو آسان کر دیا جاتا ہے۔ اور یہی مراقبے کی حقیقت ہے۔ دوسری قسم دل کے ذکر کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امر و نہی کے بجالاتے وقت اس کو یاد کرنا اور پہلی قسم افضل و اعلیٰ ہے۔

واضح رہے کہ بعض وقت محض دل سے ذکر کرنا افضل ہوتا ہے بلکہ زبان سے وہاں جائز بھی نہیں ہوتا جیسا کہ بیت الخلا میں یا غسل کرتے وقت یا خلوت صحیحہ کے وقت جس کی تصریح فقہ میں موجود ہے پس ذکر قلبی قوی تر اور بزرگ تر ہے اور دائمی ذکر اسی سے ہوتا ہے لیکن جہاں شرع میں زبان سے ذکر کرنا ہے جیسا کہ نماز کی قرأت و تسبیحات وغیرہ وہاں دل سے ذکر کرنا کفایت نہیں کرتا بلکہ زبان سے کرنا چاہئے ورنہ وہ عبادت مقبول نہ ہوگی اور بعض فقہا نے جو یہ لکھا ہے کہ ''ذکر نہیں ہوتا مگر زبان کے ساتھ'' پس شاید ان کا مقصود ایسے ہی مواقع سے ہو جن میں شرع شریف میں زبان سے ذکر کرنا آیا ہے واللہ اعلم، زبان کے ذکر کا ادنیٰ درجہ مختار قول کے بموجب یہ ہے کہ وہ خود سن سکے، اس کے بغیر معتبر نہیں۔

اب کچھ قرآن پاک کی آیات کا حوالہ مع ترجمہ ذکر کے فضائل میں درج کیا جاتا ہے اس کے بعد احادیث نبوی ﷺ درج کی جاتی ہیں جو چالیس یا اس سے کچھ اوپر ہیں۔ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ جو شخص دین کی چالیس باتیں (حدیثیں) یاد کرلے اللہ تعالیٰ اس کا حشر علما کے ساتھ کرے گا۔ کوشش کی گئی ہے کہ فضائل ذکر کی اس چہل حدیث میں آسان اور مختصر متن والی صحیح احادیث لی جائیں تا کہ یاد کرنے والوں کو آسانی ہو اور بھی فضائل ذکر میں بہت احادیث وارد ہیں جو بخوف طوالت ترک کر دی گئی ہیں، قارئین کرام اس دولت کو غنیمت سمجھیں اور ان آیات و احادیث کو یاد کرلیں، ان کے مطالب کو سمجھیں اور ان کا ہر روز ورد رکھیں۔ **وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ**

۱۔ **فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۝** (۱)

پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

۲۔ **فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُوْهُ**

۱۔ البقرہ: ۱۵۲

كَمَا هَدٰكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ○ (۱)

پھر جب تم (حج کے موقع پر) عرفات سے واپس آ جاؤ تو مزدلفہ میں (ٹھہر کر) اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتا رکھا ہے اور درحقیقت تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے۔

۳۔ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (۲)

پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آبا (و اجداد) کا ذکر کرتے ہو (کہ ان کی تعریفوں میں زبان تر رکھتے ہو) بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہئے۔

فائدہ: حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ ۱۔ جو کثرت سے ذکر کرتا ہو، ۲۔ مظلوم، ۳۔ وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو۔ (۳)

۴۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ (۴)

اور (حج کے زمانہ میں منیٰ میں بھی ٹھہر کر) کئی روز تک اللہ کو یاد کیا کرو۔ (اس کا ذکر کیا کرو)

۵۔ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○ (۵)

اور اپنے رب کو کثرت سے یاد کیا کیجئے اور صبح وشام تسبیح کیا کیجئے۔

۶۔ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (۶)

(پہلے سے عقل مندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں (اور غور کے بعد یہ کہتے ہیں) اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بے کار تو پیدا کیا نہیں۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو عذاب جہنم سے بچائیے۔

۷۔ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ (۷)

جب تم نماز (خوف جس کا ذکر پہلے سے ہے) پوری کر چکو تو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو

۱۔ البقرہ: ۱۹۸ ۲۔ البقرہ: ۲۰۰ ۳۔ الجامع الصغیر ۴۔ البقرہ: ۲۰۳
۵۔ آل عمران، ۴۱ ۶۔ آل عمران: ۱۹۱ ۷۔ النساء: ۱۰۳

جاؤ کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی (یعنی کسی حال میں بھی اس کی یاد سے غافل نہ رہو)

۸۔ وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَی الصَّلٰوۃِ قَامُوْا کُسَالٰی یُرَاءُوْنَ النَّاسَ وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًاO (۱)

(منافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں صرف لوگوں کو (اپنا نمازی ہونا) دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر (یونہی) تھوڑا سا۔

۹۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَۃَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَ یَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ج فَھَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَھُوْنَO (۲)

اور شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تم میں آپس میں عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔ بتاؤ اب بھی (ان بری چیزوں سے) باز آ جاؤ گے؟

۱۰۔ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ (۳)

اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں، جس میں خاص اس کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں۔

۱۱۔ وَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ (۴)

اور پکارا کرو اس کو (یعنی اللہ تعالیٰ کو) اس کے لئے دین کو خالص کرتے ہوئے۔

۱۲۔ اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَۃً ط اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَO وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِھَا وَادْعُوْہُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَO (۵)

تم لوگ اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے پکارتے رہو، بے شک حق تعالیٰ شانہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی اصلاح کر دی گئی ہے فساد نہ پھیلاؤ اور اللہ جل شانہ کو (عذاب سے) خوف کیساتھ اور (رحمت میں) طمع کے ساتھ پکارا کرو، بے شک اللہ کی رحمت اچھے کام کرنے والوں کے بہت قریب ہے۔

۱۔النساء:۱۴۲ ۲۔المائدہ:۹۱ ۳۔الانعام:۵۲ ۴۔الاعراف:۲۹ ۵۔الاعراف:۵۵۔۵۶

۱۳۔ وَ لِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا (۱)

اور اللہ ہی کے واسطے اچھے اچھے نام ہیں پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

۱۴۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَۃً. وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ○ (۲)

اور اپنے رب کو اپنے دل میں بھی ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حال میں عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی (ہمیشہ) صبح کو بھی اور شام کو بھی یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہو۔

۱۵۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَاناً وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ○ الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ○ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط لَھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ○ (۳)

ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اس کی بڑائی کے تصور سے) ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکل رکھتے ہیں یہی لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں، یہی سچے لوگ ایمان والے ہیں ان کے لئے ان کے رب کے پاس بڑے بڑے درجے ہیں اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے۔

وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ○ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ ط اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○ (۴)

اور جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

۔ قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَیًّامَّا تَدْعُوْا فَلَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (۵)

آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکارو گے (وہی بہتر ہے) کیونکہ اس کے لئے بہت سے اچھے نام ہیں۔

۱۔ اعراف:۱۸۰ ۲۔ الاعراف:۲۰۵ ۳۔ الانفال:۲ تا ۴ ۴۔ الرعد:۲۷۔۲۸ ۵۔ بنی اسرائیل:۱۱۰

۱۸. وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَانَسِيْتَ (۱)

اور جب آپ بھول جائیں تو اپنے رب کا ذکر کرلیا کیجئے۔

۱۹۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ج تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًاO (۲)

آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنے کا پابند رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں، محض اس کی رضا جوئی کے لئے اور محض دنیا کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر (یعنی توجہ) ان سے ہٹنے نہ پائے (رونق سے مراد یہ ہے کہ رئیس مسلمان ہو جائیں تو اسلام کو فروغ ہو) اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی خواہشات کا تابع ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔

۲۰۔ وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَاO نِالَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًاO (۳)

اور ہم دوزخ کو اس روز (یعنی قیامت کے دن) کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ سن نہ سکتے تھے۔

۲۱۔ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا O اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّاO (۴)

یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کے مہربانی فرمانے کا اپنے بندہ زکریا (علیہ السلام) پر، جبکہ انہوں نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔

۲۲۔ وَاَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰٓى اَلَّآ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّاO (۵)

اور میں اپنے رب کو پکارتا ہوں (قطعی) امید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

۲۳۔ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ لا وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْO (۶)

بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم (اے موسیٰ) میری ہی عبادت کیا کرو اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔

۱۔ الکہف:۲۴ ۲۔ الکہف:۲۸ ۳۔ الکہف:۱۰۰۔۱۰۱ ۴۔ مریم:۲۔۳ ۵۔ مریم:۴۸ ۶۔ طٰہٰ:۱۴

۲۴۔ وَلَا تَنِیَا فِیْ ذِکْرِیْO (۱)

(حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کو ارشاد ہے) اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

۲۵۔ وَنُوْحاً اِذْنَادٰی مِنْ قَبْلُ (۲)

اور جبکہ نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا، حضرت ابراہیمؑ کے قصے سے پہلے۔

۲۶۔ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَO (۳)

اور ایوب (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو بڑی تکلیف پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

۲۷۔ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِ رَعَلَیْہِ فَنَادٰی فِی الظُّلُمَاتِ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ O (۴)

اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہوکر چلے گئے اور سمجھے کہ ہم ان پر داروگیر نہ کریں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ ہر عیب سے پاک ہیں بے شک میں قصور وار ہوں۔

۲۸۔ اِنَّھُمْ کَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ وَ یَدْعُوْنَنَا رَغَباً وَّرَھَبًا وَ کَانُوْ لَنَا خٰشِعِیْنَ O (۵)

بیشک یہ سب (انبیاء جن کا پہلے سے ذکر ہو رہا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور سب کے سب ہمارے لئے عاجزی کرنے والے تھے۔

۲۹۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَO الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ (۶)

اور آپ ایسے خشوع کرنے والوں کو (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سنا دیجئے جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

۳۰۔ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (۷)

(کامل ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو اللہ کے

۱۔ طہٰ:۴۲ ۲۔ الانبیاء:۷۶ ۳۔ الانبیاء:۸۳ ۴۔ الانبیاء:۸۷ ۵۔ الانبیاء:۹۰

۶۔ الحج:۳۴۔۳۵ ۷۔ نور:۳۷

ذکر سے نہ تجارت غفلت میں ڈالتی ہے نہ خرید و فروخت۔

۳۱۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (۱)

اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

۳۲۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ○ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ج جَزَآءً م بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (۲)

ان کے پہلو خواب گاہوں سے الگ رہتے ہیں اس طرح پر کہ (عذاب کے) ڈر سے اور (رحمت کی) امید سے وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں، پس کسی کو بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانہ غیب میں محفوظ ہے۔ یہ بدلہ ہے اس کا جو کچھ وہ کرتے تھے۔

۳۳۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا○ (۳)

بے شک تم لوگوں کے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نمونہ موجود ہے (یعنی) ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔

۳۴۔ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا○ (۴)

(پہلے سے مومنوں کی صفات کا بیان ہے اس کے بعد ارشاد ہے) اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرنے والے مرد اور عورتیں، ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔

۳۵۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا○ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا○ (۵)

اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

۳۶۔ وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ○ (۶)

اور پکارا ہم کو نوح (علیہ السلام) نے پس ہم خوب فریاد سننے والے ہیں۔

۱۔ العنکبوت: ۴۵ ۲۔ السجدہ: ۱۶۔۱۷ ۳۔ الاحزاب: ۲۱ ۴۔ الاحزاب: ۳۵

۵۔ الاحزاب: ۴۱۔۴۲ ۶۔ الصافات: ۷۵

۳۷۔ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِؕ اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (۱)

پس ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہے جن کے دل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

۳۸۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِىَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِؕ ذَالِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (۲)

اللہ جل جلالہ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعے سے ہدایت فرما دیتا ہے۔

۳۹۔ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۝ (۳)

پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کے لئے دین کو، گو کافروں کو ناگوار ہو۔

۴۰۔ هُوَ الْحَىُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۝ (۴)

وہی زندہ ہے اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں، تم خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو۔

۴۱۔ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۝ (۵)

جو شخص رحمٰن کے ذکر سے (**جان بوجھ کر**) اندھا ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، پس وہ (**ہر وقت**) اس کے ساتھ رہتا ہے۔

۴۲۔ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ (۶)

کیا ایمان والوں کے لئے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدائے تعالیٰ کی یاد کے لئے جھک جائیں۔

۴۳۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۝ (۷)

ان پر شیطان کا تسلط ہو گیا پس اس نے ان کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا، یہ لوگ

۱۔ الزمر:۲۲ ۲۔ الزمر:۲۳ ۳۔ المومن:۱۴ ۴۔ المومن:۶۵ ۵۔ زخرف:۲۳۶

۶۔ الحدید:۱۶ ۷۔ المجادلہ:۱۹

شیطان کا گروہ ہیں خوب سمجھ لو یہ بات محقق ہے کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔

۴۴۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (۱)

پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے تو (تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور (لیکن اس میں بھی) اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تا کہ تم فلاح کو پہنچ جاؤ۔

۴۵۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ج وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ (۲)

اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں۔

۴۶۔ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا۝ (۳)

اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا۔

۴۷۔ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝ (۴)

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

۴۸۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (۵)

اور اپنے رب کا نام لیتے رہا کیجئے اور سب سے تعلقات توڑ کر اسی کی طرف متوجہ رہئے (یعنی اللہ کا تعلق سب تعلقوں پر غالب رہے)۔

۴۹۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (۶)

اور اپنے رب کا صبح و شام نام لیتے رہا کیجئے۔

۵۰۔ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ۝ (۷)

یہ کافر لوگ جب ذکر (قرآن) سنتے ہیں تو (شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے

۱۔ الجمعہ: ۱۰ ۲۔ المنافقون: ۹ ۳۔ الجن: ۱۷ ۴۔ الجن: ۲۰ ۵۔ مزمل: ۸ ۶۔ الدھر: ۲۵ ۷۔ القلم: ۵۱

ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ تو مجنون ہیں۔

۵۱۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰىO وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰىO (۱)

بے شک بامراد ہوگیا وہ شخص جو (برے اخلاق سے) پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

اب چند احادیث شریف فضائل ذکر کے سلسلے میں بیان کی جاتی ہیں

۱۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَ اِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً (۲)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر (یعنی فرشتوں کے) مجمع میں (جو معصوم اور بے گناہ ہیں) اس کا تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں ایک باع (یعنی دونوں بازوؤں کے پھیلاؤ کی مقدار، مراد ہے رحمت و لطف، مولف) بڑھتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

فائدہ: اس حدیث میں کئی مضمون وارد ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ سے اس کے لطف و کرم کی امید رکھنی چاہئے اور اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہئے اور ہر معاملے میں اللہ

۱۔ الاعلیٰ: ۱۴۔ ۱۵ ۲۔ بخاری: ج ۶، ص ۲۶۹۴، رقم ۶۹۷۰، ابن حبان: ج ۳، ص ۹۳، رقم ۸۱۱

پاک سے نیک گمان رکھنا چاہئے۔

۲۔ ذاکر پر اللہ کی خاص توجہ اور رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

۳۔ اللہ پاک فرشتوں کے مجمع میں تفاخر کے طور پر اس کا ذکر کرتا ہے۔

۴۔ اللہ پاک ذکر کرنے والے کی طرف اس کی توجہ سے کہیں زیادہ توجہ ولطف فرماتا ہے وغیرہ۔

۲۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ البیت الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ وَالَّذِیْ لَا یَذْکُرُ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ (۱)

ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

فائدہ: یعنی ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مردہ ہے، مراد دل کی زندگی اور موت ہے یا نفع اور نقصان کے اعتبار سے تشبیہ ہے یا بعد الموت ہمیشہ کی زندگی ہے جیسا کہ شہدا کے متعلق ارشاد ہے:

بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (۲)

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

جس طرح کی زندگی میری ہے اسے زندگی نہیں کہہ سکتے۔ زندہ تو وہ ہے جو دوست کے ساتھ وصال رکھتا ہو۔

۳۔ عَنْ مُعَاذِبْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ آدَمِیٌّ عَمَلاً اَنْجٰی لَہٗ، مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (۳)

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے نجات دینے والا نہیں ہے۔

۴۔ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالُوْا وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ (۴)

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب

۱۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۳۵۳، رقم ۶۰۴۴ ۲۔ البقرہ: ۱۵۴ ۳۔ احمد: ج ۶، ص ۳۱۷۔ مجمع الزوائد: ج ۷، ص ۱۰، رقم ۱۶۷۴۵ ۴۔ ترمذی: ج ۵، ص ۳۰۴، رقم ۳۵۲۱۔ احمد: ج ۳، ص ۶۱۹

تم جنت کے باغوں میں گزرو تو خوب میوے کھاؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

فائدہ: ذکر کے حلقوں کو جنت کے باغ اس لئے کہا کہ ان کے سبب سے بہشت کے باغوں میں داخل ہونا ہے، نیز یہ کہ جنت کی طرح یہ مجالس بھی ہر آفت سے محفوظ رہتی ہیں۔ خوب کھاؤ یعنی باوجود دنیاوی تفکرات اور موانع کے ذکر کے حلقوں میں شامل رہو اور منہ نہ موڑو جس طرح ذکر کرنا مستحب ہے ویسے ہی حلقہ ذکر میں بیٹھنا بھی مستحب ہے۔

۵۔ **عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رضی اللّٰہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ** (۱)

ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں۔ (دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔)

فائدہ: لوگوں کے مجنوں یا ریاکار کہنے کی وجہ سے ذکر کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا اور شیطان کا دھوکا ہے۔

۶۔ **عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ مَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَآ اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ اَوْ عَالِمًا وَّ مُتَعَلِّمًا** (۲)

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور) ہے مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

فائدہ: ذکر کے قریب ہونے سے وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں، یعنی بقدر ضرورت کھانا پینا زندگی کے اسباب ضروریہ اور ہر چیز جو شریعت مقدسہ کے مطابق ہو ذکر ہے اور اگر مراد اللہ تعالیٰ کا قرب ہو تو ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی۔

۷۔ **عَنِ ابْنِ عُمَرؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُکْثِرُوا**

۱۔ احمد: ج ۳، ص ۶۸، رقم ۱۱۶۷۱، ابن حبان/ ج ۳، ص ۹۹، رقم ۸۱۷ ۲۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۳۷۷، رقم ۴۱۱۲۔ ترمذی: ج ۴، ص ۵۶۱، رقم ۲۳۲۲

الْکَلَامَ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَاِنَّ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ بِغَیْرِ ذِکْرِ اللّٰہِ قَسْوَۃٌ لِّلْقَلْبِ وَاِنَّ اَبْعَدَ النَّاسِ مِنَ اللّٰہِ الْقَلْبُ الْقَاسِیُ (۱)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ذکر کے بغیر زیادہ کلام نہ کرو، اس لئے کہ اللہ کے ذکر کے بغیر بہت کلام کرنا دل کی سختی کا موجب ہے اور آدمیوں میں اللہ سے زیادہ دور وہ ہے جو سخت دل ہو۔

فائدہ: یعنی سخت دل آدمی خوف خدا کم رکھتا ہے، آخرت سے غافل اور دنیا میں مشغول رہتا ہے حق بات نہیں سنتا۔

۸۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہ' کَانَ یَقُوْلُ لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَۃٌ وَ ان صِقَالَۃُ الْقُلُوْبِ ذِکْرُ اللّٰہِ (۲)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے ہر چیز کا صیقل (صفائی) ہے اور دلوں کا صیقل (صفائی) ذکر الٰہی ہے۔

۹۔ عن ابی الدرداءؓ قَالَ سمعت رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یقول اِنَّ اللّٰہَ یقول اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ھو ذَکَرَنِیْ وَ تَحَرَّکَتْ بِیْ شَفْتَاہُ (۳)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں (یعنی اس کی مدد کرتا ہوں اور توفیق دیتا و رحمت و رعایت کرتا ہوں) جس وقت مجھ کو یاد کرتا ہے اور میرے ذکر کے ساتھ اپنے دونوں ہونٹ ہلاتا ہے (یعنی دل اور زبان سے یاد کرتا ہے)

۱۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ مامن مولود الاعلی قلبہ الوسواس فان ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَان غَفَلَ وَسْوَسَ (۴)

۱۔ ترمذی: ج ۴، ص ۶۰۷، رقم ۲۴۱۱ ۲۔ الترغیب: ج ۲، ص ۴۵۴، رقم ۲۲۹۵

۳۔ بخاری: ج ۶، ص ۲۷۳۶، رقم ۷۰۸۶۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۲۴۶، رقم ۳۷۹۲۔ حاکم: ج ۱، ص ۶۷۳، رقم ۱۸۲۴

۴۔ شعب الایمان: ج ۱، ص ۴۵۰، رقم ۶۷۶۔ حاکم: ج ۲، ص ۵۹۰، رقم ۳۹۹۹۔ اس روایت میں ابن عباسؓ کا قول بتایا گیا ہے جو آیت قرآنی "الوسواس الخناس" کی تفسیر میں بیان ہوا ہے، ابویعلی سے یہ روایت مرفوعاً بیان ہوئی ہے، البتہ اس کے الفاظ میں فرق ہے اس سے الفاظ یہ ہیں: ان الشیان واضع خطمه علی قلب ابن آدم فان ذکر الله خنس وان نسی التقم قلبه فذالك الوسواس الخناس۔ مسند ابی یعلی: ج ۷، ص ۲۷۸، رقم ۴۳۰۱

ابن عباس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر انسان کے دل میں وسوسہ ہیں، جب آدمی اللہ تعالیٰ کو (دل سے) یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب غافل ہوتا ہے تو وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔

۱۱۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلاً قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ كَثُرَتْ فَاَخْبِرْنِيْ بِشَيْءٍ اَتَشَبَّثُ بِهٖ قَالَ لَا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْباً مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (۱)

عبداللہ بن بسر ؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک اسلام کے احکام (یعنی نوافل) مجھ پر بہت غالب ہوئے ہیں (یعنی بہت ہیں کہ اپنے ضعف کے سبب سب کے کرنے سے عاجز ہوں) پس مجھے ایسی چیز کی خبر دیجئے کہ میں اس کے ساتھ چمٹ جاؤں (یعنی ایسا عمل فرمایئے کہ بہت سے ثواب کا باعث اور جامع اور آسان ہو اور کسی مکان و زمان اور حال پر موقوف نہ ہو کہ اس کو بعد ادائے فرائض اپنا ورد بنالوں اور سب نوافل سے اس کے سبب مستغنیٰ ہو جاؤں) آپ ﷺ نے فرمایا تری زبان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ تر (جاری) رہے۔

فائدہ: زبان سے مراد بدن کی زبان یا دل کی زبان ہے۔

۱۲۔ وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَآ اَصَابَهُ الْمَآءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاجِلَآءُ هَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ (۲)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بیشک ان دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح کہ لوہے کو جبکہ اس کو پانی پہنچ جاتا ہے زنگ لگ جاتا ہے، عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ! اس کی جلا کس چیز سے ہوتی ہے فرمایا موت کو بکثرت یاد کرنے سے اور قرآن مجید کی تلاوت سے۔

۱۳۔ عَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَامِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ لَا يُرِيْدُوْنَ بِذَالِكَ اِلَّا وَجْهَهٗ اِلَّا نَادَاهُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْراً لَّكُمْ قَدْ بُدِّلَتْ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ (۳)

۱۔ ترمذی: رقم ۳۳۷۵۔ ابن ابی شیبہ: ج ۷، ص ۱۷۰، رقم ۳۵۰۵۳

۲۔ بیہقی ۳۔ ابی یعلیٰ: ج ۷، ص ۱۶۷، رقم ۴۱۴۱۔ احمد: ج ۳، ص ۱۴۲، ۱۲۴۷۶

حضرت انسؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لئے جمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ تعالیٰ کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

فائدہ: ذکر کی برکت سے برائیاں بھی نیکیوں سے بدل دی جاتی ہیں۔

۱۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَعَدَ مَقْعَداً لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ وَمَنِ اضْطَجَعَ مَضْجَعاً لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيْهِ كَانَتْ عَلَيْهِ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ (۱)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ایک مجلس میں بیٹھے اور اس میں اللہ کو یاد نہ کرے اس پر ایسا بیٹھنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس اور نقصان ہوگا اور جو شخص خواب گاہ میں لیٹے اس طرح کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہ کرے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے افسوس ونقصان ہوگا۔

فائدہ: یعنی اٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے اور شب و روز ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہئے اور جو وقت ذکر سے خالی ہوگا وہ قیامت میں موجب حسرت وندامت ہوگا۔

۱۵۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِساً لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهِ وَلَمْ يُصَلُّوْا عَلٰى نَبِيِّهِمْ اِلَّا كَانَ عَلَيْهِمْ تِرَةٌ فَاِنْ شَآءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَلَهُمْ (۲)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی قوم کسی مجلس میں نہیں بیٹھتی کہ نہ اس میں اللہ کا ذکر کیا ہو اور نہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا ہو مگر وہ مجلس ان پر افسوس ہوگی پھر اگر خدا چاہے ان کو عذاب کرے اور اگر چاہے ان کو بخش دے۔

فائدہ: یعنی بسبب اگلے پچھلے گناہوں کے عذاب کرے یا از راہ فضل ورحمت بخش دے۔ اس میں اشارہ ہے کہ جب اہل مجلس اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں کرتا بلکہ یقیناً بخش دیتا ہے۔

۱۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۲۷۵، رقم ۴۸۵۶۔ شعب الایمان: ج ۱، ص ۴۰۳۔ احمد: ج ۲، ص ۵۲۷

۲۔ ترمذی: ج ۵، ص ۴۶۱، رقم ۳۳۸۰

۱۶۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ قَوْمٍ يَقُوْمُوْنَ مِنْ مَجْلِسٍ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِ اِلَّا قَامُوْا عَنْ مِثْلِ جِيْفَةِ حِمَارٍ وَكَانَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً (۱)

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ کسی ایسی مجلس سے کھڑے ہوں جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا ہو وہ گویا ایک گدھے کی لاش پر سے کھڑے ہوئے ہیں اور یہ امر ان کے لئے موجب ندامت ہوگا۔

فائدہ: یعنی جس مجلس میں خدا کو یاد نہ کیا ہو وہ مجلس مردار گدھے کی مانند ہے اور جو لوگ وہاں سے اٹھے گویا وہ مردار کھا کر اٹھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ (۲)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھے۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (۳)

۱۷۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ يَتَحَسَّرُ اَهْلُ الْجَنَّةِ عَلٰى شَيْءٍ اِلَّا عَلٰى سَاعَةٍ مَّرَّتْ بِهِمْ لَمْ يَذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْهَا (۴)

معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل جنت کو کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی سوائے اس گھڑی (لمحے) کے جو ان سے بغیر ذکر اللہ کے گزری ہوگی۔

۱۸۔ عَنْ اُمِّ حَبِيْبَةَؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ كَلَامِ بْنِ آدَمَ عَلَيْهِ لَا لَهٗ اِلَّا اَمْرٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَهْيٌ عَنْ مُنْكَرٍ اَوْ ذِكْرُ اللّٰهِ (۵)

ام حبیبہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کا ہر کلام وبال ہے اس پر مگر نیکی کا امر کرنا یا برائی سے منع کرنا یا اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا۔

۱۔ احمد وابوداؤد: ج ۴، ص ۲۶۴، رقم ۴۸۵۵۔ احمد: ج ۲، ص ۵۱۵، رقم ۱۰۶۹۱

۲۔ ابوداؤد: ج ۴، ص ۲۸۶، رقم ۴۸۵۹ ۳۔ حصن حصین ۴۔ شعب الایمان: ج ۱، ص ۳۹۲، رقم ۵۱۲۔ المعجم الکبیر: ج ۲۰، ص ۹۳ ۵۔ ترمذی: ج ۴، ص ۶۰۸، رقم ۲۴۱۲۔ مسند ابی یعلی: ج ۱۳، ص ۵۸، رقم ۷۱۳۴

فائدہ: اس حدیث میں ایسے مباح کلام سے جس میں عقبٰی کا نفع نہ ہو بچنے کی تاکید پر مبالغہ ہے اور جو باتیں امر معروف و نہی منکر و ذکر اللہ کے مانند یا معاون ہوں وہ منع نہیں۔

۱۹۔ **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَذْکُرُ عَنْ رَّبِهٖ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی اُذْکُرْنِیْ بَعْدَ الْفَجْرِ وبَعْدَ الْعَصْرِ ساعَةً اَکْفِكَ ما بَیْنَهُمَا (۱)**

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کر، میں ان دونوں کے درمیانی حصے میں تیری کفایت کروں گا۔

فائدہ: ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کر، وہ تیری مطالب براری میں معین ہوگا، انہی وجوہ سے صبح اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان وقتوں کا خاص اہتمام ہے بالخصوص فجر کے بعد فقہا بھی اہتمام فرماتے ہیں۔

۲۰۔ **عن عائشةؓ کان رسول الله ﷺ یفضل الذکر الخفی الذی لا یسمعه الخفظة سبعین ضعفا (۲)**

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ذکر جس کو حفظہ (حفاظت کرنے والے فرشتے) نہیں سنتے (یعنی ذکر خفی) اس ذکر پر جن کو حفظہ سنتے ہیں (ذکر جلی پر) ستر درجے فضیلت رکھتا ہے۔

فائدہ: ذکر خفی کی فضیلت میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں اور ذکر جہر بھی مشروع ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کسی شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے اور ہر سلسلے میں مزاج کی رعایت کرتے ہوئے دونوں کو اعتدال کے ساتھ لیا گیا ہے۔

۲۱۔ **قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الذِّکْرِ الْخَفِیُّ (۳)**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر ذکر خفی ذکر ہے۔

۲۲۔ **عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ وَاَبِیْ سَعِیْدٍؓ اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ**

۱۔ الدر المنثور: ج۶، ص۶۲۰ ۲۔ ابی یعلی: ج۸، ص۱۸۳، رقم ۴۷۳۸۔ شعب الایمان: ج۱، ص۴۰۷، رقم ۵۵۵

۳۔ احمد وابن حبان: ج ۳، ص ۹۱، رقم ۸۰۹۔ شعب الایمان: ج۱، ص ۴۰۶، رقم ۵۵۲۔ ابن ابی شیبہ: ج۶، ص ۸۵، رقم ۲۹۶۶۳۔ احمد: ج۱، ص۱۷۲، رقم ۱۴۷۷

وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ لَا يَقْعُدُ قَوْمٌ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِيْمَنْ عِنْدَهٗ (۱)

ابو ہریرہؓ اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی جماعت ذکر الٰہی میں مشغول نہیں ہوتی مگر اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی جماعت ملائکہ میں ان کا ذکر (تفاخر کے طور پر) کرتا ہے۔

فائدہ: امام نووی فرماتے ہیں کہ سکینہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانیت و رحمت وغیرہ سب کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اترتی ہے۔

۲۳۔ عَنْ سعيد بن جبيرؓ قَالَ قيل يَا رُسُوْلَ اللّٰهِ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) مَنْ اَوْلِيَآءُ اللّٰهِ قَالَ الَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ (۲)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آ جائے۔

فائدہ: یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کہ کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو اور جس کو خود ہی توفیق نہ ہو اس کو دیکھ کر کسی کو کیا اللہ کی یاد آ سکتی ہے۔

۲۴۔ **عن خالد بن ابی عمرانؓ قال قال رسول الله مَنْ اَطَاعَ اللّٰهَ فَقَدْ ذَكَرَ اللّٰهَ وَاِنْ قَلَّتْ صَلٰوتُهٗ وَصِيَامُهٗ وَتِلَاوَتُهٗ لِلْقُرْاٰنِ وَمَنْ عَصَى اللّٰهَ لَمْ فقد سی الله وَاِنْ كَثُرَتْ صَلٰوتُهٗ وَصِيَامُهٗ وَتِلَاوَتُهٗ لِلْقُرْاٰنِ (۳)**

اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کی اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اگر چہ اس کی نمازیں اور روزے اور تلاوت قرآن کریم ہوں (یعنی نفلی عبادات کم ہوں) اور جس نے اللہ تعالیٰ کے (احکام) کی نافرمانی کی تو اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا، اگر چہ اس کی نمازیں اور

۱۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۰۷۴، رقم ۲۷۰۰۔ ابن ماجہ: ج ۲، ص ۱۲۴۵، رقم ۳۷۹۱۔ احمد: ج ۳، ص ۹۴، رقم ۱۱۹۱۰

۲۔ تفسیر ابن کثیر: ج ۲، ص ۴۳۳۔ ابن ابی الدینا/ الاولیاء: ج ۱، ص ۱۴، رقم ۱۵۔ الزہد لابن مبارک: ج ۱، ص ۳۴۰، رقم ۹۵۸۔ الزہد کی روایت میں الفاظ کا فرق ہے

۳۔ سعید بن منصور: ج ۲، ص ۶۳۰، رقم ۲۳۰، شعب الایمان: ج ۱، ص ۴۵۲، ۶۸۷

روزے اور تلاوت قرآن زیادہ ہوں۔

فائدہ: حقیقت میں ذاکر وہی شخص ہے جو خداوند عالم کے اوامر کو بجالائے اور منہیات سے بچے اگرچہ اس کی نفلی عبادات کم ہوں اور جو لوگ نفلی طاعات زیادہ کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے اوامر کو بجانہیں لاتے اور منہیات سے نہیں بچتے اور اپنے معاملات کو درست نہیں کرتے ایسے لوگ حقیقت میں غافلوں میں شمار ہیں۔

۲۵۔ عَنْ جَابِرٍؓ من عبد الله قَالَ سمات رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول اَفْضَلُ الذِّكْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ (۱)

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے بہتر دعا الحمد للہ ہے۔

فائدہ: لا الہ الا اللہ اس لئے افضل ہے کہ اس کے بغیر ایمان صحیح نہیں اور باطن کے پاک کرنے میں عجیب تاثیر رکھتا ہے۔

۲۶۔ وَفِیْ حَدِيْثٍ طَوِيْلٍ لِاَبِیْ ذَرٍّ قال رسول الله ﷺ اُوْصِيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاِنَّها رَاْسُ اَمْرِكَ وَ عَلَيْكَ بِتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِكْرِ اللّٰهِ فَاِنَّ ذالك نورٌ لَكَ فِی السَّمٰوَاتِ وَ نورٌ فی الْاَرْضِ (۲)

ایک طویل حدیث میں ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں تیرے لئے نور کا سبب بنے گا۔

۲۷۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلاً فِیْ حِجْرِهٖ دَرَاهِمُ يَقْسِمُهَا وَ اٰخَرَ يَذْكُرُ اللّٰهَ لَكَانَ الذَّاكِرُ لِلّٰهِ اَفْضَلُ (۳)

ابوموسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

۱۔ نسائی/ کبریٰ: ج ۶، ص ۲۰۸، رقم ۱۰۶۶۷ ۲۔ المعجم الکبیر: ج ۲، ص ۱۵۸۔ ابن حبان: ج ۲، ۶۸

۳۔ المعجم الاوسط: ج ۶، ص ۱۱۶، رقم ۵۹۶۹

فائدہ: اللہ کے راستے میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس سے بھی افضل ہے۔ پھر جو مالدار اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والا اللہ کا ذکر بھی کرتا ہو وہ کس قدر خوش نصیب ہے۔

۲۸۔ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْاَعْمَالِ ذِکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر عمل اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

فائدہ: یہ مراد نہیں کہ اور اعمال کو چھوڑ دو بلکہ یہ مراد ہے کہ ذکر کا ثمرہ سب عملوں سے زیادہ ہے۔

۲۹۔ سُئِلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ فقَالَ اَنْ تَمُوْتَ وَلِسَانُكَ رَطْبٌ من ذکر اللّٰہِ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ اعمال میں سے کون سا عمل بہتر ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تجھ کو موت آئے تو تیری زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر سے تر ہو۔

فائدہ: یعنی ہر وقت اللہ کی یاد میں لگا رہے تا کہ اس کے نتیجے کے طور پر مرتے وقت بھی زبان و دل سے ذکر جاری رہے۔

۳۰۔ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الذِّکْرُ خَیْرٌ مِّنَ الصَّدَقَةِ (۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ذکر صدقہ سے بہتر ہے۔

۳۱۔ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا من صَدَقَة اَفْضَلُ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی صدقہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے افضل نہیں (یعنی ذکر ہر صدقہ سے افضل ہے)

۳۲۔ ان رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ سلم سئل اَیُّ العباد افضل دَرَجَةً ثم الله یوم القیامة، قَالَ الذَّاكِرُوْنَ الله کثیرا والذاکرات (۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے بلند مرتبہ لوگ کون ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ذکر کرنے والے۔

۳۳۔ عن ابی ھریرةؓ عن النبی رَسُوْلُ اللّٰہَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال ان اللّٰہُ یقول یَا ابْنَ اٰدَمَ اِنَّكَ اِذَا ذَكَرْتَنِیْ شَكَرْتَنِیْ وَاِذَا نَسِیْتَنِیْ كَفَرْتَنِیْ (۶)

۱۔ جامع اصول الاولیاء   ۲۔ ابن حبان: ج ۳، ص ۹۹، رقم ۸۱۸۔ المعجم الکبیر: ج ۲۰، ص ۹۳

۳۔ فیض القدیر: ج ۳، ص ۵۶۹   ۴۔ مجمع الزوائد: ج ۱۰، ص ۷۴   ۵۔ ترمذی: ج ۵، ص ۴۵۸، رقم ۳۳۷۶

۶۔ المعجم الاوسط: ج ۷، ص ۲۰۰، رقم ۷۲۶۵

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدمی جب تو میرا ذکر کرتا ہے تو میرا شکر نعمت کرتا ہے اور جب تو مجھ کو بھول جاتا ہے تو میری نعمت کا کفران کرتا ہے۔

فائدہ:

ہر آں کہ غافل ازوے یک زمان ست
در آں دم کافرست اماں نہان ست
اگر آں غافلی پیوستہ بودے
در اسلام بروے بستہ بودے

جو شخص تھوڑی دیر کے لئے اللہ سے غافل ہوا، وہ اس وقت کافر ہے، لیکن پوشیدہ ہے۔ اگر اس کی یہ غفلت مسلسل ہوتی تو اس پر اسلام کا دروازہ بند ہو جاتا۔ مگر چونکہ وہ غافل ہمیشہ نہیں ہے اس لئے در اسلام (ذکر حق کا کرنا) کھلا ہوا۔ ہے۔

۳۴۔ **عن ابی مسعودؓ قَالَ رسول الله رَسُوْلُ اللّٰهَ صلی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يقول اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَنْ شَغَلَه' ذِكْرِیْ عَنْ مَسْئَلَتِیْ اَعْطَيْتُه' اَفْضَلَ مَا اُعْطِی السَّائِلِيْنَ (۱)**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس کو میرا ذکر مجھ سے مانگنے سے روک دے گا (یعنی میرے ذکر میں مشغول ہونے کی وجہ سے مجھ سے کچھ مانگنے کی فرصت نہ ہوگی) میں اس کو مانگنے والوں سے افضل وبہتر دوں گا۔

فائدہ: ذکر کی برکت سے خاص عطیہ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

۳۵۔ **عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ فِیْ حَدِيْثٍ قَالَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قَالَ وَمَا الْمُفَرِّدُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الذاكِرُوْنَ اللّٰهَ كَثِيْراً وَّ الذَّاكِرَاتُ (۲)**

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مفردون الگ ہو کہ (آگے جانے والے) سبقت لے گئے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مفردون کون ہیں فرمایا کہ وہ مرد اور عورتیں جو اللہ تعالیٰ کا بہت ذکر کرتے ہیں۔

فائدہ: اصلی سبقت کثرت ذکر سے سیرابی حاصل کرنا ہے۔

۱۔ مسند الشہاب: ج ۲، ص ۳۲۶، رقم ۱۴۵۴ ۲۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۰۶۲، رقم ۲۶۷۶۔ احمد: ج ۲، ص ۴۱۱، رقم ۹۳۲۱

۳۶۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الذِّکْرُ نِعْمَۃٌ مِّنْ اللّٰہِ فَادُّوْا شُکْرَھَا (۱)

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر بڑی نعمت ہے اس نعمت کا شکر ادا کرو۔

۳۷۔ عن انسؓ ان رَسُوْلُ اللّٰہَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قال لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی لَا یُقَالُ فِی الْاَرْضِ اَللّٰہُ اَللّٰہُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ عَلٰی اَحَدٍ یَّقُوْلُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت نہیں آئے گی یہاں تک کہ (زمین) دنیا ایسی ہو جائے گی کہ اس میں اللہ اللہ نہ کہا جائے گا اور ایک روایت میں ہے کہ جب تک کوئی اللہ اللہ کہے گا اس پر قیامت نہیں آئے گی۔

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ محض کلمہ ''اللہ'' کا تکرار مشروع ہے اگر چہ اس سے محض تبرک واستحضار ہی مقصود ہو خواہ کسی معنی خبری یا انشائی کو مفید نہ بھی ہو۔ ذکر اسم ذات کی فضیلت ظاہر ہے خواہ وہ جہری ہو یا خفی وسری۔

۳۸۔ عَنْ مَالِکٍؓ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِّیْنَ وَ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَغُصْنٍ اَخْضَرُ فِی شَجَرٍ یَابِسٍ وَفِیْ رِوَایَۃٍ مِثْلُ الشَّجَرَۃِ الْخَضْرَآءِ فِیْ وَسْطِ الشَّجَرَ، وَ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ مَثْلُ مِصْبَاحٍ فِیْ بَیْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الغَافِلِیْنَ یُرِیْہِ اللّٰہُ مَقْعَدَہ' مِنَ الْجَنَّۃِ وَھُوَ حَیٌّ وَ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ یُغْفَرُ لَہ' بِعَدَدِ کُلِّ فَصِیْحٍ وَ اَعْجَمَ وَالْفَصِیْحُ بَنُوْ اٰدَمَ وَالْاَعْجَمُ الْبَھَائِمُ وَفِیْ رِوَایَۃٍ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَالْحَیِّ بَیْنَ الْاَمْوَاتِ (۳)

۱۔ کنز العمال: رقم ۱۷۴۹ـ فیض القدیر: ج ۳، ص ۵۶۹

۲۔ مسلم: ج ۳، ص ۱۳۱، رقم ۱۴۸ـ ترمذی: ج ۴، ص ۴۹۲، رقم ۲۲۰۷

۳۔ الترغیب والترہیب: ج ۲، ص ۳۳۷ـ اس روایت کے بعض حصے دوسری کتب میں بھی نقل ہوئے ہیں ملاحظہ کیجئے: بزار: ج ۵، ص ۱۶۶، رقم ۱۷۵۹ـ المعجم الاوسط: ج ۱، ص ۹۰، رقم ۲۷۱

امام مالکؒ سے روایت ہے کہ مجھ کو یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ غافلوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا بھاگنے والوں کے پیچھے لڑنے والا (یعنی ایک جماعت تو لڑائی سے بھاگ گئی اور ان کے بعد ایک شخص کافروں سے لڑتا رہا، یہ بڑی فضیلت رکھتا ہے) اور فرمایا غافلوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسا سوکھے اور ٹوٹے درختوں میں سرسبز درخت ہوتا ہے (ظاہر ہے کہ پھل سرسبز درخت کو ہی لگتا ہے سوکھے درخت کو نہیں لگتا) اور فرمایا غافلوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اندھیرے گھر میں چراغ اور غافلوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اسکا ٹھکانا جنت میں (حالت زندگی میں) دکھا دیتا ہے (یعنی مکاشفہ کے ساتھ یا خواب میں یا ایسا یقین بخشتا ہے کہ گویا دیکھتا ہے) اور فرمایا غافلوں میں اللہ کا ذکر کرنے والے کے گناہ کل فصیح و اعجم کی تعداد کے بقدر بخشے جاتے ہیں فصیح سے مراد اولاد آدمؑ اور اعجم سے مراد جانور۔ (یہ کئی حدیثوں کی جامع ہے)

۳۹۔ مَامِنْ یَوْمٍ وَّ لَیْلَةٍ اِلَّا وَلِلّٰهِ فِیْهَا صَدَقَةٌ یَمُنُّ بِهَا عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَامَنَّ عَلٰی عَبْدٍ بِمِثْلِ اَنْ یُلْهِمَهٗ ذِکْرَهٗ (۱)

کوئی دن اور کوئی رات نہیں ہوتی مگر اللہ عزوجل اس میں اپنے جس بندہ پر چاہتے ہیں صدقہ کر کے احسان فرماتے ہیں اور بندہ پر اللہ کا اس سے بڑا کوئی احسان نہیں کہ اسے اپنے ذکر کا الہام فرمادے۔

۴۰۔ عن ابی البخاریؓ قال قَالَ النَّبِیُّ اللّٰهَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَرَرْتُ لَیْلَةَ اُسْرِیَ بِیْ بِرَجُلٍ مُغَیَّبٍ فِیْ نُوْرِ الْعَرْشِ قُلْتُ مَنْ هٰذَا اَهٰذَا مَلَكٌ ؟ قِیْلَ لَا قُلْتُ نَبِیٌّ ؟ قِیْلَ لَا قُلْتُ مَنْ هُوَ؟ قَالَ هٰذَا رَجُلٌ کَانَ فِی الدُّنْیَا لِسَانُهٗ رَطْبٌ مِنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَقَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَلَمْ یَسْتَسِبَّ لِوَالِدَیْهِ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات میرا گزر ایک ایسے شخص کے پاس سے ہوا جو عرش کے نور میں چھپا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا ”کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟“ جواب دیا گیا ”نہیں“ میں نے دریافت کیا ”کیا یہ کوئی نبی ہے؟“ جواب دیا گیا ”نہیں“ میں نے دریافت کیا ”یہ کون ہے؟“ (جبرائیلؑ نے) جواب دیا ”یہ وہ

۱۔ بزار: ج۹، ص۳۳۶، رقم ۳۸۹۰ ۲۔ الترغیب والترہیب: ج۲، ص۲۵۳

شخص ہے جس کی زبان اللہ کے ذکر سے تر رہتی تھی جس کا دل مسجدوں میں لگا رہتا تھا اور جس نے اپنے والدین کو برا بھلا نہیں کہا۔"

فائدہ: غور کرنے کی بات یہ ہے کہ اس شخص کو جو یہ مرتبہ ملا اس کی تین وجوہات ذکر کی گئی ہیں اور ان میں سے ذکر کو مقدم کیا گیا ہے۔

۴۱۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَلَآئِکَتِہٖ قَرِّبُوْا مِنِّیْ اَھْلَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنِّیْ اُحِبُّھُمْ (۱)

وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا دُوْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ (۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والوں کو میرے پاس لاؤ کہ میں ان کو دوست رکھتا ہوں۔ نیز فرمایا لا الہ الا اللہ اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں یہاں تک کہ تو اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

۱۔ جامع اصول الاولیاء ۲۔ جامع اصول الاولیاء

شجرہ مبارکہ

اَلْـحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُـهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِـنْ سَيِّـئٰـاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَـهٗ وَمَنْ يُضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَـهٗ وَنَشْهَدُاَنْ لَّا إِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَنَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُـهٗ أَمَّا بَعْدُ!

اَلسِّلْسِلَةُ الشَّرِيْفَةُ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِلٰهِىْ بِـحُـرْمَةِ حَـضْرَتِنَا شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعَالَمِيْنَ سَيِّدنَا وَمَوْلٰـنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِـهٖ وَسَلَّمَ

اِلٰهِىْ بِـحُـرْمَةِ خَـلِيـفَةِ رَسُـوْلِ الـلّٰـهِ حَضْرَتِنَا اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَبِىْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اِلٰهِىْ بِـحُـرْمَةِ صَاحِبِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَضْرَتِنَا سَلْمَانَ الْفَارِسِيِّ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ

اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا الْاِمَامِ الْقَاسِمِ رَحْمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا الْاِمَامِ جَعْفَرِنِ الصَّادِقِ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا اَبِىْ يَزِيْدِنِ الْبُسْطَامِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا اَبِىْ الْحَسَنِ الْخَرْقَانِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا اَبِىْ الْقَاسِمِ الْجُرْجَانِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا اَبِىْ عَلِيِّ نِ الْفَارْمِدِىِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا يُوْسُفَ الْهَمْدَانِيِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا عَبْدِالْخَالِقِ الْغِجْدَوَانِىِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدٍ عَارِفِ نِ الرَّيْوَجَرِىِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مَحْمُوْدِن الْفَغْنَوِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا عَزِیْزَان عَلِّی نِ الرَّامِیْتَنِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا بَا بَا السَّمَّاسِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا اَمِیْرِن الْکُلَالِ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا شَیْخِ الْمَشَائِخِ مُحَمَّدِ بَهَاءِ الدِّیْنِ الْبُخَارِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا عَلاَءِ الدِّیْنِ الْعَطَّارِ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا یَعْقُوْبَ الصَّرْخِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا عُبَیْدِ اللّٰهِ الْاَحْرَارِ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدِنِ الزَّاهِدِ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا دُرْوَیْشِ مُحَمَّدْ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدِنِ الْاَمْکَنْکِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا عَبْدِ الْبَاقِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا وَ مَوْلٰنَا اَحْمَدَ الْفَارُوْقِیِّ الشَّرهِنْدِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدِنِ الْمَعْصُوْمِ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدِ سَیْفِ الدِّیْنِ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدِ مُحْسِنِ الدِّهْلَوِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا نُوْر مُحَمَّدِنِ الْبَدَایُوْنِیْ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مَظْهَرْ جَانِ جَانَان رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا عَبْدِ اللّٰهِ شَاهِ الدَّهْلَوِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْاَحْمَدِ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا اَحْمَدْ سَعِیْدِنِ الْمَدَنِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا دُوْسْت مُحَمَّدِنِ الْقَنْدَهَارِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ
اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدِ عُثْمَانَ الدَّامَانِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا مُحَمَّدٍ سِرَاجِ الدِّیْنَ رَحْمَةُ اللّٰهُ تعالٰی عَلَیْهِ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ فَضْلِ عَلِّیِ نِ الْمِسْکِیْنِ فُوْرِیِّ
رَحْمَةُ اللّٰهُ تعالٰی عَلَیْهِ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّدْ سَعِیْدِنِ الْقَرْشِیِّ الْهَاشِمِیِّ
اَلْاَحْمَدْ فُوْرِیِّ رَحْمَةُ اللّٰهُ تعالٰی عَلَیْهِ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتِنَا وَ مَوْلٰنَا اَلْحَاجْ سَیِّدْ زَوَّارْ حُسَیْنْ شَاهْ رَحْمَةُ اللّٰهُ
تَعَالٰی تعالٰی عَلَیْهِ

اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ جَمِیْعِ اَحِبَّائِكَ اَدْخِلْنِیْ مَعَ الصَّالِحِیْنَ فِیْ غُرَفَاتِ الْجِنَانِ
اٰمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰهُ تعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
اَجْمَعِیْنِ

شجرۂ مبارکہ اردو منظوم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍوَّ بَارِكۡ وَسَلِّمۡ
بِعَدَدِ کُلِّ شَیۡ ءٍ مَّعۡلُوۡمٍ لَّكَ

حمدِ کُل ہے رب کی ذاتِ کبریا کے واسطے   اور درودو نعت مولیٰ مجتبیٰ کے واسطے
اے خدا تو اپنی ذاتِ کبریا کے واسطے   فضل کر مجھ پر محمد مصطفیٰ کے واسطے
حضرتِ صدیق اکبرؓ یارِ غارِ مصطفیٰؐ   صدق دے کامل تو ایسے پرصفا کے واسطے
حضرتِ سلمانِؓ فارس شمس برجِ معرفت   درد اپنا دے مجھے اُس جاں فدا کے واسطے
حضرت قاسم تھے پوتے حضرتِ صدیقؓ کے   عالی ہمت کر مجھے اس ذوالعلا کے واسطے
حضرتِ جعفرؒ امام اتقیا و اصفیا   مطمئن مجھ کو بنا اس ذی عطا کے واسطے
قطبِ عالم غوثِ اعظم شیخ اکبر بایزیدؒ   نورِ عرفاں دے مجھے نورالوریٰ کے واسطے
خواجہ حضرت بوالحسن جو ساکنِ خرقان تھے   ذکرِ قلبی دے مجھے اس باصفا کے واسطے
حضرت خواجہ ابوالقاسمؒ جو تھے گرگان میں   دُور کر عصیاں مرے اُس پرحیا کے واسطے
فارمدی شیخ عالم خواجہ حضرت بوعلی   دے مجھے اعمالِ صالح اولیا کے واسطے
قطبِ عالم خواجہ یوسفؒ جو تھے ہمدان کے   نفس ہو مغلوب میرا مقتدا کے واسطے
غجدوانی خواجہ عبدالخالقؒ شیخِ کمال   دل منور کر مرا شمس الضحیٰ کے واسطے
حضرتِ خواجہ محمد عارفؒ ریوگری   اپنا عارف کر مجھے اُس پیشوا کے واسطے
ساکنِ انجیر فغنہ یعنی محمودِؒ ولی   دے مجھے توفیق حق اُس بے بہا کے واسطے
حضرت خواجہ عزیزانِ علیؒ رامیتنی   نام تیرا ہو عزیز اُس بے ریا کے واسطے
خواجۂ بابا سماسیؒ عاشقِ ذاتِ خدا   عشقِ صادق دے ہمیں اس باصفا کے واسطے
میر میراں حضرتِ شاہِ کلالؒ متقی   کر روا سب حاجتیں اس پرسخا کے واسطے
حضرتِ خواجہ بہاء الدینؒ جو تھے نقشبند   کر منقش دل مرا نور الہدیٰ کے واسطے
حضرتِ خواجہ علاء الدینؒ جو عطار تھے   دل معطر ہو مرا اس خوش لقا کے واسطے
حضرتِ یعقوبؒ چرخی بیکسوں کے دستگیر   میری غفلت دُور کر اُس باعطا کے واسطے
حضرتِ خواجہ عبیداللہؒ جو احرار تھے   دمبدم ہو عشق زائد دلربا کے واسطے

حضرتِ خواجہ محمد زاہدؒ زہد کمال   مجھ کو زاہد کر دے اس شاہِ ولا کے واسطے
خواجہ درویشِ محمدؒ میرِ درویشاں ہوئے   خاص درویشوں سے کر اس حق نما کے واسطے
خواجگی خواجہ محمد واقف اسرار حق   مجھ کو بھی خواجہ بنا مرد خدا کے واسطے
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رازداں   رازداں مجھ کو بنا اس دلکشا کے واسطے
حضرت خواجہ مجدد الف ثانی بحر علم   مجھ کو صبر و شکر دے بدر الدجیٰ کے واسطے
عروۃ الوثقیٰ محمد خواجہ معصوم اہل دل   دل منور کر مرا اس باصفا کے واسطے
خواجہ سیف الدین صاحب سیف تھے جود ین کے   سر کٹے حرص و ہوا کا ذی لقا کے واسطے
حافظ محسن دلی دہلوی تھے باخدا   معرفت دے مجھ کو اس شمس الہدیٰ کے واسطے
سید نور محمد تھے بدایونی ولی   عشق و عرفاں کر عطا اس پیشوا کے واسطے
مرزا مظہر جان جاناں تھے حبیب اللہ شہید   رکھ شریعت پر مجھے پیر ہدیٰ کے واسطے
خواجہ عبد اللہ شاہ جو تھے مجدد دہلوی   خاص بندوں سے بنا اس رہنما کے واسطے
بوسعید احمدؒ کہ جو غوثِ زماں تھے بے گماں   مجھ کو بھی اسعد بنا اس باوفا کے واسطے
خواجۂ احمد سعیدؒ دہلوی مدنی ہوئے   عشق دے اپنا مجھے اس بے ریا کے واسطے
حاجی دوست محمدؒ ساکنِ قندھار تھے   قلب ذاکر رکھ مرا اُس خوش ادا کے واسطے
خواجۂ عثمانؒ دامانی جو قطبِ وقت تھے   مجھ کو بھی ویسا بنا شیر خدا کے واسطے
شہ سراج الدین شانِ حق سراجِ معرفت   قلب روشن کر مرا اُس باصفا کے واسطے
شاہِ تاج الاولیا فضل علی بے عدیل   دے سیہ دل کی دوا اس پرضیا کے واسطے
۱۹۳۵ء   ۱۳۵۴ھ
قطبِ دوراں، روحِ عرفاں سعدِ دیں خواجہ سعید   دل ہو انور اس قریشی پارسا کے واسطے
۱۹۴۴ء   ۱۳۶۳ھ
قطبِ دیں، عینِ ولایت شاہِ زَوّارِ حسین   شرع و ایماں کر عطا اس باصفا کے واسطے
۱۴۰۰ھ (وفات)   ۱۳۲۹ھ (پیدائش)
کر قبول ان ناموں کی برکت سے ہر جائز دعا   یارب اپنی رحمتِ بے انتہا کے واسطے
میرا دل رکھ دائماً ذاکر بذکرِ اسمِ ذات   اے خدا جملہ مقدس اصفیا کے واسطے
بحر عصیاں میں الٰہی میں سراپا غرق ہوں   فضل تیرا چاہئے مجھ مبتلا کے واسطے
اے خدا مجھ کو تہی دستی کی کلفت سے بچا   اپنے فضل و رحم اور جود و سخا کے واسطے
میرے ہر دشمن کو اپنے فضل سے مغلوب کر   اپنی رحمانی رحیمی اور عطا کے واسطے
یا الٰہی شر شیطانی سے تو محفوظ رکھ   ہر عمل ہو بے ریا تیری رضا کے واسطے
ہو منور قبر میری اور دے مجھ کو نجات   اے خدا حضرت محمد مصطفیٰ کے واسطے

شجرۂ شریف سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ اویسیہؒ

منظوم ومختصر

فضل کر مجھ پر خدایا بہرِ زوّارِ حسین   از طفیلِ حضرتِ حاجی سعیدِ ہاشمی
کھول دے مجھ پر خدایا! بابِ افضال و سخا   صدقۂ فضلِ علی شاہ و سراج الدین سخی
بہرِ عثماں خواجہ قندھاری و شاہ احمد سعید   بہرِ شاہِ بوسعید و شاہ عبداللہ ولی
بہرِ مظہرجانِ جاناں صاحبِ صدق و صفا   سیدی نورِ محمد خواجہ سیف الدیں تقی
خواجہ معصوم و مجدّد الف ثانی احمدی   بہرِ خواجہ باقی باللہ سیدی و مرشدی
خوجہ امکنگی و درویشِ محمد ذوالعطا   بہرِ زاہد بہرِ احرار و یعقوبِ غنی
شہ علاؤ الدین بہاء الدیں اور میرِکلال   بابا سماسی عزیزانِ علی رامیتنی
مجھ کو اوصافِ حمیدہ کر عطا اے ذوالمنن   بہرِ محمود و برائے خواجہ عارف ریوگری
عبدِ خالق غجدوانی خواجہ یوسف پارسا   کر عطا بوئے محمدؐ بہرِ حضرت بوعلی
بوالحسن خرقانی و شہ بایزیدِ پارسا   کر عطا علم لدنی بہرِ بسطامی ولی
بہرِ حضرت جعفرِصادق امامِ وقتِ خویش   بہرِحضرت قاسم و ازبہرِ سلماں فارسیؓ
کر عطا صدق و صفا صدیق اکبرؓ کے طفیل   بخش بہرِ حضرتِ فاروقؓ و عثمانؓ و علیؓ
یا الٰہی بہرِ شاہِ انبیاء و اولیا   یا الٰہی از طفیلِ آل و اصحابِ نبیؐ
یا الٰہی صدقۂ کل انبیا و اولیا   تیرے الطاف و ترحّم کا توسّل اے غنی
مانگنے کی دی ہے توفیق اے خدا مقبول کر
کر عطا اپنی رضا مطلوب میرا ہے توہی

اس شجرے کے تمام اشعار حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مؤلف کتاب) کے ہیں، البتہ اس کا پہلا شعر حضرت شاہ صاحبؒ نے اس طرح موزوں کیا تھا:

فضل کر مجھ پر خدایا از طفیلِ مرشدی
پیر پیراں حضرتِ حاجی سعیدِ ہاشمی

بعد میں مکرم ومحترم حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو موجودہ شکل میں تبدیل کردیا، اور حضرت شاہ صاحبؒ نے اس ترمیم کو دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار فرمائی۔ (ادارہ)

خمسہ شہنشاہِ ظفرؒ

برقصیدۂ فارسی حکیم سنائی رحمہما اللہ تعالیٰ

پے دنیا یونہی بک بک کے عبث جان کھپائی نہ دیا منزل عقبیٰ کا مجھے رستہ دکھائی
مگر اب جی میں ہے، سب چھوڑ کے یہ ہرزہ سرائی ملکا ذکرِ توگویم کہ تو پاکی و خدائی
نروم من بجزآں رہ کہ توآں رہ بنمائی
نہ پھروں عہد سے جب تک کہ مرے دم میں رہے دم رہوں پیانِ محبت پہ ترے میں یونہی محکم
طلبِ وصل تری دل سے مرے ہو نہ کبھی کم ہمہ درگاہِ تو جویم، ہمہ درکارِ تو پویم
ہمہ توحیدِ توگویم کہ بہ توحید سزائی
نہ چپ وراست سے گرہووے تری نصرت ویاری نہ ترا عرش سے تافرش اگر فیض ہو جاری
نہ کہے کیونکہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری تو خداوندِ یمینی تو خداوندِ یساری
تو خداوندزمینی تو خداوند سمائی
نظر آتی ہے جہاں میں جو سفیدی و سیاہی قلم صنع پہ دے ہے ترے دن رات گواہی
تری یکتائی مبرّا ہے ہر ایک شے سے الٰہی تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی
احدا بے زن و جفتی، ملکاِ کام روائی
نہ پرستش کا تو محتاج، نہ محتاجِ عبادت نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت نہ نیازت بولادت نہ بفر زند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی
جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری جسے تو چاہے بزرگی دے جسے چاہے حقیری
کرم و عفو سے کیونکر نہ کرے عذر پذیری تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری
تو معزی تو مذلی ملک العرش بجائی العلائی
گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستار ہے اور واقف اسرارِ نہانی ہمہ راعیب تو پوشی ہمہ راغیب تو دانی

ہمہ را رزق رسانی کہ تو باجود و عطائی
خرد و فہم نے گر دل سے کوئی بات تراشی کہ ہوا اوّل و آخر کی حقیقت کا تلاشی
مرے نزدیک سوا اس کے ہے سب سمع خراشی نہ بدُے خلق تو بودی نبود خلق تو باشی
نہ تو خیزی نہ نشینی نہ تو کاہی نہ فزائی
رہے مصروف ثنا میں تری ہرچند خلائق نہ ادا پر وہ ثنا ہو جو ثنا ہے ترے لائق
کہ وہ فوق اور ہے جس فوق سے ہے سب پہ تو فائق نہ سپہری نہ کواکب نہ بروجی نہ دقائق
نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بپائی
رہِ توصیف تری رکھتی نہایت ہے درازی نہ لگے ہاتھ یہ کوچہ تری بے بندہ نوازی
نہ تری کنہِ حقیقت میں چلے نکتہ طرازی بری از چون و چرائی بری از عجز و نیازی
بری از صورت و رنگی بری از عیب و خطائی
نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشۂ دشمن نہ تجھے کام ہے عشرت سے نہ شیوہ ترا شیون
نہ تجھے چاہئے ماویٰ نہ تجھے چاہئے مسکن بری از خوردن و خفتن بری از تہمتِ مُردن
بری از بیم و اُمیدی بری از رنج و بلائی
نہ رہا عالمِ طفلی و جوانی، ہوئی پیری غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہیگی یہ اسیری
نہ روا رکھ مرے حق میں تو یہ خواری و حقیری تو علیمی تو حکیمی تو خبیری تو بصیری
تو نمائندۂ فضلی تو سزا وارِ خدائی
ترے اوصاف بیاں کرنے کی باندھے ہے جو دُھن جی دمِ تقریر ہے گونگی دمِ تحریر ہے لونجی
مری گونوکِ زباں گنج معانی کی ہے کنجی نتواں وصف تو گفتن کہ تو در وصف نہ گنجی
نتواں شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی
نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلّی نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
متحیر ہوں میں اس میں کہ صفت کیا کروں تیری احدٌ لیس کمثلی صمدٌ لیس کفضلی
من الملک تو گوئی کہ سزا وارِ خدائی
ظفرؔ اس وقت میں خاموش ہو گیا غنچہ کی مانند کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اُسے چند
کرے توصیف میں کس طرح تری اپنی زباں بند لب و دندانِ سنائی ہمہ توحیدِ تو گویند
مگر از آتشِ دوزخ بودش زود رہائی

نعت شریف

یہ نعت حضرت خواجہ غریب نواز محمد فضل علی قریشی ہاشمی نقشبندی مجددی مسکین پوری طاب اللہ ثراہ کی ہے جو تبرکاً یہاں درج کی جاتی ہے۔ ناظرین شاعرانہ حیثیت اور زبان کے لحاظ کو نظر انداز کرتے ہوئے جذبات اور محبت کے خیال سے ملاحظہ فرما کر برکت حاصل کریں۔ احقر مؤلف

یا محمدؐ مصطفیٰؐ قربان تیرے نام پر
پاک سچا دین تیرا، ہوں فدا اسلام پر
بہت شیریں و لذیذ و پاک تیرا نام ہے
جو ادب سے نام لیوے لائق انعام ہے
کوئی پیدا نہ ہوا تجھ سا نہ ہووے گا کبھی
جو نبی پیدا ہوئے خادم ہوئے تیرے سبھی
تو ہے محبوبِ خدا رب چاہتا ہے تیری رضا
نفس و شیطان سے بچالو، ہے یہ میری مدعا
بہت ہی مظلوم عاجز غرق ہے تقصیر میں
جاوے گا ملکِ عرب میں ہے اگر تقدیر میں
کشش اپنی دو زیادہ دم بدم پاوے کمال
پاس بلواؤ، دکھاؤ یا رسول اللہؐ جمال
کب ہووے مقبول دل کی اس جناب پاک میں
آرزو دیدار کی آگے نہ جاؤں خاک میں
عربی و مکی و مدنی نازنینِ کبریا
کشش ہووے تیز چہ حاجت مقناطیس و کہربا
وطن تیرا پاک دیکھوں خوب عیداں جا کروں
جب تلک روضہ نہ دیکھوں آگے ہرگز نہ مروں
یہ قریشی خاک تیرے قدموں کی ہے شوق مند
جا کے تیرے قدموں میں پاوے وہاں قدرِ بلند

نصیحت

ایک اور نظم ہمارے حضرت خواجہ غریب نواز فیاض عالم قطب الارشاد مولانا مولوی محمد فضل علی شاہ قریشی ہاشمی قدس سرہ العزیز کی درج ذیل ہے۔ ناظرین پڑھیں اور برکت حاصل کریں۔ احقر مؤلف

عزیزو! دوستو! یارو! یہ دنیا دارِ فانی ہے دل اپنا مت لگاؤ تم لحد میں جابنانی ہے
تم آئے بندگی کرنے پھنسے لذاتِ دنیا میں ہوئی اندھی عقل تیری تری کیسی جوانی ہے
گناہوں میں نہ کر برباد عمر اپنی تو کر توبہ کہاں ہیں باپ دادا سب کہ تو جن کی نشانی ہے
نہ کر بل اپنی دولت پر نہ طاقت پر نہ حشمت پر کہ اس دنیا کی ہر ایک چیز تجھ کو چھوڑ جانی ہے
تو کر نیکی نمازیں پڑھ خدا کو یاد کر ہر دم کہ آخر میں تری ہر نیکی تیرے کام آنی ہے
نہ ہو شیطان کے تابع نہ بے فرمان رب کا ہو نبیؐ کے در کا خادم بن مراد اچھی جو پانی ہے
شریعت کی غلامی کر گناہوں سے تو بچ یارا بری حالت ہو ظالم چور کی جو مرد زانی ہے
تو روزی کھا حلال اپنی سراپا نورِ تقویٰ بن کہ تقویٰ میں ترقی ہے یہ نعمت جاودانی ہے
پکڑ لے پیر کامل کو کہ بیعت بھی ضروری ہے بجز مرشد کے اچھی بات کس جا تجھ کو پانی ہے
خدا یاد آئے جس کو دیکھ کر وہ پیر کامل ہے سوا مرشد کے دنیا کی محبت کس مٹانی ہے
شریعت کا غلام ہووے عجب اخلاق ہوں اسمیں دل اس کا مثل آئینہ ہو یہ اس کی نشانی ہے
اگر تو طالب مولیٰ ہے اور اصلاح کا جویا تو جلدی کر پکڑ مرشد نصیحت یہ ایمانی ہے

قریشی دست بستہ عرض کرتا ہے سنو بھائی
قسم رب کی نہ جھوٹ اس میں نہ لائق بدگمانی ہے

قطعۂ تاریخِ وصال

حضرت پیر و مرشدنا خواجہ محمد سعید قدس سرہ

از عالمِ نبیل شاعر بے عدیل حضرت مولانا مولوی اختر شاہ خاں اختر امروہوی ثم المیرٹھی

شود سلوکِ طریق خدا نچوں مخزوں
شود نہ تیرہ و اندوہ چوں رُخِ عرفاں

کہ روزِ جمعہ و در نوز دہ ربیع دگر
جنابِ حاجی محمد سعید گشت رواں

نسب زہاشم و مشرب مجددی می داشت
وحیدِ عصر بدو شیخ کامل دوراں

وطن ببلدۂ احمد پور از بہاولپور
کہ ہست فخر ریاسات ملک ہندوستاں

شنید سالِ وصالش زہا تفے اختر
کسوفِ بدرِ سمائے سعادت افروزاں

۳ ۶ ۳ ۱ ھ
۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت ۹۱)

اور جو لوگ ہمارے راستے میں مجاہدہ (کوشش) کرتے ہیں ہم ضرور اپنے
راستے کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔

عمدۃ السلوک

جدید تصحیح شدہ ایڈیشن

حصہ دوم

تالیفِ لطیف

حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

زوّار اکیڈمی پبلی کیشنز

حمدِ باری عزاسمہ

ازفکر مؤلف

حمد کے لائق ہے یا رب تیری ذاتِ کبریا
امر کُن میں رازِ تخلیقِ جہاں مُضمر کیا
گنبدِ گردوں کو بخشے انجم و شمس و قمر
انجم و شمس و قمر کو دے دیا نور و ضیا
ابرکو باراں عطا کی خاک کو روئیدگی
گُل کو بخشا رنگ و بو اور شاخِ تر کو پھل دیا
کر دیا مٹی کو تونے لعل و گوہر سیم و زر
قطرۂ باراں کو تونے لؤلوئے لالہ کیا
آب و گِل کو تَن دیا اور تن کو بخشی جانِ پاک
رتبہ انساں کو دیا فی احسن التقویم کا
انبیاء و مرسلینؑ بھیجے ہدایت کے لئے
چارسو عالم میں پھر توحید کا چرچا ہوا
خیر امت میں کیا مبعوث ختم المرسلیں ﷺ
معجزہ اس فخر عالم ﷺ کو دیا قرآن کا
بھیج یارب سرورِدیں ﷺ پہ ہزاروں رحمتیں
آلؓ اور اصحابؓ پر بھی روز و شب صبح ومسا

نعت

سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات

از فکرِ مؤلف

کس زباں سے میں کروں نعتِ محمد مصطفیٰ ﷺ
میری گویائی ہے عاجز اور تخیل نارسا
آپ کے مدحت سرا توریت و انجیل و زبور
آپ کی تعریف میں رطب اللّسان فرقان ونور
ذرہ ذرہ آپ کی ختم رسالت پر شہید
قطرہ قطرہ آپ کے دستِ سخاوت کی چکید
باعثِ تخلیقِ عالم رحمۃٌ للعالمین
سرورِ دیں فخر موجودات ختم المرسلین ﷺ
کحل مازاغ البصر سے چشم باطن کی کشود
اسوۂ حسنہ سراجِ سالکِ ربّ ودود
ہے سراپا نور ہی نور آپ کی ذاتِ کریم
ہے مجسم جود ہی جود آپ کا خُلقِ عظیم
آپ کی ذاتِ گرامی محرمِ ربّ العُلیٰ
آپ کے ذکرِ مشرف کا ہے خود رافِع خدا
میں ہوں شیدائے محمد ﷺ غم مجھے زوّار کیا
ہیں محمد مصطفیٰ جب شافِع روزِ جزا

نذرِ عقیدت

میں اپنی ناچیز مساعی کے اس ثمرۂ اخروی کو نہایت خلوص وارادت کے ساتھ بطفیل آں سرورِ عالم، فخرِ مجسّم، ولیِ نعمت، آیۂ رحمت، خواجۂ دوسرا محبوبِ کبریا، سید العرب والعجم، صاحب الجود والکرم، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین، محبوب ربّ العالمین، شفیع المذنبین، کعبۂ ایمان وقبلۂ دین، وسیلتنا فی الدارین، سیّدنا وسندنا ومولانا حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین اور حضرات اولیائے کرام وصوفیائے عظام اور خصوصاً حضرات خواجگانِ نقشبند قدس اللہ اسرارہم وحضرت سیّدی ومرشدی ومولائی، ہادیٔ طریقت، واقف رموزِ حقیقت، سراج السالکین، بدر الکاملین، خواجۂ ما، خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی مجددی فضلی طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کی ارواحِ پاک کو ہدیہ کرتا ہوں۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

چہ کند بے نوا ہمیں دارد

احقر العباد
خاکسار **سیّد زوّار حسین** مجدّدی سعیدی غفرلہ

دیباچہ

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

امابعد! عمدۃ السلوک کا حصہ اوّل ہدیۂ ناظرین کیا جاچکا ہے اب حصہ دوم پیش خدمت ہے کتاب ہذا کی تالیف کا منشا حصہ اوّل کے دیباچے میں مفصل بیان ہو چکا ہے، یہاں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ اس حصہ میں اکثر و بیشتر ایسے مسائل کی تشریح کی گئی ہے جو عوام کے لئے نہیں بلکہ خواص اور اخص حضرات سے متعلق ہیں تاہم ضروری نہیں کہ یہ کتاب غیر متعلق حضرات کے ہاتھ میں نہ پہنچے پس وہ حضرات جو ایسے مسائل سے مناسبت نہ رکھتے ہوں انہیں چاہئے کہ ان میں زیادہ نہ الجھیں اور اپنے عقیدے کو اہلِ سنت و جماعت کے مطابق درست رکھیں، جب وہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان مقامات پر پہنچیں گے خود معلوم کرلیں گے۔ اسباق کی تشریح بھی خواص کے لئے کی گئی ہے نہ اس لئے کہ ہر شخص کتاب ہذا کو پڑھ کر خود بخود ان اسباق کو اختیار کرتا جائے اور مرقومہ علامات کے تحت اپنے آپ کو ان مقامات کا اہل سمجھ لے، بلکہ جب تک ان مقامات کو کسی کامل کی اجازت سے حاصل نہ کرلے ان میں مشغول نہ ہو، کیونکہ اس میں بجائے فائدے کے سراسر نقصان و زوال ہے، اسی طرح تعویذات بھی صاحبِ اجازت حضرات کے لئے ہیں، مبتدیوں کو بلا اجازتِ شیخ اس میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔ ہاں احیاناً اگر کسی ضرورت کے لئے خود استعمال کرے یا کسی کو دے تو فقیر کے نزدیک مضائقہ نہیں، دوسرے امور میں بھی ان کے تحت لکھی ہوئی باتوں پر عمل کیا جائے۔

عمدۃ السلوک کے دونوں حصوں میں بعون اللہ تعالیٰ اس عاجز نے حضرت مخدوم العالم خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی احمد پوری نور اللہ مرقدہ کے انتخاب کے بموجب مختلف کتبِ تصوف سے مستند طریق پر کافی ذخیرہ بہم پہنچانے کی کوشش کی ہے، اللہ پاک سالکانِ طریقت کے لئے شمع ہدایت اور اس فقیر کے لئے ذخیرۂ آخرت فرمائے۔ فقط

دعا کا طالب

احقر سیّد زوّار حسین شاہ عفی عنہ

حق تعالیٰ کی بارگاہ کی حضوری

اے عزیز! ذکر کے فضائل حصہ اوّل میں بیان ہو چکے ہیں، اب یہ بیان ہوتا ہے کہ ذکر سے کیا مراد ہے۔ جاننا چاہئے کہ ذکر سے اصلی مراد یہ ہے کہ غفلت جاتی رہے اور دل ہر وقت ذوق وشوق کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں مستغرق رہے۔ جب باطن کی آنکھ کھل جائے اور دل کا شیشہ غیروں کے غبار سے صاف وشفاف ہو جائے تو فنا کے سمندر میں مٹ کر فنا ہو جائے اور

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قُلْبُ عَبْدٍ مُّؤْمِنٍ

زمین وآسمان مجھے نہیں سما سکتے لیکن بندہ مومن کا قلب مجھے سما لیتا ہے۔

کے معنی ظاہر ہو جائیں، پھر اس جگہ نہ ذکر رہتا ہے نہ ذکر کرنے والا، بلکہ ذکر حدیثِ نفس (دل کی بات) ہو جاتا ہے اور ذکر سے اصلی مطلب بھی اسی حقیقت کا ظاہر ہونا ہے کیونکہ ذکر سے غرض یہی ہے کہ ذاکر اپنے مذکور (محبوب) کے مشاہدے میں فنا ہو جائے۔ پس جب حقیقی فنا حاصل ہو گئی تو سالک وہاں پہنچ جاتا ہے کہ نہ زبان سے کہہ سکتے ہیں اور نہ کانوں سے سن سکتے ہیں، بیت

ذکر و ذاکر محو گردد بالتمام جملگی مذکور باشد والسلام

ذکر اور ذکر کرنے والا بالکل مٹ جاتا ہے اور یہ سب کا سب مذکور ہو جاتا ہے اور بس۔ اور یہ فنا کے کمال کا درجہ ہے۔ اس مقام پر

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (١)

میں اس کا ہم نشین ہو جاتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔

کا منشا ظاہر ہو جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ہر ایک چیز کا ایک پھل ہوتا ہے، ذکرِ الٰہی کا پھل خدا کے سوا سب کو بھول جانا ہے اور خدا کے سوا سب کو بھول جانے کا پھل استغراق اور بے خودی ہے یعنی شعور سے بے خود ہو جانا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونا ہے، جیسے ایک دودھ پیتا بچہ جو ہر وقت اپنی ماں کی گود میں رہتا

ابن ابی شیبہ: ج۱، ص۱۰۸، رقم ۱۲۲۴۔ شعب الایمان: ج۱، ص۴۵۱، رقم ۶۸۰

ہے اگر ایک دم بھر بھی اس سے جدا ہو تو روتا چلاّتا اور بے قرار ہو جاتا ہے، اگر یہ جدائی کچھ زیادہ دیر تک رہے تو کیا عجب ہے کہ جدائی کے غم سے ہلاک بھی ہو جائے۔ ایسے ہی سالک کو بھی چاہئے کہ ایک دم بھی خدا کی یاد سے غافل نہ رہے، اگر غافل ہو جائے تو ایسا جانے کہ گویا دونوں جہان کی بادشاہت مجھ سے چھن گئی۔ پس عاجزی اور نیازمندی کے ساتھ سوز و گداز سے رونے اور تڑپنے لگے اور غم میں ڈوب جائے اور جب تک کہ پھر اپنے اسی مقام پر نہ پہنچے اور اپنے مطلب کو حاصل نہ کر لے ہرگز ہرگز آرام اور چین سے نہ بیٹھے۔ اس لئے کہ محبوب کے حضور سے ایک گھڑی کی جدائی لاکھوں پردے اور حجاب لاتی ہے اور محبت کرنے والے کو بہت دور ڈال دیتی ہے، جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔

مَنْ غَمَّضَ عَيْنَه، عَنِ اللّٰهِ تَعَالٰى طَرْفَةَ عَيْنٍ لَّمْ يَصِلْ اِلٰى مَقْصُوْدِهٖ

جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لحظہ بھر بھی غافل رہے وہ کبھی اپنے مقصود تک نہیں پہنچتا۔

فرد

خواہم کہ خار از پا کشم شد کا روانم از نظر
یک لحظہ غافل گشتم وصد سالہ راہم دُور شد

میں تو اپنے پاؤں کا کانٹا نکالنے میں لگا رہا کہ اتنے میں قافلہ نظر ہی سے غائب ہو گیا۔
میری ایک لحظے کی غفلت نے پورے ایک سو برس کا راستہ مجھ سے دور کر دیا۔

وہ گروہ جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور کی تجلیات میں مستغرق ہے اس کا کہنا ہے کہ جس طرح عام لوگوں کو گناہوں سے بچنا واجب ہے اسی طرح خواص کو غفلت سے ڈرنا لازم ہے، جس طرح گناہوں کے سبب سے عام لوگوں کی پکڑ ہو گی اسی طرح خواص کی پکڑ غفلت کے باعث ہو گی۔ پس جو چیز سالک کو غفلت میں ڈالے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے روکے اس کو لات مار کر دل کی صفائی اور خلوص کے ساتھ حق سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں دھیان لگائے کیونکہ دنیا کے تعلقات اور خدا کے راستے سے روکنے والے کام، اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ایک بہت بڑا پردہ ہیں۔ جن کے سبب سے ہمارے دلوں کی آنکھیں اندھی ہو گئی ہیں۔

تعلق حجاب است و بے حاصلی چو پیوند ہا بگسلی واصلی

رشتے ناتے وغیرہ بے فائدہ پردے ہیں جب تو ان تعلقات کو توڑ دے گا تو اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں پہنچے گا۔

علمِ سلوک کے ایک رسالے میں درج ہے کہ اس راستے میں اللہ تعالیٰ کے طالب کے لئے جو حجاب ہیں اصل میں وہ چار چیزیں ہیں، یعنی ۱۔ دنیا جو آخرت کا پردہ ہے، ۲۔ خلقت عبادت کا، ۳۔ شیطان دین کا اور ۴۔ نفس (امارہ) اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان کا پردہ ہے۔ جب سالک زہد اور پرہیزگاری پر تل جائے اور تھوڑے ہی پر راضی ہو جائے تو دنیا کے پردے سے باہر نکل جاتا ہے اور جب تنہائی اختیار کر لے اور لوگوں کے ملاپ کو چھوڑ دے تو خلقت کے پردے سے الگ ہو جاتا ہے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں پوری پوری کوشش کرتا ہے تو شیطان کے پردے سے آزاد ہو جاتا ہے اور جب ریاضت، مجاہدہ اور ذکر اذکار میں لگ جائے تو ماسوی اللہ کے پردے سے آزاد ہو جاتا ہے اور نفس کی قید اور غفلت کے حجاب سے باہر آ جاتا ہے۔ جب ایسا ہو جائے تو پھر قرب ہی قرب اور حضور در حضور ہے۔ پس سالک کو چاہئے کہ دل کے تمام علاقوں کو توڑ کر اور ہر طرف سے منہ موڑ کر اپنے کام میں ایسا مستغرق ہو جائے کہ سر کی آنکھ کے کسی گوشے سے نہ دیکھے اور ماسوی اللہ کے تمام علاقوں سے دل نکل جائے اور ہر دم اللہ تعالیٰ کے مشاہدے کے بہشت کے نقد میں خوش و خرم رہے، کیونکہ عاشقوں کو دوست کی صحبت میں رہنے سے اگر چہ لاکھوں سختیاں اور دکھ جھیلنے پڑیں، ان کے لئے عین بہشت ہیں اور اگر معشوق کے سوائے لاکھوں نعمتیں ملیں عین دوزخ ہیں۔

زیادِ او بود دوزخ مرا خوشتر زصد جنت　　ولے دور از جمالِ او چو دوزخ جنت الماویٰ

اس کی یاد میں دوزخ میرے لئے سو بہشت سے بھی زیادہ بہتر ہے لیکن اس کے جمال
کے بغیر اگر مجھے ہمیشہ کی بہشت ملے تو وہ بھی میرے لئے دوزخ ہے۔

افسوس! یہ کیا نادانی ہے کہ ہم نفسانی لذتوں میں پڑ کر فنا ہونے والے کاموں کی محبت کی شراب میں مخمور ہو کر غافل ہو رہے ہیں اور اس آخری وقت کو یاد نہیں کرتے جب اس جہان سے ہمارا کوچ ہوگا پھر چرب زبانیاں کسی کام نہ آئیں گی اور سعادت کا کوئی دروازہ اس وقت تک نہیں کھلے گا جب تک ہم اللہ تعالیٰ سے محبت نہ کریں اور ہم کو حضورِ الٰہی نصیب نہ ہو۔

اے عزیز! اس بات کو دل سے جان کہ ہمیشہ کے بہشت کے باغ کے لائق وہ شخص ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کا دیدار اس کو نصیب ہوگا جس کا باطن اس جہان کو سدھارتے وقت غفلت کی میل سے پاک ہو اور اس کا دل نفسانی حرص و ہوا سے وابستہ نہ ہو، پس اگر تو ہشیار مرد ہے تو ایک دم بھی غافل نہ ہو کیونکہ ''گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں'' ہر ایک چیز کا تدارک ہو سکتا ہے لیکن وقت کا تدارک نہیں ہو سکتا۔

خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''وقت، دل اور زندگانی، یہ تینوں چیزیں تیری

پونجی ہیں۔ اگر پونجی ضائع ہو جائے اور بے موقع خرچ ہو تو پھر کہاں سے دستیاب ہو سکتی ہے۔'' سید الطائفہ قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ جو سانس انسان کے سانسوں سے فوت ہو جاتا ہے ممکن نہیں کہ اس کو واپس لا سکیں، اس لئے ہر ایک سانس کا ایک حق ہے۔ کل قیامت کے دن آدمی سے ہر سانس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ کس نیت سے اور کس شغل میں گزارا اور اس میں کیا حاصل کیا۔ جو سانس ذکرِ الٰہی کے بغیر آتا ہے وہ دم مردہ ہے۔

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

میری زندگی کو تو زندگی کہنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ زندہ تو درحقیقت وہی ہے جو اپنے دوست (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ میل ملاپ میں ہو۔

نقل ہے کہ دو بزرگ کسی شہر سے شیخ ابوالحسن نوریؒ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے، جب شہر کے دروازے پر پہنچے تو اچانک انہوں نے دو بلیوں کو دیکھا ان میں سے ایک بزرگ نے جو جانوروں کی بولیاں سمجھتا تھا، سنا کہ بلیاں آپس میں کہہ رہی ہیں ''ابوالحسن نوریؒ مر گیا'' اس بزرگ نے یہ سن کر کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ دوسرے بزرگ نے جب اس بات کی حقیقت پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ یہ دو بلیاں جو آپ دیکھتے ہیں ایک دوسرے سے کہتی ہیں کہ ابوالحسن نوریؒ مر گیا۔ جب یہ دونوں بزرگ شیخ کے حجرے کے پاس پہنچے تو شیخ موصوف ان کے استقبال کے لئے باہر تشریف لائے یہ دونوں حیرت میں رہ گئے۔ شیخ نے حیرت کا سبب پوچھا تو انہوں نے ان دونوں بلیوں کی سرگزشت بیان کی۔ شیخ یہ سن کر رو دیئے اور کہا کہ بلی نے سچ کہا۔ اصل بات یہ ہے کہ آج میں ایک لحظہ بھر کے لئے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو گیا تھا اس لئے میرے مرنے کی آواز زمین و آسمان میں مشہور ہو گئی اور تمام موجودات میں غلغلہ مچ گیا۔

پس جب ایک دم کی غفلت میں ایسا حال ہے کہ مُردوں کی فہرست میں نام لکھا جاتا ہے تو افسوس ہے اس شخص کے حال پر جس نے اپنی ساری عمر غفلت میں گزار دی ہو۔ غور سے سن! یہی دل کا حضور ہے جو سالک کو زمین سے اٹھا کر آسمانوں تک پہنچاتا ہے اور چوپایوں کی خصلت والے انسان کو فرشتوں پر افضلیت کا درجہ دیتا ہے۔ یہی دل کا حضور ہے جو

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَارِیْد O (۱)

ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہیں۔

۱۔ ق:۱۶

کے بھید کو ظاہر کرتا ہے اور

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰہِ (۱)

جدھر دیکھو ادھر خدا ہی خدا ہے۔

کی حقیقت کھل جاتی ہے اور

وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَمَا كُنْتُمْ (۲)

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ تم ہو۔

کے رمز کا مصداق ہو جاتا ہے اور اس ذرہ بے مقدار یعنی انسان کو اپنے قرب کی گدی پر بٹھاتا ہے۔ اسی کو فنا اور فنائے فنا کے نام سے پکارتے ہیں۔

۱۔ البقرہ: ۱۱۵ ۲۔ الحدید: ۴۷

فنا و بقا

فنا کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ظہور سالک کے ظاہر و باطن میں یہاں تک غالب آ جائے کہ ماسویٰ کی اس کو کچھ بھی سمجھ یا تمیز نہ رہے اور فنائے فنا یعنی فنائے حقیقی اس کو کہتے ہیں کہ سالک اپنے وجود اور اپنے شعور دونوں کو گم کرے نہ ہی اپنی ذات سے واقف رہے، نہ ہی اپنے غیر سے اور اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے۔

مُوتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا (۱)

تم اپنے مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

اور انہی معنی پر بولا گیا ہے کہ آدمی کا وجود ہی نہیں رہتا جیسا کہ دن کے وقت سورج کی روشنی میں ستاروں کا وجود گم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت میں ان کا وجود موجود ہے۔ واللہ اعلم۔

فنا کے بعد جو کیفیت حاصل ہوتی ہے اس کو بقاء اور فنا الفنا کے بعد کی کیفیت کو بقاء البقا کہتے ہیں۔

اے عزیز! اوپر بیان ہو چکا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز کے علم کو بھول جائے حتیٰ کہ اپنے وجود اور شعور کو بھی بھول جائے اور محض ذاتِ حق کی حضوری کا علم اس پر غالب ہو جائے اور فناء الفنا (فنائے حقیقی) کے امتیاز سے ممیّز ہو کر بقا البقا کے مقام پر پہنچ جائے اور محبوبِ حقیقی کے جمال پر جلال کی حضوری حاصل کرے۔

اور کہا گیا ہے کہ فنا کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ فنائے خلق: یعنی ماسوا سے امید و بیم کو ختم کر دینا۔

۲۔ فنائے ہوا: یعنی دل میں سوائے ذاتِ مولیٰ کے کوئی دوسری آرزو نہ رہے۔

۳۔ فنائے ارادت: یعنی سالک کی ہر خواہش زائل ہو جائے جیسے مردوں کی۔ اور

۴۔ فنائے فعل: جس کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق تعالیٰ آلہ ہو، بمطابق حدیث قدسی:

۱۔ کشف الخفاء: ج ۲، ص ۳۹۴، رقم ۲۶۶۹

لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُہٗ، کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہٗ، الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا(۱)

ہمیشہ بندہ مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے پکڑتا ہے اور میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے چلتا ہے۔

اور اس کی اعلیٰ حالت یہ ہے کہ بندہ آلہ ہو اور حق تعالیٰ فاعل ہو بمصداق:

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (۲)

اور نہیں پھینکا تو نے جب کہ پھینکا، لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا۔

فنائے اتم اور بقائے کامل کے حصول کے بعد سیر الی اللہ جو انقطاعِ ماسویٰ اللہ سے عبارت ہے اس جگہ ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد سیر فی اللہ جو دوام توجہ الی اللہ سے تعبیر ہے شروع ہوتی ہے۔ اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے

ہیچ کس راتا نہ او گردد فنا نیست رہ دربار گاہِ کبریا

جب تک کوئی شخص اپنے آپ کو حق تعالیٰ کی محبت میں فنا نہ کر دے اس کو بارگاہ الٰہی میں باریابی حاصل نہیں ہوگی۔

سیور اربعہ کی تشریح دوسری جگہ موجود ہے۔ تاہم یہ یاد رکھنا چاہئے کہ فنا کے لئے بے خودی لازم نہیں۔ جس میں بے خودی ہوتی ہے وہ غیبت ہے اس کو فنا نہیں کہتے۔ نسبت فنا زائل نہیں ہوتی البتہ مقام ہو جاتی ہے۔ کامل عارفوں کے نزدیک وہ علم جس کی نفی کی گئی ہے دو قسم پر ہے۔

۱۔ غیر کا علم

۲۔ اپنی خودی کا علم

اور وہ علم جو حاصل کرنا ہے وہ ذات حق کا علم ہے۔ اب اس بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ علم غیر یعنی اپنی ذات کے علاوہ تمام کائنات کو بھول جانا ایک آسان بات ہے جو

۱۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۳۸۴، رقم ۶۱۳۷۔ ابن حبان: ج ۲، ص ۵۸، رقم ۳۴۷ ۲۔ الانفال: ۱۷

ذکرِ الٰہی کی کثرت اور تعلقات غیر اللہ کے قطع کرنے سے حاصل ہو جاتی ہے اور ماسویٰ اللہ کے نقش دل کے صفحہ سے دھوئے جاتے ہیں۔ لیکن وہ علم جو خاص اپنی ذات کے متعلق ہے اس کو بھول جانا ایک مشکل اور تکلیف دینے والا کام ہے کیونکہ ہر ایک انسان اپنی ذات کے علم سے ایک لحظہ بھر بھی غافل نہیں ہے اور ہمیشہ خود باخود ہے، پس اپنی خودی سے چھٹکارا کامل اولیا اللہ کے سوا کم ہی کسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جب تک سالک اپنے علم کے ذریعے باطنی حسوں (خیال، تفکر، حفظ، توہم اور تذکر) کی کوشش سے مقصود حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی راہ سے بہت دور اور الگ ہے کیونکہ اس کے حواس میں جو کچھ جلوہ گر ہوگا سب کا سب مخلوق اور غیر حق ہوگا۔ کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہئے کیونکہ بزرگ اور برتر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات حسّوں کے ذریعے سے نہیں پائی جاتیں، جس طرح کہ چمگادڑ کی آنکھ سورج کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی اسی طرح عقل وحواس کی آنکھیں وحدتِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کے نور کو نہیں پاسکتیں:

تا تو پیدائی خدا باشد نہاں　　تو نہاں شو تا کہ حق گردد عیاں

جب تک تو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ پوشیدہ ہے، تو چھپ جا، تا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ظاہر ہو۔

اور اپنے آپ سے چھپ جانے کے یہ معنی ہیں کہ دیکھی بھالی چیزوں سے غائب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی ہستی کے ظہور میں فانی ہو جائے۔ جب تک سالک میں اس کی خودی کا علم قائم ہے اور اپنی ذات سے فانی نہیں ہوا، پردوں ہی پردوں میں ہے کیونکہ!

اَلْعِلْمُ حَجَاب اَکْبَرُ

علم بڑا بھاری پردہ ہے۔

اور حجاب اکبر سے اپنی خودی کا علم مراد ہے۔ جب سالک اپنی خودی سے چھٹکارا پا جائے اور اپنے علم اور حسوں کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہستی کے ظہور کے مشاہدے میں گم کر دے تو حق سے حق کو پالیتا ہے۔

اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ ماسوائے حق کو بھول جانا فنا کہلاتا ہے (جس کا تعلق حق سے نہ ہو وہ ماسوائے حق ہے اور جس کا تعلق حق کے ساتھ ہو وہ ماسوائے حق نہیں اور تعلق کی تین قسمیں ہیں، محمود، مذموم، مباح۔ محمود (مثلاً تعلیم دین) تعلق بہ حق ہے اور مذموم تعلق بہ غیر حق ہے اور جو تعلق نہ محمود ہو نہ مذموم اسے مباح کہتے ہیں اس کا رکھنا جائز اور نہ رکھنا گناہ نہیں۔ پس اگر اس میں انہماک نہ ہو تو وہ بھی مانع عن الحق نہیں)

اور ماسوائے حق کی دو قسمیں ہیں:

ا۔ آفاق (اپنے سوا تمام موجودات) ۲۔ انفس (اپنے آپ)

آفاق کے علم کو علم حصولی کہتے ہیں اور اس علم حصولی کے زائل ہونے کا نام آفاق کو بھول جانا ہے اور اسی کو صوفیائے کرام فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کی علامت یہ ہے کہ دل میں ماسوائے اللہ کا گزر نہ رہے یہاں تک کہ اگر دل کو تکلف کے ساتھ بھی ماسویٰ اللہ یاد دلائیں تو بھی اس کو یاد نہ آئے بلکہ اس کو قبول نہ کرے چنانچہ نقل ہے کہ حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ السامی اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسے ڈوبے رہتے تھے کہ آپ کا ایک مرید بیس برس تک روزانہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، حضرت ہر روز اس سے دریافت فرماتے کہ تمہارا کیا نام ہے؟ ایک دن اس نے کہا کہ اے حضرتِ شیخ! میں بیس برس سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور ہر روز آپ میرا نام پوچھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا اے عزیز! میں تم سے مذاق کے طریقے سے نہیں پوچھتا لیکن جب ایک (اللہ کا) نام میرے دل پر غالب آ گیا ہے تو باقی تمام ناموں کو میں نے بھلا دیا ہے، جس وقت تیرا نام لینا چاہتا ہوں اس نام کی غیرت سے تیرا نام میری یاد سے چوک جاتا ہے۔

انفس کے علم کو علم حضوری کہتے ہیں اور علم حضوری کا زائل ہونا انفس کے بھول جانے کو کہتے ہیں۔ صوفیوں کے نزدیک اسی کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ یہ فنائے قلب سے زیادہ کامل ہے بلکہ فنا کی حقیقت اسی مقام میں ہے اور فنائے قلب اس فنا کی صورت کی طرح سے ہے اور اس کے ظل کی مانند ہے۔ کیونکہ علم حصولی اصل میں علم حضوری کا ظل ہے۔ اگرچہ چیزوں کے علم حصولی کا مطلق طور پر زائل ہونا بھی مشکل ہے کیونکہ یہ بات اولیا اللہ ہی کو نصیب ہے لیکن علم حضوری کا مطلق طور پر دور ہونا بہت ہی مشکل ہے اور اولیا میں سے کاملین کا حصہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور تعجب نہیں کہ اکثر عقل منداس بات کو بلکہ اس کے تصور کو محال جانیں اور صاحبِ علم پر معلوم کے حاضر نہ ہونے کو خواب و خیال سمجھیں۔ صاحب علم کے حق میں علم حضوری کے زائل ہونے کی علامت یہ ہے کہ صاحب علم اپنی بالکل نفی کر دے اور اس کا کوئی عین اور اثر نہ رہے تاکہ علم اور معلوم کا زائل ہونا سمجھا جائے کیونکہ اس مقام میں علم اور معلوم، علم والے کا اپنا نفس ہی ہے پس جب تک صاحب علم کا نفس زائل نہ ہو، علم و معلوم کی نفی نہیں ہوتی۔ اس فنائے حقیقی کے حاصل ہونے سے نفس مقام اطمینان میں آ جاتا ہے اور حق تعالیٰ سے راضی و مرضی ہو جاتا ہے، اسی کو بقا کہتے ہیں۔ اللہ کا قول ہے:

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ۝ (۱)

ا۔ الفجر: ۲۷، ۲۸

اے نفس مطمئنہ لوٹ چل اپنے پروردگار کی طرف تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔

اور بقا اور رجوع کے بعد دوسروں کی ہدایت اور تکمیل کا معاملہ اس سے متعلق ہو جاتا ہے اور عناصر اربعہ جو بدن کے ارکان ہیں (آگ، پانی، مٹی، ہوا) اور ان میں سے کوئی کسی بات کا تقاضا کرتا اور کوئی کسی چیز کو چاہتا ہے۔ پس یہ نفسِ مطمئنہ ان عناصر کی طبیعت کے ساتھ جہاد اور مقابلہ کرتا ہے یہی وہ جہاد ہے جس کو حدیث شریف میں جہاد اکبر کہا گیا ہے۔ یہ دولت بدن کے لطائف میں سے کسی کو بھی حاصل نہیں۔ سبحان اللہ وہی لطیفہ جو تمام لطائف میں سے بدتر ہوتا ہے سب سے بہتر ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔

خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا تَفَقَّهُوْا(۱)

جو جاہلیت میں تم سے بہتر ہیں وہ اسلام میں بھی تم سے بہتر ہیں۔ جب وہ دین کی سمجھ حاصل کر لیں۔

۱۔ احمد: ج ۲، ص ۴۸۵، رقم ۱۰۳۰۱، معمر بن راشد: ج ۱۱، ص ۳۱۶، رقم ۲۰۶۴۱

علم کی فضیلت

اے عزیز! اب آپ کے سامنے علم کی فضیلت اور عمل کی بزرگی بیان کی جاتی ہے اور یہ کہ کونسا علم ضروری اور قابلِ عمل ہے اور کون سا غیر ضروری اور لائقِ ترک اور آفاقی پردوں میں سے ہے۔ جاننا چاہئے کہ ایک جماعت نے قال کو حال پر ترجیح دے کر عقلی اور نقلی دلیلوں سے اسے پڑھنے، جاننے، بات کرنے وغیرہ کو عظیم الشان عبادتوں میں شمار کیا ہے اور ظاہری اعمال پر کفایت کر کے اعمال کے باطنی پہلو سے بالکل بے خبر ہے اور اس دولت لازوال سے محروم رہ گئے ہیں اور ایک دوسری جماعت ظاہری علم اور عمل سے منکر ہو کر نفس اور شیطان کے گھڑے ہوئے راستوں پر چلنا عین طاعت اور سعادت سمجھ بیٹھی ہے اور وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا لیکن جنہوں نے اپنے ظاہر اور باطن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت سے آراستہ کیا ہو اور جو خدا تعالیٰ اور رسول ﷺ کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہو تو اس کا پھل سب کا سب نورانی اور ظاہر و باطن کو روشنی بخشنے والا ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمایا!

> اے بندے! علم وہی نفع مند ہے کہ تجھے مجھ تک پہنچائے اور جدائی سے ملاپ تک لائے اور دوری سے حضوری تک راستہ دکھائے جس چیز کو تو دیکھے مجھ کو جانے اور مجھ ہی کو پڑھے۔

پس اصل علم وہی ہے کہ آخرت کی سمجھ کو روشن کرے اور آخرت کی سمجھ وہ ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی کرے اور آخرت کے کاموں اور اللہ تعالیٰ کی تلاش میں مدد دینے والی ہو۔ طریقت کے سالکوں اور حقیقت کے طالبوں کے لئے ظاہر اور باطن کی پونجی اور سجاوٹ ہو۔ یعنی علم کی برکت سے عمل کے لباس کے ساتھ آراستہ ہو اور دنیا کی آلائشوں سے گندہ نہ ہو، اپنے سب وقتوں کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت، رضامندی اور حق جوئی میں گزارے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر مہربان اور رحم دل ہو اور لوگوں کو محض خدا کے واسطے دینی فائدے پہنچائے۔ جن کو فیض پہنچایا ہے ان سے شاباش کی امید اور خدمت کی توقع نہ رکھے، اپنے کامل ہونے اور اپنی کسی خوبی پر نظر نہ کرے۔ علم کا ذریعہ ہونے کے سبب اپنی ذات کو بزرگ نہ جانے، کسی پر فخر نہ کرے، حق کو باطل سے جدا کرے، لوگوں کو ان کی بھلائی برائی

سے واقف کرے اور دلیلیں دے، خلقت کو خدا کی دوستی پر رغبت دلائے اور دنیا کا فقر و فاقہ آ جانے پر اپنی جگہ سے پھسل نہ جائے، لالچ اور خواہش پرستی سے علم کی بزرگی کو ضائع نہ کرے، بری مجلسوں میں ہرگز نہ بیٹھے اور اپنے ظاہری اور باطنی اوقات کو ہو بہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر گزارے، خدا اور رسول ﷺ کے آداب کو جس طرح پر کہ بجالانے کا حق ہے، بجالائے۔ جو جان لیا ہے اس پر عمل کرے، جسمانی اور روحانی یعنی ظاہری اور باطنی عبادتوں کو جمع کر کے ایک ساتھ کرے تاکہ علم اور عمل کی برکتوں سے نفس کی برائیوں سے صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب کی نیکی حاصل کرے اور اچھی عادتوں اور تعریف کے لائق خوبیوں سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ ایسے شخص کا فیض ایک جہان کو روشن کرتا اور اس کی ہدایت ایک دنیا کو جہالت اور گمراہی کے بھنور سے نکال کر کمال کے درجے تک پہنچاتی ہے، اس کے سر پر عزت اور اقبال کا تاج پہنایا جاتا ہے اور سعادت کا خلعت جو اس نے پہنا ہے ظاہر ہو جاتا ہے۔

عِزَّةُ الدُّنْيَا وَشَرَفُ الْاٰخِرَةِ

دنیا کی عزت اور آخرت کی بزرگی میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اور

نَوْمُ الْعَالِمِ عِبَادَةٌ (۱)

عالم کی نیند عبادت ہوتی ہے۔

اسی کی شان میں بشارت ہے۔ اس کی زبان سعادت کے دروازوں کی چابی ہے، اس کا کلام سب کا سب فیض اور برکت ہے۔ بیت

علم آں باشد کہ جاں زندہ کند
مرد را باقی و پائندہ کند

علم وہی ہے جو جان کو زندہ کرے اور آدمی کو باقی اور قائم رہنے والا بنائے۔

ایسا کامل دین پرور عالم جو اوپر لکھی ہوئی خوبیاں رکھتا ہے اس قابل ہے کہ دنیا کا پیشوا ہو اور ہدایت کے نور سے دنیا کو چمکا دے لیکن وہ شخص جو علم کو کمینی دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے اور رتبہ اور شان و شوکت کا طالب ہو اور عزت اور اقبال کا خواہشمند ہو، رات دن دنیا کی نفسانی لذتوں میں مشغول رہے، نفس اور شیطان کے حکموں پر چلے، امر و نہی پر چلنا گوارا نہ کرے، دل کو حرص و ہوا اور

۱۔ کشف الخفاء: ج ۱، ص ۴۳۱، رقم ۲۸۳۹

دوسری بری عادتوں سے پاک نہ کرے، نیک عملوں اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی فرمانبرداری میں پکا نہ ہو، اگر چہ اس میں علم کی صورت ہے مگر علم کی حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں فرماتا ہے!

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا(۱)

جو لوگ توریت پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے ان کی اس گدھے کی مثال ہے جس پر بوجھ لدا ہوا ہو۔

حقیقت میں یہ مثال اسی کے حق میں ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔

كُلُّ عَالِمٍ لَمْ يَعْمَلْ بِعِلْمِهٖ فَهُوَ مَسْخَرَةُ الشَّيْطَانِ

جو عالم اپنے علم کے ساتھ عمل نہیں کرتا وہ شیطان کی اطاعت کرتا ہے۔

اس لئے کہ علم کا مقصود عمل ہے اور عمل اپنے مقصود کو حاصل کرنے کا ذریعہ اور خدا کے راستے میں ترقی اور بزرگ و برتر خدا کی رضا کے حاصل کرنے کا وسیلہ ہے۔ مقولہ ہے:

اَلْعِلْمُ بِدُوْنِ الْعَمَلِ وَبَالٌ وَالْعَمَلُ بِدُوْنِ الْعِلْمِ ضَلَالٌ

علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے۔

نیز ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے کہ جاہل کا عمل دیوانہ پن ہے لیکن وہ علم جس کے ساتھ عمل نہ ہو بیگانہ پن ہے۔ چنانچہ ایک دانا طبیب اگر بیمار ہو جائے تو محض دوائیوں کا نام جاننا ہی اس کی بیماری کو دور نہیں کر سکتا، نہ ہی صحت بخشتا ہے جب تک کہ وہ دوائی کا استعمال نہ کرے اور پرہیز نہ کرے۔ ایسے ہی روحانی بیمار بھی روحانی بیماری سے صحت یاب نہیں ہو سکتا اور اپنے مقصود پر نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق پر عمل نہ کرے۔ بقول سعدی:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کرے گا وہ منزل پر ہرگز نہیں پہنچ سکے گا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو قسم پر ہے۔

اوّل: ظاہری عبادت، جس کا جسم کے اعضا کے ساتھ تعلق ہے اور ظاہری لوگوں کو پہنچی ہے۔

دوم: باطنی عبادت یعنی اپنے نفس کو بری عادتوں اور دل کو غیر حق سبحانہ وتعالیٰ سے پاک کرنا کہ

۱۔ الجمعہ: ۵

خاص الخاص لوگوں کو عطا ہوا ہے۔

پس جس شخص کے حصے میں ازل سے ہی نیک بختی آئی ہے وہ دونوں کاموں میں بہت کوشش کرتا ہے علم کو عمل کے ساتھ اپنا امام بناتا ہے اور اپنے ظاہر و باطن کو جمع کرتا ہے اور جانتا ہے کہ!

خَیْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَعَ الْعِلْمِ وَ شَرُّ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَعَ الْجَھْلِ

دنیا اور آخرت کی بھلائی علم کے ساتھ ہے اور دنیا اور آخرت کی برائی جہالت کے ساتھ ہے۔

امام غزالی قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم کا سونا، جاہل کے تمام رات نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔

حدیث شریف میں وارد ہے:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی ادناکم (۱)

عالم کو عابد پر ایسی فضیلت ہے جیسے میری فضیلت میرے ایک ادنیٰ امتی پر ہے۔

کیونکہ اسلام کے مرتبے اور دین کی عزتیں علم کی روشنی سے ہی پہچانی جاسکتی ہیں اور سعادت کا راستہ اور نیکیوں کا طریقہ علم کے ذریعے سے ہی پاسکتے ہیں۔ شریعت کے کاموں کی تعظیم اور حکموں کی پیروی اور نوا سے بچنا علم ہی سے ہوتا ہے۔ دین اور دنیا کی عزت و اقبال علم کی برکت سے ہی بڑھتی ہے اس لئے کہ کوئی عمل بھی علم و عمل کے راستے پر چلنے کے بغیر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانے کے پرہیزگار علم حاصل کرنے کو دیگر تمام کاموں پر مقدم رکھتے تھے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص علم کے بغیر فقیر بنے وہ پاگل ہوتا ہے یا کافر ہو کر مرتا ہے۔

پس سعادت مند طالب کو چاہئے کہ سب سے پہلے فضل و کمال والے لوگوں کی صحبت میں رہے جن کے ظاہر اور باطن نیک عملوں سے آراستہ ہوں اور ان سے دینی علوم یعنی فقہ و حدیث اور تفسیر وغیرہ جن کا شریعت کے ساتھ تعلق ہے سیکھے تا کہ عمل کے ذریعے حق تعالیٰ کی دوستی میں اس کو رغبت ہو اور تا کہ اس کا دل نیک بختی کے راستے پر مائل ہو اور دینی علوم سے فارغ ہونے کے بعد باطنی شغل سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے اس لئے اہلِ حقیقت اولیائے کرام کے ساتھ صحبت رکھے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں کے طریق پر چلے تا کہ وہ محبت اور شوق کے بیج اس کے دل میں بوئیں اور نفس کی برائیوں اور اس راستے کی منزلوں اور مقاموں سے واقف کریں اور اس کے دل کو غیر حق سے پاک کر کے بے خودی اور فنا کا شربت چکھائیں اور تصفیہ اور تزکیہ، جذبہ و سلوک، فنا و بقا کو اچھے طریق سے پورا کرائیں۔

۱۔ ترمذی: ج ۵، ص ۵۰، رقم ۲۶۸۵۔ دارمی: ج ۱، ص ۱۰۰، رقم ۲۸۹

اگر ظاہری اور باطنی علوم کی دولت ایک ہی بزرگ کی صحبت سے حاصل ہو جائے تو نورٌ علی نورٌ ہے، اس بزرگ کی صحبت کو کبریتِ احمر (سرخ گندھک) کی مانند سمجھنا چاہئے، کیونکہ اخبار واحادیث میں آیا ہے کہ!

اِنَ الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَآءِ (۱)

علما، انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔

وہ علم جو انبیا علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی اور جاری رہا ہے، دو قسم کا ہے، ایک احکام کا علم جس کو شریعت کا ظاہری پہلو کہتے ہیں اور جس کو عالموں اور مجتہد اماموں نے فقہ میں ترتیب دیا اور علم کلام یعنی عقائد میں بیان کر دیا ہے۔ دوسرا اسرار کا علم جو شریعت کا باطنی پہلو ہے اور یہ احکام ظاہری کی حقیقت اور ان کے ثمرات ہیں جو عارف کو معرفت کے حاصل ہونے سے ظاہر ہوتے ہیں جس کو متاخرین کی اصطلاح میں تصوف کہتے ہیں اور متقدمین اور حدیث کی زبان میں احسان کہتے ہیں (جیسا کہ پہلے حصے میں گزر چکا ہے) پس وارث عالم وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں کا حصہ حاصل ہو۔ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم ملا ہو اور دوسرا علم اس کو نصیب نہ ہوا ہو اصل میں وارث انبیا نہیں ہے [illegible] وارث کو مورث کے سب قسم کے ترکے سے حصہ ملتا ہے، ایسا نہیں ہوتا کہ بعض چیزوں میں سے [illegible] اور بعض میں سے نہ ملے، کیونکہ وہ شخص جس کو بعض چیزوں سے حصہ ملتا ہے وہ وارث نہیں ہوتا بلکہ [illegible] خواہ ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے تعلق رکھتا ہے اور اس کو مورث سے کسی قسم کی [illegible] اور جنسیت کا تعلق نہیں، برخلاف وارث کے کہ وہ قرب اور جنسیت کے لحاظ سے مورث کے [illegible] کہا جاتا ہے اور ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ كَاَنْبِيَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِيْلَ (۲)

میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں۔

پس جو شخص دونوں قسم کے علوم نہ رکھتا ہو وہ وارث نہیں اور جو وارث نہیں وہ حقیقی معنوں میں عالم بھی نہ ہوگا مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک قسم کے ساتھ مقید کریں گے اور یوں کہیں گے کہ مثلاً علمِ احکام کا عالم ہے یا علمِ کلام کا عالم ہے اور عالمِ کامل وہ ہے جو وارث ہو اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ ایسے ہی عالموں کو علمائے ربانی اور علمائے راسخین کہتے ہیں اور قرآن شریف کی آیت وَالرَّاسِخُوْنَ

۱۔ ترمذی: ج ۵، ص ۴۸، رقم ۲۶۹۲۔ ابوداؤد: ج ۳، ص ۳۱۷، رقم ۳۶۴۴ ۲۔ کشف الخفا: ج ۲، ص ۸۳، رقم ۱۷۴۴، یہ روایت موضوع قرار دی گئی ہے، حافظ عراقی کے بقول لا اصل لہ۔ فیض القدیر: ج ۴، ص ۳۸۴

فِی الْعِلْمِ (آل عمران: ۷) انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور انہی حضرات کی صحبت انسان کے لئے کیمیا بنانے والی سرخ گندھک ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا عالم تجھے دستیاب نہ ہو تو علمائے ظاہر کو غنیمت جان اور ان کی صحبت سے علوم ظاہری حاصل کر، کیونکہ کہا گیا ہے کہ!

مَالاَ یُدْرَكُ كُلُّه' لاَ یُتْرَكُ كُلُّهٗ

جو چیز پوری نہ مل سکے اسے پوری چھوڑنا بھی نہ چاہئے۔

جتنی کچھ ملے اتنی تو لے لینا چاہئے۔ کیونکہ ایسا عالم بھی ہاتھ میں چراغ تو لئے ہوئے ہے اگر چہ خود اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا لیکن دوسروں کی رہنمائی تو کرسکتا ہے۔

لیکن اس معاملے میں صحیح غور وفکر سے کام لے کر اس قسم کے آدمیوں میں سے کسی بہتر کو اختیار کرے کیونکہ یہ زمانہ بہت گمراہی کا ہے اور جس طرح مخلوقات کی نجات علما کے وجود پر وابستہ ہے، اسی طرح دونوں جہان کا نقصان بھی انہی پر منحصر ہے۔ اچھا عالم تمام جہان کے انسانوں سے بہتر ہے اور برا عالم تمام جہان کے انسانوں میں سے بدتر ہے۔ کیونکہ تمام جہان کی ہدایت اور گمراہی انہی کے وجود پر موقوف ہے۔ کسی نے ابلیسِ لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بیکار بیٹھا ہے تو اس کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علما میرا کام کر رہے ہیں، بہکانے اور گمراہ کرنے میں وہی کافی ہیں:

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

جو عالم اپنا مطلب پورا کرنے اور تن پروری میں لگا رہے وہ تو خود ہی گمراہ ہے کسی کو کیا راستہ دکھائے گا۔

ایسے ہی لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن شریف میں تنبیہ اور وعید آئی ہے چنانچہ ارشاد ہے!

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْنَ○ (۱)

اے ایمان والو! کیوں وہ بات کہتے ہو جس پر تم خود عمل نہیں کرتے۔

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط اَفَلاَ تَعْقِلُوْنَ○ (۲)

۱۔ الصّف: ۲ ۲۔ البقرہ: ۴۴

کیا تم دوسرے لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم کرتے ہو اور اپنی خبر ہی نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے۔

اس بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لئے علم از بس ضروری ہے

کہ بے علم نتواں خدا را شناخت
بے علم اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچان سکتا

اور طالب علم گرفتار کو صوفیٔ آزاد پر تقدّم ہے کیونکہ وہ احکام شرعی کی تبلیغ کر کے مخلوق کو فائدہ پہنچاتا ہے جو نبوت کا حصہ ہے اور اس پیروی سے وہ بہت بڑے ثواب کا مستحق ہے اور صوفی نے آزادی کے ہوتے ہوئے صرف اپنے نفس کو عذاب سے رہائی دلائی خلقت کو اس سے کوئی فائدہ نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ وہ شخص افضل ہے جس پر بہت لوگوں کی نجات وابستہ ہو اس سے جو صرف اپنی نجات کے خیال میں ہے، ہاں وہ صوفی جس نے شیخ کامل کی صحبت میں اپنے ظاہر کو شریعت سے آراستہ کیا ہو اور باطن میں فنا و بقا کے بعد دنیا کی طرف رجوع کر کے باجازتِ شیخ مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے میں مشغول ہو، سرخ گندھک کی مانند ہے۔ فافہم

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت

عام لوگوں میں یہ مشہور ہوگیا ہے کہ صرف ظاہری اعمال سے تعلق رکھنے والے احکام کو شریعت کہتے ہیں۔ یہ لوگ باطنی اعمال کی نفی کر کے سراسر غلطی اور جہالت میں جا پڑتے ہیں اور اسی طرح دوسرا گروہ محض باطنی اعمال کو ضروری جان کر ظاہری احکام سے غفلت کرتا اور کہتا ہے کہ شریعت الگ ہے اور چھلکے کی مانند محض بیکار ہے اور طریقت اور ہے یعنی مغز کی طرح حاصل کرنے کے قابل ہے اور اسی گمراہی میں ظاہری احکام (نماز، روزہ وغیرہ) پر عمل نہیں کرتے، اس لئے یہاں ان اصطلاحات کی تشریح اہل علم کے طریقے پر نہایت تحقیق کے ساتھ درج کی جاتی ہے۔

جاننا چاہیئے کہ تمام احکام کا مجموعہ جن کا انسان مکلّف ہے خواہ وہ ظاہری اعمال سے تعلق رکھتے ہوں یا باطنی اعمال سے شریعت کہلاتا ہے اور متقدمین (صدر اسلام کے بزرگوں) کی اصطلاح میں فقہ کا لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے فقہ کی یہ تعریف منقول ہے کہ:

مَعْرِفَةُ النَّفْسِ مَالَهَا وَمَا عَلَيْهَا

نفس کا اپنے حقوق و فرائض کو جاننا

پھر متاخرین کی اصطلاح میں شریعت کے دو حصے ہوگئے، پس ظاہری اعمال سے تعلق رکھنے والے احکام کا نام فقہ ہوگیا اور باطنی اعمال سے تعلق رکھنے والے احکام کا نام تصوف ہوا اور ان باطنی اعمال کے طریقوں کو طریقت کہتے ہیں۔ باطنی اعمال کے ٹھیک طور پر ادا ہونے سے دل میں جو صفائی اور روشنی پیدا ہوتی ہے اس سے دل کے اوپر موجودات کی بعض حقیقتیں خواہ آنکھ سے نظر آنے والی ہوں یا نظر نہ آنے والی، خاص طور پر اچھے برے عملوں کی حقیقتیں اور اللہ پاک کی ذات و صفات و افعال وغیرہ کی حقیقتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ خاص طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان کے معاملات کا اظہار ہوتا ہے، ان اظہارات کو حقیقت کہتے ہیں اور ظاہر ہونے کو معرفت کہتے ہیں اور جس بزرگ پر یہ باتیں ظاہر ہوں اس کو محقق اور عارف کہتے ہیں۔ پس یہ سب باتیں یعنی طریقت و حقیقت و معرفت، شریعت سے ہی تعلق رکھتی ہیں نہ کہ کوئی الگ چیز ہیں۔

اب اس بات کو محققین اور عارفین کے انداز میں ذرا وضاحت سے بیان کیا جاتا ہے۔ جاننا چاہئے کہ کلمہ طیبہ لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جس پر ایمان کا دارومدار ہے اور جس کی برکت سے بڑے سے بڑا کافر بخشا جاتا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر کے جنت کا وارث ہو جاتا ہے۔ طریقت، حقیقت اور شریعت کا جامع ہے۔ اس کلمۂ طیبہ کے دو جزو ہیں۔ پہلے جزو یعنی لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ میں تمام آفاقی اور انفسی خداؤں کی نفی کر کے اللہ واحد کے موجود و مقصود اور معبود ہونے کو ثابت کرنا ہے۔ پس جب تک سالک نفی کے مقام میں ہے طریقت میں ہے، جب نفی سے پورے طور پر فارغ ہو جاتا ہے اور تمام ماسوا اس کی نظر سے مٹ جاتا ہے تو طریقت کا معاملہ ختم ہو جاتا ہے اور مقام فنا میں پہنچ جاتا ہے۔ جب نفی کے بعد مقامِ اثبات میں آتا ہے اور سلوک سے جذبے کی طرف ترقی کرتا ہے تو مرتبہ حقیقت کے ساتھ متحقق اور بقا کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔ اس نفی اثبات اور اس طریقت و حقیقت اور اس فنا و بقا اور اس سلوک و جذبے کے حاصل ہونے پر وہ شخص ولی اللہ کہلاتا ہے اور اس کا نفس، امارہ پن چھوڑ کر مطمئنہ ہو جاتا ہے اور پاک وصاف بن جاتا ہے۔ پس ولایت کے کمالات اس کلمہ طیبہ کے جزو اوّل کے ساتھ جو نفی و اثبات، ہے وابستہ ہیں۔

باقی رہا اس کلمۂ طیبہ کا دوسرا جزو جو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت کو ثابت کرتا ہے، یہ دوسرا جزو شریعت کو کامل کرنے والا ہے جو کچھ ابتدا اور وسط میں شریعت سے حاصل ہوا تھا وہ شریعت کی صورت تھی اور اس کا اسم و رسم تھا۔ شریعت کی حقیقت اس مقام میں حاصل ہوتی ہے جو مرتبہ ولایت کے حاصل ہونے کے بعد حاصل ہوتا ہے اور نبوت کے کمالات جو کامل تابعداروں کو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اور پیروی کے طور پر حاصل ہوتے ہیں وہ بھی اس مقام میں حاصل ہو جاتے ہیں۔ طریقت اور حقیقت جن سے ولایت حاصل ہوتی ہے شریعت کی حقیقت اور کمالات نبوت کے حاصل ہونے کے لئے گویا شرائط ہیں۔ ولایت کو طہارت یعنی وضو کی طرح سمجھنا چاہئے اور شریعت کو نماز کی طرح۔ طریقت میں حقیقی نجاستیں دور ہوتی ہیں اور حقیقت میں حکمی نجاستیں اور جس طرح انسان ظاہری اعضا کی طہارت کے بعد نماز کے ظاہری احکام ادا کرنے کے لائق ہوتا ہے اسی طرح طریقت اور حقیقت کے ساتھ کامل طہارت حاصل ہونے کے بعد شرع شریف کے احکام بجالانے کے لائق ہو جاتا ہے اور اس نماز کے ادا کرنے کی قابلیت ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبوں کی انتہا اور دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔

ان تینوں معاملوں یعنی طریقت، حقیقت اور شریعت کے آگے ایک اور معاملہ ہے جس کے آگے ان معاملوں کا کچھ اعتبار و شمار نہیں جو کچھ مرتبہ حقیقت میں حاصل ہوا تھا اور اثبات و بقا سے تعلق رکھتا تھا وہ اس معاملے کی صورت تھی اور یہ معاملہ اس صورت کی حقیقت ہے جیسا کہ شریعت کی صورت، جو شرع میں عام لوگوں کے مرتبہ میں حاصل ہوتی ہے اور طریقت اور حقیقت کے حاصل ہونے کے بعد اس صورت کی حقیقت حاصل ہوتی ہے۔ خیال کرنا چاہئے کہ وہ معاملہ کہ جس کی صورت شریعت کی حقیقت ہو اور جس کی تمہید ولایت ہو وہ کس طرح بیان کیا جائے اور اگر بالفرض بیان کیا جائے تو کوئی اس کی حقیقت کو کیا سمجھے اور کیا معلوم کرے گا۔ یہ معاملہ اولوالعزم پیغمبروں کی وراثت ہے جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے اور جب اس معاملہ میں اصول (اولوالعزم پیغمبر) ہی کم ہوں تو فروع (اس وراثت کو پانے والے پیرو) ضرور ہی بہت کم و قلیل ہوں گے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس معاملے کا صاحب، شریعت سے آزاد اور بے فکر ہو جاتا ہے کیونکہ یہ معاملہ اس جہان میں باطن سے تعلق رکھتا ہے اور ظاہر ہمیشہ شریعت کے ساتھ مکلّف ہے۔ یہ دنیا دار عمل ہے، باطن کو ظاہری اعمال سے بڑی مدد ملتی ہے اور باطن کی ترقیاں ظاہری احکام کے بجالانے پر موقوف ہیں پس اس جہان میں ہر وقت ظاہر و باطن کے لئے شریعت کا ہونا ضروری ہے۔ ظاہر کا کام شریعت پر عمل کرنا ہے اور اس کے نتیجے اور پھل باطن کے نصیب ہیں۔ بلکہ سالک جس قدر شرعی پابندیوں کو برداشت کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب میں ترقی کرتا جائے گا۔

مسئلہ نبوت افضل ہے ولایت سے

اگر چہ اس نبی ہی کی ولایت ہو

بعض مشائخ نے سکر کے وقت کہا ہے کہ ولایت افضل ہے نبوت سے اور بعض نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد اس نبی کی ولایت ہے، تاکہ نبی پر افضل ہونے کا وہم جاتا رہے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ اس کے برخلاف ہے کیونکہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے افضل ہے۔ کمالات نبوت کے مقابلے میں کمالات ولایت کی کچھ حیثیت نہیں۔ آفتاب کے مقابلے میں ذرے کی کیا مقدار ہے۔ کمالاتِ نبوت اور کمالات ولایت دونوں میں عروج کے وقت حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے بلکہ مرتبۂ ولایت میں عروجی کمالات کی صورت ہے اور مرتبہ نبوت میں اس کی حقیقت ہے البتہ نزول کے وقت ولایت میں بظاہر خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور باطن میں حق کی طرف اور نبوت کے نزول میں ظاہر و باطن سے خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کلی طور پر ان کو حق تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں۔ پس ان کا مخلوق کی طرف متوجہ ہونا عوام کی طرح اپنی گرفتاری کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ یہ بزرگوار ماسویٰ کی گرفتاری کو پہلے ہی قدم میں چھوڑ دیتے ہیں بلکہ ان کی یہ توجہ مخلوق کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے ہے تاکہ مخلوق کو خالق کی طرف رہنمائی کریں اور مولیٰ کی رضا جوئی کا راستہ دکھائیں اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی توجہ بحق جس کا مقصد مخلوق کو ماسویٰ کی غلامی سے آزاد کرنا ہو، اس توجہ بحق سے کئی درجے فضیلت والی ہے جو اپنے نفس کے لئے ہو۔ المختصر ولایت میں سینے کی تنگی کے باعث مخلوق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے اور نبوت میں کمالِ شرح صدر ہوتا ہے اس لئے نہ تو حق تعالیٰ کی طرف کی توجہ مخلوق کی طرف توجہ کو روکتی ہے اور نہ مخلوق کی طرف کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ سے منع کرتی ہے اسی لئے مستقیم حالات والے بزرگوں کے نزدیک نبوت افضل ہے ولایت سے اگر چہ وہ ولایت اسی نبی کی ہو۔

بعض بزرگوں سے سکر کی حالات میں بعض باتیں خلاف شریعت واقع ہوئی ہیں۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ تو عارضی طور پر واقع ہوئی ہیں۔ جب سکر ان سے دور ہو جاتا ہے تو پھر وہ

اصل حقیقت سے واقف ہو جاتے ہیں جیسا کہ آگے سکر اور صحو کے بیان میں ذکر کیا جائے گا۔ یہاں تو یہی بات واضح کرنی ہے کہ اصلی مقصود شریعت کے سوا کچھ اور ہرگز نہیں ہے۔ طریقت، شریعت کی خادم اور شریعت کو کامل کرنے والی ہے اور دونوں ایک دوسرے کا عین ہیں، بال کے برابر بھی ان میں فرق نہیں، صرف اجمال اور تفصیل اور استدلال اور کشف کا فرق ہے:

كُلُّ حَقِيْقَةٍ رَدَّتْهُ الشَّرِيْعَةُ فَهُوَ زَنْدَقَةٌ

جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ اور گمراہی ہے۔

پس شریعت تمام کمالات کی ماں اور تمام مقامات کی اصل ہے۔ شریعت کے نتیجے اور پھل صرف اسی دنیا پر موقوف نہیں ہیں بلکہ آخرت کے کمالات اور ہمیشہ کا ناز و نعمت بھی شریعت کے پھل ہیں۔ گویا شریعت شجرۂ طیبہ ہے جس کے پھلوں اور میووں سے لوگ اس جہان میں بھی اور اس جہان میں بھی فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہر قسم کے فائدے اس سے حاصل کر رہے ہیں۔ پس شریعت پر عمل کر کے حقیقت کو تلاش کرنا بہادروں کا کام ہے۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَ اِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ ظَاهِراً وَ بَاطِناً

سیورِ اربعہ

سیور جمع ہے سیر کی، اربعہ کے معنی ہیں چار۔ پس سیور اربعہ کے معنی ہیں چار سیریں۔ اللہ والوں نے اس راستہ کو چار سیروں میں تقسیم کیا ہے اور یہ چاروں سیریں علمی اور روحانی طور پر ہوتی ہیں نہ کہ جسمانی۔ بات یہ ہے کہ خدا کی نزدیکی حاصل کرنے کے مرتبے اگرچہ بے انتہا ہیں لیکن عالم مثال میں کشف کی نظر سے تمام ایک دائرے کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور سالک اپنے تئیں عالم مثال میں اس طرح دیکھتا ہے کہ گویا وہ سیر کر رہا ہے اور ترقی کر رہا ہے۔ اب ان چاروں سیروں کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

ا۔ سیر الی اللہ

اے بھائی جاننا چاہئے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی صفتیں سات یا آٹھ ہیں۔ چنانچہ علمائے کرام نے اس کے متعلق بحثیں کی ہیں لیکن ان صفات کی جزئیات کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام وہ ہی نہیں ہیں جو احادیث میں ذکر کئے گئے ہیں یا جو ہزار نام توریت میں مذکور ہیں اگرچہ اللہ تعالیٰ کو ان ناموں کے علاوہ جو شریعت سے ثابت ہیں نہیں پکارنا چاہئے۔ لیکن اتنے ہی ناموں میں محصور اور محدود نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ ان کی کوئی حد نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ بَمُدُّهٗ مِنم بعْدِه سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ (۱)

اگر تمام زمین کے درخت قلم ہو جائیں اور دریا سیاہی اور اسی طرح کے سات اور دریا سیاہی ہو جائیں تب بھی اللہ تعالیٰ کے کلمات ختم نہ ہوں۔

جیسا کہ سعدیؒ نے کہا ہے شعر

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

ا۔ لقمان: ۲۷

نہ اس کے حسن کی کوئی انتہا ہے اور نہ سعدیؒ کی بات کی کوئی حد ہے۔ پیاس کا مریض (بقدرِ ظرف پانی پینے کے باوجود) پیاسا ہی مرجاتا ہے اور دریا اسی طرح باقی رہتا ہے۔

پس یہ تمام موجودات جو اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات کے ظلال اور عکس اور مظہر ہیں اللہ تعالیٰ کے اسما اور صفات کی طرح بے انتہا ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا عِنۡدَ کُمۡ یَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ (۱)

جو تمہارے پاس ہے وہ فانی ہے اور جو خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے۔

جب سالک علمِ اسفل یعنی اسما و صفاتِ الٰہی کے ظلال (موجودات) سے علمِ اعلیٰ یعنی ان اسما و صفاتِ الٰہی کی طرف سیر کرتا ہے تو ترقی کرتے ہوئے دائرہ ظلال میں داخل ہو جاتا ہے اور اپنی اصل کو پہنچ جاتا ہے اور رنگ میں اصلیت پاتا ہے اور وجود میں اصل ہی دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس میں فانی اور مٹا ہوا پاتا ہے حتیٰ کہ اپنا کوئی اثر اور کوئی اصلیت نہیں پاتا اور صرف وجود میں اصل ہی کا مشاہدہ کرتا ہے پس اس دائرہ ظلال کی سیر کو اصطلاح میں سیر الی اللہ کہتے ہیں اور یہی دائرہ ولایت صغریٰ اور اولیا کی ولایت کا دائرہ ہوتا ہے۔ اکثر اولیا اسی ظلال کو دائرہ صفات یعنی ولایت کبریٰ اور انبیا کی ولایت خیال کرتے اور اسی کو عین صفات سمجھتے ہیں اور اسی حالت سکر میں انا اللہ کہہ بیٹھتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے وراء الوراء ہے۔

اگر کوئی شخص ولایتِ صغریٰ اور ظلال کے مرتبوں میں تفصیل کے ساتھ سیر کرے تو یہ ابدالاباد تک بھی ختم نہ ہو۔ لیکن ہر شخص ان مراتب میں اتنی ہی سیر کرتا ہے جتنا کہ اس میں اس کا حق ہے اور ایک ظل سے دوسرے ظل میں اور دوسرے سے تیسرے میں پہنچ جاتا ہے اور ایک بلندی سے دوسری بلندی کی طرف ترقی کر کے اس کی اصل میں فنا ہو جاتا ہے اور اسی طرح جس ظل میں بھی پہنچ جاتا ہے اس میں اپنے آپ کو فانی پاتا ہے اور اس کے وجود میں باقی رہ جاتا ہے یہاں تک کہ ممکنات کے علوم طے کر کے اور کلی طور پر ان کے فنا ہو جانے کے بعد واجب تعالیٰ کے علم تک وصول حاصل کر لیتا ہے اور یہ حالت وہی ہے جو فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور مولانا رومیؒ کے شعر کا یہی مطلب ہے:

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام   ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

سات سو ستر قالب (ظلال کے پردے) میں نے دیکھے ہیں اور (ان میں فنا ہو کر) سبزے کی طرح بارہا اگا ہوں۔

۱۔ النحل: ۹۶

۲۔ سیر فی اللہ

اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ کا فضل سالک کے شامل ہو جائے تو اس جگہ سے ترقی کر جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی برکت سے اسما و صفات کے دائرے میں جو ظلال کے دائروں کی اصل ہے داخلہ میسر ہو جائے اور سالک اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسما اور شیون و اعتبارات و تقدیسات تنزیہات میں سیر کرتا ہے۔ پس وجوب کے ان مرتبوں یعنی اسما و صفات وغیرہ میں جو حرکت علمیہ (سیر علمی) واقع ہوتی ہے اس کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور یہ سیر ولایتِ کبریٰ میں جو انبیا علیہم السلام کی ولایت ہے واقع ہوتی ہے اور دوسروں کو یہ ولایت انبیا علیہم السلام کی تابعداری ہی سے نصیب ہوتی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو کہ عروج کی انتہا کو پہنچ جائے۔ عالمِ امر کے پانچوں لطیفے اس دائرے کی انتہا ہیں اور یہ سیر اس مرتبے تک پہنچتی ہے کہ جس کو کسی عبارت کے ساتھ ادا نہیں کر سکتے اور نہ کسی اشارے سے بیان کر سکتے ہیں اور نہ کسی نام سے اس کو پکارا جا سکتا ہے، نہ کسی کنائے سے ادا ہو سکتی ہے اور نہ اس کو کوئی عالم جان سکتا ہے اور نہ صاحبِ ادراک اس کا ادراک کر سکتا ہے۔ اس سیر کا نام بقا رکھا گیا ہے۔ یہ سیر آفاقی، اور انفسی سیر یعنی سیر الی اللہ سے منزلوں دور اور وراء الوراء ہے۔ سیر آفاقی کو سیر الی اللہ اور سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہنا فضول ہے کیونکہ انفس بھی آفاق کی طرح دائرہ امکان میں داخل ہے تو اس صورت میں دائرہ امکان کا قطع کرنا ناممکن ہوگا اور اس سے ہمیشہ کی ناامیدی اور نقصان کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، نہ کبھی فنا ثابت ہوگی نہ بقا تصور کی جا سکے گی پھر اللہ تعالیٰ کا وصال اور اتصال کیسے ہوگا اور اس کا قرب و کمال کیا حاصل ہوگا۔

چوں توئی کے یار گردد یارِ تو تانباشی یار باشد یارِ تو

جب تک تو ہے یار تیرا یار کب ہوئے۔ تو اپنے تئیں فنا کر دے پس جب تو نہیں ہوگا تو یار تیرا یار ہوگا۔

یہی وہ مقام ہے کہ جہاں نفس کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور اسی مقام پر شرح صدر ہوتا ہے اور سالک حقیقی اسلام سے مشرف ہوتا ہے اور نفس مطمئنہ صدارت کے تخت پر بیٹھتا ہے اور رضا کے مقام کی جانب ترقی کرتا ہے، یہ جگہ انبیا علیہم السلام کی ولایت کبریٰ کی انتہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے!

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (۱)

پس وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (قبول کرنے) کے لئے کھول دیا وہ اپنے رب

۱۔ زمر: ۲۲

کی طرف سے ایمان کی روشنی رکھتا ہے (یعنی اسلام کی حقیقت کا اس کو یقین آ گیا ہے۔

ان کمالات کے مقابلے میں جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں عالم امر سے تعلق رکھنے والے کمالات ایسے ہیں جیسے دریائے محیط کے مقابلے میں قطرہ۔ یہ سب کمالات جن کا ذکر ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ کے اسم الظاہر سے تعلق رکھتے ہیں اور وہ کمالات جو اسم الباطن سے تعلق رکھتے ہیں وہ اور ہیں اور اسم الباطن میں سیر کرنا ولایت علیا میں قدم رکھنا ہے جو فرشتوں کی ولایت اور سیر فی اللہ کا دوسرا اور اعلیٰ درجہ ہے اور اس کا معاملہ چھپانے اور باطن میں رکھنے کے مناسب ہے البتہ اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسم ظاہر کی سیر اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں ذات کے لحاظ کے بغیر ہے اور اسم باطن کے سیر بھی اگرچہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں ہے لیکن اس کے ساتھ ذات کا بھی لحاظ ہوتا ہے گویا کہ یہ صفاتی نام حضرت ذات کے سامنے ڈھالوں کی طرح ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کی سیر میں ذات کا کوئی لحاظ اور خیال نہیں ہوتا لیکن اس کے اسم علیم میں علم کی صفت کے پردے میں وہ ذات ملحوظ ہے کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے پس علم کی سیر اسم ظاہر کی سیر ہے اور علیم کی سیر اسم باطن کی سیر ہے باقی تمام صفاتی ناموں کو بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ اسم ظاہر اور اسم باطن کے بیان میں علم اور علیم کے درمیان جو فرق ظاہر کیا گیا ہے اس کو تھوڑا نہ خیال کرنا چاہئے اور نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان سیروں کا طے کرنا کہنے کی طرح آسان کام ہے اور تھوڑی سی مدت میں ہو جاتا ہے بلکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ وصول کی منزلیں کامل طور پر کبھی طے نہیں ہوتیں اور آیہ کریمہ!

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝ (۱)

فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف اس دن میں کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے۔

اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جب ان دو مبارک ناموں کے سب کے سب کمالات حاصل ہو جائیں تو گویا سالک کے لئے دو بازو ہیں جن کی مدد سے عالم قدس میں پرواز کرتا ہے اور سالک کو وہ درجات حاصل ہو جاتے ہیں اور اس قدر بے اندازہ ترقیاں حاصل کرتا ہے کہ:

تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں رنگے جاؤ۔

کی حقیقت سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس کو وہ صفتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو حق تعالیٰ کی صفتوں

---

[۱] المعارج:۴

کے مناسب ہیں اور یہ مناسبت اور مشارکت اسم اور عام صفات میں ہوتی ہے نہ کہ خاص معانی میں کیونکہ یہ ناممکن ہے اور شرک ہے اور اس سے حقیقتوں اور صفتوں میں تغیر لازم آتا ہے اور یہ خدا کی شان کے خلاف ہے۔

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ اس حدیث کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اور صفت ملک ہے اور ملک کے معنی سب پر قابو رکھنے والے (متصرف) کے ہیں جب سالک اپنے نفس پر قابو پالیتا ہے اور اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس کا تصرف دلوں میں جاری ہو جاتا ہے تو اس صفتِ ملک سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفتِ بصیر ہے اور بصیر کے معنی دیکھنے والے کے ہیں۔ جب سالک کی دل کی آنکھ دیکھنے والی ہو جاتی ہے اور نورِ فراست (دانائی) سے اپنے تمام عیب دیکھ لیتا ہے اور دوسروں کے حال کا کمال معلوم کر لیتا ہے یعنی سب کو اپنے آپ سے بہتر دیکھتا ہے اور حق تعالیٰ کی بصیرت اس کی نظر کو منظور ہو جاتی ہے یہاں تک کہ جو کچھ وہ کرتا ہے حق کی رضامندی کے موافق کرتا ہے تو اس صفتِ بصیر سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفتِ سمیع ہے اور سَمِیْعُ کے معنی ہیں سننے والا، جب سالک حق تعالیٰ کی بات کو خواہ وہ کسی سے سنے بلا تکلف قبول کر لیتا ہے اور چھپے ہوئے بھیدوں اور بے شبہ حقائق کو دل کے کانوں سے سن لیتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفتِ محی ہے اور محی کے معنی ہیں زندہ کرنے والا، جب سالکِ طریقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چھٹی ہوئی (یعنی جن پر لوگ عمل نہ کرتے ہوں) سنتوں کو زندہ کرنے اور رواج دینے میں کوشش کرتا اور مشغول رہتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے۔

اور صفتِ ممیت ہے اور ممیت کے معنی ہیں مارنے والا، جب سالک بدعتوں کو جو سنتوں کی بجائے ظاہر ہوتی ہوں دور کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔

اور صفتوں کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے اور عام لوگوں نے تَخَلَّقُوْا کے معنی اور طرح سمجھے ہیں اس لئے گمراہی کے جنگل میں جا پڑے ہیں اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ ولی کے لئے جسم کا زندہ کرنا ضروری ہے اور غیب کی چیزوں کا اس پر ظاہر ہونا لازمی ہے اور اس قسم کے کئی بے ہودہ اور فاسد خیالات ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں۔ ''فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ''

اور وہ سیر جو ان کمالات سے اوپر واقع ہو وہ کمالاتِ نبوت کا شروع ہے، ان کمالات کا حاصل

ہونا انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ کمالات مقام نبوت سے پیدا ہوتے ہیں اور انبیا علیہم اصلوٰۃ والسلام کی پوری پوری پیروی کرنے والوں کو بھی ان کی پیروی کے سبب سے ان کمالات سے کچھ حصہ مل جاتا ہے۔ ولایت علیا تک ترقیاں اصلیت کے طور پر عناصر ثلاثہ سوائے خاک یعنی آگ، ہوا اور پانی کے نصیب ہیں بلکہ ملائکہ کرام کو بھی ان تینوں عناصر سے نصیب حاصل ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے پیدا کئے گئے ہیں اور ان کی تسبیح

سُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ النَّارِ وَالثَّلْجِ

پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کر دیا ہے۔

لیکن کمالاتِ نبوت کا مزہ عنصر خاک کے نصیب ہے اور باقی لطائف عالمِ امر و خلق اس کے تابع ہیں اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے اور اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں یعنی صغریٰ، کبریٰ اور علیا کے سب کمالات مقامِ نبوت کے کمالات کے ظلال اور ان کی حقیقت کے لئے مثال کی طرح ہیں اور ان کمالات کو ان کمالات سے وہی نسبت ہے جو دریا کو قطرہ سے بلکہ غیر متناہی کو متناہی سے اور لامحدود کو محدود سے ہے۔ اس سے یہ بات اور واضح ہوگئی کہ نبوت ولایت سے افضل ہے اگرچہ اسی نبی کی ولایت ہو۔

جب سالک کمالات نبوت کے دائرے کے مرکز میں پہنچ جاتا ہے تو یہ مرکز دائرے کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے اس کا نام دائرہ کمالاتِ رسالت ہو جاتا ہے جو کہ انبیاءِ مرسل کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر یہ رتبہ کسی دوسرے کو حاصل ہوتا ہے تو رسولوں کی کامل تابعداری سے حاصل ہوتا ہے اور جب دوسرے دائرے کے مرکز پر پہنچ جاتے ہیں تو وہ مرکز بھی دائرے کی صورت میں ظاہر ہونے لگتا ہے اور یہ دائرہ کمالاتِ اولوالعزم کا دائرہ ہے جو کہ مثالیت سے اونچا ہے۔ انبیا اولوالعزم کو جب یہ رتبہ دیتے ہیں تو چیزوں کا قیام ان سے ہوتا ہے بعض صاحبِ نصیب اولیا بھی انبیا کی تابعداری سے اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد عدم محض ہے اور بس، یعنی وجود کا معاملہ یہاں ختم ہے اور ممکن کی رسائی اس سے آگے بند ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ!

لَيْسَ وَرَآءَهٗ اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ

اس سے آگے سوائے عدم محض کے کچھ نہیں،

اور یہ عدم وجود کی نقیض اور متضاد ہے لیکن کوئی اس سے یہ نہ سمجھ لے کہ عنقا شکار ہوگیا اور مقصود حاصل ہوگیا۔ کیونکہ

عنقا شکارِ کس نہ شود دام باز چیں   کیں جا ہمیشہ باد بدست ست دام را

اے شکاری! عنقا کسی کا شکار نہیں ہوتا تو اپنا جال اٹھا لے کیونکہ یہاں ہمیشہ جال خالی رہتا ہے۔

پس حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات اس وجود اور عدم سے ماورا ہے۔ جس طرح عدم کو وہاں راہ نہیں، وجود کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی سُبْحَانَهٗ وَرَاءُ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ

حق سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الورا ہے۔ یعنی بہت ہی بلند ہے۔

ہنوز ایوانِ استغنا بلند ست   مرا فکرِ رسیدن ناپسند ست

ابھی استغنا کا مکان بہت بلند ہے اور میرا وہاں پہنچنے کا خیال ناپسند ہے۔

باوجود اس کے کہ تمام پردے اٹھ گئے مگر ورائیت قائم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی اس کے ادراک کو روکتی اور وجدان کو منع کرتی ہے۔ کیا تو نے نہیں جانا کہ خانہ کعبہ میں پہنچ کر اس کی عظمت وجلال کی وجہ سے اس کی چھت کی طرف دیکھنا شرع شریف میں منع کیا گیا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو خانہ کعبہ کا وصول میسر نہیں ہوا (فافہم) یہ ہے سیر فی اللہ کی مختصر تفصیل۔

۳۔ سیر عن اللہ باللہ

سیر فی اللہ کے تمام کرنے پر سالکین کے دو گروہ ہو جاتے ہیں۔

۱۔ **مُسْتَهْلِكِيْن:** یعنی وہ لوگ جو ذاتِ باری تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو گئے اور جمالِ الٰہی کے مشاہدے میں ہی رہ گئے ہیں۔

۲۔ **رَاجِعِيْنَ اِلَى الدَّعْوَةِ:** ان کو واپس مقام قلب میں لایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ میرے بندوں کو اسی راستے سے جس سے کہ تم خود آئے ہو میری طرف لاؤ اور مخلوق کے ساتھ میل جول رکھو، تمہارا مشاہدہ اب بند نہ ہوگا۔

پہلے سیر عاشق کی معشوق کی طرف تھی اور آیہ کریمہ

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (۱)

آپ فرما دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔

پر عمل تھا، سالک عاشق اور حضرت حق سبحانہ معشوق، اب سیر معشوق کی عاشق کی طرف ہے اور

۱۔ آل عمران: ۳۱

آیۃ مذکورہ کے دوسرے جز یعنی!

یُحْبِبْکُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ

اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

سے مشرف ہو جاتا ہے کیونکہ سالک تعلیم و تلقین اور ترغیب سے مریدوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہے اور اس تعلیم میں اللہ تعالیٰ اپنا مشاہدہ اس کو دیتا رہتا ہے تو اس حالت میں سالکِ ہادی کا ہر فعل باعث مشاہدہ ہوتا ہے۔ پس اس قسم کے صاحبِ دولت کو جب دنیا کی طرف لانا چاہیں اور مخلوق کو اس کے وجود شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا چاہیں تو اس کو صوفیوں کی اصطلاح میں سیر عن اللہ باللہ کے طریقے پر جہان کی طرف لے آتے ہیں اور اس کی توجہ تمام تر مخلوق کی طرف ہوتی ہے لیکن اس کو مخلوق کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری نہیں ہوتی اگرچہ ظاہر میں وہ مبتدی کا شریک حال ہے لیکن گرفتاری اور عدم گرفتاری میں بڑا فرق ہے اور خلق کی طرف توجہ کرنا اس منتہی کے حق میں بے اختیاری ہے اور اس میں وہ اپنی رغبت کچھ نہیں رکھتا بلکہ اس توجہ میں حق تعالیٰ کی رضامندی ہے، برخلاف مبتدی کے کہ اس میں اپنی ذاتی رغبت اور حق تعالیٰ کی نارضامندی ہے۔ مبتدی مشاہدہ حق سے سراسر دور ہے لیکن جو پردے منتہی سے دور ہو چکے ہیں وہ پھر واپس نہیں ہوتے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ بادشاہ کا وزیر بادشاہ کے ساتھ قرب بھی رکھتا ہے اس طرح پر کہ کوئی ظاہری اور باطنی پردہ درمیان میں نہیں ہوتا، اس کے باوجود اس کو ضرورت مند لوگوں کی خدمت اور سلطنت کے کاموں کو انجام دینے میں مشغول کیا جاتا ہے اور نہیں کہہ سکتے کہ اس مشغولی کے ہوتے ہوئے بادشاہ کے جمال سے اس کو کوئی پردہ ہے۔ پس اس سیر میں سالک علم اعلیٰ سے علم اسفل کی طرف اور اسفل سے اسفل کی طرف رجوع کرتا ہے حتیٰ کہ واپس ممکنات کی طرف رجوع کرتا ہے ایسا عارف اللہ کو اللہ کے ساتھ بھلانے والا (یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم سے مخلوق کی طرف مشغول ہونے میں جس قدر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی توجہ ہٹی ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے ہے اور باطن میں وہ اللہ کے ساتھ ہے) اور اللہ کی طرف اللہ کے ساتھ رجوع کرنے والا اور ظاہر میں گم کرنے والا، جدا ہونے والا اور دور ہونے والا ہے اور باطن میں پانے والا اور ملنے والا ہے اور نزدیک ہونے والا ہے۔ (۱)

۴۔ سیر فی الاشیا باللہ

یہ سالک کی چوتھی سیر ہے جو رجوع کے بعد اشیا میں ہے اور سیر اوّل میں جو اشیا کے علوم بالکل

۱۔ ماخوذ از مکتوبات امام ربانی، جلد اوّل، مکتوب ۱۴۴

مٹ گئے تھے اب پھر یکے بعد دیگرے حاصل ہو جاتے ہیں اور سالک بظاہر کلی طور پر مخلوق کے ساتھ ملا جلا رہتا ہے اور اگرچہ ظاہر میں اس کے تمام افعال عوام کی طرح دنیا کی مشغولی میں گزرتے ہیں لیکن وہ اصل میں اس شعر کا مصداق ہوتا ہے:

"ازدروں شو آشناؤ ازبروں بیگانہ وش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اپنے باطن میں ذاتِ حق سے واقف ہو جا اور ظاہر میں بیگانوں کی طرح رہ اور اس قسم کے طریقے والے لوگ دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ پانی بھر کر لانے والی عورتیں کئی کئی مٹکے اوپر نیچے سر پر رکھ کر بظاہر بے تکلف ایک دوسری سے باتیں کرتی ہوئیں چلی جاتی ہیں کیا مجال جو ان کی رفتار میں فرق آ جائے یا مٹکوں میں کسی قسم کی جنبش ہو اور چھلکیں کیونکہ دل کی توجہ پورے طور پر مٹکوں پر لگی رہتی ہے اور یہ توجہ ان میں راسخ ہو کر طبیعت بن جاتی ہے۔ یہی حال سالکِ کامل کی توجہ کا حق کی طرف ہے۔ چاروں سیروں کا بیان تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے، اب اس بیان کا خلاصہ درج ذیل ہے تاکہ بات اچھی طرح ذہن میں بیٹھ جائے۔

خلاصۂ بیان

یہ راستہ چار سیروں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ سیر الی اللہ: اس میں سالک اپنے آپ کو اور تمام موجودات کو مٹاتا ہے اور ایک ذاتِ حق کو ثابت کرتا ہے۔ سیر کے اس دائرے کو دائرہ امکان (مجموعۂ لطائفِ عالمِ خلق وامر) کہتے ہیں اور اس مقام کو مقامِ فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے صاحب پر ولی کا لفظ بولا جاتا ہے۔

۲۔ اب ولایتِ صغریٰ میں وہ سیر شروع ہوتی ہے جو اولیا اللہ کی ولایت ہے اس سیر میں سالک اسماء وصفاتِ الٰہی کے ظلال میں سیر کرتا ہے۔ دائرہ ظلال کے قطع کرنے کے بعد اسما وصفاتِ الٰہی میں مسمی کے لحاظ کے بغیر سیر کرتا ہے، جس کو ولایتِ کبریٰ یعنی انبیا علیہم السلام کی ولایت کہتے ہیں یہ ولایت کبریٰ کے نیچے کا نصف حصہ ہے جو اسما وصفاتِ زائدہ کو شامل ہے پھر اس کے اوپر کے نصف دائرے میں جو شیون واعتبارات کو شامل ہے سیر واقع ہوتی ہے۔ یہ ولایت ملاءِ اعلیٰ یعنی فرشتوں کی ولایت کہلاتی ہے اور ان تینوں ولایتوں میں خاک کے سوا باقی تینوں عناصر موردِ فیض ہوتے ہیں ان

تینوں ولایتوں کے حاصل ہونے پر فنائے نفس حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد محض فضلِ خداوندی سے کمالاتِ نبوت، رسالت اور اولوالعزم میں سیر واقع ہوتی ہے جس میں عنصر خاک کا زیادہ حصہ ہے اور اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بعد عدمِ محض ہے۔ مطلوب حقیقی کو اس عدمِ محض سے بھی ورا الورا تلاش کرنا چاہئے۔ اسی ولایتِ سہ گانہ اور نبوتِ سہ گانہ کے کمالات کی سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور اسی مقام کو مقامِ بقا کہتے ہیں۔

۳۔ ا۔ مستہلکین جو ہر وقت مشاہدۂ جمالِ الٰہی میں ڈوبے رہتے ہیں اور

عاشقاں را جز تماشائے جمالِ یار نیست

کا مصداق ہو جاتے ہیں۔

ب۔ راجعین الی الدعوۃ ان لوگوں کو خدا کی طرف بلانے کے لئے عالم خلق کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے اس کو سیر عن اللہ باللہ کہتے ہیں۔

۴۔ راجعین کو مخلوق کی طرف لوٹا کر ان کی اصلاح میں مشغول کر دیا جاتا ہے اور عام مخلوق کے ساتھ ان کے ظاہر کو خلط ملط کر کے احکامِ شرعیہ ان کے ذریعہ لوگوں تک پہنچائے جاتے ہیں۔ اس سیر کو سیر فی الاشیاء باللہ کہتے ہیں۔ شرافت مستہلکین کے لئے ہے اور فضیلت راجعین کے لئے۔ پس سیر اوّل سیر چہارم کے مقابل ہے اور سیر دوم، سیر سوم کے مقابلے میں ہے۔ پہلی اور دوسری سیر نفسِ ولایت کے حاصل ہونے کے واسطے ہے جو فنا و بقا سے مراد ہے اور تیسری اور چوتھی سیر مقامِ دعوت کے حاصل ہونے کے واسطے ہے جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور کامل تابعداروں کو بھی ان بزرگواروں کے مقام سے حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ قف عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (۱)

کہہ دیجئے! یہ ہے میرا راستہ، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے تابعدار بصیرت پر ہیں۔

فائدہ: ہر شخص کا عروج ایک خاص مقام تک ہوتا ہے جو اس کا مبدءِ تعین ہے اس کے بعد اس کا رجوع اسی لحاظ سے ہوتا ہے۔ جس قدر کسی کا عروج کامل ہوگا رجوع بھی اسی قدر کامل ہوگا اور جس قدر کوئی شخص شریعت و سنت کی پیروی کرے گا اور تقویٰ میں کمال پیدا کر کے خالص اللہ کی عبادت کرے گا اتنا ہی عروج و رجوع کامل ہوگا۔ **ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ**

۱۔ یوسف: ۱۰۸

علم الیقین ۔ عین الیقین ۔ حق الیقین

کسی چیز کے متعلق واقع کے مطابق پکے اعتقاد کو یقین کہتے ہیں۔ صوفیائے کرامؒ نے حق تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ کرنے میں یقین کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

ا۔ علم الیقین

اور یہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات میں ان آیتوں اور نشانیوں کے مشاہدہ کرنے سے مراد ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں اور ان نشانیوں کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں اور یہ سب کچھ سالک اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے۔ قطب المحققین سید العارفین ناصر الدین خواجہ عبید اللہ الاحرار قدس سرہ الاسرار نے فرمایا کہ سیر (الی اللہ) دو قسم پر ہے۔

ا۔ سیر مستطیل اور وہ یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرے کے باہر تلاش کریں (سیر آفاقی) اور یہ دور در دور ہے۔

۲۔ سیر مستدیر یعنی اپنے دل کے گرد پھریں اور اپنا مقصود اپنے ہی اندر تلاش کریں اور یہ قریب در قریب ہے۔ (سیر انفسی)

پس وہ تجلیات جو حسی یا مثالی صورتوں میں انوار کے پردوں میں ہوں، خواہ کوئی صورت ہو اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو، وہ نور خواہ رنگین ہو یا بے رنگ ہو، محدود ہو یا غیر محدود اور کائنات کو محیط ہو یا نہ ہو، سب علم الیقین میں داخل ہیں۔ اس شعر میں اسی مشاہدۂ آفاقی کی طرف اشارہ ہے جو علم الیقین کے لئے مفید ہے۔

اے دوست ترا بہر مقامے جستم ہر دم خبرت زاین و آں مے جُستم

اے دوست میں تجھ کو ہر مقام میں ڈھونڈتا تھا اور ہر وقت اس اور اس (کائنات) سے تیری خبر تلاش کرتا تھا۔

یہ مشاہدہ چونکہ مقصود کی خبر نہیں دیتا اور سوائے نشانی اور دلیل کے اس کا کچھ حضور نہیں بخشا اس

لئے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح ہے جو آگ کے وجود پر رہنمائی کرتا ہے۔ پس یہ مشاہدہ علم کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا اور نہ علم الیقین کے سوا کچھ فائدہ دے سکتا ہے اور نہ ہی سالک کا وجود اس سے فنا ہو سکتا ہے۔

۲۔ عین الیقین

علم الیقین سے حق تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کرنے کے بعد جو مشاہدہ حق تعالیٰ کی ذات اور حضوری میں حاصل ہوتا ہے اور جس میں صرف اس قدر غلبہ ہو کہ مشاہدہ کرنے والا مشہود کے غیر سے بالکل بے خبر نہ ہو جائے عین الیقین کہلاتا ہے اور وہ بعض کے نزدیک سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے!

مِنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (۱)

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اور اس ذاتی شہود اور حضور کو سیر انفسی کہتے ہیں جو سیر الی اللہ کا دوسرا جزو ہے۔ لیکن حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیر انفسی بھی علم الیقین میں داخل ہے اور مقصودِ حقیقی کا پتہ دینے والی اور اس کے ظلال میں سے ہے چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰ فَاقِ وَ فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (۲)

ہم ان کو دنیا میں اور ان کے اپنے نفسوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ وہ حق ہے۔

بلکہ بندے سے حق تعالیٰ تک قرب کی جانب میں ایک اور سیر واقع ہوتی ہے جس کے قطع کرنے پر وصول الی اللہ منحصر ہے۔ یہ تیسری سیر بھی حقیقت میں علم الیقین ہی کو ثابت کرتی ہے اور اگرچہ دائرہ ظلّیت سے باہر اسماوصفاتِ حقیقت میں حضرتِ ذات تعالیٰ کے ظلال ہیں اور اس لئے وہ آثار و آیات میں داخل اور علم الیقین میں شمار کئے گئے ہیں۔ پس عین الیقین کا مشاہدہ سالک کے فنا کو لازم کرتا ہے اور اس مشاہدہ کے غلبہ میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا اور اپنے محبوب کے مشاہدے میں ڈوب جاتا ہے۔ اس کو ادراکِ بسیط اور معرفت بھی کہتے ہیں کیونکہ اس مقام میں سالک،

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

۱۔ حلیۃ الاولیاء: ج ۱۰، ص ۲۰۸۔ کشف الخفا: ج ۲، ص ۳۴۳، رقم ۲۵۳۲۔ یہ حدیث نہیں کسی بزرگ کا قول ہے

۲۔ حم سجدہ: ۵۳

جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

سے مشرف ہو جاتا ہے اور اس مشاہدہ میں سراسر حیرت اور نادانی ہے علم کی اس میں گنجائش نہیں ہے اور سالک،

مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ كَلَّ لِسَانُهٗ (۱)

جس نے اپنے رب کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہو گئی۔

کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اسی لئے بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ علم الیقین عین الیقین کے لئے پردہ ہے اور عین الیقین علم الیقین کے لئے پردہ ہے:

تو دل میں تو آتا ہے سمجھ میں نہیں آتا   بس جان گیا میں تری پہچان یہی ہے

۳۔ حق الیقین

جب سالک فنا کے بعد، سیر فی اللہ کے مقام میں بقا باللہ سے مشرف ہوتا ہے اور اس کا یہ مشاہدہ حق، حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے نہ کہ عارف کے اپنے ساتھ اور **بی یسمع** (مجھ ہی سے سنتا ہے) اور **بی یبصر** (مجھ ہی سے دیکھتا ہے) کا مرتبہ حاصل کرتا ہے تو فنائے مطلق (حقیقی فنا) حاصل کرنے کے بعد (جو ذات وصفات کی فنا ہے) حق تعالیٰ محض اپنی عنایت سے اپنے نزدیک سے ایک ایسا وجود (یعنی کیفیت) عطا کرتا ہے کہ سکر، حال اور بے خودی دور ہو کر صحو اور ہوشیاری میں آ جاتا ہے اور اس مقام میں علم اور عین ایک دوسرے کا پردہ نہیں رہتے بلکہ عارف عین مشاہدہ کی حالت میں عالم اور عین علم کی حالت میں مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے، یہ حق الیقین ہے۔

یقین کے ان تینوں مرتبوں کو آپ اس مثال سے سمجھ لیجئے، مثلاً کوئی شخص بزرگوں کے اقوال سے (تواتر کے طور پر) یہ معلوم کر لے یا دوسرے مضبوط قرینوں اور دلیلوں سے یہ جان لے کہ آگ کی تاثیر جلانا اور زہر کی تاثیر مارنا ہے تو یہ علم الیقین ہے۔ اگر کسی شخص کو آگ میں جلتا یا زہر کھا کر مرتا دیکھے تو یہ عین الیقین ہے اور اگر خود آگ میں جلے یا زہر کھا کر حالت موت میں مبتلا ہو جائے تو یہ حق الیقین ہے۔ القصہ سیر الی اللہ کا پھل علم الیقین ہے اور سیر فی اللہ میں مقام فنا فی اللہ کا نتیجہ عین الیقین اور بقا باللہ کا ثمرہ حق الیقین ہے۔ **فقط واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ یرجع الاحوال فی المآل**

۱۔ کشف الخفاء: ج ۲، ص ۳۴۴، رقم ۲۵۳۳۔ یہ بھی کسی بزرگ کا قول ہے

فنا اور بقا کی مزید تشریح

بات یہ ہے کہ جب سالک اللہ تعالیٰ کی یاد کثرت سے کرتا ہے اور محبوبِ حقیقی کی محبت کا غلبہ سالک کے قلب وقالب پر ہو جاتا ہے اس وقت اس کی نظر سے محبوب کے سوا سب کچھ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محبوبِ حقیقی کے سوا اس کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اسی کو تصوف کی اصطلاح میں مرتبہ جمع کہتے ہیں اور اسی مقام کو مقامِ جہل اور مقامِ حیرت بھی کہتے ہیں، لیکن یہ وہ جہل ہے جو محمود ہے اور یہ وہ حیرت ہے جو ممدوح ہے اور قول **انا الحق و سبحانی ما اعظم شانی و لیس فی جبّتی سوی اللہ** وکعبۂ من گردِ من طواف کن، وغیرہ شطحیات سب اسی مرتبۂ جمع کے درخت کے پھل ہیں اور اسی یک بینی کے اثرات وثمرات ہیں اور اسی حالتِ سکر سے ناشی ہیں۔ اَلسُّکَارٰی مَعْذُوْرُوْنَ کے تحت ان حضرات کے ان اقوال کی تاویل کی جاتی ہے اور یہ اقوال ظاہر کی طرف سے مصروف ہیں اور جو شخص اس حال کے حاصل ہونے اور کمال کے اس درجے تک پہنچنے کے بغیر اس قسم کا کلام کرتا اور حق و باطل میں تمیز نہیں کرتا ایسا شخص زندیق وملحد ہے۔ پس اس قسم کے خلاف شریعت کلمات سچے سے بھی صادر ہوتے ہیں اور جھوٹے سے بھی۔ سچے کے لئے آبِ حیات ہیں اور جھوٹے کے لئے زہرِ قاتل۔ جس طرح کہ دریائے نیل کا پانی بنی اسرائیل کے حق میں آبِ خوشگوار تھا اور قبطیون کے حق میں خون۔ اس مقام پر اکثر سالکوں کے قدم پھسل جاتے ہیں اور وہ اربابِ سکر کی باتوں کی تقلید کر کے راہ راست سے ہٹ کر گمراہی وخسارے میں پڑ جاتے ہیں اور اپنے دین کو برباد کر بیٹھتے ہیں۔

پس جاننا چاہئے کہ اس قسم کی باتوں کا قبول ہونا چند شرائط پر مشروط ہے جو اربابِ سکر میں موجود ہیں اور ان کے غیر میں مفقود ہیں۔ ان شرائط میں سے اعلیٰ شرط ماسوی اللہ کا نسیان ہے جو اس قبولیت کی دہلیز ہے۔ سچے اور جھوٹے کے درمیان شریعت کی استقامت اور عدم استقامت سے فرق ظاہر ہوسکتا ہے۔ یعنی جو سچا ہے وہ باوجود سکر ومستی اور عدمِ تمیز کے ایک بال بھر بھی شریعت کے برخلاف نہیں کرتا۔ منصور باوجود انا الحق کہنے کے قید خانے میں زنجیروں کے اندر جکڑا ہوا ہر رات پانچ سو رکعت نماز نفل ادا کرتا تھا اور وہ کھانا جو ان ظالموں کے ہاتھ سے ملتا تھا اگرچہ وجہ حلال سے ہوتا نہ کھاتا تھا اور جو

شخص جھوٹا مدعی ہے اس پر احکام شرعیہ کا بجالانا کوہ قاف کی طرح بھاری ہوتا ہے!

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَاتَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ (۱)

شاق ہے مشرکین پر وہ چیز جس کی طرف (اے پیغمبر ﷺ) آپ انہیں بلاتے ہیں۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ (۲)

اے ہمارے پروردگار ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے معاملہ میں ہمیں ہدایت مہیا فرمادے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جس طرح شریعت میں کفر و اسلام ہے طریقت میں بھی کفر و اسلام ہے۔ جس طرح شریعت میں کفر سراسر شرارت و نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے طریقت میں بھی کفر سراسر نقص ہے اور اسلام سراسر کمال ہے، کفر طریقت مقام جمع ہے جو استتار یعنی پوشیدہ ہونے کا محل ہے اس مقام میں حق و باطل کی تمیز مفقود ہو جاتی ہے کیونکہ اس مقام میں سالک کا مشہود اچھے و برے آئینوں میں وحدت محبوب کا جمال ہوتا ہے پس وہ خیر و شر نقص و کمال کو اس وحدت کے ظلال اور مظاہر کے سوا نہیں پاتا۔ کبھی مظہر کو عین ظاہر جان کر مخلوق کو عین حق خیال کرتا اور مربوب کو عین رب جانتا ہے۔ اس قسم کے سب پھول مرتبۂ جمع ہی سے کھلتے ہیں۔ منصور اسی مقام میں کہتا ہے۔

كَفَرْتُ بِدِيْنِ اللّٰهِ وَالْكُفْرُ وَاجِبٌ   لَدَيَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِيْنَ قَبِيْحَ

میں نے اللہ کے دین کا انکار کیا اور یہ انکار میرے نزدیک واجب تھا اور مسلمانوں کے نزدیک قبیح ہے۔

یہ کفر طریقت کفر شریعت کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے لیکن شریعت کا کافر مردود اور عذاب کا مستحق ہے اور طریقت کا کافر مقبول اور اعلیٰ درجات کے لائق ہے کیونکہ یہ کفر و استتار محبوبِ حقیقی کے غلبۂ محبت سے پیدا ہوتا ہے جس کے باعث محبوبِ حقیقی کے سوا سب کچھ فراموش ہو جاتا ہے، اس لئے مقبول ہے اور کفرِ شریعت چونکہ تمرد یعنی سرکشی اور جہل کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے اس لئے مردود ہے۔ اسی کفر طریقت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں اور اس فنائے حقیقی یا فنا فی الوجود یعنی فنائے نفس کے بعد بقائے حقیقی یا بقاء البقا کا مقام حاصل ہوتا ہے اور اسی کو اسلامِ طریقت اور فرق بعد الجمع سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے:

ہیچ کس را تا نگردد او فنا   نیست رہ در بارگاہِ کبریا

۱۔ الشوریٰ:۱۳   ۲۔ الکہف:۱۰

کسی شخص کو جب تک کہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت میں فنا نہ ہو جائے بارگاہِ الٰہی تک رسائی نہیں ہوتی۔

اس شعر میں ''رہ در بارگاہِ کبریا'' سے مراد بقاباللہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

پس اسلامِ طریقت جو تمیز کا مقام ہے جہاں حق باطل سے اور خیر شر سے متمیز ہے اور سُکر صحو میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس اسلامِ طریقت کو اسلامِ شریعت سے بڑی مناسبت ہے۔ جب اسلامِ شریعت کمال تک پہنچ جاتا ہے تو اسلامِ طریقت کے ساتھ اتحاد کی نسبت پیدا ہو جاتی ہے بلکہ ہر دو اسلام اسلامِ شریعت ہیں اور ان میں فرق صرف ظاہر شریعت و باطنِ شریعت اور صورتِ شریعت و حقیقت شریعت کا ہے۔ کفرِ طریقت کا مرتبہ صورتِ شریعت کے اسلام سے بلند تر ہے اگرچہ حقیقت شریعت کے اسلام کی نسبت کمتر ہے:

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود   ورنہ بس عالی است پیشِ خاک تود

آسمان عرش کے مقابلے میں نیچا ہے لیکن مٹی کے ٹیلوں کے مقابلے میں بہت اونچا ہے۔

اسلامِ حقیقی کی دولت زوال سے محفوظ اور کفر کے عارض ہونے سے مضون ہے۔ ماثورہ دعاؤں میں جو آیا ہے،

اَللّٰھُمَّ اعطنی ایمانا صادقاً و یقیناً لَیْسَ بَعْدَہٗ کُفْرٌ(۱)

اے اللہ! میں تجھ سے ایسا ایمان طلب کرتا ہوں جس کے بعد کفر نہ ہو۔

یہ وہی ایمان ہے جو زوال سے محفوظ ہے اور آیہ کریمہ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (۲)

خبردار رہو، بے شک اولیااللہ پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اسی ایمان والوں کے حال کا نشان ہے کیونکہ ولایت اس ایمان کے بغیر متصور نہیں، اگرچہ مرتبۂ جمع میں بھی اسمِ ولایت کا اطلاق کر سکتے ہیں، لیکن نقص وقصور ہر وقت اس مرتبے کا دامنگیر ہے پس جب تک کفرِ طریقت سے متحقق نہ ہوں اسلامِ حقیقی سے مشرف نہیں ہوتے۔ یہ خواص بلکہ اخص الخواص کا مقام ہے اور وہ صحو ہے جو سکر کے بعد ہے اور جو صحو سے پہلے ہے وہ عوام کا حال ہے۔

پس فنائے قلب جو دوام بے شعوری از ماسویٰ سے عبارت ہے حاصل ہو جاتی ہے تو ولایتِ صغریٰ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور یہ فنا کی صورت ہے نہ کہ حقیقت اور اس فنائے قلبی میں خطرہ دل

۱۔ المعجم الاوسط: ج۴، ص۹۵، رقم ۳۶۹۶   ۲۔ یونس: ۶۲

سے دور ہو جاتا ہے اور دماغ سے ریزاں رہتا ہے اس کے بعد فنائے نفس حاصل ہوتی ہے جو ولایتِ کبریٰ کے حصول پر منحصر ہے اس میں خطرہ دماغ سے بھی منتفی ہو جاتا ہے۔ اس وقت فنائے حقیقی اور حقیقتِ اسلام وشرحِ صدر ومقامِ دوامِ شکر و رضا حاصل ہوتا ہے کہ حکم قضا پر چون و چرا کی مجال نہیں رہتی اور تکلیفاتِ شرعیہ کے قبول میں دلیل کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ استدلالی بدیہی ہو جاتا ہے۔ دیگر لطائف کی فنا ان کے ضمن میں حاصل ہو جاتی ہے۔

تا یار کرا خواہد و میلش بہ کے باشد

یار کس کو چاہتا ہے اور اس کا میلان کس طرف ہوتا ہے۔

جب فنافی المعروف حاصل ہو جاتی ہے تو کمالِ عرفان حاصل ہو جاتا ہے اور سالک مصدر عباداتِ مقبولہ ہو جاتا ہے اور سالک کا ہر قول وفعل وحرکت وسکون جو اس سے سرزد ہوتا ہے اصل سے ہے اور از خود بخود ہے:

کے بود خود زخود جدا ماندہ من و تو رفتہ و خدا ماندہ

اپنے آپ سے جدا ہو کر خود کب رہتا ہے، میں اور تو ختم ہو گئے اور صرف خدا رہ گیا۔

اور اس قرب کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حق وخلق وعبد ومعبود ورب ومربوب ایک ہو جاتا ہے جو عینیتِ ذاتی واتحادِ فاعل ومفعول کا شبہ ہو۔ العبد عبد والحق حق (بندہ بندہ ہے اور حق حق ہے) بلکہ بات یہ ہے

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست ربّ الناس را با جانِ ناس

لوگوں کی جانوں کے ساتھ لوگوں کے پروردگار کو بے کیف و بے قیاس اتصال ہے۔

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِO (۱)

ہم اس سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

اور دیگر آیات واحادیث قدسی اتصال بے کیف و بے قیاس کی خبر دیتے ہیں اور اس قرب کا بھی ادنیٰ واعلیٰ مرتبہ ہے۔ ادنیٰ یہ ہے کہ فاعل بندہ ہو اور آلہ حق، اور اس کو قربِ نوافل اور فنا سے تعبیر کرتے ہیں، جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وما يَزَالُ عَبْدِی يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ، كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِیْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ يَمْشِیْ بِهَا (۲)

۱۔ ق:۱۶ ۲۔ ۱۔ بخاری: ج ۵، ص ۲۳۸۴، رقم ۶۱۳۷۔ ابن حبان: ج ۲، ص ۵۸، رقم ۳۴۷

بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست بنالیتا ہوں اور جب میں اسے دوست بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

اور اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ آلہ بندہ ہو اور فاعل حق جل جلالہ وعم نوالہ۔ اور اس قرب کو قربِ فرائض اور بقا سے تعبیر کرتے ہیں۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (۱)

(اے پیغمبر ﷺ) جب تم نے (کنکریاں) پھینکی تھیں تو تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

اس پر دال ہے

تا کرا بایں دولت مشرف سازند

دیکھئے کس کو اس دولت سے مشرف کرتے ہیں۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست   برکریماں کارہا دشوار نیست

تو یہ نہ کہہ کہ اس بادشاہ تک ہماری رسائی نہیں ہے، (اس لئے کہ) کریموں پر کوئی کام دشوار نہیں ہے۔

جگنو کی حکایت جو حضرت شیخ سعدیؒ نے نظم کی ہے!

مگر دیدہ باشی کہ درباغ و راغ   بتابد بشب کرمکے شب چراغ

اور دیگر نظم از سعدیؒ!

یکے قطرۂ باراں ز ابرے چکید
خجل شد چو پہنائے دریا بدید
کہ جائے کہ دریاست من کیستم

اسی استتار و پوشیدگی اور فنا اور توحیدِ شہودی وغیرہ کا پتہ دیتے ہیں۔ فلیرجع الیھما

ولے ہرجا بود مہر آشکارا   سہارا جز نہاں بودن چہ چارا

لیکن جس جگہ کہ آفتاب نکلا ہوا ہو، سہا (ستارہ) کو چھپنے کے سوا کیا چارا ہے۔

۱۔ الانفال: ۱۷

مبادیٔ تعینات وحقیقتِ ظلال

مبدءِ فیاض:

ذات حق کو کہتے ہیں کیونکہ کائنات کی ہر چیز کو اسی ذات سے فیض پہنچتا ہے اور ہر چیز کی ابتدا اور انتہا اسی کی طرف لوٹتی ہے۔

مبدءِ تعین

فیض کی مختلف صورتوں اور قسموں کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو مختلف صفتوں اور ناموں سے بیان کیا اور پکارا جاتا ہے، ان میں سے ہر نام اور ہر صفت کو کسی نہ کسی مخلوق سے خاص مناسبت ہے اور وہ مخلوق اسی کے فیض سے دوسرے اسماوصفات کا فیض اخذ کرتی ہے۔ بس یہی اس مخلوق کا مبداالتعین ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ وہ فیض جو حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچتا ہے دو قسم کا ہوتا ہے ایک قسم تو وہ ہے جو ایجاد (موجود کرنا)، بقا (باقی رکھنا)، تخلیق (پیدا کرنا)، ترزیق (رزق دینا)، احیا (زندہ کرنا اور اماتت (مارنا) وغیرہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور دوسری قسم وہ ہے جو ایمان ومعرفت اور مراتب ولایت ونبوت کے تمام کمالات سے متعلق ہے۔ پہلی قسم کا فیض سب کو صفات کے ذریعے سے آتا ہے اور دوسری قسم کا فیض بعض کو صفات کے ذریعے سے اور بعض کو شیونات کے واسطے سے آتا ہے اور صفات اور شیونات کے درمیان بہت نازک فرق ہے جو محمدیٔ المشرب اولیا کے سوا اور کسی پر ظاہر نہیں ہوا۔ غرض کہ وہ صفات جو حق تعالیٰ کی ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں اور وہ شیونات (شیونات کا تعلق اعتبارات سے ہے) جو حق تعالیٰ کی ذات میں مجرد اعتبار ہیں آپس میں فرق رکھتے ہیں۔ ان کی مثال یوں سمجھئے کہ پانی کی فطرت ہے کہ وہ اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ یہ طبعی فعل اس میں حیات، علم، قدرت اور ارادت کا اعتبار پیدا کرتا ہے کیونکہ علم والے ثقل اور علم کے اقتضا کی وجہ سے اوپر سے نیچے کو آتے ہیں اور فوق کی طرف نہیں جاتے اور علم خود حیات کے تابع ہے اور ارادت علم کے تابع ہے۔ پھر ارادت میں قدرت کی قوت بھی ثابت ہے۔ پس یہ اعتبارات جو پانی کی ذات میں

ثابت کئے جاتے ہیں بمنزلہ شیونات کے ہیں۔ اگر ان اعتبارات کے باوجود پانی کی ذات میں صفات زائدہ ثابت کئے جائیں تو وہ وجود زائد کے ساتھ ہوں گے کیونکہ پانی کو پہلے اعتبارات کے لحاظ سے حی و قادر مرید نہیں کہہ سکتے بلکہ ان اسموں کے ثابت کرنے کے لئے صفاتِ زائدہ کا ثابت کرنا ضروری ہے۔

شیونات و صفات میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ مقامِ شیون، صاحبِ شان کے مواجہ اور روبرو ہے اور مقامِ صفات ایسا نہیں ہے۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اولیا کو جو آپ کے زیرِ قدم ہیں فیض ثانی، شیونات کے واسطے سے پہنچتا ہے اور دوسرے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان لوگوں کو جو ان کے زیرِ قدم ہیں یہ فیض بلکہ فیضِ اوّل بھی صفات کے واسطے سے پہنچتا ہے۔

اس تمہید کے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ صفاتِ وجودیہ، حقیقیہ، اضافیہ اور صفاتِ سلبیہ ان اسمائے حسنیٰ سے موصوف ہے جو کہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہیں اور اولیا اللہ کے کشفوں اور احادیث کے اشارات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتوں اور ناموں کے ظلال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات نبیوں اور فرشتوں کے مبادی تعینات ہیں اور ان اسماء و صفات کے ظلال دوسرے انسانوں اور مخلوقات کے مبادی تعینات ہیں۔

ظلال کی حقیقت

ظلال (جمع ظل) سے سایہ مراد نہیں ہے جو شبہ پیدا ہو کہ اللہ تعالیٰ اصلی لطافت میں کامل نہیں بلکہ ظلال مخلوقاتِ الٰہی میں سے وہ لطیفے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے پوری پوری مناسبت ہے اور اس مناسبت کے باعث اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات کے فیض کو مخلوق تک پہنچانے کے لئے واسطہ ہوتے ہیں اس مناسبت سے ان لطیفوں اور نسبتوں کو سمجھنے کی آسانی کے لئے ظلال کہا جاتا ہے، یا سکر کی حالت میں معلوم کیا جاسکتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے!

اِنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰى سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَاباً مِّنْ نُوْرٍ وَّ ظُلْمَةٍ (۱)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے لئے نور و ظلمت کے ستر ہزار حجاب ہیں۔

اور حضرت جبرئیلؑ نے کہا:

يَا مُحَمَّدُ انى دَنَوْتُ مِنَ اللّٰهِ دَنُواً مَا دَنَوْتُ مِنْهُ قَطُّ فَقَالَ وَ كَيْفَ قال كَانَ بَيْنِى وَ بَيْنَه' سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٌ مِّنْ نُّوْرٍ (۲)

۱۔ المعجم الکبیر: ج ٦، ص ۱۴۸۔ مسند الرویانی: ج ۲، ص ۲۱۲، رقم ۱۰۵۵۔ معجم ابن یعلیٰ: ج ۱، ص ۹۰، رقم ۸۲

۲۔ فیض القدیر: ج ۴، ص ۱۵۷

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اللہ تعالیٰ سے اتنا نزدیک ہو گیا تھا کہ کبھی اتنا نزدیک نہیں ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی کیا کیفیت تھی؟ جبرائیلؑ نے جواب دیا کہ میرے اور ذاتِ حق کے درمیان ستر ہزار نور کے پردے تھے۔

نیز مسلمؒ نے حضرت ابوموسیٰ سے روایت کیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حِجَابُهُ النُّوْرُ لَوْ كَشَفَهُ لَاَحْرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا انْتَهٰى اِلَيْهِ بَصَرُهٗ مِنْ خَلْقِهٖ (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا حجاب نور ہے اگر وہ اسے کھول دے تو جہاں تک اس کی نظر جائے اس کے چہرے کی عظمت اور جلال اس کی مخلوق کو جلا دے۔

بہت ممکن ہے کہ ان پردوں سے مراد ظلال ہی ہوں یعنی اگر ظلال نہ ہوتے تو دنیا اپنی ضعفِ استعداد اور پستیٔ مرتبہ کے باعث صفاتِ ذاتِ حق سے بغیر واسطۂ ظلال اقتباسِ فیض کے لئے غیر صالح ہونے کی وجہ سے مٹ جاتی بلکہ سرے سے ہی معدوم ہوتی اس لئے کہ

اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ○ (۲)

یقیناً اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

اور سَبْعُوْنَ کا لفظ عرب کے محاورے میں کثرت کے ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے پس احادیثِ شریفہ میں جو نور و ظلمت کے پردوں کا ذکر ہے یہ صوفیائے کرام کے قول کی تائید کرتا ہے اس لئے مومنوں کے مبادیٔ تعینات نور کے پردے ہیں جو اسم الھادی کے ظلال ہیں اور کافروں کے مبادیٔ تعینات ظلمت (سیاہی) کے پردے ہیں جو کہ اسم اَلْمُضِلّ کے ظلال ہیں۔ حضرت غوث الثقلینؒ فرماتے ہیں

حَرَقْتُ جَمِيْعَ الْحُجُبِ حَتّٰى وَصَلْتُ اِلٰى
مَقَامٍ لَقَدْ كَانَ جَدِّيْ فَاَدْنَانِيْ

میں نے تمام پردوں کو پھاڑ ڈالا یہاں تک کہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں میرے نانا تھے تو انہوں نے مجھ کو قریب کرلیا۔

مطلب یہ ہے کہ میں نے ظلال کے تمام مرتبوں کو طے کرلیا جس کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اور اس جگہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبدا تعین پر پہنچ گیا جو کہ اسماء و صفات کے مرتبہ میں ہے

۱۔ مسلم: ج ۱، ص ۱۶۱، رقم ۱۷۹۔ مسند ابی عوانہ: ج ۱، ص ۱۲۸، رقم ۳۷۹۔ احمد: ج ۴، ص ۴۰۵ ۲۔ العنکبوت: ۶

اور اس کو ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں۔ تمام تعینات کے مبادی اعتبارات ہی ہیں۔ سب سے پہلا اعتبار جو ظاہر ہوا وہ حب ہے اگر حُبّ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے!

كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (۱)

میں ایک چھپا ہوخزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔

اور دوسرا اعتبار کہ جو ظاہر ہوا وہ وجود ہے جو ایجاد کی تمہید اور مقدمہ ہے گو یا تعین وجود، تعین حبی کا ظل ہے اور تعین وجود کے لئے واسطہ ہے۔ ایک دوسری حدیث قدسی میں ارشاد فرمایا ہے:

لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ (۲)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمانوں (مراد عالم) کو پیدا نہ کرتا اور میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (۳)

سب سے پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے۔

آیہ کریمہ ہے:

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (۴)

اور جب ہم نے سب نبیوں سے ان کا عہد لیا اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) سے عہد لیا۔

اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کی پیدائش سب نبیوں سے پہلے ہوئی کیونکہ عالم ارواح کی ترتیب میں آپ کو مقدم بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُنْتُ اَوَّلَ النبيين فى الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِى الْبَعْثِ (۵)

۱۔ کشف الخفاء: ج۲، ص۱۷۳۔ ابن حجر، سیوطی، سخاوی اور زرکشی وغیرہ نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ المصنوع ج۱، ص۱۴۱، رقم ۲۳۲ ۲۔ یہ حدیث موضوع ہے، المصنوع: ج۱، ص۱۵۰، رقم ۲۵۵ ۳۔ نشر الطیب: ص۳

۴۔ الاحزاب: ۷ ۵۔ فردوس: ج۳، ص۲۸۲، رقم ۴۸۵۰۔ فیض القدیر: ج۵، ص۵۳

باعتبارِ پیدائش کے میں سب سے اوّل اور باعتبارِ بعثت کے سب سے آخری نبی ہوں۔

نیز حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

كُنْتُ اَوَّلَ النَّاسِ فِي الْخَلْقِ وَ اٰخِرَهُمْ فِي الْبُعْثِ (۱)

میں سب انسانوں میں بلحاظ پیدائش پہلا ہوں اور سب نبیوں میں باعتبار بعثت پچھلا۔

اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات کے کمالات سے اچھی طرح واقف ہے پس ان کمالات کو ظاہر کرنے کے لئے تعینِ ثانی یعنی تعینِ وجود کا صادرِ اوّل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا اور تمام کی پیدائش کا ذریعہ بنایا۔ پس اللہ تعالیٰ کی ذات جو کہ مرتبۂ علم میں ہے اور جس کا اظہار تعین وجودی کے صادرِ اوّل (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہوا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبدأ تعین صفت العلم یا شان العلم ہوا اور باقی مخلوق کے مبادیٔ تعینات صفت العلم کے ظلال ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبدأ تعین کے واسطہ سے باقی صفات باقی انبیاء اور ملائکہ کے تعینات کے مبادی ہیں اور باقی مخلوق کے مبادیٔ تعینات انبیا و ملائکہ کے مبادیٔ تعینات کے ظلال ہیں (حضرت عروۃ الوثقی خواجہ محمد معصوم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ تعینِ اوّل و تعینِ ثانی کے یہ معنی نہیں کہ حق تعالیٰ تنزل کر کے خُب ہو گیا یا وجود ہو گیا بلکہ اس کے معنی ایسا ظہور ہے جو تنزیہ کے لائق ہے اور جو انبیا علیہم السلام کے کلام کے مناسب ہے) اور چونکہ ہر صفت مختلف تعلقات کی بنا پر بہت سی جزئیات رکھتی ہے جیسے تکوین (وجود دنیا) کہ اس سے مختلف تعلقات کے اعتبار سے تخلیق (پیدا کرنا، ترزیق (رزق دینا)، احیا و اماتت (زندہ کرنا اور مارنا) وغیرہ جزئیات پیدا ہوئی ہیں، اس لئے یہ جزئیات بھی اپنے کلیات کی طرح مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں اور ہر صفت کلی کسی اولوالعزم نبی کا مبدٔ تعین ہے اور دوسرے اشخاص جن کے مبادیٔ تعینات اس کُلّی کے جزئیات ہیں اس اولوالعزم نبی کے تابع ہوں گے اور اس کے زیرِ قدم زندگی بسر کریں گے۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ فلاں شخص حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ قدم ہے اور فلاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے اور فلاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیرِ قدم ہے اور جب ان جزئیات کو سلوک کے طریقے پر ترقی ہوتی ہے تو اپنی کلیات سے جا ملتی ہیں اور ان کا مشاہدہ کلیات ہی کا مشاہدہ ہوتا ہے، فرق اصلی اور پیرو ہونے کا ہے اور وسیلہ اور بے وسیلہ کا ہے کیونکہ پیروی کرنے والا جو کچھ پاتا اور دیکھتا ہے یہ اصل کے وسیلے کے بغیر ممکن نہیں ہے، اگرچہ بعض وقت اپنی کمزوری کی وجہ سے اصل کو واسطہ نہیں جانتا حالانکہ حقیقت میں اصل اس کے اور مشہود

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۳ ص ۴۹

کے درمیان اس طرح سے واقع ہوتا ہے جو خود مانع نہ ہو کر اس کے مشاہدہ کو قوی کرتا ہے، جیسا کہ عینک، کہ اس کے واسطے سے دیکھنے والا بعض اوقات اس کا واسطہ ہونے سے بالکل بے خبر ہو جاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ کہ عینک ہی مشاہدہ کی صفائی کا سبب ہے۔ نیز جو لوگ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہیں ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ تبدیل ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم ہو جائیں۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم آ جائیں بلکہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم رہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رب، رب الارباب ہے اور آپ کا واسطہ سب واسطوں کی اصل ہے۔

ملائکہ اور انبیا کے مبدأ تعینات میں یہ فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتیں اپنے ظہور اور دنیا کے لئے مصادرِ وجود (ہونا) کے اعتبار سے نبیوں کی تربیت کرنے والی ہیں اور اپنے بطون اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ قیام کے اعتبار سے فرشتوں کی تربیت کرنے والی ہیں پس فرشتوں کی ولایت نبیوں کی ولایت کی نسبت حق تعالیٰ سے زیادہ قریب ہوئی اسی لئے اس ولایت کا نام ولایت علیا ہوا۔ لیکن فرشتے اس مقام سے ترقی نہیں کر سکتے جیسا کہ آیہ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے!

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۝ (۱)

ہم فرشتوں میں سے کوئی ایسا نہیں کہ جس کا ایک مقام مقرر نہ ہو۔

البتہ نبی فرشتوں کے مقام پر بھی ترقی کر سکتے ہیں اور ان سے بالاتر بھی ان مرتبوں پر کہ جہاں فرشتے پر نہیں مار سکتے اور وہ نبوت کے کمالات اور نبی اولوالعزم کے کمالات ہیں۔ اس کے علاوہ انبیاء علیہم السلام اور بھی بہت سے کمال حاصل کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیا علیہم السلام فرشتوں سے افضل اور اعلیٰ ہیں اور ان کی ولایت، ولایتِ کبریٰ ہے اور انبیا علیہم السلام کو ملائکہ پر اس لئے فضیلت ہے کہ نبوت بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ آیہ کریمہ

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا (۲)

اور اگر ہم رسول کا مددگار کوئی فرشتہ بناتے تو اس کو بھی آدمی ہی بناتے۔

اس پر دال ہے۔ یہ تجلیاتِ ذاتیہ بحتہ سے ہے۔ جب سالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بالواسطہ یا بلاواسطہ صحبت کی تاثیر حاصل کر کے مقامِ قلب سے ترقی کرتا ہوا اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کی طرف آتا ہے اور اتنا قرب حاصل کر لیتا ہے جو اس کا مبدٔ تعین ہے اس وقت سالک کو اصطلاحاً ولی کہنا چاہئے۔

۱۔ الصافات: ۱۶۴ ۲۔ الانعام: ۹

مسئلہ: صوفی ہر وقت ترقی کرتا رہتا ہے

ومن استویٰ یوماہ فھو معبون (۱)

جو اپنی حالت پر ایک دن بھی رکا رہا تو وہ خسارہ میں ہے۔

صوفی کو ہر وقت کوئی نہ کوئی رتبہ ملتا رہتا ہے جو کہ پہلے مرتبوں سے بہتر ہوتا ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

سیر زاہد ہر شبے یک روزہ راہ
سیرِ عارف ہر دمے تاتخت شاہ

زاہد کی سیر ہر روز ایک دن کی راہ ہے اور عارف کی سیر ہر وقت بادشاہ کے تخت تک ہے۔

مسئلہ: زیادہ قربِ الٰہی والے اولیا کی عبادت کا ثواب ان سے زیادہ ہے جو قرب میں ان سے کم ہیں اور قرب کے علم کو اللہ تعالیٰ کے علم پر رکھنا چاہئے۔ (یہ مضمون مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ و ارشاد الطالبین مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی سے ماخوذ ہے۔ مزید تفصیل و اطمینان کے لئے ان کی طرف رجوع کریں)۔

۱۔ بیہقی / کتاب الزہد الکبیر: ج ۲، ص ۳۶۷، رقم ۹۸۷، الفردوس: ج ۳، ص ۶۱۱، یہ روایت ضعیف ہے۔ اسے موضوعات میں بھی شمار کیا گیا ہے۔ المصنوع: ج ۱، ص ۱۷۴، رقم ۳۱۱

عالمِ خلق، عالمِ امر، عالمِ مثال، عالمِ کبیر وصغیر، جسمِ مثالی

اہلِ کشف پر یہ بات ظاہر ہوئی ہے اور قرآن شریف کے اشارات اور احادیث سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مخلوقات مادہ اور مقدار والی پیدا کی ہیں، اِن کو مادیات کہتے ہیں۔ تمام آسمانی جسم (مثل ستارے، سیارے، سورج، چاند، ہوا، پانی، مٹی، آگ وغیرہ) مادیات کہلاتے ہیں اور بعض مخلوقات مادہ اور مقدار سے خالی پیدا کی ہیں ان کو مجردات کہتے ہیں۔ انسانی روحیں اور دیگر لطیفے یعنی قلب، سِر، خفی اور اخفیٰ مجردات ہیں اور یہ جو صوفیائے کرام نے کہا ہے کہ یہ لطائف فوق العرش (عرش کے اوپر) ہیں اس سے یہی مراد ہے کہ مادے سے الگ اور اوپر کے درجے میں ہیں۔ مادیات کو عالم خلق یا عالم شہادت یا عالم اجساد یا اجسام کہتے ہیں اور مجردات کو عالم امر یا عالم غیب یا ارواح کہتے ہیں۔ اگرچہ علم کلام والوں نے مجردات کا انکار کیا ہے مگر انکار بلادلیل ہے اور فلسفہ والے اگرچہ اس کو مانتے ہیں مگر وہ اس لئے گمراہ ہو گئے کہ مجردات کو قدیم ماننے لگے اور عقول کے قائل ہیں یعنی حکما مانتے ہیں کہ پہلے حق تعالیٰ نے ایک فرشتہ پیدا کیا پھر اس فرشتے نے ایک فرشتہ اور ایک آسمان پیدا کیا پھر دوسرے فرشتے نے تیسرا فرشتہ اور دوسرا آسمان پیدا کیا اسی طرح دس فرشتے اور نو آسمان پیدا ہو گئے اور دسویں فرشتے نے تمام دنیا کو حق تعالیٰ کے حکم سے پیدا کیا اور یہ عقیدہ سراسر گمراہی اور خلاف نقل وعقل ہے جیسا کہ اس فن کی کتابوں میں لکھا ہے، عرشِ مجید حق تعالیٰ کی عجیب وغریب مصنوعات میں سے ہے اور عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان حد فاصل ہے اور دونوں کا رنگ رکھتا ہے اور اگرچہ زمین کی نسبت آسمانوں کے ساتھ زیادہ مناسبت ہونے کی وجہ سے آسمانوں میں گنا جاتا ہے لیکن ان دونوں سے الگ ہے اور اس کے احکام وآثار ان دونوں کے احکام وآثار سے جدا ہیں۔

عالمِ مثال

ایک عالم ہے جو عالمِ خلق اور عالمِ امر کے بین بین ہے اس کو برزخ بھی کہتے ہیں۔ مرنے کے

بعد قیامت تک اسی میں رہنا ہوگا اور خواب میں بھی عالمِ مثال کے احوال ظاہر ہوتے ہیں۔ بعض بزرگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عالمِ مثال مقداری ہے مگر مادی نہیں۔ پس مقدار ہونے کے اعتبار سے عالمِ خلق سے مشابہ ہے اور غیر مادی ہونے کی حیثیت سے عالمِ امر سے ملتا ہوا ہے۔

فائدہ: چونکہ عالم امر میں مقدار نہیں اور مقدار سے حدود لازم آتی ہیں اس لئے عالمِ امر غیر محدود ہے اور چونکہ عالمِ امر میں مادہ بھی نہیں ہے اور کمزوری اور کسی دوسری چیز کا اثر قبول کرنے کا زیادہ سبب مادہ ہوتا ہے اس لئے عالم امر کے موجودات میں قوت بھی زیادہ ہے۔

عالمِ کبیر

تمام کائنات کے مجموعے کو عالم کبیر کہتے ہیں خواہ وہ عالمِ خلق یعنی نفس ناطقہ اور عناصر اربعہ (آگ، پانی، مٹی، ہوا) ہو، یا عالمِ امر یعنی قلب، روح، سِر خفی، اخفی ہو۔

عالمِ صغیر

اس سے مراد انسان ہے جو کہ لطائفِ عشرہ عالمِ خلق و امر (دسوں لطیفوں) سے مرکب ہے اور ان دس لطیفوں کی اصل عالم کبیر میں ہے۔

جسمِ مثالی

اہل کشف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے اور احادیث بھی اس کی تائید کرتی ہیں۔ مثلاً ایک روایت میں ہے کہ ''قبلے کی یعنی سامنے کی دیوار اور میرے درمیان جنت و دوزخ کی صورت دکھائی گئی'' اور اسی حدیث میں ہے کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے پھلوں کا ایک خوشہ لینے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں ایک جسم عنصری کہ دنیا میں رہتا ہے اور آخرت میں اسی جسم کے ساتھ اٹھایا جائے گا اور اسی پر ثواب و عذاب ہوگا اور دوسرا جسم مثالی کہ عالم مثال میں موجود ہے اور خواب میں نظر آتا ہے اور حقیقی روح جو امر رب سے ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے!

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (۱)

کہہ دیجئے کہ روح میرے ربّ کے امر سے ہے۔

(نہ کہ طبی روح کہ اس کا تعلق صرف جسم عنصری سے ہے) دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے۔ جاگنے کی حالت میں اس روح کی توجہ جسم عنصری کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور سونے یا بے ہوشی و

۱۔ الاسراء: ۸۵

استغراق وغیرہ کی حالت میں یہ جسم مثالی کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے پس بے ہوشی یا سونے کی حالت میں روح کے جسم سے نکلنے اور عالم مثال میں جانے سے یہی مراد ہے کہ جسم عنصری سے تعلق کمزور ہوکر جسم مثالی سے بڑھ جاتا ہے اور پھر جاگنے اور ہوش کی حالت میں عالم مثال سے بدن میں آنے سے یہی مراد ہے کہ جسم مثالی سے تعلق کمزور ہوکر جسم عنصری کے ساتھ زیادہ ہو جاتا ہے۔

(عالمِ مثال اور جسمِ مثال کی کچھ تفصیلات آگے ملاحظہ فرمائیے)

لطائفِ عشرہ کا بیان

بذریعہ کشف یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان دس لطیفوں سے مرکب ہے ان میں پانچ یعنی قلب، روح، سر، خفی اور اخفی، عالمِ امر سے ہیں اور پانچ یعنی نفس (ناطقہ) آگ، پانی، ہوا اور مٹی، عالم خلق سے۔ عالم امر کا مطلب یہ ہے کہ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○ (۱)

بے شک اس کا امر (حکم) یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے اس کو ہو جا، تو وہ اسی وقت ہو جائے۔

پس جو دنیا کن کے کہتے ہی بن گئی وہ عالمِ امر ہے اور عالمِ مجردات بھی اسی کو کہتے ہیں اور عالمِ خلق کے لطیفوں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ بتدریج یعنی وقفہ کے بعد آہستہ آہستہ پیدا ہوئے ہیں۔ قولہ تعالیٰ:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (۲)

بیشک تمہارا رب وہی ہے جس نے پیدا کیا زمین و آسمان کو چھ دن میں۔

بزرگوں نے ان لطائف کو ایک دائرے کی صورت میں ظاہر کیا ہے۔ نصف دائرہ عرش کے اوپر عالم امر میں ہے اور نصف دائرہ عرش کے نیچے عالمِ خلق میں ہے اس کو عالمِ امکان بھی کہتے ہیں اور یہ عالم امر کو بھی شامل ہے یعنی عالم امر کے اصول بالائے عرش ہیں اور فروع عرش کے نیچے عالم خلق کے ساتھ ہیں لیکن نصف دائرہ بالائے عرش میں عالم خلق نہیں ہے۔ اس دائرے کی صورت یہ ہے:

۱۔ یٰس: ۸۲ ۲۔ یونس: ۳

جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی شکل کو بنایا تو اس کے بدن میں عالمِ خلق کے ساتھ عالمِ امر کے لطائف کا بھی چند جگہوں میں تعلق پیدا کیا تا کہ عالمِ امر کا جذب اور عشق پیدا ہو، اور یہ بدنِ انسانی جو عالمِ خلق میں ہے اس کو عالمِ امر کی طرف لے جا کر آخرت کی بھلائی اور ہمیشہ کی نجات حاصل کرائیں۔ پس وہ تعلق جو عالمِ امر کا عالمِ خلق یعنی بدن انسانی کے ساتھ ہے یہ ہے:

پہلا لطیفۂ قلب

یہ ایک مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) صنوبری یا مخروطی شکل کا بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ذرا پہلو کی طرف جھکا ہوا اس شکل کا ہے اور اس کا نور زرد ہے زمین کی رنگت کا یا سرسوں کے پھول جیسا۔

دوسرا لطیفۂ روح

اس کا مضغہ یا مقام جسم انسانی میں دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر پہلو کی طرف جھکا ہوا ہے اس کا رنگ سرخ سنہری مائل یعنی جیسا کہ سونے کا رنگ ہوتا ہے۔

تیسرا لطیفۂ سِرّ

اس کا مقام بائیں پستان کے برابر میں سینے کی طرف کو دو انگشت کے فاصلے پر ہے۔ اس کا نور سفید ہے۔

چوتھا لطیفۂ خفی

اس کا مقام دائیں پستان کے برابر میں سینے کی طرف کو جھکا ہو دو انگشت کے فاصلے پر ہے۔ اس کا نور سیاہ ہے۔

پانچواں لطیفۂ اخفی

اس کا مقام سینے کے وسط میں ہے۔ اس شکل کا اس کا نور سبز ہے۔

یہ تمام لطائف اپنے اصول کے ساتھ مجرد نور اور صاف چمک اور روشنی سے بھرپور تھے۔ اور ہر وقت اپنی اصل کی طرف سیر کر کے مشاہدۂ حق میں لگے رہتے تھے۔ لیکن اس عالمِ خلق میں اپنی پڑوسنوں یعنی بری صفتوں کے میل سے خراب ہو کر اپنے اصلی وطن کو بھول گئے، ان کا رجحان اسفل کی

طرف ہو گیا اور ملاءِ اعلیٰ کی کچھ بات یاد نہ رہی مگر جن کے دلوں میں ایمان قائم رہا اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے غیر ممنون اجر مرتب ہوا۔ کقولہ تعالیٰ!

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍO ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَO اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍO (۱)

بے شک ہم نے آدمی کو بہت اچھے انداز ے میں پیدا کیا پھر ہم نے اس کو سب سے نیچے پھینک دیا سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے پس ان کے لئے بے انتہا ثواب ہے۔

اور ان لطائف کی بری پڑوسنیں بری صفتیں یہ ہیں۔ شہوت جو قلب سے تعلق رکھتی ہے اور اس کو اپنی طرف کھینچ کر محبوبِ حقیقی سے غافل کر دیتی ہے۔ روح کے ساتھ غصہ و غضب ہے، جس نے روح کی نورانیت کو زائل کر کے درندوں جیسی عادت پیدا کر دی ہے۔ لطیفہ سر کے ساتھ حرص ہے، جس نے اس کو اپنا متوالا بنا کر ذاتِ الٰہی کے مشاہدے سے محروم کر دیا اور طلب مال، زنا، چوری اور خونریزی وغیرہ کی بری عادات انسان کے اندر بھر دیں۔ لطیفۂ خفی کے ساتھ حسد اور بخل ہے کہ اصل میں ایک ہی چیز ہے جو دو کام کرتی ہے اور اس لطیفہ کی سیاہی کو جو ملاء اعلیٰ کے مقامات دکھانے والی اور بطن البطون کے پردوں میں آنکھ کی سیاہ پتلی کی مانند دیکھنے والی ہے بے نور کر دیتی ہے۔ اور لطیفۂ اخفی کے ساتھ تکبر اور فخر ہے۔ جس نے اس لطیفے کو مکدر اور میلا کر کے سرکشی اور نافرمانی کی طرف دھکیل دیا اور غضبِ الٰہی میں مبتلا کر کے راندۂ درگاہ بنا دیا ہے۔ (العیاذ باللہ)

اب جاننا چاہئے کہ عالمِ امر کے ان پانچوں لطیفوں کے کمالات کے اعتبار سے ولایت کو پانچ درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر ایک درجہ اولوالعزم نبیوں میں سے کسی ایک نبی کے زیرِ قدم ہے اور صفاتِ حقیقیہ سے ہر ایک کلی ایک ایک اولوالعزم نبی کا مبدِ تعین ہے اور اس کے اجزا دوسرے نبیوں اور انسانوں کے مبادیٔ تعینات ہیں اور وہ صاحبِ جزئی اپنے صاحب کلی سے تبعیت اور پیروی کے طور پر فیض اخذ کرتا اور اس اولوالعزم پیغمبر کے زیرِ قدم کہلاتا ہے اور اس پیغمبر کے مشرب والا کہا جاتا ہے۔

تمام اولوالعزم انبیا علیہم السلام کے زیرِ قدم دوسرے انبیاؑ ہوتے ہیں اور ہر نبی کے زیرِ قدم ایک ولی ضرور ہوتا ہے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں۔ پس ہر زمانے میں انبیا علیہم السلام کی تعداد کے موافق اولیا کی تعداد ضرور رہی ہے۔

ا۔ التین: ۴،٦

عالمِ امر کے لطائفِ خمسہ کی ولایت کو انبیا کرام علیہم السلام کے زیرِ قدم کہنے کا مطلب یہ ہے کہ انبیا کرامؑ کو جو قربِ ولایت اصل کے مقام میں حاصل ہوا ہے سالک کو اس قرب کا ظل حاصل ہوتا ہے مثلاً لطیفہ روح میں جو قرب سالک کو حاصل ہوتا ہے وہ ولایت خلیلی کا ظل ہے وقس علیٰ ہذا۔ نیز جاننا چاہئے کہ یہ انبیاؑ کی ولایت کا ذکر ہے مقام نبوت اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے اور معارف مقام نبوت معارف ولایت سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے بلکہ ان سے ارفع و افضل و وراء الوراء ہیں۔

پس ولایت کا پہلا درجہ جو مرتبۂ قلب ہے حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے اور اس درجے والے کو آدمی المشرب کہتے ہیں، اور ان کا رب (تربیت کرنے والا) صفت التکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے۔ پس آدمی المشرب صفاتِ افعالیہ کی تجلی کا فیض اخذ کرتا اور اپنے اسم قیوم کی سیر اسی کی متابعت میں نقطہ تک پہنچاتا ہے اور دوسرے اسماوصفات کی تجلّیات بھی اسی کے ضمن میں حاصل کرتا ہے۔ ولایت کا دوسرا درجہ جو مقامِ روح ہے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے اور حضرت نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں، اس درجے والے کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب صفت العلم ہے جو صفاتِ ذاتیہ میں سے اجمع ہے۔ ابراہیمی المشرب صفاتِ ذاتیہ ثبوتیہ کی تجلیات کا فیض حاصل کرتا ہے۔

ولایت کا تیسرا درجہ مقامِ سر ہے جو حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے اس درجہ والے کو موسیٰ المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب مقام شیونات سے شان الکلام ہے۔ اس مقام کا سالک موسوی المشرب کہتے ہیں اور ان کا رب مقام شیونات سے شان الکلام ہے۔ اس مقام کا سالک موسوی المشرب شیون واعتباراتِ ذَاتیہ کا فیض حاصل کرتا ہے۔

ولایت کا چوتھا درجہ مقام خفی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے۔ ان کا رب صفاتِ سلبیہ سے ہے جو مقام تقدیس وتنزیہ ہے نہ کہ صفاتِ ثبوتیہ سے اور اکثر ملائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں اور ان کو اس مقام میں شان عظیم حاصل ہے اس مقام والے کو عیسوی المشرب کہتے ہیں جو صفات سلبیہ کا فیض حاصل کرتا ہے جو تقدیس وتنزیہ کا مقام ہے۔

ولایت کا پانچواں درجہ جو مقام اخفیٰ ہے حضرت خاتم الرسل محمد مصطفیٰ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیرِ قدم ہے اس درجہ والے کو محمدی المشرب کہتے ہیں، ان کا رب، رب الارباب ہے جو صفات و شیونات وتقدیسات وتنزیہات کا جامع اور ان کمالات کے دائرے کا مرکز ہے اور شانوں اور صفتوں

کے مرتبے میں اس رب جامع کی تعبیر شان العلم کے ساتھ مناسب ہے کیونکہ یہ شان عظیم الشان تمام کمالات کی جامع ہے) اسی مناسبت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہوئی اور ان کا قبلہ ان کا قبلہ بنا (علیہما الصلوٰۃ والسلام) محمدی المشرب شان جامع کا فیض اخذ کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ولایت کے درجات کا ایک دوسرے سے افضل ہونا ان کے پہلے یا پیچھے ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ صاحب قلب سب سے کم درجے میں ہے اور صاحبِ اخفیٰ سب سے افضل ہے بلکہ اصل سے قرب اور دور ہونے اور ظلال کے درجوں کی منزلوں کو زیادہ اور کم طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ پس ہوسکتا ہے کہ صاحبِ قلب اصل سے قریب ہونے کے اعتبار سے صاحب اخفیٰ سے جس کو یہ قرب حاصل نہیں افضل ہو اور ولایت کے ان پانچوں مرتبوں میں استعداد کا کامل ہونا اس کے اخیری نقطے تک پہنچنے سے وابستہ ہے۔ ایسے سالک کو تام الاستعداد یا تام المعرفت کہتے ہیں۔ نیز ولایت کے مرتبوں میں فرق جو ذکر کیا گیا ہے یہ اولیا کرام کے لئے ہے اور انبیا علیہم السلام اس تفاوت سے بالاتر ہیں۔ پس نبی کی ولایت جو مقام قلب سے حاصل ہوئی ہو ولی کی ولایت سے جو مقام اخفی سے حاصل ہوئی ہو افضل ہے اگر چہ اس ولی نے اخفی کے کمالات کو انجام تک پہنچایا ہو اور اس صاحبِ ولایت کا سر ہمیشہ اس ولایت کے نبی کے زیرقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۝ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ (۱)

بے شک ہمارے مرسل بندوں کے لئے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ یہی فتح مند ہیں اور یہی ہمارا لشکر غالب ہے۔

ہاں یہ فرق انبیا علیہم السلام کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ عالم امر کے دائرے کمالات کے اخیر تک ہے اس سے اوپر یہ فرق متصور نہیں ہے۔ قولہ تعالیٰ:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (۲)

یہ سب پیغمبر، ان میں ہم نے بعض کو بعض پر بڑائی دی۔ ان میں کسی سے اللہ نے کلام کیا اور بعضوں کے درجے بلند کئے۔

۱۔ الصافات: ۱۷۱، ۱۷۳ ۲۔ البقرہ: ۲۵۳

جب سالک شیخ کامل کی صحبت اور توجہات کے فیض سے سلوک کا راستہ طے کرتا اور لطائفِ خمسہ میں ذکر کرتا ہے تو ان بری خصلتوں کی اصلاح ہوکر عالم امر کے لطائف نورانی ہوکر اپنے اصول میں جا پہنچتے ہیں اور ان کی کشش حق تعالیٰ کی طرف ہو جاتی ہے اور مقاماتِ عشرۂ سلوک (جن کا بیان آگے آئے گا) حاصل کر لیتا ہے تو اس کو اپنی حقیقت کے موافق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے، اسی کو سیر قدمی یا وصول کہتے ہیں۔ اپنے مقام سے آگے سالک کی سیر قدمی نہیں ہوتی البتہ سیر نظری ہوتی ہے جس کو حصول بھی کہتے ہیں اور اس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ پس سیر قدمی یعنی وصول، مقام سے تعلق رکھتی ہے جو سالک کا مبدا التعین ہے اور سیر نظری یعنی حصول حال سے تعلق رکھتی ہے جو دوسرے کاملین کا مقام ہے واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

مقاماتِ عشرہ سلوک

صوفیائے عظام نے سلوک کے طے ہونے کی بنیاد دس عادتوں کے حاصل ہونے پر رکھی ہے، ان کو اصطلاح میں مقاماتِ عشرہ کہتے ہیں، ان کا پہلا مقام توبہ ہے اور آخری رضا اور ان کے درمیان میں آٹھ مقامات ہیں:

۱۔ زُہد، ۲۔ توکّل، ۳۔ قناعت، ۴۔ عُزلت، ۵۔ ہمیشگیٔ ذکر، ۶۔ توجہ، ۷۔ صبر، ۸۔ مراقبہ۔

اور ان کو اصولِ عشرہ بھی کہتے ہیں۔ ان مقاماتِ عشرہ کا طے کرنا تجلیات ثلاثہ یعنی ۱۔ تجلی افعال، ۲۔ تجلی صفات، ۳۔ تجلی ذات، کے ساتھ وابستہ ہے اور مقام رضا کے سوا سب کے سب تجلی افعال اور تجلی صفات کے ساتھ وابستہ ہیں اور رضا تجلی ذاتِ تعالیٰ وتقدس کے ساتھ وابستہ ہے اور انعامات اور تکلیفات میں سے جو کچھ محبوب کی طرف سے پہنچے محبت ذاتی کی وجہ سے محبّ کے حق میں برابری کو لازم کرتی ہے پس محبت ذاتی سے رضا حاصل ہوجاتی اور کراہیت و ناپسندیدگی جاتی رہتی ہے۔ باقی نو مقامات بھی تجلی افعال و صفات میں اسی طرح سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً جس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اپنے اوپر اور تمام چیزوں پر حاوی دیکھتا ہے تو بے اختیار توبہ و انابت کی طرف رجوع کرتا ہے اور ڈرتا رہتا ہے، پرہیزگاری اپنا طریقہ بناتا ہے، جو کچھ خدا کی طرف سے مقدر ہے اس پر صبر کرتا اور بے سروسامان ہونے کی پروانہ کر کے قناعت کو اپنا پیشہ بناتا ہے اور جب اس کو نعمتوں کا مالک جانتا ہے اور بخشش کا ہونا یا نہ ہونا اسی سے پہچانتا ہے ناچار شکر کے مقام میں آتا اور توکل کو اپنا پیشہ بناتا ہے۔ جب حق سبحانہ وتعالیٰ کی مہربانی اور شانِ رحمت کو جلوہ فرما دیکھتا ہے تو رجا (امید) کے مقام میں آجاتا ہے اور یہی پڑھتا ہے۔

گر بخوانی ور برانی بندہ ایم

اگر اے خدا! تو اپنے دروازے سے ہمیں ہنکائے اور یا بلائے ہم تیرے بندے ہیں
اور تیرے سوا کوئی اور نہیں رکھتے۔

اور جب اس کی عظمت اور کبریائی کو مشاہدہ کرتا ہے تو کمینی دنیا اس کی نظر میں ذلیل اور بے

اعتبار معلوم ہونے لگتی ہے، ناچار دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوجاتی ہے اور فقر اور زُہد اختیار کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ ان مقامات کا حصول تفصیل اور ترتیب کے ساتھ سالک مجذوب کے لئے ہے اور مجذوب سالک کے حق میں ان مقامات کا حاصل ہونا اجمال کے طور پر ہے کیونکہ اس کو عنایت ازلی سے محبت میں گرفتار کیا ہے جس کی وجہ سے ان مقامات کی تفصیل میں مشغول نہیں ہوسکتا بلکہ اس محبت کے ضمن میں ان مقامات کا نچوڑ اور ان منزلوں کا خلاصہ مکمل طور پر اس کو حاصل ہے، جو کہ صاحب تفصیل کو میسر نہیں ہوا۔ مقاماتِ عشرہ کے حصول کا آسان طریقہ اور جذبہ اور سلوک کا ضروری بیان حصہ اوّل میں ہو چکا ہے۔ اب نفس کی ضروری توضیح درج کی جاتی ہے کیونکہ اسی کے اطمینان پر مقاماتِ مذکورہ کے حصول کا دارومدار ہے۔

حقیقتِ نفس

انسان کے اندر ایک طاقت ہے جس سے وہ کسی چیز کی خواہش کرتا ہے خواہ وہ خواہش بھلائی کی ہو یا برائی کی، اس کو نفس کہتے ہیں۔ پس اگر نفس اکثر برائی کی طرف خواہش کرے اور اس پر شرمندہ بھی نہ ہو تو اس وقت نفس امارہ کہلاتا ہے یعنی برائی کی طرف زیادہ امر (حکم) کرنے والا۔ قال اللہ تعالیٰ!

اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌ ۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ (۱)

بے شک نفس زیادہ برائی کی طرف حکم کرنے والا ہے مگر جبکہ میرا رب رحم فرمادے۔

اسی مرتبہ کو ہویٰ کہتے ہیں اور

وَاتَّبَعَ هَوَاهُ

اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی،

میں خواہش کا یہی مرتبہ مراد ہے اور کبھی کبھی بھلائی کی بھی خواہش کا پیدا ہونا نفس کو امارگی سے نہیں نکالتا کیونکہ زیادہ حکم کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ہمیشہ ہی برائی کا حکم کرے اور اگر نفس اپنے کئے پر شرمندہ بھی ہونے لگے تو اس وقت لوامہ کہلاتا ہے۔ لوامہ کے معنی ہیں بہت ملامت کرنے والا۔ آیہ کریمہ

وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ۝ (۲)

اور قسم کھاتا ہوں میں بہت ملامت کرنے والے نفس کی۔

۱۔ یوسف: ۵۳ ۲۔ القیامہ: ۲

اسی مرتبے کا پتہ دیتی ہے۔ پس جب نفس خوب سنور جاتا ہے اور اکثر بھلائی کی خواہش کرتا ہے تو نفس مطمئنہ کہلاتا ہے یعنی نیکی کی طرف اطمینان پکڑنے والا۔ اگرچہ کبھی اس میں برائی کی بھی خواہش پیدا ہو جائے، بشرطیکہ اس خواہش پر اصرار اور عمل نہ ہو، کیونکہ محض رغبت بغیر عمل سکون اور اطمینان کی نفی نہیں کرتی البتہ عمل بھی واقع ہوں تو مطمئنہ نہ رہے گا۔

غرض بھلائی اور برائی کی دونوں خواہشیں نفس ہی سے متعلق ہیں۔ البتہ ہر خواہش کے اسباب جدا جدا ہیں بعض تو مشاہدہ ہیں جیسے نصیحت و نیک صحبت وغیرہ، نیکی کی خواہش کے لئے اور اغوا (بہکانا) اور بری صحبت برائی کی خواہش کے لئے اور بعض اسباب ایسے ہیں جو مشاہدے میں نہیں آتے، جیسے فرشتے کا القا بھلائی کی خواہش کے لئے، اور شیطان کا القا برائی کی خواہش کے لئے۔ اسی کو حدیث شریف میں لَمَّةُ الْمَلَكْ اور لَمَّةُ الشَّيْطَان اور اِيْعَادُ بِالْخَيْر اور اِيْعَادُ بِالشَّرْ سے تعبیر فرمایا ہے۔ بزرگوں نے جو رخصت کو چھوڑ کر عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے اور مباحات کے ترک کو اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ وہ اس لئے نہیں ہے کہ مباحات کی خواہش ہوائے نفسانی ہے بلکہ اس بنا پر ہے کہ وہ ہوا (خواہش) کی طرف لے جانے والی نہ ہو جائے۔ اس تقریر میں غور کرنے سے امید ہے کہ اس قسم کے سب شبہات دور ہو جائیں گے۔

توحیدِ وجودی، توحیدِ شہودی

جب سالک عشقِ الٰہی کے راستے کی منزلوں سے گزرتا اور راہِ سلوک طے کرتا ہے تو عجیب و غریب احوال و واردات سے مشرف ہوتا ہے۔ اور غلبۂ عشق الٰہی میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ ماسوائے حق اس کی نظر سے بالکل پوشیدہ ہو جاتا ہے اور اس حال کے غلبے میں

اَنَا الْحَقُّ اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْٓ

میں خدا ہوں اور میں سبحان ہوں، میری شان بڑی ہے۔

وغیرہ قسم کے الفاظ اس کی زبان سے نکلنے لگتے ہیں۔ پس اس قسم کے الفاظ بظاہر شریعت کے خلاف نظر آتے ہیں اور اس قسم کے الفاظ کہنا غیر مغلوب الحال اشخاص کے لئے کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ صوفیوں کا ایک گروہ اس قسم کے الفاظ کا زبان سے نکلنا توحید وجودی کی وجہ سے سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ جب سالک ایک کو موجود جانتا اور اس کے غیر کو نیست و نابود سمجھتا ہے اور غیر کو معدوم جانتے ہوئے بھی اسے اس ایک کا مظہر اور جلوہ گاہ خیال کرتا ہے تو اس قسم کے الفاظ سالک مغلوب الحال کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ اسی کو وہ توحید وجودی کہتے ہیں، اس گروہ کے امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، ان سے پہلے مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید وجودی کی خبر دیتی ہیں لیکن توحید شہودی کے مطلب کے زیادہ قریب ہیں۔ امام موصوف کے بعد کے بزرگوں نے امام موصوف کی تقلید میں اس توحید کی خبر دی اور اس مقام پر قیام کیا ہے۔ لیکن ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس قسم کے سکر یہ کلمات یعنی انا الحق وغیرہ توحید شہودی سے ہیں اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربیؒ کو اس مقام میں خطائے اجتہادی واقع ہوئی ہے اور طریقت کی خطائے اجتہادی، فقہ (ظاہر شریعت) کے مجتہد کی خطائے اجتہادی کی طرح قابل عمل اور باعث ثواب نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ انا الحق کے معنی یہ ہیں کہ حق ہے اور میں نہیں ہوں۔ کیونکہ سالک جب اپنے آپ کو نہیں دیکھتا تو اپنا اثبات نہیں کرتا نہ یہ کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور اس کو حق کہتا ہے کہ یہ خود کفر ہے۔ پس سالک کی نگاہ میں ایک (ذات حق) کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا اور اسی کو

حضرت موصوف توحیدِ شہودی فرماتے ہیں۔ (رمز) توحیدِ وجودی میں سب کے وجود کا انکار کر کے ایک ذات کا وجود ثابت کرتا ہے اور ہر وجود کو اسی ذات کا وجود جان کر ہزار ہا بتوں کی پرستش کرتا ہے اور توحیدِ شہودی میں تمام وجودوں کو ثابت کرتے ہوئے ان سب کو توجہ کے نا قابل جانتا اور ایک ہی ذات واجب الوجود کو اپنا قبلہ بنا کر ایک کی پرستش اور ماسویٰ کی نفی کرتا ہے اور ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ پس توحیدِ وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ بعض سالکوں کو یہ گھاٹی پیش بھی نہ آئے اور وہ اس کا بالکل ہی انکار کر دیں لیکن توحیدِ شہودی عین الیقین کی قسم سے ہے اور فنا و بقا اور ولایتِ صغریٰ و کبریٰ کے کمالات حاصل کرنے کے لئے اس کا ہونا ضروری ہے تا کہ فنا ثابت ہو جائے اور ماسویٰ کا نسیان حاصل ہو جائے کیونکہ کمال اس صورت میں ہے کہ چیزیں موجود ہوں اور سالک کمال فنا اور اپنے مطلوب حقیقی کے ساتھ پوری پوری محویت کے باعث کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے بلکہ کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے اور کوئی چیز اس کی بصیرت (دل) کی آنکھوں میں نہ آئے۔ اگر چیزیں موجود نہ ہوں تو فنا کس سے ثابت ہوگی اور فانی کس سے ہوگا اور کس کو فراموش کرے گا اس لئے بزرگوں سے جہاں اس قسم کا کلام صادر ہوا ہے یہی مراد لینی چاہئے، مثلاً حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے سبحانی ما اعظم شانی فرمانے کا مقصد حق تعالیٰ شانہ کی پاکیزگی اور بزرگی بیان کرنا ہے اپنی پاکیزگی اور بزرگی بیان کرنا مقصود نہیں ہے کیونکہ جب سالک عین الیقین کے مقام میں پہنچتا ہے جو کہ حیرت کا مقام ہے تو اس سے تمام احکام (وجود) ساقط ہو چکے ہوتے ہیں سالک کا وجود اس کی نظر سے بالکل محو ہو جاتا ہے اور وجود کا کوئی حکم اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا، چونکہ ماسوائے حق اس کی نظر سے بالکل مخفی ہو چکا ہوتا ہے اس لئے وہ اس غلبۂ حال کے وقت حق تعالیٰ کے سوا اس کے غیر کو ثابت نہیں کرتا اور اس قسم کے الفاظ اس سے ظاہر ہوتے ہیں جنہیں وہ ذاتِ حق کے لئے تنزیہہ و اثبات کرتا ہے اپنی ذات کے لئے نہیں۔ اس قسم کی باتیں مقامِ عین الیقین میں جو مقامِ حیرت ہے بعض بزرگوں سے ظاہر ہوتی ہیں، جب وہ اس مقام سے ترقی کر کے حق الیقین تک پہنچتے ہیں تو اس قسم کی باتیں ان سے صادر نہیں ہوتیں اور وہ اعتدال کی حد سے تجاوز نہیں کرتے۔ (۱)

۱۔ شیخ ابن عربیؒ اور ان کے متبعین کے کلام توحید وجودی کو بھی اسی معنی پر حمل کرنا چاہئے اور مخلوق کو ذات حق کا عین کہنا ان معنوں کے لحاظ سے نہیں سمجھنا چاہئے کہ عالم اپنے بنانے والے کے ساتھ متحد ہے ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ ان معنی کے اعتبار سے ہے کہ عالم عدم قبول کرنے والا اور فانی ہے اور واجب الوجود یعنی حق تعالیٰ موجود ہے۔ اس طرح سے یہ اختلاف دور ہو کر محض لفظی رہ جاتا ہے یہی فائدہ حضرت امام ربانیؒ موصوف کی تحریرات سے بھی مستفاد ہوتا ہے۔ احقر مؤلف

لَیْسَ فِیْ جُبَّتِیْ سِوَی اللّٰہ

میرے جبے میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں

اور

لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ

گھر میں اس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے

وغیرہ یہ سب پھول ایک ہی ''یک بنی'' کی شاخ سے کھلے ہیں اور یہ سب عبارتیں وحدتِ شہود پر دلالت کرتی ہیں۔

فائدہ: ایک بزرگ نے ان کلمات کی کیسی عمدہ توجیہ بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب سالک کو کمالِ فنا کے اندر ذاتِ حق کے سوا کچھ مشہود نہیں ہوتا تو کشف کی نظر سے جمالِ الٰہی سے مشرف ہوتا اور دل کے کانوں سے انا الحق وغیرہ آوازیں سنتا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر!

اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہ (۱)

بے شک میں اللہ ہوں۔

کی آواز سنی تھی تو عارف غلبۂ حال اور مقامِ حیرت میں ایسا مست اور اپنی خوش قسمتی پر ایسا خوش ہوتا ہے کہ اسی غیبی آواز کو بار بار اپنی زبان سے دہرانے لگتا ہے اور انا الحق انا الحق وغیرہ کی رٹ لگاتا اور سر دھنتا ہے لیکن جب عین الیقین سے گزر کر جو حیرت کا مقام ہے حق الیقین کے ساتھ ممتاز ہو جاتا ہے تو اس قسم کے ناہموار کلمات اس کی زبان سے سرزد نہیں ہوتے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے کوئی انی انا اللہ نہیں کہا۔ یہ توحیدِ وجودی اور شہودی کا مختصر بیان بطور تمہید تھا۔ اب چند عنوانات کی، جو توحیدِ وجودی سے تعلق رکھتے ہیں تشریح درج کی جاتی ہے تا کہ اس بارے میں جو خرابی اعتقادات میں پیدا ہوتی ہے وہ دور ہو جائے اور شبہات مٹ جائیں۔

ا۔ القصص ۳۰

ظاہریت ومظہریت

بعض بزرگوں کے کلام (مثلاً مولانا رومیؒ وشیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ وغیرہم) سے عام لوگ اس دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اللہ پاک (نعوذ باللہ) مخلوق کی شکل میں حلول کر آیا ہے اور اس کے ساتھ متحد ہے یا اس کا بالکل عین ہے وغیرہ۔ جس میں الجھ کر اکثر صوفی غلط عقیدہ رکھ کر کفر تک میں مبتلا ہو جاتے ہیں اس لئے یہاں چند ضروری مسائل اس کے متعلق لکھے جاتے ہیں لیکن یہ علمی مسائل ہیں عوام کو اپنا سیدھا سادہ عقیدہ یہ رکھنا چاہئے کہ اس جہان کو اپنے خالق کے ساتھ وہی نسبت ہے جو مصنوع کو اپنے صانع کے ساتھ ہے۔ اس کا عین اور اتحاد نہیں ہے بلکہ وہ ذاتِ حق ہر مقام سے ورا الوراثم وراالورا ہے۔

جہان، کیا چھوٹا کیا بڑا (صغیر وکبیر) حق سبحانہ وتعالیٰ کے اسماء وصفات کا مظہر ہے اور اس کی شان اور ذاتی کمالات کا آئینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ایک چھپا ہوا خزانہ تھا اس نے چاہا کہ اپنے آپ کو خلوت سے جلوت میں لائے اور اجمال سے تفصیل میں ظاہر کرے تو جہان کو اس طرح پیدا کیا کہ اس کی ذات وصفات پر دلالت کرے جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے:

كُنْتُ كَنْزاً مَخْفِياً فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ خلقاً (۱)

میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں پس میں نے خلقت کو پیدا کیا۔

پس جہان کو اپنے صانع (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ سوائے اس کے اور کوئی نسبت نہیں کہ وہ اس کی مخلوق ہے اور اس کے اسماء وشیون وکمالات پر دلالت کرنے والا ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہے یا اللہ تعالیٰ کا عین ہے یا اس ذات کا احاطہ وسریان کئے ہوئے ہے یا معیت ذاتیہ کا حکم رکھتا ہے۔ جن بزرگوں سے اس قسم کے مضمون کا اظہار ہوا ہے وہ غلبۂ حال اور سکرِ وقت کی وجہ سے ہے۔ اپنے حال میں استقامت رکھنے والے بزرگ جو کہ صحو کے پیالے سے سیراب ہوئے ہیں جہان کے لئے اپنے صانع (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ سوائے مخلوق اور مظہر ہونے کے کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے اور علمائے

اہل حق کے مطابق (اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کا اجر عظیم عطا فرمائے) احاطہ و سریان و معیت کو علمی جانتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کے ساتھ ہے اور اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

محیط است علم ملک بربسیط قیاسِ تو بروے نہ گردد محیط

اللہ تعالیٰ کا علم بسیط کو بھی احاطہ کئے ہوئے ہے اور تیرا قیاس خدا کے علم کو احاطہ نہیں کر سکتا۔

تعجب ہے کہ صوفیوں کی ایک جماعت کہتی ہے کہ ذاتِ حق مخلوق کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور مخلوق کے ساتھ متحد ہے۔ ساتھ ہی اس بات کو بھی مانتے ہیں کہ ذاتِ حق سے کسی چیز کو کوئی بھی نسبت نہیں حتیٰ کہ صفات ذاتیہ کو بھی کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے حالانکہ یہ تناقض اور تضاد ہے اور اس تناقض کو دور کرنے کے لئے فلسفی کی طرح ذات میں مرتبے اور درجے ثابت کرتے ہیں اور بعض لحاظ سے معیت اور احاطہ ثابت کرتے ہیں اور بعض لحاظ سے اس کی نفی ثابت کرتے ہیں حالانکہ یہ بیجا تکلف اور سراسر لا حاصل ہے۔ صحیح کشف والے بزرگ ذاتِ حق کو بسیط حقیقی کے سوا کچھ نہیں جانتے اور اس کے سوا جو کچھ ہو اس کو اسما و صفات میں شمار کرتے ہیں۔

فراقِ دوست اگر اندک است اندک نیست میانِ دیدہ اگر نیم موست کمتر نیست

دوست کی جدائی اگر چہ بہت تھوڑی دیر کے لئے ہو تھوڑی نہیں ہے جیسا کہ اگر آنکھ میں ایک آدھا بال بھی پڑ جائے تو وہ تھوڑا نہیں ہے اور بہت بے چین کر دیتا ہے۔

اس مضمون کی تحقیق کے لئے ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔

مثال: اگر فاضل عالم بڑے ہنر والا چاہے کہ اپنے پوشیدہ ہنروں کو ظاہر کرے اور اس مطلب کے لئے حرفوں اور آوازوں کو ایجاد کرے اور ان کے اشارات مقرر کرے تا کہ ان کے ذریعے اپنے ہنروں کو ظاہر کرے تو اس صورت میں ان معنوں پر دلالت کرنے والے حرفوں اور آوازوں کو ان پوشیدہ معنوں کا عین کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا بلکہ وہ ان پوشیدہ معنوں کے مظہر اور کمالات کے آئینے ہیں۔ حرفوں اور آوازوں کا ان معانی کے ساتھ احاطہ و سریان کا حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔ معانی اسی طرح اپنی پہلی پوشیدگی کی حالت پر ہیں۔ ان معانی کی ذات اور صفات میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی چونکہ معانی اور ان پر دلالت کرنے والے حرفوں اور آوازوں میں ایک قسم کی دلیل اور مدلول ہونے کی نسبت ثابت ہوتی ہے تو وہ معنی واضح طور پر سمجھ میں آ جاتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ پوشیدہ معنی زیادتیوں سے پاک و صاف ہیں۔

بالکل اسی طرح مخلوقات کی ذات جو کسی صفت یعنی وجود یا علم یا قدرت وغیرہ کے ساتھ موصوف ہوتی ہے تو اس موصوف ہونے میں خدا کی ذات وصفات واسطہ ہے کیونکہ اس کی ذات وصفات قدیمہ ہے اور مخلوق صفات حادثہ (نئی یعنی جو قدیم نہ ہوں) کے ساتھ متصف ہوتی ہے اس لئے ذی واسطہ ہوئی۔

اب جاننا چاہئے کہ کسی ایک چیز کا دوسری چیز کے لئے کسی صفت میں واسطہ ہونا تین طرح پر ہے۔

۱۔ یہ کہ اصلی اور ذاتی طور پر وہ صفت واسطہ میں پائی جائے اور ذی واسطہ میں وہ صفت بالکل نہ ہو، مگر چونکہ واسطہ کے ساتھ اس ذی واسطہ کو ایک طرح کا تعلق اور لگاؤ ہے۔ اس لئے مجازاً اس کی طرف بھی اس صفت کو منسوب کر دیتے ہیں۔ پس اصل میں وہ صفت واسطہ میں پائی جاتی ہے اور مجازاً ذی واسطہ کو بھی کہہ دیتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص کشتی میں سفر کر رہا ہے تو کشتی متحرک ہے نہ کہ کشتی میں بیٹھنے والا۔ پس حرکت میں کشتی واسطہ ہے کشتی میں بیٹھنے والے کے لئے اور دراصل حرکت کے ساتھ موصوف ہے اور کشتی میں بیٹھنے والا ذی واسطہ ہے جو مجازاً حرکت کے ساتھ موصوف ہے نہ کہ حقیقت میں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ کشتی نشین کو بالکل حرکت نہیں ہوتی مگر کشتی کے تعلق اور لگاؤ کی وجہ سے اس کو بھی متحرک کہتے ہیں۔ ایسے واسطہ کو منطقیوں کی اصطلاح میں واسطہ فی العروض کہتے ہیں۔

۲۔ دوسری صورت اس کا عکس ہے یعنی وہ صفت ذی واسطہ میں پائی جائے اور واسطے میں ہرگز نہ ہو بلکہ وہ ذی واسطہ کو موصوف کر دینے میں محض ایلچی کا کام کرتا ہو جیسا کہ کپڑے کو رنگین کرنے میں کپڑا رنگنے والا (رنگریز) واسطہ ہے اور رنگین ہونے کی صفت صرف ذی واسطہ (کپڑے) میں پائی جاتی ہے چنانچہ اسی کو رنگین کہتے ہیں اور واسطہ یعنی رنگریز میں یہ صفت بالکل نہیں پائی جاتی چنانچہ اس کو نہیں کہا جاتا کہ وہ رنگین ہو گیا بلکہ کپڑے کے رنگین ہونے میں محض اس کا ایک تعلق اور واسطہ ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ رنگریز میں رنگینی کی صفت ہی نہیں ہے ممکن ہے کہ وہ خود بھی کل جسم یا بعض اعضا کو اس رنگ سے رنگین کر لے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو صفت کپڑے میں ہے بالکل اسی طرح سے رنگریز اس کے ساتھ موصوف نہیں ہے اگرچہ مستقل طور سے ایسی ہی صفت اس میں بھی پائی جائے اور اس صورت میں کپڑے کے رنگین ہونے کا ثبوت اس کی اپنی مستقل دلیل سے ہوگا اور رنگریز کے رنگین ہونے کا ثبوت اس کی اپنی مستقل دلیل سے ہوگا۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ کپڑا رنگین ہے اس لئے رنگریز بھی ضرور رنگین ہے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ رنگریز رنگین ہے اس لئے کپڑا بھی رنگین ہے۔ ایسے واسطہ کو اصطلاح میں واسطہ فی الاثبات کہتے ہیں۔

۳۔ وہ صفت، واسطہ اور ذی واسطہ دونوں میں حقیقتاً پائی جائے لیکن واسطے میں پایا جانا علت

کے طور پر ہو اور ذی واسطہ میں پایا جانا معلول کے طور پر ہو، پس اس صورت میں پہلے اس صفت سے واسطہ موصوف ہوگا پھر ذی واسطہ موصوف ہوگا، جیسے قفل کھولتے وقت کنجی کو گھماتے ہیں تو ہاتھ واسطہ ہے حرکت میں اور کنجی ذی واسطہ حرکت حقیقت میں دونوں کے ساتھ قائم ہے۔ مگر ہاتھ کی حرکت علت اور کنجی کی حرکت معلول ہے۔ اس کو واسطہ فی الثبوت کہتے ہیں۔

پس واسطہ فی العرض اور واسطہ فی الاثبات میں صفت ایک ہی ہے دوسری صفت موجود ہی نہیں اور واسطہ فی الثبوت میں خود صفتیں دو ہیں۔ جب یہ تمہید سمجھ میں آ گئی تو جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا مخلوق کے لئے انکی صفات میں واسطہ ہونا فی العروض و فی الثبوت تو ہو نہیں سکتا۔ واسطہ فی العروض تو اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس سے لازم آتا ہے کہ مخلوقات میں جتنی صفتیں ہیں وہ سب حقیقت میں حق تعالیٰ ہی کی صفتیں ہیں اور مخلوق کی طرف تو صرف مجازاً ان کی نسبت ہے۔ اس لازم میں دو خرابیاں ہیں اوّل یہ کہ مخلوق میں بعض صفتیں بری اور نقص کو لازم کرنے والی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی پاکی واجب اور قرآن و احادیث سے ثابت ہے۔ دوسرے یہ کہ قرآن و احادیث میں جگہ جگہ اچھی اور بری دونوں صفتوں کو مخلوقات کی طرف نسبت دی گئی ہے اور یہ نسبت اصلی معنی میں کی گئی ہے۔ جب اس لازم میں دو خرابیاں ہوئیں تو یہ باطل ہوا۔ جب لازم یعنی مخلوق کی صفتوں کا حقیقت میں حق تعالیٰ کی صفتیں ہونا باطل ہوا تو ملزوم یعنی واسطہ فی العروض بھی باطل ہوا۔ البتہ اگر ان خرابیوں کے جواب میں یہ کہا جائے کہ جو صفتیں مخلوق میں بری ہیں وہ ان مخلوقات کی قابلیت کی خرابی کی وجہ سے ہیں ورنہ اصل اور واسطہ ان کا بھی اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ صفتیں ہیں۔ مثلاً حق تعالیٰ کی صفت قابض جب انسان کے ساتھ متعلق ہوئی تو جن میں نیکی کی صلاحیت تھی انہوں نے امر حق کو قبض (اختیار) کیا اور اپنے حقوق پر بس کی اور جن کی استعداد خراب تھی انہوں نے باطل کو قبض کیا اور لوٹ مار اور چوری کرنے لگے، جیسا کہ حصہ اوّل میں بیان ہو چکا ہے کہ اخلاق کی جڑ نہیں جاتی بلکہ محل اور موقع بدل جاتا ہے اور بری جگہ کی بجائے پسندیدہ جگہ پر اس کا استعمال ہونے لگتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ سورج کا نور جو ایک بسیط وحدت کا حکم رکھتا ہے، جب مختلف رنگ کے آئینوں کے ساتھ متعلق ہو تو سرخ آئینے میں وہ نور سرخ ہوگا اور زرد آئینے میں زرد، وعلیٰ ہذا القیاس اور ظاہر ہے کہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ یہ خرابی اوّل کا جواب دیا جائے اور خرابی دوم کی نسبت یہ کہا جائے کہ یہ مسئلہ کشف سے ثابت ہے اور جب نسبت کے غیر حقیقی ہونے پر دلیل قائم ہے تو اس نسبت کو مجازی کہا جائے گا اس تاویل پر واسطہ فی العروض کی گنجائش نکل آئے گی اور اس کے ثبوت کا مدار کشف پر ہوگا۔ چنانچہ اکثر بزرگوں کی تقریر سے یہ مضمون ظاہر ہوتا

ہے اور مولانا رومیؒ کے اشعار سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے مگر اس میں تین احتیاطیں ضروری ہیں۔

۱۔ ان کو نص شرعی سے ثابت شدہ عقائد کی طرح سے عقائد میں داخل نہ کیا جائے اور اس کے غلط ہونے کا بھی شبہ کیا جائے۔

۲۔ یہ نہ سمجھے کہ جس قدر اور جس حالت سے مخلوقات میں صفات اور کمالات نظر آتے ہیں بس اللہ تعالیٰ میں اسی مقدار اور کیفیت کے ساتھ ہیں اس سے زائد نہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ بلکہ بندوں میں محدود اور نقص دار ہیں اور حق تعالیٰ میں لامحدود اور عین کمال کے ساتھ ہیں۔

۳۔ مذکورہ بالا تاویل چونکہ بہت گہری اور مشکل ہے اس لئے عام لوگوں کے سامنے اس کو بیان نہ کرے اور جو خود بھی تاویل سمجھ میں نہ آئے تو واسطہ فی العروض بالکل غلط سمجھے کیونکہ عام سمجھ کے اعتبار سے واقعی وہ غلط ہے۔

اور واسطہ فی الثبوت ہونا اس لئے صحیح نہیں کہ اوّل تو اس میں وہی خرابی لازم آتی ہے کہ جتنی صفات اچھی یا بری مخلوقات میں حقیقی طور پر موجود ہیں وہ سب (نعوذ باللہ) حقیقت میں باری تعالیٰ میں پائی جائیں پس اس کی تردید اوپر واسطہ فی العروض میں بیان ہو چکی ہے اور اگر اوپر بیان کی ہوئی تاویل سے اس کی اصلاح بھی کر لی جائے تو دوسری خرابی یہ لازمی آتی ہے کہ معلول علت سے خلاف نہیں ہوتا۔ پس باری تعالیٰ کی صفتیں جو کہ قدیم ہیں مخلوق کی صفتوں کے لئے علت ہوں گی تو مخلوق کی صفتوں کا قدیم ہونا لازم آئے گا اور یہ عقل و نقل کے خلاف اور محال ہے جیسا کہ علم کلام (عقائد) کی کتابوں میں لکھا ہے۔ جب واسطے کی دونوں صورتیں یعنی واسطہ فی العروض اور واسطہ فی الثبوت باطل ہوئیں اور واسطہ ہونا یقینی اور ضروری ہے ورنہ ممکن (کائنات) کا واجب (ذاتِ حق) سے مستغنی اور آزاد ہونا لازم آئے گا۔ پس واسطے کی تیسری قسم یعنی واسطہ فی الاثبات کا صحیح ہونا ثابت اور مقرر ہو گیا۔ یعنی باری تعالیٰ اپنی قدرت اور ارادے سے مخلوق کو جو صفت چاہے عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان صفات سے بالکل پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات مستقل عقلی اور نقلی دلیلوں سے ثابت ہیں اور ان صفات حادثہ (مخلوقات کی صفات) کو ان صفات قدیمہ (ذاتِ حق کی صفات) سے سوائے لفظی مشارکت کے (اور وہ بھی بعض میں) کوئی مناسبت و مشارکت و مشابہت نہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (۱)

۱۔ النحل: ۶۰

اللہ کی مثال تو بہت بڑی ہے۔

اس صورت میں دنیا ذاتِ حق کا مظہر اس معنی سے ہے کہ جس طرح چیز کا بنا اس کے بنانے والے (کاریگر) کے وجود پر دلالت کرتا ہے اور لکھی ہوئی (تحریر) اس کے لکھنے والے پر دلالت کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ دلیل سے مدلول کا علم اور ظہور ہوتا ہی ہے۔ اس لحاظ سے دنیا کا ہر ذرہ اور جز، ذاتِ حق کا مظہر ہے لیکن بعض مخلوقات کی صفتوں سے حق تعالیٰ کی صفتوں کا اچھی طرح اتا پتا چل جاتا ہے ان میں ایک ایسی صفت اور زیادہ ہے جیسے کسی بات کے واضح کرنے کے لئے مثال ہوتی ہے اور بعض مخلوقات میں بھی چونکہ انسان کی صفات کو ان صفات حق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس لئے عارف لوگ انسان کو مظہر جامع واتم (یعنی مظہر کامل) کہتے ہیں۔ یعنی دوسری مخلوقات کے مقابلے میں، نہ کہ اپنی ذات میں وہ کامل مظہر ہے اور جہاں کہیں بزرگوں کے کلام سے واسطہ فی العروض اور واسطہ فی الثبوت کا مفہوم ہوتا ہے، مثلاً مولانا رومیؒ کے اشعار

آں جوادے کو جمادے زابداد   ایں خبر ہاویں امانت ویں سداد   الخ

واسطہ فی الاثبات کے اور اس کے اوپر کے اشعار یعنی

چند بارانِ عطا باراں شدہ   تابداں آں بحرِ دُر افشاں شدہ   الخ

ظاہراً واسطہ فی العروض کے متعلق معلوم ہوتے ہیں وہاں وہی تاویل کی جائے گی جو اوپر ذکر کی گئی ہے۔ (یہاں بخوف طوالت تمام اشعار اور ترجمہ اور تشریح سے گریز کیا گیا ہے) یا ان کو واسطہ فی الاثبات کی طرف اس طرح لوٹایا جائے گا کہ مثلاً مولانا کے اشعار محولہ بالا میں ابر و بحر وارض میں ان صفات کے ثابت ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت و ارادہ کا واسطہ ہونا لازمی ہے اور صفاتِ باری تعالیٰ ایک دوسرے کو لازم کرتی ہیں۔ اس لئے اس کا جود و کرم و عدل وغیرہ سب واسطہ ہو گئے۔ یہ ضروری نہیں کہ ان مخلوقات کا جود و کرم و عدل بعینہٖ وہاں موجود ہے۔ یہ مسئلہ مظہریت کی تحقیق، جو مسئلہ توحید کا ایک عنوان ہے۔ اس مسئلہ کے باقی عنوانات بھی اسی تقریر سے حل ہو جاتے ہیں اور یا وہ اسی عنوان کی مثالیں ہیں، بخوف طوالت ان کے بارے میں صرف صحیح عقیدہ مطابق علمائے حق درج کر دیا جاتا ہے۔

۱۔ عینیت وغیریت، ۲۔ وحدۃ الوجود، ۳۔ اتحادِ وجود۔

ان تینوں عنوانات اور ان کے فروعات میں یہ عقیدہ رکھے کہ اشیا نہ اللہ تعالیٰ کا عین ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ متحد ہیں، نہ اللہ تعالیٰ کی ذات اشیا میں حلول کئے ہوئے ہے، نہ واجب ممکن ہوا، نہ بیچون چون میں آیا، نہ تنزیہہ تنزل کر کے تشبیہہ بن گیا ہے، کیونکہ یہ سب کفر و الحاد اور گمراہی اور زندقہ

ہے، وہاں نہ اتحاد ہے، نہ غیبت، نہ تنزل، نہ تشبیہ۔

فَهُوَ سُبْحَانُہٗ اَلْآنَ كَمَا كَانَ فَسُبْحَانُہٗ مَنْ لَا يَتَغَيَّرُ بِذَاتِہٖ وَلَا فِيْ صِفَاتِہٖ وَلَا فِيْ اَسْمَآئِہٖ بِحُدُوْثِ الْاَكْوَانِ

اللہ تعالیٰ اب بھی ویسا ہی ہے جیسا کہ پہلے تھا اور وہ ایسی پاک ذات ہے جو موجودات کے حدوث سے ذات وصفات واسما میں متغیر نہیں ہوتی۔

اور صوفیائے کرام کے کلام سے جہاں کہیں اس قسم کا مطلب نکلتا ہے اس کو سکر وقت اور غلبۂ حال پر موقوف رکھا جائے اور ان کو معذور سمجھتے ہوئے حسنِ ظن کے ساتھ ان کے کلام کی اس طرح پر تاویل کی جائے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ اشیا حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں اور حق تعالیٰ کے اسماوصفات کے آئینے ہیں اور ان کے کلام ہمہ اوست کے معنی ہمہ از اوست ہوں گے اور ان کا اور علما کا نزاع حقیقت میں صرف لفظی نزاع ہوگا اور نتیجہ دونوں کے قولوں کا ایک ہی ہوگا۔

توحیدِ ذاتی وصفاتی وافعالی

یہ بھی توحیدِ وجودی ہی کا ایک عنوان ہے۔ توحیدِ افعال کے متعلق عنوان اس طرح مشہور ہے کہ **لَا فَاعِلَ اِلَّا اللّٰہ** اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف کوئی فعل منسوب نہیں کیونکہ اول تو یہ عقائد حقہ کے خلاف ہے پھر یہ کہ اس سے جناب باری سے برائیوں کا صادر ہونا لازم آتا ہے جو سراسر کفر اور زندقہ ہے پھر مشاہدے اور وجدان سے بھی یہ غلط ثابت ہوتا ہے، نیز یہ کہ شرع کی تمام باتیں اس سے بیکار اور باطل ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اس عنوان کا مطلب یہ ہے کہ افعال کے تمام اسباب کا منتہا اور تمام افعال کا خالق حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے اگرچہ ظاہری اسباب اور وسیلے اور بھی ہیں، چونکہ عارف کو دوسرے فاعلوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی اس لئے وہ ان کی نفی کر دیتا ہے۔ پس دراصل یہ نفی اس اعتبار سے ہے کہ کوئی فاعل (سبب و واسطہ) قابل توجہ نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اسی طرح توحید صفاتی و توحید ذاتی کو سمجھنا چاہئے کہ ان کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے سوا کوئی صفت یا ذات موجود نہیں، بلکہ عارف کو کسی اور کی ذات وصفات کی طرف توجہ نہیں ہوتی اور اس مرتبہ میں وہ وحدت کا حکم کرتا ہے۔ پس یہ تینوں مراتب توحید وجودی کی شاخیں ہیں جن کے متعلق بعونہ تعالیٰ عقیدے کی درستی بیان ہوئی۔

تنزلاتِ ستہ کا بیان

توحیدِ وجودی کا ایک عنوان نزولات (یا تنزلات) خمسہ (یا ستہ) ہے یعنی ذاتِ احدیت اور انسان کے درمیان نزولاتِ ذات پانچ ہیں اور چھٹے مرتبے میں حضرت انسان ہے جو ان پانچوں مراتب کا مظہر ہے۔ ان نزولات کی تفصیل صوفیائے کرامؒ نے اس طرح کی ہے کہ ذاتِ حق کا تصور جبکہ بلالحاظ صفات اور اس کی قابلیت کے ہو، اس حیثیت سے کہ تمام چیزوں سے مجرد ہو، تو اس تجرد کو مرتبۂ احدیت کہتے ہیں اور اسی مرتبے کو حب صرفہ اور لاتعین اور غیب مطلق اور باطن وغیرہ بھی کہتے ہیں اور اس مرتبہ کو نزولات سے کوئی تعلق نہیں۔

اور نزولِ اوّل جس کو طریقۂ نقش بندیہ میں تعینِ اوّل کہتے ہیں، یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا علم اس کی ذات وصفات کے لئے اور تمام موجودات کے لئے اجمال کے طور پر ہو یعنی بعض موجودات کو بعض سے ممتاز کئے بغیر ہو جیسا کہ درخت کے بیج کے دانے میں پھل پھول، پتے اور شاخیں مجمل طور پر پوشیدہ ہوتی ہیں لیکن یہ سب نظری ہیں نہ کہ ظاہری معنی کے مطابق یعنی وہ سبحانہ وتعالیٰ خود اپنی ذات سے قائم ہے اور ہر قسم کے تغیرات سے پاک ہے (اور تنزل کے اصطلاحی معنی اپنی پہلی ہی ذات اور صفات کو قائم رکھتے ہوئے کسی چیز کا ظاہر ہونا) اس کو مرتبہ وحدت کہتے ہیں اور اس کو حقیقت الحقائق و حقیقتِ محمدی اور تعینِ اوّل اور قلمِ اعلیٰ بھی کہتے ہیں۔

نزولِ دوم یا تعین دوم یہ ہے کہ علم حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات وصفات اور تمام موجودات کے واسطے تفصیل کے طریق پر ہو یعنی وہ علم بعض موجودات کو بعض سے ممتاز کر دیتا ہو، جیسا کہ مثال سابق میں دانے سے پتوں اور شاخوں اور پھل وغیرہ کا امتیاز۔ اس مرتبہ کو واحدیت کہتے ہیں اور حقیقت انسانی اور اعیان ثابتہ بھی کہتے ہیں۔

نزول کے یہ دونوں مرتبے قدیم ہیں اور ان میں تقدم و تاخر عقلی اور بیانی ہے نہ کہ زمانی، کیونکہ وہ سبحانہ وتعالیٰ مع اپنی ذات وصفات کے ہر وقت اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ (اب تک ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا) ہے۔ ان مراتب مذکورہ کو مراتب الٰہیہ کہتے ہیں اور واحدیت کے مرتبے میں الوہیت کی صفات سے

متصف ہونا ہے کہ وہ صفتیں وجوبیہ ذاتیہ ہیں۔ اگر بہ حیثیت مجموعی ذات کا تمام صفات سے متصف ہونا ملحوظ ہوتو اس کو لاہوت کا مرتبہ کہتے ہیں اور اگر تفصیل وار جدا جدا ہر صفت سے متصف ہونا ملحوظ ہوتو مرتبہ جبروت کہلاتا ہے۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ذاتی صفتوں مثلاً علم، سمع، بصر اور قدرت وغیرہ سے متصف ہونے کے مرتبے کو لاہوت کہتے ہیں اور عملی صفتوں مثلاً جلانا اور مارنا وغیرہ سے متصف ہونا جبروت کہلاتا ہے۔

نزول سوم۔ یہ مرتبہ عالمِ ارواح کا ہے اور یہ اشیائے کونیہ سے عبارت ہے جو کہ مجرد اور بسیط ہیں اور اپنی ذاتوں اور شانوں پر ظاہر ہوتی ہیں اور اس کو عالمِ ملکوت یعنی ارواح اور فرشتوں کی دنیا اور عالمِ غیب بھی کہتے ہیں۔

نزول چہارم۔ یہ مرتبہ عالمِ مثال کا ہے اور یہ ان اشیائے کونیہ سے مراد ہے جو کہ مرکب اور لطیف ہیں اور وہ اجزا ہونے، تقسیم اور ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور مل جانے کو قبول نہیں کرتیں اور یہ عالم اجسام اور ارواح کے درمیان برزخ ہے۔

نزول پنجم۔ یہ مرتبہ عالم اجسام کا ہے جو اشیائے کونیہ مرکبہ کثیفہ سے عبارت ہے جو کہ جزو اور ٹکڑے ٹکڑے اور تقسیم ہونے کو قبول کرتی ہیں، اس کو عالمِ ناسوت بھی کہتے ہیں۔ ناسوت، ناس سے مشتق ہے یعنی انسان۔ عالمِ ناسوت کو عالمِ شہادت بھی کہتے ہیں، اس سے آگے حضرت انسان مظہر اتم واکمل صفاتِ الٰہی ہے۔ ان مراتب سہ گانہ (نزول سوم، چہارم وپنجم) کو مراتبِ امکانی کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یوں سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ (ذاتِ احدیت) ایک مخفی خزانہ ہے اس نے اپنی معرفت کرانے کے لئے پہلے مرتبہ وحدت اور واحدیت میں اپنی صفات اور اسما کو ممیّز کیا پھر عالمِ ارواح، مثال اور اجسام کی ترتیب اور تکوین کے ساتھ انسان کو پیدا کر کے مظہر اتم واکمل اپنی صفات اور اسما کا بنایا۔ ان مراتب پنجگانہ میں فرق نہ کرنا اور ایک مرتبے کے احکام دوسرے پر ثابت کرنا ان حضرات کے نزدیک زندقہ ہے

ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

وجود کا ہر درجہ ایک الگ حکم رکھتا ہے اگر ان درجوں میں مرتبہ کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ الحاد و بے دینی وکفر ہے۔

پس توحید کے اس عنوان کو بھی عقیدے کی خرابی سے بچانا چاہئے اور یہ کہنا چاہئے کہ مخلوق کو خالق کے ساتھ وہی نسبت ہے جو مصنوع کو صانع کے ساتھ ہے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہئے جیسا کہ سابقہ تقریرات میں گزرا۔ نیز توحید وجودی کی ایک تقریر اس طرح پر بھی کی گئی ہے کہ وجود مشترک

جو ماہیت واحدہ اور ایجاد حق کا ظل ہے، سب آثار و عوامل کا اختلاف ہے اور ایجادِ حق کا تعلق اس فیضان میں سب کے ساتھ یکساں ہے اس معنی کے لحاظ سے اشیا میں وحدت وجود کہہ سکتے ہیں:

برہمہ عالم ہمے تابد سہیل جائے ابناں مے کند جائے ادیم

سہیل ستارہ تو تمام دنیا پر چمکتا ہے لیکن تاثیرات ایجاد کہیں ادھوڑی (کھال) اور کہیں نری (کھال) پیدا کرتی ہے۔

حقیقت ایک ہے ہر شے کی خاک ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرے کا دل چیریں
(اقبال)

نقشہ مراتبِ تنزلاتِ ستہ

مرتبۂ اولیٰ	ثانیہ	ثالثہ	رابعہ	خامسہ	سادسہ	سابعہ
ذات	تنزلِ اوّل	دوم	سوم	چہارم	پنجم	ششم
احدیت	وحدت	واحدیت	روح	مثال	جسم	انسان
باطن	حقیقت محمدیہ	اعیانِ ثابتہ	×	×	×	×
لاتعین	تعین اوّل	تعین ثانی	×	×	×	×
×	لاہوت	جبروت	ملکوت	×	ناصوت	×
مراتبِ الٰہیہ			مراتبِ کونیہ			مرتبۂ جامعہ
	حضراتِ خمسہ					
	تنزلات ستّہ					

عینیت و غیریت

معنی اول: دو چیزوں کا ہر طرح سے ایک ہونا، جیسے انسان اور حیوانِ ناطق، زید اور ذاتِ زید، یہ عینیت ہے اور دونوں میں امتیاز اور غیریت ہونا، غیریت ہے۔ اس معنی سے دونوں میں تضاد ہے، اس لئے اس معنی سے کوئی چیز خواہ وہ حادث و مخلوق ہو، یا صفاتِ باری تعالیٰ، ذاتِ حق کا عین نہیں ہے اور صفاتِ باری تعالیٰ کے متعلق اہلِ سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ لَاهُوَ وَلَا غَيْرُهُ یعنی نہ اُس کا عین ہیں نہ غیر۔ یہ معنی لغوی ہیں۔

معنی ثانی: عینیت کے معنی تو وہی ہیں جو معنی اوّل میں بیان ہوئے ہیں اور غیریت کے معنی یہ ہیں کہ ایک کا دوسرے کے بغیر وجود ہوسکتا ہو، اس میں تناقض نہیں تضاد ہے۔ یعنی دونوں ایک موقع پر صادق نہیں آسکتے مگر دونوں مرتفع ہوسکتے ہیں۔ اس معنی سے ذاتِ حق اور مخلوق میں عینیت نہیں غیریت ہے کہ اللہ تعالیٰ بغیر مخلوق کے تھا اور مخلوق بغیر اللہ تعالیٰ کے نہیں ہوئی، لیکن ذات وصفاتِ حق میں نہ عینیت ہے نہ غیریت جیسا کہ ظاہر ہے، یہ قول متکلمین کا ہے۔

معنی ثالث: عینیت کے معنی ایک چیز کا دوسری چیز کی طرف محتاج فی الوجود ہونا۔ اگرچہ دوسری چیز اس پہلی کی محتاج نہ ہو اور غیریت کے معنی وہی ہیں جو معنی اوّل میں مذکور ہوئے اور اس میں نہ تناقض ہے نہ تضاد۔ یہ اصطلاح صوفیائے کرام کی ہے۔

اتصال واتحاد

لغوی اعتبار سے اتصال واتحاد کے معنی دو چیزوں کا ذاتی طور پر مل جانا اور ایک ذات ہوجانا ہے۔ اس قسم کا اتحاد اللہ تعالیٰ کی جناب میں محال عقلی و نقلی ہے اور الحاد و زندقہ ہے۔ اصطلاحی معنی کے لحاظ سے (عینیت) یعنی ایک چیز کا متبوع اور محتاج الیہ اور موقوف علیہ ہونا اور دوسری کا محتاج اور تابع اور موقوف ہونا۔ یہ تعلق مخلوق کو خالق کے ساتھ ہے۔ عرفی معنی کے اعتبار سے محبّ اور محبوب ہونے کا تعلق خاص دو ذاتوں میں ہونا۔ یہ تعلق خاص مقبول بندوں کو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے۔

ہمہ اوست

ہمہ اوست کی وضاحت کے لئے بزرگوں نے بہت سی مثالیں بیان فرمائی ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ جیسے کسی شخص سے عدالت کا منصف (جج) یوں پوچھے کہ تم نے اس معاملے کی پولیس میں رپٹ

لکھوائی، وکیل سے مشورہ کیا؟ وہ شخص جواب میں کہے کہ جناب پولیس و وکیل سب کچھ آپ ہی ہیں تو ظاہر ہے کہ اس سے کہنے والے کا مدعا یہ ہوتا ہے کہ آپ کے سامنے جب سب معاملہ ظاہر ہے تو پولیس اور وکیل کی کیا ضرورت ہے۔ توحید وجودی کی تمام تقریریں اسی طرف راجع ہیں کہ سالک تمام وجودوں کو نا قابلِ التفات سمجھتا اور ایک وجودِ حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا اور سب کو فنا کے قابل جان کر ایک ذات کو باقی اور پائندہ جانتا ہے۔ قولہ تعالیٰ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ O وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ O (۱)

ہر چیز فنا ہونے والی (اور نا قابل التفات) ہے اور اللہ تعالیٰ بزرگی اور عزت والے کی ذات باقی رہنے والی (اور قابل التفات) ہے۔

اور توحید شہودی کی تقریر بھی اسی طرف راجع ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے بوستاں میں مثال لکھی ہے جو اس معنی کو خوب واضح کرتی ہے وہ یہ ہے:

گر دیدہ باشی کہ درباغ وراغ الخ

شاید تو نے دیکھا ہوگا کہ باغوں اور جنگلوں میں رات کے وقت ایک کیڑا (جگنو) چراغ کی مانند چمکتا ہے کسی نے اس سے پوچھا کہ اے رات کو روشنی کرنے والے کیڑے کیا وجہ ہے کہ تو دن میں تو نظر آتا نہیں؟ دیکھئے اس خاک زاد آتشیں کیڑے نے کس عقلمندی سے جواب دیا کہ میں دن رات رہتا تو اسی جنگل میں ہوں لیکن سورج کے سامنے میری روشنی بے نور ہو جاتی اور میرا وجود کالعدم ہو جاتا ہے۔

بوستاں ہی میں ایک اور مثال بھی ہے کہ

یکے قطرہ باراں ازا ابرے چکید الخ

یعنی ایک قطرہ بارش کا کسی بادل سے سمندر کی سطح پر ٹپکا اور سمندر کی وسعت کو دیکھ کر کہنے لگا کہ جس جگہ دریا اور سمندر ہو وہاں میری کیا حقیقت ہے میری ہستی تو اس کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

اس قسم کی سب مثالیں وحدتِ شہود پر دلالت کرتی ہیں، کیونکہ نہیں کہہ سکتے کہ سورج کے سامنے جگنو کا وجود نہیں ہے بلکہ سورج اور سمندر مشہود اور ملتفت الیہ ہیں، اور جگنو اور قطرہ غیر مشہود اور نا قابلِ التفات ہیں اور اہلِ توحید کا بھی یہی مذہب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کسی کا وجود مشہود

۱۔ الرحمٰن: ۲۶، ۲۷

نہیں ہوتا اور کوئی قابل توجہ نہیں اگر چہ بادی النظر میں اشیا بھی موجود ہیں۔

فائدہ: اس مسئلے کو ضروری تفصیلات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ پس چاہئے کہ بزرگوں کے اختلاف کو لفظی سمجھا جائے اور کسی بزرگ کی شان میں کسی قسم کا طعن روا نہ رکھا جائے اور اپنے عقیدے کی درستی کے بعد زیادہ چیستاں میں نہ جائیں اور اگر کہیں اطمینان قلب نہ ہو تو کسی واقف عالم سے بالمشافہ پوچھ کر اطمینان کر لیں۔

ذاتِ حق کو بعض چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینے کی تحقیق

اکثر عارفوں کے کلام میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو مختلف چیزوں جیسے سورج، دریا، ہوا وغیرہ سے تمثیل دی جاتی ہے اور یہ تشبیہ وتمثیل ہر لحاظ سے نہیں ہوتی جیسا کہ بعض خشک مزاج لوگ یہی سمجھ کر بزرگوں کو برا کہتے ہیں اور ناواقف صوفی بھی یہی سمجھ کر اپنے عقیدوں کو شرع شریف کے خلاف کر لیتے ہیں بلکہ یہ تشبیہ کسی خاص چیز میں ہوا کرتی ہے مثلاً ذاتِ حق کو دریا سے صرف اس بات میں تشبیہ دی جاتی ہے کہ دریا میں خشکی کی نسبت بسیط اور واحد ہونے کی صفت ہوتی ہے اور مچھلی کی طبیعت اس سے نہیں بھرتی۔ اسی طرح ذاتِ حق کی وحدت ہے کہ طالبِ حق کو اس سے سیری نہیں ہوتی۔ اگرچہ خود ان دونوں وحدتوں میں فرق ہے کہ دریا کی وحدت عارضی اور دوسرے تعلق سے ہے اور ذاتِ حق کی وحدت حقیقی ہے، مگر مطلق وحدت میں تو مناسبت ہے اس لئے یہ نسبت صحیح ہوگئی۔ بات یہ ہے کہ عالمِ مثال میں واجب سے لے کر ممکن تک ہر چیز مثال ہے؛ اگرچہ اس چیز کی مثل کوئی چیز نہ ہو۔ کیونکہ مثل (میم کے زیر اور ث کی جزم کے ساتھ) کے معنی ہیں کسی چیز کا دوسری چیز کی صفتوں میں شریک ہونا اور اس جیسا ہونا۔ پس ذات وصفاتِ الٰہی میں اس کی مجال نہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (۱)

اس کی مثال کوئی چیز نہیں۔

اور مثل (میم وث کے زبر کے ساتھ) اور مثال کی حقیقت یہ ہے کہ دو چیزیں کسی صفت میں کسی لحاظ سے شریک ہوں، اگرچہ ان دونوں میں ہزاروں درجہ فرق ہو۔ جیسا کہ اکثر دفعہ بادشاہ کی مثال سورج سے دے دیتے ہیں جس سے مراد بادشاہ کی عظمت وجلال بیان کرنا ہوتا ہے کہ سورج کی طرح سے روشن اور ظاہر ہے حالانکہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

الشوریٰ:۱۱

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز بے مثل اور غیر مادی ہو اس کی مثال دی جا سکتی ہے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ مصر نے خواب میں قحط کے سالوں کو دبلی اور لاغر گایوں اور گیہوں کے خشک خوشوں کی صورت میں دیکھا تھا اور ارزانی اور فصل کے سالوں کو موٹی تازی گایوں اور گیہوں کے تر و تازہ خوشوں کی صورت میں دیکھا۔

اور صحیح بخاری شریف میں حضرت ابی سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> **بینا انا نائم رأیت الناس یعرضون علی و علیھم قمیص منھا مایبلغ الشدی و منھا مادون ذالك و عرض علی عمر بن الخطاب و علیه قمیص یجره، قالوا فما اولت ذالك یارسول الله؟ قال الدین (۱)**
>
> ایک دفعہ جبکہ میں سو رہا تھا میں دیکھتا ہوں کہ لوگ میرے روبرو پیش کئے جاتے ہیں اور ان کے جسموں پر کرتے ہیں بعض کے کرتے سینے تک پہنچے ہیں اور بعض کے اس سے کم وبیش ہیں اور (حضرت) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) اس حال میں پیش کئے گئے کہ ان کے جسم پر جو کرتہ تھا وہ اتنا بڑا تھا کہ وہ اس کو لمبا ہونے کی وجہ سے زمین پر کھینچتے تھے۔ بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ نے عمرؓ کے اس کرتہ کھینچنے کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، ''دین''

پس اسی طرح سے ذاتِ حق کی تمثیل بیان کرنا بھی صحیح ہے اور اس کو کشف کی نظر سے مشاہدہ کرنا بھی صحیح ہے۔ اگرچہ رویت حق تعالیٰ اس دنیا میں ممکن نہیں (اس کا ذکر آگے آئے گا) ذات حق کے لئے اس تمثیل کا جواز قرآن شریف سے بھی ثابت ہے۔ قولہ تعالیٰ:

> **اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ط اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ (۲)**
>
> اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ روشن ہو، چراغ ایک شیشے میں ہو، شیشہ ایسا صاف ہو گویا چمکتا ہوا موتی جیسا تارا۔

اور حدیث شریف میں بھی اللہ تعالیٰ کی مثال وارد ہوئی ہے چنانچہ ترمذی شریف میں حضرت

۱۔ بخاری: ج۱، ص۱۷، رقم ۲۳۔ مسلم: ج۴، ص۱۸۵۹، رقم ۲۳۹۰ ۲۔ النور: ۳۵

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

سَيِّدٌ بَنٰى قَصْراً ثُمَّ جَعَلَ مَاْدُبَةً فَدُعَا النَّاسَ اِلٰى طَعَامِهٖ وَشَرَابِهٖ فَمَنْ اَجَابَهٗ اَكَلَ مِنْ طَعَامِهٖ وَ شَرِبَ مِنْ شَرَابِهٖ وَمَنْ لَّمْ يَجِبْهُ عَاقَبَة اَوْ قَالَ عَذَّبَهٗ(۱)

ایک سردار نے ایک گھر بنایا اور اس میں ضیافت کا انتظام کیا پس لوگوں کو اس کے کھانے اور پینے کی دعوت دی۔ پس جس شخص نے اس دعوت کو قبول کیا اس نے اس دعوت کا کھانا کھایا اور مشروبات پیے اور جس نے وہ دعوت قبول نہیں کی اس پر ناراض ہوا، یا یہ فرمایا کہ اس کو عذاب دیا۔

اس روایت میں سردار سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

۱۔ ترمذی: ج ۵، ص ۱۴۵، رقم ۲۸۶۱۔ بزار: ج ۵، ص ۲۷۱، رقم ۱۸۸۶

دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ممکن نہیں

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حکایت سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہو سکتا ہے، کیونکہ قرآن شریف میں فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ صاف موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں ''جس وقت اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی''، بس یہی دیدار و رویت ہے۔ حالانکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ دیدار و رویت کے معنی ہیں دیکھنا اور یہ فعل موسیٰ علیہ السلام کا ہے، جس کا انکار قرآن شریف میں صاف موجود ہے یعنی:

قَالَ لَنْ تَرَانِیْ (۱)

تو مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا۔ (مراد ہے اس دنیاوی زندگی میں)

اور تجلی کے معنی ہیں کھل جانا اور ظاہر ہونا۔ یہ فعل حق سبحانہ وتعالیٰ کا ہے۔ قرآن شریف کی آیۃ فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ میں اسی کو ثابت کیا گیا ہے۔ ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک کے ثابت ہونے سے دوسرے کا ثبوت لازم نہیں آتا، ورنہ قرآن مجید میں نعوذ باللہ تعارض لازم ہو جائے گا۔ پس اس آیت کا حاصل یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو ظاہر ہوا اور حجابات اٹھا دیئے مگر موسیٰ علیہ السلام دیکھ نہ سکے اور بے ہوش ہو گئے (خوب سمجھ لیجئے) اور یہ جو بعض بزرگوں مثل امام احمد حنبلؒ و امام ابوحنیفہؒ وغیرہم کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو خواب یا حال و مکاشفہ میں دیکھا ہے، یہ البتہ ممکن اور واقع ہے کیونکہ یہ دیکھنا عالم مثال میں ہے نہ کہ عالم اجساد میں ظاہر کی (حسی) آنکھوں سے۔

۱۔ الاعراف: ۱۴۳

تحقیق مسئلہ تجددِ امثال وتعاقبِ تجلیّات

حق تعالیٰ کے اسما ہر وقت فاعل رہتے ہیں (اگرچہ یہ عقلی طور پر لازمی نہیں مگر کشف سے ثابت ہے) پس جب احیا کا فعل ہوا عالم موجود ہوگیا، جب اماتت کا فعل ہوا سب معدوم ہوگیا اور چونکہ فعل کے لئے محل کا قابل ہونا ضروری ہے اور احیا کے لئے میت ہونا اور اماتت کے لئے حی ہونا شرط ہے اس لئے حیات کے وقت احیا کا تعطل اور موت کے وقت اماتت کی صفت کا بیکار رہنا لازم نہیں آتا، کیونکہ فعل پایا گیا مگر محل قابل نہ ہونے کی وجہ سے اثر نہیں ہوا (یہ بھی ایک علمی مسئلہ ہے، عوام کسی سے سمجھ لیں)

تشریح اصطلاحاتِ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ

اے عزیز جاننا چاہئے کہ حضراتِ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی چند اصطلاحات ہیں، جن پر ان کے طریقے کی بنیاد ہے۔ بعض اصطلاحوں میں تو اشغال کی طرف اشارہ ہے اور بعض میں ان کی تاثیر کی شرطوں پر، اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ ہوش دردم، ۲۔ نظر برقدم، ۳۔ سفر دروطن، ۴۔ خلوت درانجمن، ۵۔ یاد کرد، ۶۔ بازگشت، ۷۔ نگہداشت، ۸۔ یادداشت۔

یہ آٹھ کلمات تو حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اور ان کے بعد تین اصطلاحیں۔

۱۔ وقوفِ زمانی، ۲۔ وقوفِ عددی، ۳۔ وقوفِ قلبی۔

حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہیں۔ ان اصطلاحات کی تشریح ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۱۔ ہوش دردم

اس سے یہ مراد ہے کہ سالک ہر سانس کے ساتھ بیداری اور ہوشیاری رکھے کہ ذکرِ لسانی اور قلبی بھی حضورِ دل سے ہو نہ کہ غفلت سے اور ہمیشہ بیدار اور متلاشی رہے کہ اس کا سانس خدا کی یاد میں گزرا یا غفلت میں، اور یہ آہستہ آہستہ ہمیشہ کی حضوری حاصل کرنے اور انفس کے تفرقے کو دور کرنے کا طریقہ ہے اور مبتدی کے واسطے اس کی پابندی نہایت ضروری اور از حد مفید ہے، چنانچہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طریقے میں دم کی نگہبانی از حد ضروری ہے اور جو شخص دم کی نگہبانی نہیں کرتا گویا وہ طریقہ شریفہ بھول گیا اور حضرت خواجہ نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ اس طریقہ کا دارومدار ہی دم پر ہے، کوئی دم اندر آنے اور باہر جانے اور ان کے بیچ کے وقفے میں خدا کی یاد کے بغیر نہ گزرے، اس کو پاسِ انفاس بھی کہتے ہیں:

دم بدم دم را غنیمت داں و ہمدم شو بدم
واقفِ دم باش در دم ہیچ دم بے جا مدم

ہر وقت ہر سانس کو غنیمت جان اور دم کے ساتھ ہمدم ہو جا، دم کا واقف رہ اور کوئی سانس بے جا مت لے۔

فائدہ: اسی ہوش دردم کی برکت سے اس طریقہ علیہ میں سیرِ آفاقی اسی سیرِ انفسی کے ضمن میں درج ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہا جائے کہ اس طریقہ علیہ میں بدایت میں نہایت مندرج ہے تو مناسب ہے۔

۲۔ نظر برقدم

مبتدی کے حق میں اس سے یہ مراد ہے کہ سالک پر واجب ہے کہ اپنے چلنے پھرنے کے وقت سوائے قدم کی پشت کے کسی چیز پر نظر نہ ڈالے تاکہ کسی نامحرم پر نظر نہ پڑ جائے اور یہ کہ دوسری چیزوں کی طرف مشغول ہونے سے محفوظ رہے کیونکہ مختلف نفوس اور متفرق محسوسات کی طرف لگ جانا سالک کی حالت کو بگاڑ دیتا ہے اور دل کی جمعیت کو پریشان کرتا ہے اور جس کی وہ طلب میں ہے اس سے روکتا ہے۔ چلنے پھرنے کے وقت نظر کو پشتِ قدم پر لگانا اور بیٹھنے کی حالت میں اپنے آگے کی طرف نظر کرنا جمعیتِ قلب کے زیادہ قریب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ (۱)

اے پیغمبر مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہ نیچی رکھیں۔

اور نماز میں قیام کے وقت سجدہ کی جگہ پر اور رکوع میں پشتِ قدم پر اور سجدہ میں پرہ بینی پر اور قعدہ میں رانوں پر نظر رکھنے کے لئے جو شرع شریف میں حکم ہے اس میں بھی یہی مصلحت ہے اور اس میں بھی جمعیتِ قلب کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ نیز:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحاً (۲)

اور مت چل زمین پر اکڑ کر۔

میں یہی راز مضمر ہے کیونکہ اکڑ کر متکبرانہ چلنے میں نظر اوپر رہتی ہے جو جمعیت اور بندگی سے دور اور پراگندگی اور تکبر کا باعث ہوتی ہے۔ **کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِ الْعِلْمِ**

اور متوسط کے حق میں نظر برقدم سے مراد یہ ہے کہ ہر حال میں اور ہر وقت ہشیار اور دانا بینا

۱۔ النور: ۳۰ ۲۔ الاسرآء: ۳۷

رہے تا کہ غفلت کا دخل سالک میں نہ ہو۔ اگر زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی چیزوں میں نظر کرے تو عبرت کے ساتھ نظر کرے کیونکہ سالک معرفت کے سمندر سے ایک بہت قیمتی ذخیرہ نظر کرتے ہی حاصل کر لیتا ہے۔ اسی واسطے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِى الْاَبْصَارِ O (۱)

پس عبرت حاصل کرو اے دیکھنے والو۔

بات یہ ہے کہ انسان کے لئے اس راستے پر دو بڑی رکاوٹیں ہیں ایک آفاق یعنی دنیا اور جو کچھ اس میں ہے کہ انسان ان کی لذت اور طلب میں مبتلا ہو کر یاد الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے اور دوسرا انفس یعنی انسان اپنے نفس کی رضا جوئی اور اس کی موافقت میں پڑ کر رضائے مولیٰ سے دور جا پڑتا ہے، تو یہ کلمۂ دوم اس تفرقہ کے دور کرنے کے لئے ہے جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے اور کلمۂ اوّل (ہوش در دم) انفس کے تفرقے کو دور کرتا ہے اور منتہی کے حق میں نظر بر قدم سے مراد ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے اور قدم کو اپنا ہمسفر بنائے

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں
(اقبال)

بات یہ ہے کہ بلندی کے زینوں پر پہلے نظر چڑھتی ہے اس کے بعد قدم آگے بڑھتا ہے اور جب قدم مرتبہ نظر میں پہنچتا ہے نظر اس سے اوپر کے زینے پر آ جاتی ہے اور قدم بھی اس کی پیروی میں اس زینے پر چڑھ جاتا ہے بعد ازاں نظر پھر اس مقام سے ترقی کرتی ہے علیٰ ہذا القیاس اور یہ مراد نہیں کہ نظر قدم سے زیادہ بلندی کی خواہش نہ کرے کیونکہ یہ بات خلاف واقع ہے اور یہ بات بھی غیر واقع ہے کہ قدم کے تمام ہونے کے بعد تنہا نظر کو اس سے آگے ترقی نہیں ہے کیونکہ اس سے آگے اگر نظر تنہا نہ ہو تو سالک بہت سے مرتبوں سے محروم رہ جاتا ہے۔ اصل میں قدم کی نہایت سالک کی استعداد کے مراتب کی نہایت تک ہے بلکہ اسی نبی کی استعداد کی نہایت تک ہے جس کے زیرِ قدم وہ سالک ہے لیکن پہلا قدم بالاصالت (بلا واسطہ) ہے اور دوسرا قدم اس نبی کی پیروی سے (بالواسطہ) ہے اور دونوں استعدادوں کے مراتب کے اوپر اس کا قدم نہیں لیکن نظر ہے اور یہ نظر جب تیزی حاصل کر لے تو اس کا منتہا اس نبی کی نظر کے مراتب کی نہایت ہے جس کے زیرِ قدم وہ سالک ہے، کیونکہ نبی کے

۱۔ الحشر: ۲

کامل تابعداروں کو اس کے تمام کمالات سے حصہ حاصل ہوتا ہے لیکن استعداد کے مرتبوں کی انتہا تک ہوتا ہے جو کہ اس سالک کی ذاتی استعداد ہے اور جو اس کو نبی کی پیروی سے حاصل ہوئی ہے۔ اوّل میں قدم ونظر موافقت رکھتے ہیں اس کے بعد قدم کوتاہی کرتا ہے اور کہتا ہے

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغِ تجلی بسوزد پرم

اب اگر میں ایک بال بھر بھی اوپر اڑوں تو تجلی الٰہی کی چمک میری پرواز کو جلا دے۔

اور نظر تنہا ہی اوپر چڑھتی ہے اور اس نبی کی نظر کے مرتبوں تک ترقیاں کرتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نظر بھی ان کے قدم کے اوپر صعود کرتی ہے اور انبیاؑ کے کامل تابعداروں کو بھی ان کے نظر کے مقام سے حصہ حاصل ہے جیسا کہ ان کے قدم کے مقام سے حصہ حاصل ہے اور آنحضرت خاتم الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم مقامِ رویت ہے جس کا وعدہ دوسروں کو آخرت پر دیا گیا ہے اور جو دوسروں کے لئے ادھار ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نقد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل تابعداروں کو اس مقام سے بھی حظ حاصل ہے ان کے لئے اس دنیا میں رویت نہیں

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

آخر حافظ کی یہ فریاد بے ہودگی سے تو نہیں ہے، یہ تو ایک عجیب وغریب قصہ ہے۔

پس اگر نظر برقدم سے یہ مراد۔ ہے کہ قدم نظر سے کسی وقت بھی پیچھے نہ رہے تو نیک ہے کیونکہ نظر کا قدم سے پیچھے رہ جانا ترقی سے روکتا ہے بلکہ چاہئے کہ:

سمندِ شوق کو ایک اور تازیانہ لگا

جب سالک یہ پہچان لے کہ وہ کس پیشوا کے زیر قدم ہے تو چاہئے کہ اپنے حالات وواقعات اپنے پیشوا کے حالات واقعات کے ساتھ مناسب کرے لیکن ہر سالک کو اس کا معلوم کر لینا کہ وہ کس نبی کے زیر قدم ہے حاصل نہیں ہے اس لئے ہمارے حضرت خواجہ غریب نواز محمد فضل علی شاہ قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ ہر وقت نظر برقدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ کی شریعت وسنت مقدسہ پر ہو کہ تمام حرکات وسکنات واخلاق عین سنت نبویہ ﷺ کی میزان پر صحیح اتریں۔

۳۔ سفر در وطن

اس سے مراد باطنی روحی سفر ہے یعنی سالک صفاتِ بشریہ خسیسہ و رذیلہ (مثل حسد، تکبر، غیبت، ریا وغیرہ) سے صفاتِ ملکیہ فاضلہ (مثل صبر، شکر، خوف، رجا وغیرہ) کی طرف تبدیلی اور ترقی حاصل کرتا ہے اس طرح پر کہ مراقبہ و تصور اور سنت پر عمل سے صفاتِ بشریہ خسیسہ کو محو کرتا ہے بلکہ اپنے آپ کو بھی فنا کر کے صفاتِ ملکیہ فاضلہ کی طرف ترقی کرتا اور مقاماتِ سیر میں سفر کرنے لگتا ہے جیسے ولایتِ صغریٰ کبریٰ و علیا، کمالاتِ نبوت، رسالت، اولوالعزم، حقائقِ الٰہیہ و انبیا حتیٰ کہ فیض ذاتِ الغیب ولاتعین سے (بلا واسطہ) مشرف ہونے لگتا ہے۔ یہ ایک عجیب بھید ہے کہ اپنے گھر بیٹھ کر سفر میں رہتا ہے پس سالک پر واجب ہے کہ ہر وقت اپنے نفس کی دیکھ بھال میں رہے کہ اس میں کچھ غیر اللہ کی محبت تو نہیں ہے، اگر ذرا بھی پائے تو اس کو لآ اِلٰـہَ کی نفی میں لا کر اِلاَّ اللّٰہ کی ضرب سے اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے دل میں قائم کرے (جاننا چاہئے کہ اللہ کے واسطے جس چیز سے محبت کی جائے اللہ تعالیٰ کی محبت میں داخل ہے) اور سفر در وطن بھی سیر انفسی کو متضمن ہے۔

۴۔ خلوت در انجمن

اور یہ سفر در وطن پر متفرع و مترتب ہے یعنی جب سفر در وطن حاصل ہو جائے تو خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائے گی اور اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا دل اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسا مشغول ہو کہ ہر حالت میں یعنی پڑھنے، کلام کرنے، کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے میں ذاکر رہے اور ذکر کا خیال ایسا پختہ ہو جائے کہ خواہ کیسی ہی مجلس اور ہجوم ہو، دل مولیٰ تعالیٰ کی یاد میں رہے جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ(۱)

وہ ایسے لوگ ہیں جن کو سوداگری اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی۔

اگرچہ شروع شروع میں یہ بات تکلف سے حاصل ہوتی ہے اور دوسرے بزرگوں نے اس جمعیت قلب کو حاصل کرنے کے لئے مختلف اوراد و اشغال تجویز فرمائے ہیں اور

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند
گر نہ بینی سرّ حق برمن بخند

۱۔ النور: ۳۷

آنکھ، کان اور ہونٹ (مراد ظاہری اعضا) بند کر، پھر اگر تو خدا کے بھید نہ دیکھے تو مجھ پر ہنس۔

کا حکم لگایا ہے لیکن اس سلسلے کے بزرگوں کے نزدیک ظاہری حواس کا ڈھانپنا نہیں ہے بلکہ انجمن تفرقہ میں کسی طرف متوجہ نہ ہونا ہے۔ پس جب سالک اس پر ملکۂ راسخہ حاصل کر لیتا ہے تو عین تفرقہ میں جمعیتِ قلب کے ساتھ اور عین غفلت میں حضورِ دل کے ساتھ رہتا ہے۔ اس بیان سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلق طور پر برابر ہے نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس کے باطن کی جمعیت میں برابر ہے۔ اس کے باوجود اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کرے اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دفع کر دے تو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلاً ۝ (۱)

اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ، اس کے ساتھ جوڑ۔

جاننا چاہئے کہ بعض اوقات ظاہری تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا تاکہ مخلوق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہوتا ہے لیکن تفرقہ باطنی کسی وقت بھی اچھا نہیں کیونکہ باطن خالص اللہ کے لئے ہے پس بندوں سے تین حصے حق تعالیٰ کے لئے ہوئے، باطن سب کا سب اور ظاہر کا نصف حصہ، اور ظاہر کا دوسرا نصف حصہ مخلوق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا اور چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے۔ اس لئے ظاہر کا یہ حصہ بھی حق تعالیٰ کی طرف لوٹتا ہے۔

وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ (۲)

اور کام تمام تر حق تعالیٰ ہی کی طرف لوٹتا ہے پس اسی کی عبادت کر۔

۵۔ یادکرد

اس سے مراد ذکر کرنا ہے، خواہ ذکرِ لسانی ہو یا قلبی، نفی اثبات ہو یا اسم ذات، سالک کو چاہئے کہ جس طرح وہ اپنے مرشد و مربی روحانی سے ذکر کی تعلیم و تلقین حاصل کرے ہر وقت اس کی تکرار میں بلا ناغہ دل کی محبت کے ساتھ بیدار اور ہشیار رہے یہاں تک کہ حق جل شانہ کی حضوری حاصل ہو جائے۔

۶۔ بازگشت

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ذاکر خیال و تصور سے نفی اثبات (کلمۂ طیبہ) کو طاق عدد کی

۱۔ مزمل: ۸ ۲۔ ہود: ۱۲۳

رعایت کرتے ہوئے چند بار کہے تو اس کے بعد دل کی زبان سے مناجات کرے کہ ''خداوندا! مقصود من توئی و رضائے تو مرا محبت و معرفت خود بدہ۔ (یعنی اے خدا میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا ہے مجھ کو اپنی محبت و معرفت عطا فرما) اور کمالِ عاجزی اور انکساری سے کہے تا کہ اگر غرور و فخر یا گرفتاریٔ لذت کا وسوسہ آئے تو اس دعا کی برکت سے نکل جائے۔

۷۔ نگہداشت

اس کے یہ معنی ہیں کہ سالک نفس کی باتوں اور وسوسوں کو اپنے دل سے دور کرے اور لازم ہے کہ جب دل میں وسوسہ ظاہر ہو فوراً اس کو دور کر دے اور اس کو دل میں جگہ نہ پکڑنے دے ورنہ اس کا دور کرنا دشوار ہو جائے گا اور اس کا بہترین اور مجرب علاج یہ ہے کہ اس وسوسہ سے بے خیال ہو جائے جیسا کہ پہلے حصہ میں گزر چکا ہے۔ دوسرا علاج فوراً ذکر اللہ میں محو ہو جانا ہے۔ اگر پھر بھی رہ جائے تو شیخ و مرشد کی صورت کا تصور عقیدہ کی درستی کے ساتھ (یعنی اس کو مقصود بالذات یا حاضر ناظر نہ جانتے ہوئے وغیرہ) بہت مفید ہے۔ جاننا چاہئے کہ عوام کو یہ امر بہت مشکل ہے اور اولیائے کاملین کو یہ دولت تا زمانِ دراز حاصل رہتی ہے۔

۸۔ یادداشت

اس سے مراد یہ ہے کہ توجہ صرف (یعنی جو الفاظ و خیالات سے خالی ہو) واجب الوجود یعنی ذاتِ حق کی طرف لگائے رکھے تا کہ دوام آگاہی حاصل ہو جائے اور

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ(۱)

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں کہ تم ہو۔

کو ہر وقت نگاہ میں رکھے۔ حق بات یہ ہے کہ دوام آگاہی، فنائے حقیقی اور بقائے کامل کے بغیر ناممکن ہے کیونکہ تکلف مرتبۂ طریقت میں ہے اور طریقت میں دوامِ توجہ متصور نہیں ہے اور مرتبۂ حقیقت میں (فنا و بقا کے بعد) دوامِ توجہ اس وجہ سے ہے کہ اس مقام میں تکلف کی مجال نہیں ہے۔ پس یادکرد و نگہداشت جو مرتبۂ طریقت میں ہے مبتدیوں اور متوسطوں کے لئے ہے اور یادداشت حقیقت سے متعلق اور منتہیوں کے لئے ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ یادداشت سے آگے پنداشت و وہم

۱۔ الحدید: ۴

ہے یعنی اور مرتبہ کوئی نہیں اور دوامِ آگاہی بھی اسی یادداشت ہی کو کہتے ہیں۔ اس سلسلۂ عالیہ کے ایک بزرگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لئے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ:

> خطرات دل سے اس طرح دور ہو جاتے ہیں کہ اگر بالفرض صاحبِ دل کو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دیدی جائے تو بھی اس کے دل میں ہرگز کوئی خطرہ نہ آنے پائے۔

دوسروں کو بھی اس سے رغبت اور شوق حاصل کرنا چاہئے۔ (رزقنا اللہ ولکم)

۹۔ وقوفِ زمانی

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر وقت اپنے حال کا واقف رہے یعنی ہر ساعت کے بعد تامل کرے کہ غفلت تو نہیں آئی اور غفلت کی صورت میں استغفار کرنا اور آئندہ اس کے چھوڑنے پر ہمت باندھنی چاہئے۔

۱۰۔ وقوفِ عددی

اس سے مراد یہ ہے کہ ذکرِ نفی اثبات میں طاق عدد کی رعایت کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے:

وَان اَللّٰہُ وِتْرٌ وَّ یُحِبُّ الْوِتْرَ (۱)

اللہ طاق (ایک) ہے اور طاق کو پسند کرتا ہے۔

۱۱۔ وقوفِ قلبی

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وقت قلب صنوبری کی طرف جو بائیں پستان کے نیچے پہلو کی طرف دو انگل کے فاصلے پر ہے اللہ تعالیٰ کی یاد کا دھیان رکھنا خصوصاً ذکر اذکار کے وقت اور اس میں بھی ایسی حکمت ہے جیسا کہ سلسلۂ قادریہ میں ضربات کی رعایت میں ہے اور وہ یہ ہے کہ ماسویٰ اللہ تعالیٰ کسی کی طرف کسی قسم کی توجہ باقی نہ رہے اور بیرونی خطرات کا دل میں دخل نہ ہو، تاکہ آہستہ آہستہ صرف ذاتِ الٰہی پر توجہ منحصر ہو جائے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے حبسِ دم اور رعایت عددِ طاق کو ذکر میں لازم نہیں فرمایا مگر وقوفِ قلبی کو اثنائے ذکر میں لازم فرمایا ہے جیسا کہ رابطۂ مرشد اور مراقبات لازم ہیں کیونکہ مقصود ذکر سے غفلت کا دور کرنا ہے اور یہ بغیر وقوفِ قلبی کے حاصل نہیں ہوتی۔ بقول مولانا رومیؒ:

۱۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۰۶۲، رقم ۲۶۷۷۔ ابن خزیمہ: ج ۱، ص ۴۲، رقم ۷۷

برزباں تسبیح و در دل گاوٗ خر
ایں چنیں تسبیح کے وارد اثر

زبان پر تسبیح ہو اور دل میں بیل اور گدھا، یعنی دنیوی خیالات آتے ہوں تو ایسی تسبیح سے کیا فائدہ؟

عَلٰـی بَیْـضِ قَـلْبِكَ کُنْ کَـاَنَّكَ طَـائِـرِ
فَـمِـنْ ذَالِكَ الْاَحْـوَالُ فِیْكَ تَـوَلَّـدُ

مانندِ مرغے باش تو بر بیضۂ دل پاسباں
کز بیضۂ دل زاید ت مستی و شور و قہقہ

تو اپنے دل کے انڈے پر پرندے کی طرح نگراں رہ تا کہ اس کی پابندی سے تجھ میں جوش و جذب و قہقہہ پیدا ہوں۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جس شخص کو ذکرِ قلبی اثر نہ کرے اس کو ذکر سے روک کر صرف وقوفِ قلبی کا حکم کیا جائے اور اس کی طرف توجہ کرنی چاہئے تا کہ ذکر اثر کرے اور قرآن شریف کی آیت:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُو اللّٰهَ ذِکْراً کَثِیْراًO (۱)

اے ایمان والو! اللہ کو بہت ہی زیادہ یاد کرو۔

وقوفِ قلبی اور ذکرِ قلبی کے لئے دلیل ہے۔ **وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ**

۱۔ الاحزاب: ۴۱

اندراج النہایت فی البدایت

جاننا چاہئے کہ یہ سیر (سیر الی اللہ) بہت دور دراز کی سیر ہے کہ جس کے طے کرنے میں بڑی بڑی مشقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک منزل مقصود تک پہنچے بغیر راستے ہی میں مر جاتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سلوک (سیر آفاقی) پر جذب (سیرِ انفسی) کو مقدم کرنے کا حکم دیا ہے۔ پس اس سلسلۂ عالیہ میں پہلے پہل مرید کے عالمِ امر کے لطیفوں میں توجہ سے فیض القا کرتے ہیں تا کہ قلب، روح، سِر، خفی اور اخفی اپنے اصول میں فانی اور مستہلک ہو جائیں۔ اس سیر کو سیرِ انفسی کہتے ہیں اور اسی سیر کے ضمن میں بعض اوقات سیر آفاقی بھی حاصل ہو جاتی ہے، اس لئے لطائفِ عالم امر سے ظلمتیں اور کدورتیں بھی دفع ہو جاتی ہیں اور قرب بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اس تصفیہ قلب کے بعد نفس و قالب کے تزکئے کی غرض سے ریاضت کا حکم دیتے ہیں تو سالک کو ریاضت اور شیخ کی توجہ سے نفس اور عناصر اربعہ کا تزکیہ بھی حاصل ہو جاتا ہے، ایسے سالک کو مجذوب سالک کہتے ہیں اور اس سیر کو اندراج النہایت فی البدایت کہتے ہیں۔ اس لئے کہ جذب جو دیگر سلسلوں میں سب سے اخیر میں ہوتا ہے اس سلسلے میں شروع ہی میں ہو جاتا ہے۔ نیز چونکہ عالمِ امر کے لطیفے فنا ہونے کے بعد ریاضت کا حکم دیا گیا تھا اور نفس کی سختی و سیاہی لطیفوں کی صحبت اور پڑوس کے سبب سے جاتی رہی تھی اور ریاضت اس پر آسان ہو چکی تھی اور عبادت کا ثواب لطائف کے فنا ہونے کے بعد زیادہ ہو گیا تھا۔ اس لئے یہ سیر آسان اور جلدی ہو گئی۔ دوسرے یہ کہ اگر مرید اس میں کامل ہونے سے پہلے مر جائے تو محروم مطلق نہ مرے گا، اس لئے کہ ذکرِ قلب پہلے ہی حاصل کر لیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہ تھی اس جملے کی مختصر تشریح جو حضرت خواجہ نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ''ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔'' جس پر بعض کوتاہ نظروں نے یہ اعتراض کیا کہ جب اور سلسلوں کی انتہا اس سلسلے کی ابتدا ہے اور ان سلسلوں کی انتہا ہے وصول الی اللہ، تو ان حضرات کی انتہا کیا ہوگی۔ جس کا ایک جواب جو الزامی کہئے یہ دیا گیا ہے کہ بے شک انتہا تو سب کی وصول الی اللہ ہی

ہے لیکن ہر شخص کے وصول کی کیفیت جداگانہ ہے چنانچہ انبیا اور اولیا کے وصول میں اور اولیا اور عام مومنوں کے وصول کے درجوں میں حتیٰ کہ رسولوں کے درجاتِ وصول میں فرق ثابت ہے تو پھر ان حضرات کے وصول اور دوسروں کے وصول میں کیوں فرق نہیں ہوگا۔ دوسرا جواب جو تحقیقی ہے وہ یہ ہے کہ وہ جذب و محبت جو دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو نہایت میں میسر ہوتی ہے اس طریق کے مبتدیوں کو اس کی چاشنی ابتدا میں ہی چکھا دی جاتی ہے۔ اگرچہ ان کی حقیقت تو اس کو بھی انتہا ہی میں حاصل ہوگی لیکن اگر وہ ابتدا ہی میں فوت ہو جائیں تو اس دولت سے بے بہرہ نہیں جائیں گے۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

اگرچہ یہ مطلب دوسرے سلسلوں میں بھی حاصل ہے لیکن اس سلسلے کے بزرگوں نے اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ایک طریقہ اختیار کیا ہے یعنی اس سیر کو لطائفِ عالمِ امر سے شروع کر کے تصفیۂ قلب حاصل کیا ہے اور روح کو اپنے مقصودِ حقیقی کی طرف متوجہ کر کے تزکیۂ لطائفِ عالمِ خلق میں مشغول ہوئے ہیں اس لئے ان کے مقامِ جذبہ میں ایک خاص شان ہے جو اوروں کو اتفاقی طور پر شاذ و نادر حاصل ہوتی ہے۔ پس اس لحاظ سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اس طریقۂ علیا میں بدایت میں نہایت مندرج ہے یعنی نہایت کی صورت اور چاشنی درج ہے نہ کہ نہایت کی حقیقت، کیونکہ حقیقت کا بدایت میں مندرج ہونا محال ہے اور مبتدی کا جذب منتہیٰ کے جذب کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور بھروسے کے لائق نہیں ہے، البتہ ایک اچھی علامت ہے اور وہ جذب جو اس راستے کی ضروریات میں سے ہے وہ جذبِ ثانی یعنی جذبِ منتہیٰ ہے۔ حاشا و کلا جو اس سلسلے کے بزرگوں کا مطلب یہ ہو کہ اس سلسلے کا مبتدی دوسروں کے منتہی کے برابر ہے۔ یہ محض سمجھ کا دھوکا ہے۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن و قصور
حاشا للہ کہ بر آرم بزباں ایں گلہ را

اگر کوئی کم سمجھ اس گروہ کو طعنہ دے اور قصور وار بتائے تو ہرگز بھی اس شکایت کو زبان سے نہ نکالوں۔

پس خوب سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مسائل علم والوں کے لئے لکھے جاتے ہیں تا کہ وہ حقیقت کار سے واقف ہو جائیں ورنہ عوام کے لئے لازم ہے کہ وہ تمام سلاسل کے پیشواؤں کو اپنا بزرگ اور رہنما سمجھیں اور ان کے مرتبوں میں کسی قسم کا تعین و تفاوت نہ کرتے ہوئے اپنے اپنے کام میں مشغول رہیں اور جہاں کہیں بزرگوں کا اختلاف پائیں اس کو لفظی یا فروعی اختلاف سمجھتے ہوئے اس مسئلے میں

اپنے مرشد کے مسلک پر عمل کریں کیونکہ

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا (۱)

ہر ایک کا ایک قبلہ ہے جدھر وہ منہ کرتا ہے۔

اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدٰنَا لِهٰـذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْ لَا اَنْ هَدانَا اللّٰه

۱۔ البقرہ: ۱۴۸

بعض دیگر اصطلاحات کی تشریح

اکثر سالکین اس سے پریشان ہوتے ہیں کہ ہماری فلاں حالت میں کمی واقع ہوگئی یا فلاں کیفیت جاتی رہی، اب پہلے جیسا جوش و جذب خوابات و حالات نہیں ہوتے شاید ہم کو تنزل ہوگیا ہے اور اس سے وہ مایوس اور رنجیدۂ دل ہو جاتے ہیں۔ کاملین مشائخ نے ان کی اس غلطی کو دور کرنے کے لئے وضاحت فرمادی ہے کہ حالات کا غلبہ ہمیشہ نہیں ہوتا خاص طور پر مبتدی کو تو بہت ہی تغیر و تبدل پیش آتا ہے اور اس تغیر کو اصطلاح میں تکوین کہتے ہیں اور تلوین حالات کے لئے حضرت حنظلہ بن الربیع رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے جو صحیح مسلم شریف اور صحیح ترمذی شریف میں ہے جس میں آتا ہے کہ حضرت حنظلہؓ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک سے الگ ہونے کے بعد اپنی وہ حالت نہ پائی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں ہوتی تھی تو اپنی اس حالت پر بہت کبیدۂ خاطر ہوئے اور اپنے آپ کو اس وجہ سے منافق کی مانند سمجھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راستے میں ملاقات ہوئی تو تمام سرگزشت ان کو سنائی، حضرت صدیقؓ نے کہا حالت تو ہماری بھی یہی ہے چلئے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کریں چنانچہ حاضر ہو کر عرض کی، حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ ان لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ و فِی الذِّکْرِ
لَصا فَحَتْکُمُ الْمَلاۗئِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَۃُ سَاعَۃً
وَسَاعَۃً ثَلٰثَ مَرَّاتٍ (۱)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اس حالت پر رہتے جس پر میرے پاس رہتے ہوئے ہوتے ہو، یا یہ فرمایا کہ جس پر ذکر کی حالت میں رہتے ہو (شک الراوی) تو البتہ فرشتے تم سے تمہارے فرشوں پر اور تمہارے راستوں میں مصافحہ کیا کرتے ولیکن اے حنظلہؓ انسان کی حالت کبھی کچھ ہے اور کبھی کچھ، اور یہ کلمہ تین دفعہ فرمایا۔

حضرت شیخ سعدیؒ نے بھی حضرت یعقوب علیہ السلام کے جواب کو نظم فرمایا ہے جب کہ کسی نے

۱۔ مسلم: ج۴، ص ۲۱۰۶، رقم ۲۷۵۰

حضرت یعقوب علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ جب آپ نے مصر سے جو اتنی دور ہے یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو سونگھ لی تو جب وہ کنعان کے کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تھے وہیں کیوں نہ دیکھ لیا تھا؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

بگفت احوالِ ما برقِ جہان ست — دمے پیدا و دیگر دم نہان ست
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم — گہے برپشتِ پائے خود نہ بینم

آپ نے فرمایا کہ ہمارا حال کوندنے والی بجلی کی مانند ہے جو کبھی ظاہر ہوتی اور کبھی چھپ جاتی ہے۔ کبھی تو میں بہت بلند مکان پر بیٹھتا ہوں۔ کبھی میں اپنے پاؤں کی پیٹھ پر بھی نہیں دیکھتا۔

پس اس قسم کے تغیرات سے سالک کو ناامید اور شکستہ دل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ پریشانی نقصان دینے والی ہے بلکہ ان تغیرات کو راستے کی چیز سمجھے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے ؎

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

جو کچھ طریقت میں سالک کو پیش آئے اس سب میں سالک کی بھلائی و بہتری ہے۔

سُکر کی حالت جس میں سالک سے بعض امور ظاہر شریعت کے خلاف سرزد ہو جاتے ہیں اسی مقامِ تلوین سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ مقام قلب کا ہے جب اس کا قلب تصفئے سے مزین ہو جاتا اور نفس تزکیہ حاصل کر کے مطمئنہ ہو جاتا ہے تو قالب شریعت کا تابع اور حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے، اس مقام کو مقامِ تمکین کہتے ہیں۔ اگرچہ اہلِ تمکین کی حالت میں بھی ان کے مرتبے کے مطابق فرق ہوتا ہے اور ان کے حالات میں تغیر ہوتا ہے لیکن وہ تغیر شریعت مقدسہ سے سرمو تجاوز نہیں کرتا۔ اگر صاحبِ تلوین ابن الوقت ہے تو صاحبِ تمکین ابوالوقت ہے اور احوال کی غلامی سے آزاد ہوتا ہے۔

مقامِ تلوین میں سالک کو مختلف حالتیں پیش آتی ہیں پس کبھی خدا کی تجلّی جلالی یعنی اس کی بزرگی اور بے نیازی کے آثار کا غلبہ ہوتا ہے اور اس سے کسی مصلحت کی بنا پر واردات اور حالات کا ہونا سالک پر بند ہو جاتا ہے اور اس سے نفس کی پریشانی لطائفِ خمسہ کو منتشر اور مشوش کر دیتی ہے اس حالت کو اصطلاح میں قبض کہتے ہیں اور اس کی دلیل وحی کے آنے میں (ابتدائے نبوت میں) توقف سے حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مغموم ہونا اور اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر ہلاک کرنے کے درپے ہونا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ظاہر ہو کر اطمینان دلانا ہے، جس کو امام بخاریؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔ پس بعض اہلِ قبض جو تنگ ہو کر خودکشی کرنے کی طرف مائل ہو جاتے

ہیں تو ہو سکتا ہے کہ وہ معذور ہوں اور ان کو مشائخ کا اس قسم کی تسلی دینا کہ تمہاری حالات محمود اور اچھی ہے اور اس حالت کی مصلحتیں حکمتیں پیش کرنا بھی نہایت مناسب ہے جیسا کہ حدیث مذکورہ سے ثابت ہوا۔ پس سالک کو چاہئے کہ کیسا ہی قبض پیش آئے محبوب حقیقی (اللہ تعالیٰ) سے تعلق قطع نہ کرے اور رابطہ مرشد قائم رکھے اور استغفار کی کثرت کرے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

چونکہ قبضے آیدت اے راہ رد   آں صلاحِ تُست آلیس دل مشو
چونکہ قبض آید تو دروے بسط بیں   تازہ باش وچیں میفگن برجبیں

اے راہ طریقت کے چلنے والے جب تجھے کوئی قبض پیش آئے تو چونکہ اس میں تیری بہتری ہے اس لئے تو مایوس دل مت ہو پس جب تجھ کو قبض پیش آئے تو اس کو اپنے دل میں بسط سمجھ لے اور ہشاش وبشاش رہ اور پیشانی پر بل مت لا۔

قبض کے مقابل کی حالت کو بسط کہتے ہیں یعنی ذاتِ حق کے لطف وفضل کے ورود سے قلب کو جو سرور وفرحت اور خوشی ہوتی ہے اور نفس لطائف خمسہ کے ساتھ موافقت کر کے ترقی کی طرف مائل اور عبادت میں ذوق وشوق کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے اس حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور اپنی عاجزی اور کمزوری اور ذات حق کے فضل ولطف پر نظر رہنی چاہئے اور احوال سے منہ موڑ کر احوال کے خالق (اللہ تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ قبض اور بسط میں جب اور ترقی ہوتی ہے تو قبض کی ترقی کی حالت کو ہیبت اور بسط کے غلبہ کی حالت کو انس کہتے ہیں۔ یعنی قبض اور بسط کی حالت سالک کو ابتدا سے انتہا تک پیش آتی رہتی ہے۔ پس مبتدی کو ہوتی ہے تو اسے خوف اور رجا کہتے ہیں، متوسط کے لئے قبض اور بسط اور منتہی کے لئے ہیبت اور انس کہتے ہیں (علیٰ الترتیب)۔ جو واردات وکیفیات کہ حاصل ہونے کے بعد جلد ہی زائل ہو جائیں اور ہمیشگی نہ پکڑیں ان کو حال کہتے ہیں اور جو ہمیشگی اور قرار حاصل کریں ان کو مقام کہتے ہیں اور عمل باطنی اختیاری کو بھی مقام کہتے ہیں۔

بعض اہل طریق کا یہ مذاق رہا ہے کہ جب عارضی اسباب کے پیش آنے سے طبیعت میں ملال یا فتور یا انقباض ہوا تو اس کے رفع کرنے کے لئے مباح ہونے کی شرطوں کے ساتھ قدرے سماع سن لیا ہے تا کہ نشاط اور سرور پیدا ہو کر اطاعتِ الٰہی آسان ہو جائے۔ پس مقصود تو عبادتِ الٰہی ہوتی ہے اور سماع اس کے لئے مددگار ہوتا ہے کیونکہ یہ اکثر قدرتی بات ہے کہ کسی چیز کے خود پڑھنے سے وہ لطف حاصل نہیں ہوتا جو اس کو دوسرے کے سننے سے حاصل ہوتا ہے۔ باقی رہا سماع ہی کو مقصود بنالینا اور اس میں شرائط کی رعایت نہ کرنا تلعب بالدین ہے اور بالکل ناجائز ہے۔ آج کل کے زمانے میں

صوفیوں نے اس مسئلے میں بہت افراط سے کام لیا ہے اور بزرگانِ دین کی طرف اس قسم کے سماع کو جو شرعاً تلعب بالدین ہے منسوب کر دیا ہے اور اس طرح دین میں تساہل پیدا کر دیا ہے جس کی خرابیاں اہل علم کی نظروں سے پوشیدہ نہیں۔

جاننا چاہئے کہ سماع و وجد شرائط اباحت کے ساتھ ان لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے جن کے احوال بدلتے رہتے ہیں جو کبھی حاضر ہیں اور کبھی غائب، کبھی پانے والے ہیں اور کبھی گم کرنے والے، یہ لوگ اربابِ قلوب ہیں جو تجلیاتِ صفاتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک اسم سے دوسرے اسم کی طرف بدلتے رہتے ہیں۔ احوال کا تلون ان کا نقد وقت ہے اور امیدوں کا پراگندہ ہونا ان کے مقام کا حاصل ہے حال کی ہمیشگی ان کے حق میں محال ہے اور وقت کا دوام ان کی شان میں مشکل ہے کبھی قبض میں ہیں اور کبھی بسط میں، یہ لوگ ابن الوقت یعنی وقت کے مغلوب ہیں، کبھی عروج کرتے ہیں اور کبھی ہبوط کرتے ہیں، لیکن تجلیاتِ ذاتیہ والے لوگ جو پورے طور پر قلب سے نکل چکے ہیں اور مقلب قلب یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچ گئے ہیں، سماع و وجد کے محتاج نہیں، وہاں نہ وقت ہے نہ حال، نہ فقد ہے نہ وجد۔ یہ لوگ ابوالوقت اور صاحبِ تمکین ہیں۔ ہاں منتہیوں میں سے بھی ایک گروہ کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ کمال کے درجوں میں سے کسی درجے تک پہنچنے اور جمالِ لایزال کے مشاہدے کے بعد ان کو قوی برودت اور پوری پوری تسلی حاصل ہو جاتی ہے جو ان کو وصول کی منزلوں تک ترقی کرنے سے ہٹا رکھتی ہے کیونکہ وصول کی منزلیں ابھی آگے ہوتی ہیں اور قرب کے مدارج نہایت تک طے نہیں ہوئے ہوتے، اس لئے اس برودت کے باوجود عروج کی خواہش اور محبوب کے کمالِ قرب کی آرزو رکھتے ہیں اس صورت میں سماع فائدہ مند اور حرارت بخش ہوتا ہے۔ ہر گھڑی سماع کی مدد سے ان کو قرب کی منزلوں کی طرف ترقی میسر ہوتی ہے۔ پس وصل کی ہمیشگی کے باوجود یہ سماع و رقص و وجد وصول کی طرف ترقی کے لئے ہے اور مشائخ میں سے ایک اور گروہ جن کے نفوس درجۂ ولایت تک پہنچنے کے بعد بندگی کے مقام میں اتر آتے ہیں اور ان کی ارواح نفوس کی روک ٹوک کے بغیر اپنے اصلی مقام میں جنابِ قدس کی طرف متوجہ رہتی ہیں اور ہر گھڑی نفس مطمئنہ کے مقام سے ان کی ارواح کو مدد پہنچتی رہتی ہے جس کے باعث روح کو محبوب کے ساتھ خاص مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان بزرگوں کا آرام عبادت کے ساتھ ہے اور ان کی تسکین بندگی اور طاعت کے حقوق ادا کرنے میں ہوتی ہے، ان کو سماع و وجد کی کچھ ضرورت نہیں ہے۔ غرض سماع متوسطوں کے لئے اور ایک قسم کے منتہیوں کے لئے بھی مفید ہے، لیکن مبتدیوں کے لئے وجد و سماع نقصان دینے والا

ہے۔ اور ان کے عروج کے منافی ہے خواہ وہ شرائط کے موافق ہی ہو اور مبتدی سے مراد وہ لوگ ہیں جو اربابِ قلوب میں سے نہیں ہیں، ان کا وجد کسی بیماری سے ہے، ان کا حال وبال، ان کی حرکت طبعی اور ان کا رقص ہوائے نفسانی سے بھرا ہوتا ہے۔ اربابِ قلوب وہ ہیں جو مبتدیوں اور منتہیوں کے درمیان متوسط ہیں اور منتہی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ اور واصلِ کامل ہو اور انتہا کے بہت سے درجات ہیں جو ایک دوسرے سے اوپر ہیں اور وصول کے بہت سے مرتبے ہیں جن کا ہمیشہ تک قطع کرنا ناممکن ہے۔ سماع و وجد جن منتہیوں کے حق میں درکار ہے وہ بھی ایک لحاظ سے متوسطین میں سے ہیں کیونکہ یہ لوگ عروج کے بہت سے مرتبے آگے رکھتے ہیں۔ جب عروج کے مرتبے جہاں تک ان کا حاصل ہونا ان کے حق میں ممکن ہے پورے طور پر طے نہ کرلیں انتہا کی حقیقت ان سے گم ہے۔ سماع کی شرائط میں سے اکثر اس وقت کے لوگوں میں نہیں پائی جاتیں بلکہ اس قسم کا سماع و رقص جو آج کل کے لوگوں میں پھیلا ہوا ہے اور اس قسم کی قوالی وغیرہ کی مجلسیں اور اجتماع جو اس زمانے میں رواج پائی ہوئی ہیں کچھ شک نہیں کہ محض نقصان دینے والی اور ترقی سے روکنے والی ہیں جن سے بچنا نہایت ضروری اور لازمی ہے۔

سماع کی شرطیں صاحبِ استقامت بزرگوں کی کتابوں میں خوب اچھی طرح درج ہیں۔ البتہ چند ضروری شرطیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔

۱۔ سماع کی مجلس شراب نوشی اور تمام نشے والی چیزوں کے استعمال سے اور زنا اور لواطت سے اور تمام ان چیزوں سے جو شرع شریف نے حرام کردی ہیں خالی ہو۔

۲۔ ایسے وقت میں یہ محفل منعقد نہ کی جائے کہ اگر سماع میں بیٹھا رہے تو نماز جاتی رہے، یا کوئی اور فرض و واجب چھوٹ جائے یا شہادت واجبہ کا وقت جاتا رہے۔

۳۔ مجلس میں شامل ہونے والوں میں کوئی اجنبیہ عورت یا لڑکی جس سے شہوت کا خوف ہو وہاں موجود نہ ہو۔

۴۔ سننے والا دلی جذبات کے ضبط اور خطرات کی حفاظت پر قدرت رکھتا ہو۔ یعنی اپنے دل میں وہ خیالات نہ لائے جو حرام ہیں اور اگر دل میں وہ خیالات آجائیں تو ان کے دور کرنے پر قدرت ہو۔ اگرچہ اسی حالت میں بار بار اس کے دل میں یہ خیالات آئیں ان کو قطع کرتا رہے۔

۵۔ سماع کا مقصد نیک اور نیت اچھی ہو۔

۶۔ اپنے کمال کا اعتقاد نہ ہو کیونکہ یہ اعتقاد ترقی سے روکتا ہے۔ اگرچہ وہ بھی عروج حاصل کرتا ہے لیکن تسکین کے بعد اس مقام سے نیچے اتر آتا ہے۔

۷۔ مزامیر (گانے بجانے کے آلات) نہ ہوں۔

فائدہ: سلسلہ چشتیہ کے مشائخ سماع میں خاص شغف رکھتے ہیں کیونکہ ان پر ذوق وشوق کا غلبہ ہے اور اکابر نقشبندیہ پر احتیاط کا غلبہ ہے اس لئے یہ حضرات سماع سے پرہیز کرتے اور کراتے ہیں اور سوائے خاص ضرورت کے اس کی اجازت نہیں دیتے۔ سالک کو چاہئے کہ کسی سلسلے کے بزرگوں پر طعن نہ کرے اور اپنے مشائخ کے طریقے کو اپنا شعار بنائے اور سماع وغیرہ مسائل میں اپنے شیخ کی اجازت اور ہدایت پر عمل کرے اور عوام الناس کو تو اس قسم کے گانے وغیرہ کی محفلوں سے خصوصاً جو آج کل رائج ہیں پرہیز لازمی ہے۔

جمع

اس حالت سے مراد ہے جس میں سالک حق جل مجدہ کے مشاہدے میں مستغرق رہتا ہے اور خدا کی طرف متوجہ رہنا اس پر غالب رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ مخلوق کی طرف ہرگز متوجہ نہیں ہوتا جیسے چاند کو دیکھنے والا۔

فرق

اس حالت میں سالک دنیا کو دیکھتا ہے لیکن اس کو حق کے انوار کا آئینہ نہیں بناتا اور مصنوع سے صانع کی طرف اپنی توجہ کو نہیں لوٹاتا گویا دنیا اس کی نظر میں اندھیری ہے۔

جمع الجمع

اس حالت میں سالک حق اور خلق پر نظر رکھتا ہے یعنی تاریکی سے نکل کر مشاہدہ حق سے مشرف ہو کر خلق میں مشغول ہوتا ہے۔

غیبت وحضور، سُکر وصَحو ومحو اِثبات، ظہور و اِستتار

اگر کوئی وارِدِ قوی قلب پر آیا خواہ صفاتِ خداوندی کا غلبہ ہوا یا کچھ ثواب وعذاب کا خیال، اس کے غلبے سے حواس معطل ہو گئے اور اس کو کوئی خبر نہ رہی تو غیبت ہے یعنی خلق سے، اور جب ہوش آ گیا تو حضور ہو گیا۔ انوارِ غیب کے غلبے سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز تجلّی کا اُٹھ جانا سُکر ہے اس امتیاز کا عود کر آنا صحو ہے۔ محو واثبات کے معنی قریب فنا و بقا کے ہیں۔ ظہور کو کہتے ہیں اور استتار پوشیدہ ہونے کو کہتے ہیں۔ اس ظہور کو تجلّی مثالی کہتے ہیں نہ کہ تجلّی حقیقی، جو رویت سے تعبیر کی جاتی ہے اور وہ آخرت ہی میں ہوگی۔

آداب و رعایات برائے مرشدین

ارشاد و ہدایت کا منصب ایک بہت ہی بڑا منصب ہے جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> یٰٓـاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیۡرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذۡنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا ۝ (۱)
>
> اے نبی، بلاشبہ ہم نے تجھ کو بھیجا تا کہ تو (امت کے اعمال پر) گواہ رہے اور (نیک عمل والوں کو) خوشخبری دے اور (بدکاروں کو دوزخ کی آگ سے) ڈرائے اور ان کو اللہ کی اجازت سے اس کی طرف بلائے اور تو ایک ایسا چراغ ہے جو (دوسروں کو بھی) روشن کرتا ہے۔

دارمی نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت کی ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دو آدمیوں کے بارے میں پوچھا جو کہ بنی اسرائیل سے تھے، ان میں سے ایک عالم تھا جو کہ صرف فرض نمازیں ادا کرتا تھا اور اس کے بعد لوگوں کو تعلیم کرتا تھا اور دوسرا شخص رات بھر عبادت کرتا اور دن بھر روزہ رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پہلے شخص کو دوسرے شخص پر اس قدر فضیلت ہے جتنی کہ مجھے تم میں سے ایک ادنیٰ شخص پر۔ پس ارشاد و ہدایت کا ثواب تمام عبادتوں سے زیادہ ہے اس لئے جو حضرات اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ارشاد و ہدایت کے منصب پر سرفراز ہوئے ہیں اور اپنے مشائخ سے باقاعدہ اجازت حاصل ہے ان کو اس نعمت پر مولیٰ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے اور اس کے مناسب آداب کی رعایت کرنی چاہئے۔ اس باب میں وہ آداب بیان کئے جاتے ہیں جو صاحبِ ارشاد اور پیروں کے لئے مناسب اور ضروری ہیں۔

شیخ کو طریقے کے ظاہر کرنے اور پھیلانے پر زیادہ مائل ہونا چاہئے اور اپنے مریدوں پر مہربان اور شفیق ہونا چاہئے اور ترش رو نہ ہونا چاہئے، نہ مریدوں کو بلاوجہ ڈانٹے ڈپٹے، ہاں جبکہ شریعت

۱۔ الاحزاب: ۴۵، ۴۶

اسلامیہ کا تقاضا ہو تو اس وقت ڈانٹنے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔ مرید کو شفقت اور مہربانی سے نصیحت کرے اور سخت کلامی اختیار نہ کرے۔ اگر مرید سے کوئی خطا سرزد ہو جائے جو کہ مرشد کی ذات ہی تک محدود ہو تو مرشد اسے معاف کر دے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی بخشش کی دعا کرے۔ مخلوق کی رضامندی کے واسطے راہِ مولیٰ کے طالبعلموں کو اپنے پاس سے ہٹانا کفر ہے، مریدوں سے کسی مالی یا جسمانی فائدے کی خواہش نہ رکھے کیونکہ ہدایت کرنا ایک عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا حرام ہے اور اس خدمت کا معاوضہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے طلب نہ کرے۔ اگر کسی مرید سے کسی قسم کی روحانی یا جسمانی تکلیف پہنچے تو صبر سے برداشت کرے اور اس پر توجہاتِ باطنی میں کمی نہ کرے اور معاملہ کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے اور ہدایت کے لئے دعا کرے۔ مریدوں میں باوقار رہے، عام اختلاط اور میل جول سے پرہیز کرے تاکہ مریدوں کے دل سے اس کی عزت وعظمت نہ اٹھ جائے اور پھر وہ فیض سے محروم نہ رہ جائیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یکا یک یعنی پہلے پہل دیکھتا تھا آپ ﷺ سے ڈر اور ہیبت محسوس کرتا تھا اور جو کوئی آپ سے ملتا رہتا اور آپ کے مزاج مبارک کو پہچان جاتا اور مصاحبت رکھتا تھا تو وہ آپ ﷺ سے بہت محبت رکھتا۔ یعنی پہلی ملاقات میں آپ کے وقار کے سبب سے ڈر جاتا تھا اور جب بیٹھتا اور مخالطت کرتا اور آپ ﷺ کا حسن خلق معلوم کرتا تو آپ ﷺ سے بہت محبت کرنے لگتا تھا۔ (۱)

شیخ کو چاہئے کہ اپنے مریدوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے، البتہ جو مرید اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کے مرتبے و درجے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ طے کئے ہوئے ہو، اس کو ترجیح دینے میں کوئی ہرج نہیں۔ نہ اس شخص کو ترجیح دینے میں کچھ ہرج ہے جو اللہ تعالیٰ کی طلب دوسروں کی نسبت زیادہ رکھتا ہو۔ پیر کو چاہئے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو مخلوق کی بے اعتقادی کا سبب ہو، جیسا کہ بعض ناسمجھ ملامتیہ فرقے کے لوگوں نے کیا ہے کہ خلافِ شرع باتوں پر عمل کرتے اور اس کو اپنے لئے ملامت کا ذریعہ بنا کر اپنے نفس کی سزا تجویز کرتے اور اس سے اصلاح نفس خیال کرتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے۔ البتہ ترکِ عزیمت اور اختیارِ رخصت کر کے نفس کو نشانہ ملامت بنا کر اصلاح کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ایسے جائز شرعی فعل کرنا مثلاً گھر کی بچی ہوئی روٹیاں بیچنا وغیرہ جن کو عام لوگ حقارت سے دیکھتے اور بزرگی کی شان کے شایان نہیں سمجھتے، اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کافی ہے۔ اصل مطلب ملامتیہ کا بھی یہی تھا جو بعض جاہلوں نے بدل کر خلاف شرع کو اپنا شعار بنالیا، اس کو

۱۔ ترمذی: ج ۵، ص ۵۹۹، رقم ۳۶۳۸۔ ابن ابی شیبہ: ج ۶، ص ۳۲۸، رقم ۳۱۸۰۵

خوب ذہن میں بٹھا لیجئے۔ اسی موقع کے لئے کہا گیا ہے

رِيَاءُ الْكَامِلِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِيْدِيْنَ

کاملوں کی ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔

ہمیشہ بارگاہ خداوندی جل شانہ میں ذلیل ومحتاج رہے۔ انکساری وزاری، التجا وتضرع کرے اور بندگی (بندہ ہونے) کے حقوق بجالائے، حدودِ شرعیہ کی حفاظت کرے اور سنتِ سنیہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں اپنی نیتوں کو درست رکھے، اپنے باطن کو اللہ کے ماسوا سے پاک وصاف رکھے اور ظاہر کو ہمہ تن اللہ جل شانہ کے سپرد کردے۔ اپنے عیبوں کو ہر وقت دیکھتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے انتقام سے ڈرتا رہے۔ اپنی نیکیوں کو بہت کم خیال کرے اور اپنی برائیوں کو بہت زیادہ سمجھے، شہرت اور مخلوق کی قبولیت سے ڈرتا اور کانپتا رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بِحَسْبِ امْرِئٍ مِّنَ الشَّرِّ اَنْ يُّشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصِمَهُ اللّٰهُ (١)

آدمی کے لئے یہی برائی کافی ہے کہ اس کی طرف دین کے بارے میں یا دنیا کے بارے میں انگلیاں اٹھنے لگیں مگر جس کو حق تعالیٰ بچائے رکھے۔

اپنے فعلوں اور عیبوں کو تہمت دیتا رہے اگرچہ وہ صبح کی مانند روشن ہوں، اور اپنے وجد وحال کی کچھ پروا نہ کرے اگرچہ وہ صحیح اور مطابق ہی ہوں صرف مذہب اور شریعت کے رائج کرنے میں مدد کرے اور سہارا دے اور مخلوق خدا کو اللہ جل شانہ کی طرف بلانے کو ہی کافی نہیں سمجھنا چاہئے اور نہ اس پر بھروسہ کرنا چاہئے کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس قسم کی امداد کافر وفاسق وفاجر آدمی سے بھی ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَيُؤَيِّدُ هٰذَا الدِّيْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ (٢)

بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کی تائید مرد فاجر سے (بھی) کرا دیتا ہے۔

اور جو مرید کہ طلب مولیٰ کے لئے آئے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہونے کا ارادہ کرے اس کو شیر ببر کی صورت میں جاننا چاہئے (یعنی اس کو اپنے لئے آزمائش سمجھنا چاہئے) اور ڈرنا چاہئے

۱۔ ترمذی: ج ۴، ص ۶۳۵، رقم ۲۴۵۳۔ المعجم الاوسط: ج ۷، ص ۲۷، رقم ۶۸۹۰

۲۔ بخاری: ج ۳، ص ۱۱۱۴، رقم ۲۸۹۷، مسلم: ج ۱، ص ۱۰۵، رقم ۱۱۱۔ ابن احبان: ج ۱۰، ص ۳۷۸، رقم ۴۵۱۹

کہ کہیں اسی راستے سے اس کی خرابی نہ چاہتے ہوں اور شاید کہ اس کے ذریعے سے اس کا استدراج مطلوب ہو۔ پس اگر بالفرض مرید کے آنے سے اپنے اندر کسی قسم کی خوشی و سرور محسوس کرے تو اس کو کفر و شرک سمجھے اور اسکا تدارک کرے یعنی ندامت و استغفار سے اس قدر علاج کرے کہ اس خوشی کا کوئی اثر باقی نہ رہے، بلکہ بجائے خوشی کے غم اور خوف دل میں بیٹھ جائے اور اس بارے میں بہت زیادہ تاکید اور کوشش کرے کہ مرید کے مال میں کوئی طمع اور اس سے دنیاوی منافع کی کوئی امید نہ پیدا ہونے پائے، کیونکہ یہ مرید کی ہدایت میں رکاوٹ اور مرید کی بے رغبتی کا سبب ہوتا ہے بلکہ مرید سے قرض بھی نہ لے مگر جس کے متعلق یہ بھروسہ ہو کہ اس کی ضرورت سے فاضل اس کے پاس ہے اور اس کی محبت و اخلاص کا بارہا تجربہ ہو چکا ہو۔ مریدوں کے ہدیے وغیرہ قبول کرنے میں بھی نہایت احتیاط سے کام لے اور ہر معاملہ جانبین میں اخلاص و محبت کی بنا پر ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں خالص دین مطلوب ہے۔

اَلاَ لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (۱)

خبردار اللہ تعالیٰ کے لئے ہی خالص دین ہے۔

دنیا کی محبت کسی صورت سے بھی دل میں داخل نہ ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (۲)

دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

حتی المقدور اپنے سلسلے کے بزرگوں کے طریقے پر ثابت قدم رہے اور اس میں کسی قسم کی تبدیلی اپنی طرف سے نہ کرے اور دوسرے سلاسل کے بزرگوں پر طعن نہ کرے۔

۱۔ الزمر: ۳ ۲۔ جامع العلوم والحکم: ج ۱ ص ۳۰۰

اعتقادات برائے کاملین

مسئلہ: اگر کوئی کامل بزرگ کسی بزرگ کو اپنے سے بھی زیادہ کامل دیکھے تو اس کو اس سے فیض اخذ کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ اگر اپنے سے کمتر میں بھی کوئی خوبی دیکھے کہ جو اپنے اندر نہ پائے تو اس کو حاصل کرے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے تعلیم حاصل کی۔ نیز ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَاَحَقُّ بِهَا (۱)

دین کی بات مؤمن کی کھوئی ہوئی چیز ہے پس جس جگہ پائے تو مومن ہی بہ نسبت دوسروں کے اس کے اختیار کرنے میں زیادہ حقدار ہے۔

مسئلہ: جو اولیاء کامل اپنے اندر لوگوں کو ہدایت کرنے اور ان کی تکمیل کی طاقت رکھتے ہیں ان کو چاہئے کہ اپنی برکتوں اور فیض سے لوگوں کو اطلاع دیں تا کہ وہ ان سے فائدہ حاصل کر سکیں۔ ولیوں کو لوگوں کے برا بھلا کہنے کی طرف ہرگز خیال نہیں کرنا چاہئے اور ان کے انکار کرنے کی طرف کچھ دھیان نہ دینا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لَاتَزَالُ اُمَّـةٌ مِنْ اُمَّتِیْ قَـآئِمَـةٌ علٰی اَمْرِ اللّٰهِ لا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ وَلَا مَنْ خَذَلَهُمْ (۲)

میری امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت رہے گی کہ جو خدا کے کاموں کو انجام دے گی (یعنی خلقت کی ہدایت اور دین کا رواج دینا) انہیں رسوا کرنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

مخلوق کی ہدایت کرنا نبیوں کی سنت ہے اور اولیا اللہ اس کام کو نبیوں کی نیابت میں کرتے ہیں اور یہ کمینوں کے برا بھلا کہنے کو دیکھ کر اس خدمت سے بری نہیں ہوتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْا بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ

۱۔ ترمذی: ج۵، ص۵۱، رقم ۲۶۸۷۔ ابن ماجہ: ج۲، ص۱۳۹۵، رقم ۴۱۶۹

۲۔ المعجم الکبیر: ج۱۹، ص۳۷۰

وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ○ (۱)

اگر لوگ تجھے جھٹلائیں تو تو بالکل غم نہ کر اس لئے کہ تجھ سے پہلے بھی جو نبی آئے تھے ان کو بھی جھٹلایا گیا تھا حالانکہ ان کے پاس بھی نبوت کی کھلی دلیلیں اور روشنی بخشنے والی کتابیں تھیں۔

حدیث:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ وقال صلى الله عليه وسلم اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَآئِكَتَهٗ وَ اَهْلَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَ حَتَّى الْحَوْتَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ (۲)

عالم کو عابد پر اتنا ہی فضل ہے جتنا کہ مجھ کو تم میں سے ادنیٰ شخص پر، بے شک اللہ اور اس کے فرشتے اور زمین و آسمان کی مخلوقات حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلی پانی میں اس ہستی پر درود بھیجتے ہیں جو کہ لوگوں کو نیکی سکھاتا ہے۔

یہ آیت کریمہ اور احادیث شریفہ، صاحب ارشاد اولیا کی بزرگی پر دلیل ہیں۔

مسئلہ: جاننا چاہئے کہ جو شخص مال و عزت حاصل کرنے کے لالچ میں ولی ہونے کا دعویٰ کرے وہ ولی نہیں ہے بلکہ شیطان کا خلیفہ ہے جیسا کہ مسیلمہ کذاب تھا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِباً اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ (۳)

اس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں کہ جو خدا پر جھوٹ بولے یا یہ کہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے حالانکہ اس کے پاس وحی نہ آتی ہو، یا یہ کہے کہ جیسے خدا نازل کرتا ہے اسی طرح میں نازل کروں گا۔

ایسے کلمات کہنے والے کو شیطان جان لو، کیونکہ یہ شیطان کی طرح خدا کے راستے سے روکتا ہے۔ (نعوذ باللہ منہا)۔

مسئلہ: اولیائے کرام کو یہ جائز ہے کہ جو انعامات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو عطا کئے گئے ہیں ان کا لوگوں پر اظہار کریں چنانچہ قصائدِ غوث الثقلین، مکتوباتِ امام ربانی اور شیخ اکبرؒ وغیرہم کی تصانیف اس سے بھری پڑی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے:

۱۔ آل عمران: ۱۸۴ ۲۔ الترمذی: ج ۵، ص ۵۰، رقم ۲۶۸۵۔ دارمی: ج ۱، ص ۱۰۰، رقم ۲۸۹ ۳۔ انعام: ۹۳

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ○ (۱)

اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں کو ظاہر کرو۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی یہی ارشاد ہے:

التحدث بنعمة الله شكر وتركها كفر (۲)

نعمت کا ظاہر کرنا شکر کا ادا کرنا ہے۔

بیہقیؒ نے اسی حدیث میں اتنا اور زیادہ کر دیا ہے وَتَـرْكُـهُ كُفْرٌ جس کا مطلب یہ ہوا کہ نعمت کا ظاہر کرنا شکر کا ادا کرنا ہے اور ظاہر نہ کرنا نعمت کا انکار ہے۔ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابو بسرہ غفاریؓ سے روایت کی ہے کہ مسلمان (مراد صحابہؓ) یہ نہیں جانتے تھے کہ خدا کی نعمتوں کا اظہار اس کے شکر ادا کرنے کا طریقہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ (۳)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم تمہیں اور زیادہ نعمتیں دیں گے اور اگر بجائے شکر کے نعمت کا انکار کرو گے تو یاد رکھو کہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

دیکھو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے انکار کا بدلہ سخت عذاب ہے۔ فردوس میں دیلمی سے اور حلیہ میں ابو نعیم سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز منبر پر تشریف لے جا کر فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّـذِىْ صَيَّرَنِىْ لَيْسَ فَوْقِىْ اَحَدٌ (۴)

اس خدائے بے نیاز کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے مجھے اونچا بنایا کوئی مجھ سے اونچا نہیں۔

یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی، آپ نے جواب دیا کہ میں نے یہ الفاظ صرف شکر ظاہر کرنے کے لئے ہی کہے تھے۔ ابو حاتم نے مقیم سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے مصافحہ کے بعد پوچھا کہ **وَاَمَّا بِنِعْمَتِهٖ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** کی کیا تفسیر ہے؟ تو آپؓ نے جواب دیا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی اچھا کام کرے تو اس کو چاہئے کہ اپنے گھر والوں کو اس سے مطلع کرے۔ اس بارے میں بہت سی حدیثیں ہیں اور صحابہ کرامؓ کے بے شمار قول ہیں اور سلفِ صالحین کے بے حد ارشادات ہیں۔

۱۔ الضحیٰ: ۱۱ ۲۔ احمد: ج ۴، ص ۲۷۸، رقم ۱۸۴۷۲، شعب الایمان: ج ۴، ص ۱۰۲، رقم ۴۴۱۹

۳۔ ابراہیم: ۷ ۴۔ فیض القدیر: ج ۶، ص ۱۶

اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے تو نفس کی پاکیزگی پر فخر کرنے کو منع فرمایا ہے اور فرمایا ہے:

فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ (۱)

پس اپنے نفس کو پاکی سے یاد نہ کرو۔

تو اس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ اگر چہ نفس کا پاکی سے بیان کرنا اور نعمت کا ظاہر کرنا بظاہر ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں مگر اصلیت میں ایک دوسرے میں بہت فرق ہے۔ اگر ان کمالات کی نسبت اپنے نفس سے کرے اور اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کرے تو یہ نفس کا پاکی سے بیان کرنا ہے اور اس پر تکبر کرنا گناہ ہے اور ان کمالات کی نسبت اپنے نفس سے نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف کرے اور اپنے آپ کو برا اور نکما جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور میں شکر ادا کرے تو اس کا نام اظہار نعمت ہے اگر چہ ان دونوں باتوں میں عام نظروں میں کوئی فرق نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت فرق ہے۔

وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ط (۲)

اللہ تعالیٰ فسادی کو صلح پسند سے الگ جانتا ہے۔

وہ اللہ تعالیٰ کے ولی جن کے دل تمام خرابیوں سے پاک ہیں اگر وہ ایسا کریں تو اس میں ذرہ برابر بھی تکبر نہیں پایا جا سکتا۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کے بندے نعمت ظاہر کریں تو اس پر اعتراض ٹھیک نہیں کیونکہ ان پر اچھا گمان کرنا ضروری ہے لیکن مرید کو چاہئے وہ اپنے نفس کی دھوکہ بازی سے بے فکر نہ رہے اور اپنے کمالات کا خیال تک بھی نہ لائے اور اپنے نفس کو ہمیشہ الزام دیتا رہے۔ جب کمال کے درجے تک پہنچ جائے اور بزرگوں کی گواہیوں اور الہاموں سے لگاتار بتایا جائے، اس وقت اپنے کمالات کو ظاہر کرے تا کہ لوگ اس کے مرتبے کو سمجھیں اور اس سے فائدہ حاصل کر سکیں۔

مسئلہ: جو لوگ کامل ہیں ان کو اپنے حاصل کردہ مدارج پر قناعت نہ کر لینی چاہئے بلکہ ان کو اللہ پاک کی نزدیکی کے اور درجات حاصل کرنے میں کوشش کرتے رہنا چاہئے اور ان کو یہ بھی چاہئے کہ وہ خدا کے دربار میں اس طرح دعا کریں کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کی کہ: رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًاO (۳) اے رب! میرے علم کو زیادہ کر۔

مسئلہ: عام لوگوں کی نسبت اولیائے کرام کو ان کی عبادت کا ثواب زیادہ ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے اگر کوئی احد کے برابر سونا خدا کے راستے میں دے تو وہ میرے صحابہؓ کے اس ایک سیر جو کے برابر نہ ہوگا جو انہوں نے اللہ کے راستے میں دیئے ہیں۔ (۴)

۱۔ النجم: ۳۲ ۲۔ البقرۃ: ۲۲۰ ۳۔ طہٰ: ۱۱۴ ۴۔ بخاری، مسلم

مسئلہ: جو اولیائے کرام کہ اللہ تعالیٰ کے زیادہ مقرب ہوں گے ان کی عبادت کا ثواب ان دیگر اولیا کی عبادت سے زیادہ ہوگا جو کہ مرتبے کے اعتبار سے ان سے بہت کم درجے میں ہیں اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت حضرت عمرؓ و حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے بارے میں ہے جس کے آخری الفاظ ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام نیکیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

مسئلہ: کوئی ولی نہ تو نبی ہی کے درجے کو پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی اس سے شرعی تکالیف ہٹ سکتی ہیں۔ برخلاف مجذوب کے کیونکہ اس سے عقل لے لی گئی ہے اور شرعی تکالیف کی ادائیگی کے لئے عاقل اور بالغ ہونا شرط ہے۔ پس مجذوب عقل نہ ہونے کی وجہ سے شرعی تکالیف سے آزاد ہو جاتا ہے لیکن یہ سالک سے نہیں ہٹ سکتیں اور کیسے ہٹ سکتی ہیں جبکہ نبیوں تک سے نہیں ہٹ سکیں، بلکہ سالک جس قدر تکالیف شرعیہ کو برداشت کرے گا اسی قدر اللہ تعالیٰ کے قرب میں ترقی کرتا جائے گا اس لئے سالک کو چاہئے کہ مراقبے اور مکاشفے میں ہرگز سستی نہ کرے بلکہ مرتے دم تک اسے ترک نہ کرے اور اپنی زندگی میں ایک دن بھی ایسا نہ گزارے کہ جس میں مجاہدے اور مکاشفے سے غفلت کی ہو۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ (۱)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ موت آئے۔

احکام کی تبلیغ نبیوں پر واجب ہے اور تہجد کی نماز بھی ایک روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی، اسی طرح اور شرعی تکالیف بھی آپ پر واجب تھیں۔ اس کے علاوہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دن رات عبادت میں مشغول رہتے یہاں تک کہ پیروں پر ورم آ جاتا۔ صحابۂ کرامؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جب یہ حالت دیکھی تو انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت ﷺ

قَدْ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ

اللہ تعالیٰ نے تو آپ (ﷺ) کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں۔

تو پھر آپ اس قدر تکلیف کیوں فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ

اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا (۲)

ا۔ الحجر: ۹۹ ۲۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۱۷۱، رقم ۲۸۱۸۔ ابن خزیمہ: ج ۲، ص ۲۰۰، رقم ۱۱۸۴

کیا میں اللہ تعالیٰ کا ایک شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

پس دوسروں کی تو کیا حقیقت ہے کہ ان سے شرعی تکالیف بلا عذرِ شرعی ہٹالی جائیں۔ یہ جو بعض لوگ بزرگ صورت، شیطان سیرت شرع کے حکموں کے خلاف عمل کرتے اور ان پڑھ عام لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ وہ شرعی پابندیوں سے آزاد اور معاف کردیئے گئے ہیں سراسر شیطان کے چیلے ہیں اور لوگوں کو دھوکا دیتے اور ٹھگتے ہیں پس ان کے فریب سے بچنا اور اپنے اعمال وعقائد کو اس گندے خیال سے بچانا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔

مسئلہ: تقویٰ میں اس وقت تک کمال حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ نفس کے تمام رذائل یعنی حسد، کینہ، غرور، ریا اور غیبت وغیرہ کو اچھی طرح نہ مٹادے اور یہ تمام باتیں نفس کے فنا کردینے ہی سے ہیں اور نفس اس وقت تک فنا حاصل نہیں کرتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تمام چیزوں کی محبت پر غالب نہ ہوجائے بلکہ جب تک انسان کے دل میں غیر اللہ کی محبت کی ذراسی بھی گنجائش ہوگی اس وقت تک ایمان اور تقویٰ میں کمال حاصل نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ: صوفیائے کرام کو فنا کے بعد رجوع نہیں ہے اور جس نے رجوع کیا فنا سے پہلے ہی کیا

قولہ تعالیٰ:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ (۱)

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمانوں کو ضائع نہیں کرتا بیشک وہ لوگوں پر مہربان ہے۔

لغزشوں کا بیان

اس راستے کی لغزشوں کی سات قسمیں ہیں۔

۱۔ اعراض یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے منہ پھیر لینا اور وہ شدتِ محنت اور بلا کی وجہ سے ہوتا ہے، پس اللہ تعالیٰ بھی اس ناپسندیدہ حرکت کے بعد اس بندہ سے منہ پھیر لے گا۔ علاج اس کا استغفار و معذرت میں مشغول ہونا ہے۔

۲۔ حجاب، پس دنیا کی مشغولی سے اعراض حجاب تک پہنچ جائے گا۔ معذرت میں کوشش اور توبہ کی طرف متوجہ ہو۔

۳۔ طبائع سفلی کی لذتوں میں مشغول ہونے سے حجاب تفاصل (جدائی) تک پہنچ جاتا ہے۔

۴۔ اگر پھر بھی باز نہ آیا تو سلبِ مزید (زائد انعامات کا چھن جانا) ہوتا ہے اس میں بوجہ مشغولی

۱۔ البقرہ: ۱۴۳

غیر اللہ کار کنان قضاوقدر ذوق طاعات وعبادات چھین لیتے ہیں۔

۵۔ سلب قدیم یعنی اصل انعامات کا چھن جانا یعنی دل کی سستی کی وجہ سے عبادات اصلیہ و طاعاتِ فرضیہ کا ذوق چھن جاتا ہے حتیٰ کہ عبادت چھوڑ بیٹھتا ہے۔ اب بھی اگر توبہ واستغفار میں کوشش نہیں کرتا تو۔

۶۔ تسلی ہو جاتی ہے یعنی یار کی جدائی پر اس کا دل آرام پا جاتا ہے اور یہ غفلت ہے جیسی کہ عوام کالانعام کو ہوتی ہے۔

۷۔ اب بھی اگر رجوع الی اللہ اور توبہ میں سستی باقی رہے تو عداوت پیدا ہوتی ہے اور وہ دل کی صفت کو نفس کے تابع کر دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ نفس اللہ **جل جلالہ** کے خلاف حکم کرتا ہے۔ پس لامحالہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان دشمنی پیدا ہو جاتی ہے اور جب معاملہ دشمنی تک پہنچ گیا تو علاج دشوار ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْ ھٰذِہِ الْخَسَارَۃِ

نماز کی فضیلت اور اس کے مدارج

اسلام کے پانچ ارکان میں نماز دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع ہے اور ایسا جزو ہے جس نے جامعیت کے سبب سے کل کا حکم پیدا کیا ہے اور تمام اعمال سے برتر ہوگئی ہے۔ ارشاد ہے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝ (۱)

اور سجدہ کر اور قرب حاصل کر۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن (۲)

نماز دین کا ستون ہے۔

اگر نماز کا حکم نہ ہوتا تو مقصود کے چہرے سے نقاب کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی طرف رہنمائی کون کرتا، نماز ہی غم کے مارے ہوؤں، کا غم کھانے والی ہے اور نماز ہی بیماریوں کو راحت و آرام دینے والی ہے۔

اَرِحْنَا بِهَا يَا بِلَالُ (۳)

راحت دے مجھ کو اے بلالؓ!

اسی صفت کی رمز ہے اور

جعلت قُرَّةُ عَيْنِىْ فِى الصَّلٰوةِ (۴)

میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ پس اس معاملے میں پوری احتیاط کو کام میں لانا اور دل کو غیر حق کے خیال سے روکنا سالک کے لئے واجبات سے ہے، جو سالک کہ نماز میں دل کی تسلی نہیں پاتا اور نماز کا نور اس کے دل پر نہیں چمکتا، اہل طریقت کے نزدیک اس کا سلوک بالکل ابتر ہے حضرت

۱۔ العلق: ۱۹ ۲۔ شعب الایمان: ج ۳، ص ۳۹، رقم ۲۸۰۷ ۳۔ المعجم الکبیر: ج ۲، ص ۲۷۷

۴۔ حاکم: ج ۲، ص ۱۷۴، رقم ۲۶۷۶۔ بیہقی کبری: ج ۷، ۷۸، رقم ۱۳۲۳۲

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو نماز، غفلت اور دل کی پریشانی سے نہیں روکتی، اس کو اس نماز سے دوری اور ناامیدی کے سوائے کچھ حاصل نہیں ہے۔

نماز کے کامل اور پورے طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے فرائض اور واجبات وسنت ومستحبات جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے سب کے سب ادا کئے جائیں۔ ان چاروں امور کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا نماز کے تمام وکامل کرنے میں دخل ہو۔ نماز کا خشوع بھی ان چاروں امور میں داخل ہے اور دل کا خشوع وخضوع اور حضور بھی انہی پر وابستہ ہے بعض لوگ ان امور کے صرف جان لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری کرتے ہیں، اس لئے نماز کے کمالات سے بےنصیب رہتے ہیں۔ بعض لوگ حق تعالٰی کے ساتھ حضورِ قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں اوران مستحبات میں جو اعضاء وجوارح سے تعلق رکھتے ہیں کم مشغول ہوتے ہیں اور صرف سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرتے ہیں یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ یہ جو حدیث شریف میں آیا ہے:

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحَضُوْرِ الْقَلْبِ (۱)

نماز حضور قلب کے بغیر کامل نہیں ہوتی۔

ممکن ہے کہ اس حضورِ قلب سے مراد یہ ہو کہ ان چاروں امور کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے تاکہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو۔ لیکن چاروں امور کی رعایت کرتے ہوئے بھی لوگوں کی نمازوں کے مدارج ثواب میں فرق ہے جیسا کہ اعمال کے ثواب کے مدارج کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ اس لحاظ سے اب نماز کے تین درجوں کا بیان کیا جاتا ہے یعنی: ۱۔ عام لوگوں کی نماز، ۲۔ خاص لوگوں کی نماز، ۳۔ خاص الخاص کی نماز۔

۱۔ عام لوگوں کی نماز

عام لوگوں کی نماز وہ ہے جس طرح کہ ہم لوگ رسم وعادت کے طور پر غافل دل سے ادا کرتے ہیں۔ اگرچہ ظاہر حکم کی رو سے وہ نماز ادا ہو جاتی ہے مگر سچائی اور صفائی سے وہ خالی ہے۔ یہ نماز اس اخروٹ کی طرح ہے جس میں مغز نہ ہو اور اس تصویر کی مانند ہے جس میں جان نہ ہو۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو نماز سے سوائے دکھ اور تکان کے کچھ بھی حاصل نہیں کرتے، یعنی ظاہر میں تو وہ سجدے کرتے ہیں، لیکن ان کا دل پریشان ہے اور رکوع وسجود وقومے وجلسے میں احتیاط نہیں کرتے جیسا کہ رسم وعادت کے طریق پر نفس عادی ہو گیا ہے۔ غافلوں اور

۱۔ معتصر المختصر: ج۱، ص۴۳

بے ادبوں کی طرح پڑھتے ہیں اگر نماز میں ان کا دل حاضر نہیں ہے اور اپنے پریشان دل کو جمع نہیں کر سکتے تو ظاہری رکنوں میں بھی کچھ احتیاط نہیں کرتے۔ اب انصاف سے کام لینا اور خیال کرنا چاہئے کہ اس قسم کی نماز رب العزت کی بارگاہ کے قابل ہو سکتی ہے؟ ہر گز نہیں۔ مثنوی

میگذاری از نماز و غیرِ آں
لیک یک ذرہ نداری ذوقِ جاں
ذوق باید تا دہد طاعات بر
مغز باید تا دہد دانہ شجر
دانۂ بے مغز کے گردد نہال
صورتے بیجاں نباشد جز خیال
طاعتش نغز است و معنی نغز نہ
جوز ہا بسیار در وے مغز نہ

تو نماز وغیرہ تو ادا کرتا ہے لیکن تجھے اس میں ذرہ بھر بھی ذوق نہیں، ذوق درکار ہے تا کہ بندگی کچھ پھل دے سکے، دانے میں اگر مغز ہو تب ہی اس سے پودا نکلتا ہے جس دانے میں مغز نہ ہو بھلا وہ کہاں درخت بن سکتا ہے جس تصویر میں جان نہ ہو وہ صرف خیالی چیز ہے ایسے آدمی کی عبادت کا ظاہر تو اچھا ہے اور معنی اچھے نہیں ہیں اس کا ایسا ہی حال ہے کہ اخروٹ تو بہت سے ہوں مگر مغز ایک میں بھی نہ ہو۔

نماز دلہن کی طرح اس وقت اپنے چہرے سے نقاب اتارتی ہے جب دل کے سامنے سوائے ذات اقدس (اللہ تعالیٰ) کے اور کچھ نہ ہو اور دل خیالات غیر سے پاک ہو۔

۲۔ سالکانِ خاص کی نماز

یعنی نیک بختی کے راستے پر چلنے والوں کی نماز یہ ہے کہ جب نماز کی طرف متوجہ ہو اور ظاہری طہارت کرنے لگے تو دل کو توبہ و استغفار کے پانی سے خوب دھوئے اور ذوق و شوق کی پونجی (جو جان کو شیرینی بخشنے والی ہے) تلاش کرے اور جب مسجد یا مصلے پر قدم رکھے تو اپنے دل کو جو خداوند تعالیٰ کے نور اور بھیدوں کے ظاہر ہونے کی جگہ ہے غیر اللہ کے خیالات سے پاک کرے جس طرح اپنا منہ قبلے کی طرف کرتا ہے دل کے منہ اور باطنی توجہ کو حقیقی قبلہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف لائے اور دل پر خیال کی

نظر جمائے اور جب تکبیر کہے تو دونوں جہان سے الگ ہو کر دنیا اور آخرت پر تکبیر کہے اور جب عبادت کے بچھونے پر کھڑا ہو تو خداوند تعالیٰ کو حاضر و ناظر جان کر نہایت ادب و حضور سے اس بلند درجوں پر پہچانے والے (اللہ تعالیٰ) کے کلام (قرآن مجید) کے پڑھنے میں لگ جائے جب رکوع میں جائے تو عاجزی اور انکساری کے ساتھ سر جھکائے اور اپنے آپ کو نکما اور کمزور سمجھے اور نفس کی انانیت (میں پن) کو سر سے دور کرے۔ جب سجدے میں جائے تو اپنی عاجزی اور ذلت اور خداوند تعالیٰ کی عظمت اور بزرگی کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ جب نماز کے ارکان پورے کر کے نزدیکی کے بچھونے پر (قعدے میں) بیٹھے، ماسوا کے خیال کے بغیر دل کی ہشیاری کے ساتھ دعا و ثنا کہنا شروع کرے۔ جب سلام کہے تو گویا اپنی خودی کو رخصت کرے اور اللہ تعالیٰ واحد کے جمال کے دیکھنے میں لگ جائے تاکہ نماز کے ذریعے سے نمازی کی روح عالم قدس پر ترقی کر جائے اور نماز کی حقیقت اپنا چہرہ کھول کر سامنے آ جائے۔ مثنوی

ایں نمازت تاجِ شاہی می دہد
بل ترا از خود رہائی می دہد
نقدِ ہستی محو کن تو درنماز
تا بگوئی پیشِ حق راز و نیاز

یہی نماز بادشاہی کا تاج تیرے سر پر رکھتی ہے بلکہ تجھ کو تجھ سے آزاد کر دیتی ہے۔ نماز میں اپنی ہستی کی نقدی کو مٹا دے تاکہ تو اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کرنے لگے۔

۳۔ خاص الخاص یعنی عارفین کی نماز

وہ ہے کہ بدن عارف عبادت میں ہو، دل حضور میں ہو، جان محبت اور قرب میں ہو، اور نفس فنا در فنا میں۔ جب عارفِ کامل نماز میں آتا ہے تو اللہ اکبر کہتے ہی اپنے آپ سے گم ہو جاتا ہے اور حق کے سامنے حاضر۔ وہ نیستی کے سمندر میں ایسا ڈوب جاتا ہے کہ اس وقت اس کو نہ اپنی ذات کی خبر ہوتی ہے نہ بشر ہونے کی بو اس میں کچھ اثر رکھتی ہے، کیونکہ نماز کے ہر رکن میں عالم قدس سے اتنا فیض اس کے دل پر پڑتا ہے کہ اس کو اپنے آپ سے گم کر کے بے خودی کے عالم میں خدا کے پاس حاضر کرتا ہے۔ ایک بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے ”ایک نماز جس میں تجھ کو ایسی محویت ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے وہ ایسی ہزار نمازوں سے بہتر ہے کہ تو اپنے آپ میں ہو۔“ اس لئے کہ نماز کی حقیقت اس شخص پر

ظاہر کرتے ہیں جو اپنی ذات سے فانی ہو کر خدا کے ساتھ باقی رہے۔

شیخ محی الدین ابن العربی قدس سرہ نے فرمایا کہ عام لوگوں کی نماز ظاہری اعضا کی نگہبانی کرنا ہے اور خاص لوگوں کی نماز خدا کے سوا ہر چیز سے منہ پھیر لینا اور مشاہدہ الٰہی کے سمندر میں ڈوب جانا ہے اور خاص الخاص لوگوں کی نماز وہ ہے کہ عبادت کرنے والا ہرگز اپنے آپ میں رہے ہی نہیں۔ بلکہ اپنی ہستی سے غائب ہو کر حق تعالیٰ کی جناب میں حاضر ہو جائے۔ پس طریقت پر چلنے والے جو شریعت کے میدان کے شاہ سوار ہیں اس نماز کے ذریعے اتنی بڑی ترقی کر جاتے ہیں کہ بیان اور دلیل سے باہر ہے اور یہ مقدمہ بیانی نہیں ہے بلکہ وجدانی ہے۔ جس طرح مبتدی کو شروع میں ذکر و فکر سے ترقی حاصل ہوتی ہے اسی طرح منتہی کی ترقی نمازوں ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ کمال والے سالکوں کی عبادت کا انتہائی درجہ عاجزی کے ساتھ نماز پڑھنا ہے۔

نوافل کا بیان

بعض نفلوں کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے اور نفلوں کی نسبت ان کا پڑھنا بہتر ہے کہ تھوڑی سی محنت میں بہت ثواب ملتا ہے وہ یہ ہیں ''تحیۃ الوضو'' اشراق، چاشت، اوابین، تہجد، صلوٰۃ التسبیح۔

تحیۃ الوضو

تحیۃ الوضو اس کو کہتے ہیں کہ جب بھی وضو کرے تو وضو کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو کی نیت سے پڑھ لیا کرے، حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اسی طرح جب مسجد میں داخل ہو اور وقت ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد کی نیت سے پڑھ لیا کرے اس کی بھی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن یہ دونوں قسم کے نفل اس وقت نہ پڑھے جس وقت کے نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اگر وضو یا مسجد میں داخل ہونے کے متصل ہی وقتی سنتوں یا فرضوں وغیرہ میں لگ جائے تو یہ تحیۃ الوضو یا تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جائے گا۔

اشراق

اشراق کی نماز کا یہ طریقہ ہے کہ جب فجر کی نماز پڑھ چکے تو جانماز سے نہ اٹھے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے درود شریف، کلمہ شریف یا کوئی وظیفہ پڑھتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا رہے۔ دنیا کی کوئی بات چیت نہ کرے، نہ دنیا کا کوئی کام کرے، جب سورج نکل آئے اور بقدر ایک نیزہ بلند ہو جائے تو دو رکعت یا چار رکعت نفل اشراق کی نیت سے پڑھ لے تو ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے، اگر فجر کی نماز کے بعد دنیا کے کسی دھندے میں لگ گیا پھر سورج اونچا ہو جانے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تو بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

چاشت

پھر جب سورج خوب زیادہ اونچا ہو جائے اور دھوپ تیز ہو جائے تب کم سے کم دو رکعت پڑھ

لے یا اس سے زیادہ چار یا چھ یا آٹھ یا بارہ رکعات پڑھ لے اس کو چاشت کہتے ہیں اس کا بھی بہت ثواب ہے۔

اوابین

مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے اس کو اوابین کہتے ہیں۔

تہجد

آدھی رات کے بعد اٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب بہت ہی زیادہ ہے، اسی کو تہجد کہتے ہیں، یہ نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت مقبول ہے اور سب نوافل سے زیادہ ثواب اس کا ملتا ہے۔ اس کی کم سے کم چار رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں۔ اگر وقت تنگ ہو تو دو رکعتیں ہی سہی۔ اگر پچھلی رات کو ہمت نہ ہو تو عشاء کے بعد پڑھ لے، مگر اس کا ثواب رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنے جیسا نہیں ہوگا۔

صلوٰۃ التسبیح

حدیث شریف میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ نماز سکھائی تھی اور فرمایا تھا اس کے پڑھنے سے تمہارے گناہ اگلے پچھلے نئے پرانے چھوٹے بڑے سب معاف ہو جائیں گے، اور فرمایا تھا کہ اگر ہو سکے تو ہر روز یہ نماز پڑھ لیا کرو اور ہر روز نہ ہو سکے تو ہفتے میں ایک دفعہ پڑھ لیا کرو۔ اگر ہر ہفتے نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں پڑھ لیا کرو، ہر مہینے میں بھی نہ ہو سکے تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کرو، اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک دفعہ پڑھ لو۔ اس نماز کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ چار رکعت کی نیت باندھے اور سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور اَلْحَمْدُ اور سورۃ جب پڑھ چکے تو رکوع میں جانے سے پہلے ہی پندرہ دفعہ یہ تسبیح پڑھے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پھر رکوع میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّىَ الْعَظِيْمُ کہنے کے بعد میں دس دفعہ یہی تسبیح پڑھے اور سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے بعد پھر دس دفعہ پڑھے۔ پھر سجدے میں جائے اور سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس دفعہ پڑھے پھر سجدے سے اٹھ کر دس دفعہ پڑھے اس کے بعد دوسرا سجدہ کرے اس میں بھی دس دفعہ پڑھے پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھے اور دس دفعہ پڑھ کر دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو، اسی طرح دوسری رکعت پڑھے اور جب دوسری رکعت میں التحیات

کے لئے بیٹھے تو پہلے دس دفعہ وہی تسبیح پڑھ لے پھر التحیات پڑھے۔ اسی طرح چاروں رکعتیں پڑھے اور اس طرح اس تسبیح کی تعداد تین سو پوری کرے۔

اس نماز کی دوسری ترکیب اس طرح پر بھی منقول ہے کہ تسبیح مذکورہ **سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ** کے بعد اور **اَعُوْذُ** و **بِسْمِ اللّٰهِ** و**اَلْحَمْدُ** سے پہلے پندرہ دفعہ اور قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے دس دفعہ اور رکوع میں دس دفعہ رکوع سے اٹھ کر قومہ میں دس دفعہ پھر پہلے سجدے میں دس دفعہ اور سجدے سے اٹھ کر دس دفعہ اور دوسرے سجدے میں دس دفعہ، اس طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہو جائے گی۔ گویا ہر رکعت کے قیام میں پندرہ دفعہ الحمد سے پہلے اور دس دفعہ قرأت کے بعد رکوع سے پہلے ہوگی اور جلسہ استراحت اور اس میں تسبیح وغیرہ کچھ نہ ہوگا۔ (۱)

مسئلہ: ان چاروں رکعات میں جو سورت چاہے پڑھے، کوئی سورت مقرر نہیں ہے اور یہی حکم تمام نوافل کا ہے۔

فائدہ: دوپہر کو آفتاب کا سایہ ڈھلنے کے بعد چار رکعت فئ زوال کی نیت سے پڑھنا بھی مستحب ہے اور بہت ثواب ہوتا ہے۔ رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد بیس رکعت سنت تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے اس میں ایک قرآن شریف کا ختم کرنا سنت ہے۔ کسوف، خسوف، حاجت، خوف کی نماز بھی پڑھیں۔ ان سب کی تفصیل عمدہ الفقہ کتاب الصلوۃ یا دیگر کتب فقہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ کذا فی العالمگیریہ

سالک اپنے دن رات کس طرح گزارے

سالک کو چاہئے کہ رات کے آخری حصے میں تہجد کے لئے اٹھے پس جب خواب سے بیدار ہو جائے تو اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ وَ سُبْحَانَ اللہ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ دس دس مرتبہ کہے اس کے بعد وضو کر کے دو رکعت نماز تحیۃ الوضوادا کرے، اس کے بعد تہجد کی نماز کم سے کم چار رکعت یا زیادہ سے زیادہ بارہ تک حسب توفیق پڑھے، اگر وقت بہت ہی تنگ ہو تو دو ہی رکعت ادا کر لے۔ سالک کے لئے یہ نماز از حد ضروری ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر ایک سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ پڑھیں۔ اس کے بعد دل کے ذکر میں یا جو ذکر و مراقبہ یا جو سبق شیخ نے بتایا ہوا ہے۔ اس میں مشغول ہو جائے اور پوری پوری توجہ کے ساتھ خطرات کو دور کرتے ہوئے ذکر و مراقبہ کرے اور صبح صادق تک اس میں مشغول رہے۔ پھر فجر کی سنتیں پڑھ کر فرض جماعت کے ساتھ ادا کرے ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر کہے، اس کو تسبیح فاطمہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ ایک بار کہے اور اگر اس کلمہ کو منہ پھیرنے سے پہلے دس دس مرتبہ بعد نماز صبح و بعد نماز مغرب کہے تو بہتر ہے اور سات سات مرتبہ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد یہ دعا بھی پڑھے اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ اس کے بعد سورہ یٰسین ایک مرتبہ تلاوت کرے اور ایک سو مرتبہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی رَبِّی مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ اور ایک سو مرتبہ درود شریف اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ بِعَدَدِ کُلِّ شَیْءٍ مَّعْلُوْمٍ لَکَ اور ایک سو مرتبہ کلمہ شریف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ حسب ہدایت شیخ پڑھیں اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے مسبعات عشر نیچے لکھی ہوئی تفصیل کے ساتھ ختم کریں یہ دس چیزیں ہیں جو حضرت خضر علیہ السلام نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھ کر شیخ ابراہیم تیمیؒ کو تعلیم کیں، اس کے بے شمار فضائل ہیں۔ (۱)

۱۔ سورۂ فاتحہ سات مرتبہ

۱۔ دیکھو احیاء العلوم جلد ۱، ص ۳۰۵

۲۔ سورۃ الناس سات مرتبہ

۳۔ سورۃ الفلق سات مرتبہ

۴۔ سورۃ الاخلاص سات مرتبہ

۵۔ سورۃ الکٰفرون سات مرتبہ

۶۔ آیۃ الکرسی (تا عظیم) سات مرتبہ

۷۔ کلمہ تمجید سات مرتبہ پڑھ کر اس کے بعد عَدَدَ مَا عَلِمَ اللّٰهُ وَزِنَةَ مَا عَلِمَ اللّٰهُ وَ مِلْاءَ مَا عَلِمَ اللّٰهُ تین مرتبہ،

۸۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَ حَبِيْبِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ سات مرتبہ۔

۹۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ وَلِوَالِدَىَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ قَرِيْبٌ مُّجِيْبُ الدَّعْوَاتِ يَاقَاضِىَ الْحَاجَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ سات مرتبہ۔

۱۰۔ اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ افْعَلْ بِىْ وَبِهِمْ عَاجِلاً وَّاٰجِلاً فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مَااَنْتَ لَهٗ اَهْلٌ وَلَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ اَهْلٌ اِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ جَوَّادٌ كَرِيْمٌ مَّلِكٌ بَرٌّ رَّؤُفٌ رَّحِيْمٌ سات مرتبہ پڑھے۔

اور جب سورج ایک یا دو نیزے کے قدر بلند ہو جائے دو یا چار رکعت نماز اشراق پڑھیں، اس کے بعد جو شخص کہ علم پڑھنے یا پڑھانے کا شغل رکھتا ہو وہ اس میں مشغول ہو جائے اور اگر کوئی دستکار یا تاجر یا ملازم وغیرہ ہو وہ اس میں مشغول ہو جائے اور اپنے کاروبار میں شرعی مسائل اور آداب کی رعایت رکھے اور اچھی نیت رکھنے اور قسم نہ کھانے اور حق تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہونے کو لازم پکڑے تاکہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ کا مصداق ہو جائے اور جب کبھی اپنے کاروبار میں فرصت پائے تو سچے دل کے ساتھ استغفار پڑھے۔ جب سورج خوب اونچا ہو جائے تو نماز چاشت کی چار یا زیادہ بارہ رکعات تک ادا کرے۔

میرے پیرو مرشد حضرت خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی احمد پوری قدس سرہ کا معمول یہ تھا کہ اشراق کے وقت دو رکعت نماز اشراق کی نیت سے اور چار رکعت نماز چاشت کی نیت سے ادا فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہمارے حضرات کا یہی معمول رہا ہے کیونکہ چاشت کی نماز دنیاوی مشاغل کی وجہ سے فی

زمانہ رہ جاتی ہے۔ فقط واللہ اعلم

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر قیلولہ کریں یعنی سو جایا کریں کیونکہ یہ بھی سنتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس سے رات کو تہجد کے اٹھنے میں مدد ملتی ہے، پھر جب آفتاب ڈھل جائے تو چار رکعت نماز نفل زوال کی سنت سے لمبے قیام کے ساتھ پڑھے۔ بعد ازاں چار رکعت سنت ظہر پڑھ کر فرض ظہر جماعت کے ساتھ پڑھے اور اس کے بعد کی سنتیں اور نفل ادا کرے اور سنن اور آداب کی پوری پوری رعایت کرے اس کے بعد کچھ قرآن شریف نہایت ادب سے ترتیل اور تدبر (غور) کے ساتھ تلاوت کرے۔ پھر حسبِ اجازتِ شیخ دلائل الخیرات کا حزب اور حزب البحر وغیرہ پڑھ کر شجرہ شریف ایک مرتبہ پڑھ لے۔ اس کے بعد اپنے دنیاوی کاروبار میں شرعی رعایات کے ساتھ مشغول ہو جائے اور جو شخص اس سے فارغ ہو وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہو جائے۔ پھر جب عصر کا وقت ہو جائے تو عصر کی چار سنتیں غیر موکدہ پڑھ کر فریضہ عصر اول وقت میں جماعت کے ساتھ اس کی سنتوں اور آداب کی رعایت کرتے ہوئے ادا کرے اور پھر اپنے دنیاوی کام کرے، ورنہ حدیث، فقہ و تصوف کی کتابوں میں خصوصاً مکتوبات قدسی آیات حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ و مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہما اللہ تعالیٰ وغیرہ میں مشغول ہو جائے۔ یا عصر کے بعد تہلیل لسانی بارہ سو مرتبہ کا ورد کرے اور مسبعات عشر مذکورۃ الصدر سورج غروب ہونے سے پہلے بھی ختم کرے اس کے بعد ذکر و شغل و مراقبہ میں مشغول رہے، نماز مغرب جماعت کے ساتھ اور سنتوں سے فارغ ہو کر نماز اوابین کی کم سے کم چھ رکعت یا زیادہ بیس رکعت پڑھے اس کے بعد ایک مرتبہ سورۂ واقعہ کی تلاوت بھی کرے۔ پھر کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کر کے ایک سو مرتبہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار پڑھے پھر سورۂ ملک کی تلاوت کر کے قدرے مراقبہ کرنے کے بعد سو جائے اور پھر تہجد کے لئے نصف شب کے بعد حسب توفیق اٹھ کر بدستور اعمال کا سلسلہ شروع کرے۔

سالک کو چاہئے کہ ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی، معوذتین اور تسبیح فاطمہ کا معمول بھی رکھے یعنی بعد کی سنتوں والی نماز میں سنتوں کے بعد اور بغیر سنتوں کی نماز میں فرضوں کے بعد فوراً پڑھا کرے۔ کھانے پینے، سونے جاگنے، اٹھنے بیٹھنے، پھرنے، خرید و فروخت، لین دین، غرضیکہ ہر کام میں (یعنی عبادات، عادات، اخلاق وغیرہ میں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع حاصل کر کے نور ایمان کو زیادہ کرے اگر ہو سکے تو ظہر کی نماز کے بعد سورۂ انا فتحنا اور عصر کے بعد سورۂ **عَمَّ يَتَسَآءَ لُوْنَ**

پڑھا کرے اور معشرات السبع بھی پڑھ لیا کرے اور وہ اس طرح ہے۔

۱۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ دس بار۔

۲۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ دس بار۔

۳۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ دس بار۔

۴۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ دس بار۔

۵۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دس بار۔

۶۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ دس بار۔

۷۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ ضِیْقِ مَقَامِ الدُّنْیَا وَ ضِیْقِ یَوْمِ الْقِیَامَةِ دس بار۔

صلوۃ التسبیح کی بھی عادت ڈالے اور جمعہ کے روز تو ضرور ہی اس کو پڑھ لیا کرے اور ہمیشہ الہٰ العالمین سے شریعت پر استقامت طلب کرتا رہے۔ اعتکاف عشرۂ آخر رمضان، قیام لیلۃ القدر نصف شعبان، عیدالفطر والاضحیٰ کے ثواب سے بھی محروم نہیں رہنا چاہئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روزے کے متعلق ارشاد ہے:

لِكُلِّ شَیْءٍ زَكَاةٌ وَ زَكَاةُ الْجَسَدِ الصَّوْمُ (۱)

ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے۔

پس طالب کو چاہئے کہ ان نفلی روزوں کا بھی اہتمام کرے مثلاً ایامِ بیض یعنی چاند کے ہر مہینے کی تیرہ، چودہ، پندرہ کے روزے، چھ روزے شوال کے (بہتر ہے کہ متفرق تاریخوں میں مثلاً دو پہلے عشرے میں اور دو دوسرے عشرے میں اور دو تیسرے عشرے میں یا جس طرح سہولت ہو رکھے)۔ پیر و جمعرات کا روزہ (بہتر ہے کہ ان دونوں کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد کا ملا لیا کرے) آٹھ روزے اوّل ماہ رجب اور شعبان کے رکھے۔ اگر کوئی زیادہ روزے رکھنا چاہے تو چاہئے کہ ایک دن روزہ رکھے پھر دو روز تک نہ رکھے اور تیسرے روز رکھے علیٰ ہذا القیاس اور سب سے بہتر روزہ حضرت داؤد علیہ السلام کا ہے کہ ایک روز رکھے اور ایک روز نہ رکھے، یعنی ہر تیسرے روز روزہ رکھے اور ہمیشہ روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اتصال کے روزے یعنی دو دو یا زیادہ دن تک دن رات کا روزہ رکھنا یعنی کسی وقت بھی افطار نہ کرنا مکروہ تحریمی ہے اور عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ اور ایامِ تشریق کے تینوں روز روزہ رکھنا حرام ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نفلی عبادات سے اللہ تعالیٰ کا بہت قرب حاصل ہوتا ہے، مگر یہ یاد رہے

۱۔ ماجہ: ج ۱، ص ۵۵۵، رقم ۱۷۴۵۔ عبد بن حمید: ص ۴۲۳، رقم ۱۴۴۹

کہ اگر قضا نمازیں یا ماہ رمضان کے فرض روزے اپنے ذمہ باقی ہوں تو سالک کو چاہئے کہ اپنے فرائض کی قضا پہلے کرے بعد میں نوافل میں مشغول ہو، ورنہ اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے ایک شخص کے ذمہ قرض ہے اور وہ ادا نہیں کرتا مگر دوسرے خیرات وصدقات کرتا رہتا ہے تو اس کو اجر تو ملے گا مگر کس کام کا۔ جب فرائض کے متعلق پوچھا جائے گا تو کیا جواب دے گا۔ اسی لئے فرائض کی قضا کو مقدم رکھنا چاہئے اور گزشتہ نمازوں کی قضا اوّل ظہر سے شروع کرے کیونکہ سب سے اول جو نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پڑھائی تھی وہ یہی ظہر کی نماز تھی۔ اگر کسی کو یہ یاد نہ ہو کہ کتنی نمازیں اس کی قضا ہوئی ہیں تو ان کا اندازہ کر کے قضا کرے اور اپنی دانست میں زیادہ ہی کر دے اس بات کی بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ اس کتاب کے حصہ اوّل کے اخیر میں جو موقوتہ دعائیں درج کی گئی ہیں ان کو ایک ایک کر کے حفظ کرنے کی کوشش کرے اور ساتھ ساتھ اپنے اپنے موقعوں پر ان دعاؤں کا معمول رکھے۔ ان معمولات میں اپنی اپنی فرصت اور اپنے شیخ کی اجازت کے مطابق کمی بیشی اور ردوبدل کیا جا سکتا ہے، بلکہ اپنے شیخ کے فرمان اور اجازت ہی سے ان کو اختیار کرنا چاہئے۔

طریقۂ بیعت

بیعت کا طریقہ صوفیائے کرام کے مختلف سلسلوں میں مختلف ہے۔ ہمارے حضرات نقشبندیہ کا معمول یہ ہے کہ مرید شیخ کے سامنے باادب دوزانو بیٹھ جائے اور اپنے دونوں ہاتھ شیخ کو مصافحے کے طریقے پر دے دے، شیخ اوّل خطبۂ مسنونہ پڑھے اور وہ یہ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُاَنْ لَّآاِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَ نَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

(کبھی بزرگ یہ خطبہ نہیں بھی پڑھتے) پھر مرید کو کہے کہ سچے دل کے ساتھ تمام گناہوں سے توبہ کرے اور جو کچھ میں پڑھتا جاؤں وہ بھی ساتھ ساتھ پڑھتا جائے۔ پھر شیخ صفتِ ایمان مجمل و مفصل پڑھے اور وہ یہ ہیں۔

ایمان مفصل

آمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلاَئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ

ایمان مجمل

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَ صِفَاتِہٖ وَ قَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ

(بعض وقت صرف ایمان مفصل پر کفایت کرتے ہیں) اس کے بعد پڑھے۔

اَشْھَدُ اَنْ لَآ اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ پھر کہے،

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ

اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر اپنے لئے اور بیعت ہونے والے اور حاضرین اور تمام مومن مرد عورتوں کے لئے دعائے خیر فرمائے اور بیعت ہونے والا اور تمام حاضرین بھی ہاتھ اٹھا کر شامل دعا ہو جائیں۔ پھر مرید سے کہے کہ میں نے تجھ کو سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کیا ہے۔ بیعت لینے سے پہلے یہ تلقین کی جائے کہ امور شرع کی پابندی اور غیر شرع کاموں سے بچنا اور تقویٰ حاصل کرنا ہوگا۔ نیز پہلے حصے میں جو حقوق طریقت لکھے ہیں ان کی پابندی کرنی ہوگی۔ اگر بیعت ہونے والے آدمی زیادہ ہوں تو پیر اپنی چادر یا عمامہ یا رومال وغیرہ دور تک پھیلا دے اور ان سے کہے کہ سب پکڑ لو اور سب کو ایک ہی ساتھ تلقین توبہ و استغفار کرائے۔ اگر دو چار آدمی ہوں تو ایک ہی مصافحے میں شامل کر لے۔

یہ تو مردوں کی بیعت کا طریقہ تھا، جب عورت کو مرید کرے تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں نہ لے بلکہ عورتوں کو دور پردے کے ساتھ بٹھا کر اپنے عمامہ یا چادر یا رومال وغیرہ کا پلہ اس کو ہاتھوں میں تھامنے کے لئے کہے یا ویسے ہی (بغیر کپڑا وغیرہ پکڑے) مردوں کی طرح تلقین و توبہ و استغفار وغیرہ کرائے اور عورتوں کی تلقین میں عورتوں سے متعلق ضروری اور موقع کے مناسب مسائل مثلاً جھوٹ، غیبت، چوری، زنا، قتل اولاد اور نافرمانی شوہر سے بچنے اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنے کی تاکید کرے۔ مردوں اور عورتوں کو ایک جگہ جمع کر کے بیعت نہ کرے بلکہ مردوں کی جماعت کو علیحدہ بیعت کرے اور عورتوں کی جماعت کو علیحدہ، تاکہ پردہ قائم رہے اور مناسب یہ ہے اور یہی بزرگوں کا معمول ہے کہ پیر اپنے اور بیعت ہونے والی عورتوں کے درمیان چارپائی کھڑی کرا لے یا چادر وغیرہ کسی اور طریقے سے پردہ کر کے پھر بیعت کرے اور اس بات کا بڑی سختی سے پابند رہے کہ تنہائی میں عورتوں کو بیعت نہ کرے بلکہ جب کوئی عورت بیعت ہونے لگے تو اس وقت اس کے کسی محرم کو پاس کھڑا کر لے تاکہ فتنے سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد ذکر کا طریقہ مرید کو اس طرح تعلیم کرے۔

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا
طریقۂ تعلیم وتشریحِ اسباق

سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا طریقہ تعلیم وتشریح اسباق درج کرنے کا یہ مقصد نہیں کہ لوگ تعلیم شیخ کے بغیر ان اسباق کی ترکیب واثرات پڑھ کر اپنی سمجھ کے مطابق عمل کر کے اپنی رائے سے ان کی تکمیل تجویز کرتے جائیں بلکہ طالب حق کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی مجازِ سلسلہ شیخ کے ہاتھ پر بیعت کر کے طریقہ اخذ کرے اور جس طرح اس کا شیخ اس کو سلسلۂ عالیہ کے اسباق کی تعلیم دیتا رہے اس کے ارشاد کے مطابق عمل کرتا رہے اور اپنے احوال اپنے شیخ کی خدمت میں پیش کرتا رہے، تاکہ شرِنفس وشرِشیطان سے محفوظ رہے۔ اسباق کی تشریح درج کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شیخ جب کسی مرید کو کسی سبق کی تعلیم دے تو وہ اس کی نیت وطریقہ وغیرہ اس سے سمجھ سکے اور صرف اپنے متعلقہ اسباق کے اثرات کو اس میں پڑھ کر اطمینان کر سکے کہ اس کے عمل کے اثرات صحیح انداز پر مرتب ہو رہے ہیں یا نہیں۔ اگر اثرات محسوس نہ ہوں تو عمل میں جس قسم کی کوتاہی ہو رہی ہو اس کا تدارک کر سکے اور اپنے شیخؒ سے رجوع کر کے اس کی دعا وتوجہات وتعلیمات سے مستفیض ہو سکے، اگر کوئی طالب اپنے نفس کے تابع ہو کر اپنی مرضی سے ان اسباق کو کرے گا تو بجائے فائدے کے نقصان کا خطرہ ہے۔

واضح ہو کہ مشائخ کرامؒ نے صفائی باطن کے تین طریقے مقرر کئے ہیں: پہلا طریقہ ذکر ہے خواہ اسم ذات کا ذکر ہو یا نفی اثبات کا، دوسرا طریقہ مراقبہ اور تیسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے، جس قدر ان امور میں کمی ہوگی اسی قدر راستے کے طے کرنے میں دیر لگے گی۔ ان تینوں طریقوں کا بیان یہ ہے کہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں سب سے پہلے لطائف میں اسم ذات کا ذکر کرتے ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

سبقِ اوّل، لطیفۂ قلب

انسان کے جسم میں دل کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے،

پیر کو چاہئے کہ اپنے بائیں ہاتھ کی دو انگلیاں مرید کے بائیں پستان کے ذرا نیچے پہلو کی طرف چوڑائی میں رکھ کر دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا سرا ان انگلیوں کے ساتھ ملا ہوا رکھ کر (یا صرف اندازہ سے دو انگشت کے فاصلے پر رکھ کر) بتائے کہ یہ قلب (دل) کا منہ ہے، پیر اس جگہ پر انگشت شہادت کا دباؤ دے کر اسمِ ذات ''اللہ'' تین مرتبہ زبان سے کہے اور مرید کے دل میں توجہ رکھے، پھر انگلی اٹھا لے اور ذکر کی ترکیب اس طرح بتائے کہ جب دنیاوی کاموں سے فرصت پائے تو باوضو تنہائی میں قبلہ رو بیٹھ کر زبان تالو سے لگائے اور دل کو تمام پریشان خیالات و خطرات سے خالی کر کے پوری توجہ اور نہایت ادب کے ساتھ اپنے خیال کی توجہ دل کی طرف اور دل کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف رکھے کہ وہ ایک ذات ہے جو تمام کامل صفتوں والی ہے اور ہر قسم کے نقائص و عیوب سے پاک ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں۔ نیز خیال کرے کہ جس جگہ مرشد نے انگلی رکھی ہے وہاں قلب کے منہ میں گویا سوراخ ہو گیا ہے اور اس سوراخ سے میرے دل میں فیضانِ الٰہی کا نور آ رہا ہے اور دل کے زنگ و ظلمات و کدورات اس نور کی برکت سے دور ہو رہے ہیں اور دل اس کے شکریہ میں اللہ اللہ کہہ رہا ہے، اس خیال کے ساتھ نور کو اپنے دل میں کھینچ کر لائے اور اس ذکر کے خیال میں اتنا محو ہو جائے کہ اپنی بھی خبر نہ رہے اس کو استغراق کہتے ہیں اور یہ ایک اچھی حالت ہے لیکن اگر ادھر ادھر کے خیالات آئیں تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرے یعنی اپنی توجہ ان خیالات سے ہٹا کر ذکر اور حصول فیضان کی طرف لگائے کہ یہ مجاہدہ استغراق سے کہیں افضل ہے۔

ذکر کرتے وقت خواہ دو زانو بیٹھے یا مربع یعنی چوکڑی مار کر بیٹھ جائے، آنکھیں بند کر لے ناک سے سانس حسب معمول آتا جاتا رہے کچھ دیر تسبیح کے ساتھ اس طرح ذکر کرے کہ تسبیح کا دانہ ہاتھ سے جلدی جلدی چلاتا جائے اور دل پر اللہ اللہ کا خیال گزارتا جائے، زبان یا حلق وغیرہ سے نہ کہے بلکہ زبان تالو سے لگی رہے، آنکھیں بند رہیں، دل کی طرف گردن جھکی ہوئی ہو، اگر برداشت ہو سکے تو سر اور منہ پر رومال وغیرہ ڈال لیں تاکہ خیالات منتشر ہونے سے امن رہے۔ اس طرح کم از کم دس تسبیح یعنی ایک ہزار مرتبہ اسم ذات کا ذکر کرے اور جس قدر زیادہ ہو سکے یا جس قدر شیخ ارشاد فرمائے ذکر کرے، پھر تسبیح رکھ کر اندازاً اتنی ہی دیر تک ذکر اور حصول فیض کے خیال میں بیٹھا رہے اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ فراغت کے بعد دعا مانگے۔ روزانہ ایک مخصوص وقت میں اس وظیفے پر عمل کرتا رہے۔

نیز چلتے پھرتے، سوئے لیٹے، اٹھتے بیٹھتے غرضیکہ ہر وقت دل میں ذکر کا خیال رکھے تاکہ ''ہاتھ کار میں اور دل یار میں'' کا مصداق ہو جائے اور دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ جاری ہو جائے، دل

کے ذاکر ہونے کی کیفیت اکثر لوگوں کو نبض کی حرکت یا گھڑی کی ٹک ٹک وغیرہ کی مانند ہوتی ہے۔ ''ہدایت الطالبین'' میں ہے کہ ''حرکتِ ذکر از دل بسمعِ خیال برسد'' مشائخ کرام اس حرکت پر اسم ذات کا تصور کرنے کی تلقین فرماتے ہیں تاکہ حدیث قدسی:

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (۱)

میں اپنے بندے کے گمان کے نزدیک ہوں۔

کا مصداق کا ہو جائے۔ دل کے جاری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لفظ مبارک ''اللہ'' خیال کے کان سے صاف طور پر سنا جائے، محض لطیفے کی حرکت مراد نہیں ہے۔ حافظ شیرازیؒ کے اس شعر میں بھی اسی حرکت کی طرف اشارہ ہے:

کس ندانست کہ منزل گہ آں یار کجاست ایں قدر ہست کہ بانگ جرسے می آید

کوئی نہیں جانتا کہ اس یار کی منزل کہاں ہے اتنا ہے کہ ایک گھنٹی کی آواز آ رہی ہے۔

اس ذکر پر اس قدر مداومت کرے کہ لطیفہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ جائے جس کی علامت یہ ہے کہ اس کی توجہ بلندی کی طرف مائل ہو جائے اور تمام جہات کی طرف سے بھول ہو جائے اور ذکر کے وقت اس کو ماسوی اللہ سے غفلت اور ذات حق کے ساتھ محویت ہو جائے اگرچہ تھوڑی دیر ہی کے لئے ہو، جب یہ کیفیت حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ قلب اپنے مضغہ سے نکل کر اپنی اصل میں پہنچ گیا۔ اگرچہ کشف نہ ہو کیونکہ کشف اس زمانے میں حلال اور طیب روزی نہ ملنے کی وجہ سے بہت کم ہوتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا کیفیات میں سے کچھ بھی نہ ہو تو غفلت دور ہو کر ہر کام کرتے وقت شریعت کی پابندی کا خیال رہنا، روز بروز عملی اصلاح، حالات میں تبدیلی، شریعت کی محبت میں ترقی وغیرہ امور حاصل ہو جاتے ہیں اور شہوت جو اس لطیفہ سے تعلق رکھتی ہے اور سالک کو اپنی طرف کھینچ کر محبوبِ حقیقی سے غافل کرتی ہے اس کی اصلاح ہو کر محبوب حقیقی کی محبت اور اس کی رضا جوئی کی طرف رغبت بڑھنے لگتی ہے حصول فیض کا اظہار طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے مختلف طور پر ہوتا ہے جیسا کہ حصہ اول میں ''فیض حاصل ہونے کی مختلف صورتیں'' کے عنوان کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے۔ سالک کو ان واردات اور رنگوں وغیرہ میں مشغول نہیں ہونا چاہئے بلکہ تمام تر توجہ ذکر الٰہی کی طرف رکھنی چاہئے۔

نیز طالب کو چاہئے کہ دن رات میں کسی وقت حسبِ فرصت ایک سو دفعہ درود شریف اور ایک سو مرتبہ استغفار ایک نشست میں یا متفرق طور پر پڑھ لیا کرے۔

۱۔ بخاری: ج ۶ ص ۲۷۲۵، رقم ۷۰۶۶۔ مسلم: ج ۴ ص ۲۰۶۱، رقم ۲۶۷۵۔ ترمذی: ج ۴ ص ۵۹۶، رقم ۲۳۸۸

تنبیہ: مرشد کو چاہئے کہ عورت کو ذکر اس کے دل کی جگہ پر انگلی رکھ کر نہ بتائے بلکہ پردے کے اندر زبانی تقریر یا محرم یا ذاکرہ عورت کے ذریعے بتائے تا کہ شر سے محفوظ رہے۔

جب مرشد کو یہ اطمینان ہو جائے کہ مرید طالب صادق کا لطیفہ قلب ذکر الٰہی سے جاری ہو گیا ہے اور اپنی اصل میں پہنچ گیا ہے تو اس کو دوسرا سبق تلقین کرے۔

سبقِ دوم، لطیفۂ روح

اس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر مائل بہ پہلو ہے اس جگہ پر انگشت شہادت سے دباؤ دے کر اسم ذات اللہ اللہ کی تلقین کرے جس طرح کہ لطیفۂ قلب میں مذکور ہے، اس لطیفے کے اپنی اصل میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ یہ لطیفہ بھی لطیفہ قلب کی طرح ذکر سے جاری ہو جاتا ہے اور جو کیفیات ذکر قلبی میں حاصل ہوئی ہیں ان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور غصہ وغضب جو پہلے سے طبیعت میں ہے اس کی اصلاح ہو کر وہ شریعت کے تابع ہو جاتا ہے، اس کے حصول کے بعد لطیفۂ سرّ کے ذکر کی تعلیم دے۔

سبقِ سوم، لطیفۂ سرّ

اس کا مقام بائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلہ پر مائل بوسط سینہ ہے، اس میں بھی لطیفہ قلب و روح کی طرح ذکر تلقین کرے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس میں بھی ہر دو سابقہ لطیفوں کی طرح ذکر جاری ہو جاتا ہے اور کیفیات میں مزید ترقی ہو جاتی ہے، یہ مقام مشاہدے اور دیدار کا ہے اور اس کے ذکر میں عجیب وغریب کیفیات ظہور میں آتی ہیں، اس میں حرص کی اصلاح ہو کر شریعت کے کاموں میں خرچ کرنے اور نیکیوں کے حاصل کرنے کی حرص پیدا ہو جاتی ہے، اس لطیفے کے اظہار کے بعد لطیفہ خفی کا ذکر بتائے۔

سبقِ چہارم، لطیفۂ خفی

اس کا مقام دائیں پستان کے برابر دو انگشت کے فاصلے پر مائل بوسط سینہ ہے، اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین کرے، اس ذکر میں یَا لَطِیْفُ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِكَ الْخَفِیِّ کا پڑھنا مفید ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفے میں بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے اور صفات رذیلہ حسد و بخل کی اصلاح ہو کر اس لطیفے کے عجیب وغریب احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں، اس کے بعد لطیفۂ اخفیٰ کا ذکر بتائے۔

سبقِ پنجم، لطیفۂ اخفی

اس کا مقام وسطِ سینہ ہے، اس میں بھی حسب سابق ذکر تلقین کرے، اس کی سیر اعلیٰ اور یہ ولایتِ محمد یہ خاصہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا مقام ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ اس لطیفے میں بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے اور تکبر وفخر وغیرہ رذائل کی اصلاح ہو کر قرب وحضور وجمعیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اگر چہ ہر لطیفہ کے ذکر میں قرب وحضور اور جمعیت حاصل ہوتی ہے لیکن لطیفۂ اخفی کا مقام تمام مقامات سے عالی ہے۔ طُوبٰی لِمَنْ لَّهُ هٰذَا الْمَقَامُ وَلِمَنْ رَّاٰهُ اس کے بعد لطیفۂ نفس کا ذکر تلقین کرے۔

سبقِ ششم، لطیفۂ نفس

اس کے مقام میں صوفیائے کرامؒ نے اختلاف کیا ہے، بعض کے نزدیک ناف سے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے لیکن حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے نزدیک اس کا مقام وسط پیشانی ہے۔ محققین نے اس میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ پیشانی پر اس کا سر اور زیر ناف اس کا دھڑ ہے، اس میں بھی بطریق سابق ذکر تلقین کرے۔ اگر چہ اس کی حرکت چنداں محسوس نہیں ہوتی پھر بھی جذب وشوق سے خالی نہیں رہتا۔ اس کی اصلاح کی علامت یہ ہے کہ نفس سرکشی کی بجائے ذکر کی لذت سے سرشار ہو جاتا اور ذکر میں ذوق وشوق ومحویت بڑھ جاتی ہے، بعد ازاں لطیفۂ قالبیہ کا ذکر سکھائے۔

سبقِ ہفتم، لطیفۂ قالبیہ

اس کو سلطان الاذکار بھی کہتے ہیں اس کا مقام ومحل تمام بدن ہے یعنی روئیں روئیں سے ذکر جاری ہو جاتا ہے کبھی سلطان الاذکار کی جگہ وسطِ سر (بالائے دماغ) میں مقرر کرتے ہیں اور انگلی رکھ کر توجہ دیتے ہیں اس سے بھی بفضلہٖ تعالیٰ تمام بدن میں ذکر جاری ہو جاتا ہے۔ اس کے حصول کی علامت یہ ہے کہ سالک کے جسم کا گوشت پھڑکنے لگتا ہے کبھی بازو میں کبھی ٹانگ میں اور کبھی جسم کے کسی حصے میں اور کبھی کسی حصے میں حتیٰ کہ کبھی کبھی تمام جسم ذکر کے ساتھ حرکت کرنے لگتا ہے اور سالک ایک عجیب کیفیت وذوق محسوس کرتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔

سبقِ ہشتم، ذکرِ نفی اثبات

قبل ازیں لطائف سبعہ کا بیان ہوا ان لطائف میں ذکر جاری ہونے کے بعد نفی اثبات (لا الہ

الا اللہ) کا ذکر حبسِ دم کیے ساتھ (یعنی سانس روک کر) کرتے ہیں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل اپنے سانس کو ناف کے نیچے بند کرے یعنی اندر کی جانب خوب سانس کھینچ کر ناف کی جگہ پر روک لے اور خیال کی زبان سے کلمۂ لا کو ناف سے نکال کر اپنے دماغ تک پہنچائے اور لفظ الٰہ کو دائیں کندھے پر لے جائے اور لفظ الا اللہ کو عالم امر کے پانچ لطائف میں سے گزار کر قوتِ خیال سے دل پر اس شد و مد کے ساتھ ضرب کرے کہ ذکر کا اثر تمام لطائف میں پہنچ جائے۔ اس طرح ہر دفعہ سانس روکنے کی حالت میں چند بار ذکر کرے پھر سانس چھوڑتے وقت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ خیال کی زبان سے کہے، ذکر میں معنی کا خیال رکھنا شرط ہے کہ سوائے ذاتِ حق کے کوئی مقصود نہیں ہے اور لا کے ادا کرتے وقت اپنی ہستی اور تمام موجودات کی نفی کرے اور الا اللہ کہتے وقت ذاتِ حق سبحانہ کا اثبات کرے، ایک سانس میں طاق عدد ذکر کرنے کی رعایت کرے یعنی ابتدا میں تین بار پھر پانچ بار علیٰ ہذا القیاس اپنی طاقت اور مشق کے مطابق بڑھاتا جائے حتیٰ کہ ایک سانس میں اکیس بار تک پہنچائے۔ اگر طاق عدد کی رعایت ہو سکے تو مفید ہے شرط نہیں ہے۔ چند بار ذکر کرنے کے بعد نہایت عاجزی و انکساری سے حق سبحانہ وتعالیٰ کی جناب میں یہ التجا کرے۔ خداوندا مقصود من توئی و رضائے تو محبت و معرفت خود بدہ'' یاالٰہی تو ہی میرا مقصود ہے اور میں تیری ہی رضا کا طالب ہوں اپنی محبت و معرفت مجھے عنایت فرما۔'' اگر اکیس بار تک پہنچایا اور کوئی فائدہ نہ ہوا تو پھر شروع سے یعنی تین بار سے بڑھا کر اکیس بار تک لے جائے، بازگشت، نگہداشت، وقوفِ قلبی، وقوفِ عددی وغیرہ کی رعایت کرے جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

اثرات: اس ذکر کے اثرات یہ ہیں کہ اس سے حرارتِ قلب، ذوق وشوق، رقتِ قلب، نفی خواطر، زیادتی محبت حاصل ہوتی ہے اور ہوسکتا ہے کہ کشف کے حاصل ہونے کا سبب ہو جائے۔ چونکہ اس ذکر میں گرمی بہت ہوتی ہے اس لئے مرشد کو چاہئے کہ گرمیوں میں اس ذکر کی تلقین نہ کرے بلکہ سردیوں میں بھی سالک کی طبیعت کا اندازہ کر کے کمی بیشی کا حکم کرے حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے اس ذکر کو پانی میں کھڑے ہو کر کیا ہے۔ اگر سانس کا روکنا کسی کو تکلیف دے تو اس کو، نیز گرمیوں میں ہر شخص کو بغیر سانس روکے بلا رعایتِ وقوفِ عددی اس ذکر کو کرنا چاہئے۔ واضح ہو کہ یہ ذکر تمام سلوک کا مکھن ہے اس لئے طالبِ صادق کو اس کے حصول میں پوری کوشش کرنی چاہئے۔

سبقِ نہم، ذکرِ تہلیل لسانی

اس ذکر کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر نفی اثبات کے ذکر میں بیان ہوا مگر اس میں سانس نہیں روکا

جاتا اور کلمۂ شریفہ لا الہ الا اللہ کا ذکر شرائط مذکور بالا کے ساتھ زبان سے کیا جاتا ہے، خیال سے نہیں، اس کی ادنیٰ تعداد گیارہ سو مرتبہ اور اعلیٰ پانچ ہزار مرتبہ ہے، اگر ایک وقت میں نہ ہو سکے تو دن رات کے متفرق وقتوں میں پورا کر لے، اس سے بھی زیادہ کرے تو زیادہ فائدہ حاصل ہوگا۔ اس ذکر کو چلتے پھرتے، لیٹے بیٹھے، وضو سے ہو یا بے وضو ہر وقت کر سکتا ہے البتہ باوضو ہونا افضل اور معنی کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

اثرات: اس کے اثرات بھی حسب سابق ہیں۔ ہر دو طریقے نفی اثبات پر خطرات کی نفی، حضورِ قلب، لطائف کی اپنے مقامات سے فوق الفوق کی طرف کشش اور دل پر فوق یا کسی اور جانب سے واردات کا نزول ہونا ہے حتیٰ کہ واردات کا نزول ہو کر سالک پر فنا کا غلبہ ہو جاتا ہے۔

نیاتِ مراقبات

صفائی باطن کا دوسرا طریقہ مراقبہ ہے، دل کو وساوس و خطرات سے خالی کر کے فیضِ خداوندی اور رحمتِ الٰہی کا انتظار کرنا اور اس کے مورد پر وارد ہونے کا لحاظ کرنا مراقبہ کہلاتا ہے جس لطیفے پر فیض الٰہی وارد ہوتا ہے اس لطیفے کو موردِ فیض کہتے ہیں۔ اب سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے مراقبات کی نیات و کیفیات اور اثرات درج کئے جاتے ہیں۔

سبقِ دہم، مراقبۂ احدیت

نیت: فیض می آید از ذاتے کہ مستجمع جمیع صفات و کمالات است۔ و منزہ از ہر نقصان و زوال، موردِ فیض لطیفۂ قلبِ من است۔ ''میرے لطیفۂ قلب پر اس ذاتِ والا صفات سے فیض آ رہا ہے جو تمام کمالات اور خوبیوں کی جامع ہے اور جملہ عیوب و نقائص سے منزہ و پاک ہے اور اسمِ مبارک اللہ کا مسمّی ہے۔'' زبانِ خیال کے ساتھ یہ نیت کر کے فیضانِ الٰہی کے انتظار میں بیٹھا رہے۔ اس مراقبے میں جمعیت اور حضورِ قلب کی نسبت حاصل ہونے کی طرف توجہ رکھنی چاہئے اور تنزیہ و تقدیس ذات حق سبحانہ کا پوری طرح خیال رکھنا چاہئے۔

اثرات: خطراتِ قلبی کے بالکلیہ زائل ہونے یا کم ہونے کو جمعیت کہتے ہیں۔ قلب کی توجہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف پیدا ہونے کو حضور کہتے ہیں۔ مراقبۂ احدیت میں سالک کو حق تعالیٰ کے ساتھ حضور اور اس کے ماسویٰ سے غفلت حاصل ہو جاتی ہے حتیٰ کہ کم از کم چار گھڑی تک خطرے و وسوسے

کے بغیر یہ حضور حاصل ہو جائے تو سمجھنا چاہئے کہ اس مراقبے کے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ مراقبۂ احدیت کے بعد مراقباتِ مشارب کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مشارب جمع مشرب کی ہے بمعنی راہ و گھاٹ۔ ان مراقبات کے ذریعے سالک مقامِ فنا تک پہنچ جاتا ہے اس لئے ان کو مشاربات کہتے ہیں۔ عالمِ امر کے ہر لطیفہ کی اصل عرش کے اوپر ہے چنانچہ لطیفۂ قلب کی اصل تجلی افعالِ الٰہی ہے، لطیفۂ روح کی اصل تجلیٔ صفاتِ ثبوتیہ ہے، لطیفۂ سر کی اصل تجلیٔ شیوناتِ ذاتیہ ہے، لطیفۂ خفی کی اصل تجلی صفاتِ سلبیہ ہے، لطیفۂ اخفی کی اصل تجلیٔ شانِ جامع ہے، جب تک ہر لطیفہ نورانی ہو کر اپنی اصل تک نہ پہنچے اس لطیفہ کی فنا حاصل نہیں ہوتی۔ واضح ہو کہ جب تک ہر مراقبہ کا اثر سالک کے لطیفہ پر محسوس نہ ہو ہرگز دوسرے مراقبہ تلقین نہ کی جائے ورنہ ماسویٰ کا خیال دل سے کبھی دور نہ ہوگا اور اس کو مقامِ فنا تک جو ولایت کا پہلا قدم ہے رسائی نصیب نہ ہوگی۔

مراقبات مشارب

سبق یازدہم، مراقبۂ لطیفۂ قلب

نیت: سالک اپنے لطیفۂ قلب کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ قلبِ مبارک کے مقابل تصور کر کے زبانِ خیال سے جنابِ الٰہی میں التجا کرے کہ الٰہی فیضِ تجلیاتِ افعالیہ کہ از لطیفۂ قلب آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم در لطیفۂ قلبِ حضرتِ آدم علیہ السلام افاضہ فرمودہ بحرمت پیرانِ کبار در لطیفۂ قلبِ من القا کن۔ ''یا الٰہی! تجلیاتِ افعالیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ قلب سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفۂ قلب میں القا فرمایا ہے پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ قلب میں بھی القا فرما دے۔''

اثرات: اس لطیفہ کے مراقبہ میں اپنے افعال اور تمام مخلوق کے افعال سالک کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور ایک فاعلِ حقیقی کے فعل کے سوا اس کی نظر میں اور کچھ نہیں آتا۔ جب اس دید کا غلبہ ہو جاتا ہے تو سالک کائنات کی ذات وصفات کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات وصفات کا مظہر دیکھتا ہے اور ماسویٰ کو اس قدر بھول جاتا ہے کہ بتکلف یاد کرنے پر بھی یاد نہیں آتا اور دنیا کے غم وخوشی سے قلب متاثر نہیں ہوتا، اس کو فنائے لطیفہ قلب کہتے ہیں۔

سبقِ دوازدہم، مراقبۂ لطیفۂ رُوح

نیت: سالک اپنے لطیفۂ روح کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ روح کے مقابل تصور کر کے زبانِ خیال سے بارگاہِ الٰہی میں التجا کرے کہ الٰہی فیضِ تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ کہ از لطیفۂ روحِ مبارک آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم در لطیفۂ روح حضرتِ نوح و حضرتِ ابراہیم علیہما السلام افاضہ فرمودہ بحرمتِ پیرانِ کبار در لطیفہ روح من القا کن۔ ''یا الٰہی! تجلیاتِ صفاتِ ثبوتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ روح سے حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے لطیفۂ روح میں القا فرمایا ہے پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ روح میں بھی القا فرما دے۔ صفاتِ ثبوتیہ، حیوۃ، علم، قدرت، سمع، بصر، ارادہ وغیرہ ہیں۔

اثرات: لطیفۂ روح کی فنا اس وقت حاصل ہوتی ہے جب سالک کی نظر سے اپنی اور تمام مخلوقات کی صفات غائب ہو جائیں اور تمام صفات کی نسبت حق تعالیٰ ہی کی طرف نظر آئے۔ اس مقام میں جب سالک اپنے آپ سے اور تمام مخلوقات سے وجود کی نفی کرتا ہے جو کہ تمام صفات کی اصل ہے اور حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے وجود کا اثبات نہیں کرتا تو ناچار توحیدِ وجودی کا قائل ہو جاتا ہے۔

سبقِ سیزدہم، مراقبۂ لطیفۂ سر

نیت: سالک اپنے لطیفۂ سر کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ ولم کے لطیفۂ سر کے مقابل تصور کر کے زبانِ خیال سے بارگاہِ الٰہی میں التجا کرے کہ الٰہی فیضِ تجلیاتِ شیونِ ذاتیہ کہ از لطیفۂ سر مبارک آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام در لطیفۂ سر حضرت موسیٰ علیہ السلام افاضہ فرمودہ بحرمتِ پیرانِ کبار در لطیفۂ سر من القا کن۔ ''یا الٰہی! تجلیاتِ شیونِ ذاتیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ سر سے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفۂ سر میں القا فرمایا ہے پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ سر میں بھی القا فرما دے''۔ شیون جمع ہے شان کی اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ شانِ ذاتیہ ہے کہ جس سے وہ صفاتِ ثبوتیہ کے ساتھ موصوف ہے قولہ تعالیٰ:

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ○ (۱)

ہر روز وہ (اللہ تعالیٰ) ایک شان میں ہے۔

اثرات: فنائے سر یہ ہے کہ سالک اس مقام میں اپنی ذات کو حق سبحانہ وتعالیٰ کی ذات مین مٹا

۱۔ رحمٰن: ۲۹۔

ہوا پاتا ہے اور اسے ذاتِ حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی ذات نظر نہیں آتی۔ جب سالک ذات وصفات الٰہی میں فنا ہو جاتا ہے تو طعن وملامت کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ہی کسی تعریف وتوصیف کا خواہشمند رہتا ہے، صرف ذاتِ حق میں مستغرق رہتا ہے۔

سبقِ چہاردہم، مراقبہ لطیفۂ خفی

نیت: سالک اپنے لطیفۂ خفی کی آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ خفی کے مقابل تصور کر کے زبانِ خیال سے بارگاہِ الٰہی میں التجا کرے کہ الٰہی فیضِ تجلیات صفات سلبیہ کہ از لطیفۂ خفی آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم در لطیفۂ خفی مبارک حضرت عیسیٰ علیہ السلام افاضہ فرمودہ بحرمتِ پیرانِ کبار در لطیفۂ خفی من القا کن۔ ''یا الٰہی! تجلیاتِ صفاتِ سلبیہ کا وہ فیض جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ خفی سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لطیفۂ خفی میں القا فرمایا ہے پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ خفی میں بھی القا فرما دے۔'' صفاتِ سلبیہ کا مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ تمام عیوب ونقائص سے پاک ہے، وہ جسم وجسمانی، عرض وجوہر، مکانی وزمانی، حال ومحل، محدود ومتناہی ہونے سے بھی پاک ہے، بے جہت، بے کیف، بے نسبت اور بے مثل ہے۔ اس کی ضد وند، ہمسر ومثل ہونا اس کی پاک بارگاہ سے مسلوب ومفقود ہے، ماں باپ، زن واولاد سے پاک ہے، کیونکہ یہ سب حدوث کے نشانات ہیں اور ان سے نقص لازم آتا ہے، تمام قسم کے کمالات حق تعالیٰ کی جناب کے لئے ثابت ہیں اس لئے امکان وحدوث کی صفات وسراسر نقص وشرارت ہیں اس کی جناب پاک سے سب مسلوب سمجھنی چاہئیں۔

اثرات: اس لطیفے کی فنا یہ ہے کہ سالک اس مقام میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو تمام عالم سے ممتاز ومنفرد پاتا ہے اور جمیع مظاہر سے مجرد ویگانہ دیکھتا ہے۔

سبقِ پانزدہم، مراقبہ لطیفۂ اخفی

نیت: سالک اپنے لطیفۂ اخفی کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ اخفی کے مقابل تصور کر کے زبانِ خیال سے بارگاہِ الٰہی میں التجا کرے۔ الٰہی فیض تجلیاتِ شان جامع کہ در لطیفۂ اخفائے آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام افاضہ فرمودہ بحرمۃ پیرانِ کبار در لطیفۂ اخفائے من القا کن۔ ''یا الٰہی! تجلیاتِ شانِ جامع کا وہ فیض جو آپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفۂ اخفی مبارک میں القا فرمایا ہے پیرانِ کبار کے طفیل میرے لطیفۂ اخفی میں القا فرما دے۔'' صفات وشیونات کی اصل کو شان

جامع کہتے ہیں۔

اثرات: اس لطیفے کی فنا یہ ہے کہ سالک کو اخلاقِ سبحانہ وتعالیٰ اور اخلاقِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تخلق واتصاف وآراستگی حاصل ہو جاتی ہے اور یہی اثرات آئندہ مقامات میں پختہ ہوتے رہتے ہیں۔ اس مقام میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری طرح اتباع کرنا مفید ہوتا ہے۔

تنبیہ: ان پانچوں مراقباتِ مشارب میں ہر مراقبہ کی نیت کر کے جب اس لطیفے کے فیض کے انتظار میں بیٹھے تو ہر اس لطیفے کو جس میں مراقبہ کر رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک اپنے سلسلے کے تمام بزرگوں کے اس لطیفے کے سامنے ان شیشوں کی مانند جو آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ہوں فرض کر کے خیال کرے کہ اس لطیفے کا خیال فیض جناب باری تعالیٰ سے آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لطیفے میں آ رہا ہے پھر سلسلہ کے تمام بزرگوں کے اس لطیفہ کے آئینوں میں سے منعکس ہو کر میرے اس لطیفے میں آ رہا ہے تاکہ حدیث قدسی،

اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ (۱)

میں اپنے بندے کے گمان کے ساتھ ہوں۔

کے بموجب اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

نیز جاننا چاہئے کہ علمِ امر کے ان پانچوں لطائف کی فنا حاصل ہونے کے بعد دائرہ امکان کی سیر ختم ہو جاتی ہے اس سیر میں جمعیت، حضور، جذبِ لطائف بسوئے اصولِ خود اور حالات وواردات (جو فوق سے سالک پر وارد ہوتے ہیں اور سالک ان کو برداشت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے) کا حاصل ہونا ضروری ہے۔

سبقِ شانزدہم، مراقبہ معیت

نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ،

وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ (۲)

وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہے۔

کے معنی کا خیال کر کے خلوص دل کے ساتھ زبانِ خیال سے یہ تصور کرے کہ فیض می آید از ذاتے کہ بامن است وباہر ذرہ از ذراتِ کائنات بہمان شان کہ مرادِ اوست تعالیٰ منشاءِ فیض دائرہِ ولایتِ صغریٰ است کہ ولایتِ اولیائے عظام وظل اسماء وصفات مقدسہ است موردِ فیض لطیفۂ قلب

۱۔ بخاری: ج ۶، ص ۲۷۲۵، رقم ۷۰۶۶۔ مسلم: ج ۴، ص ۲۰۶۱، رقم ۲۶۷۵ ۲۔ الحدید: ۴

من۔ ''اس ذات پاک سے جو میرے ساتھ اور کائنات کے ہر ذرے کے ساتھ ہے جس کی صحیح کیفیت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے لطیفۂ قلب پر فیض آ رہا ہے، فیض کا منشا و مبدا ولایتِ صغریٰ کا دائرہ ہے جو اولیائے عظام کی ولایت اور اسماء وصفاتِ مقدسۂ الٰہی کا ظل ہے۔''

اثرات: اس مرتبے میں فنائے قلبی حاصل ہوتی ہے اور دائرہ امکان کے باقی اثرات کی تکمیل ہوا کرتی ہے، اس مقام میں تجلئ افعالیہ الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے، توحیدِ وجودی و ذوق وشوق و آہ و نالہ و استغراق و بےخودی و دوام حضور و نسیان ماسواء جس کو فناء قلب بھی کہتے ہیں حاصل ہو جاتا ہے، اس مقام میں ذکر تہلیل لسانی توجۂ قلبی کے ساتھ کرنا بہت فائدہ بخشتا ہے اور توجہ فوق سے ہٹ کر شش جہات کا احاطہ کر لیتی ہے۔ پس جب لوحِ دل سے ماسویٰ کا خیال مٹ جائے اور توجہ الی اللہ میں اس قدر محویت و استغراق ہو جائے کہ تکلف سے بھی غیر کا خیال پیدا کرنا دشوار ہو جائے اور تمام دنیوی تعلقات کا رشتہ دل سے ٹوٹ جائے تو فنائے قلبی حاصل ہو جاتی ہے جو کہ ولایت کا پہلا قدم ہے اور باقی کمالات کا حاصل ہونا اس پر موقوف ہے۔

فائدہ: حضرات نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا سلوک یہیں تک ہے اس سے آگے کے اسباق بالتفصیل حضرت حق جل مجدہ کی جناب سے حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو مرحمت ہوئے ہیں جن کی تفصیل آگے درج ہے۔ اس مقام کی تکمیل پر اکثر مشائخ کرامؒ سالک کو طریقہ سکھانے کی اجازت مرحمت فرما دیتے ہیں اور وہ اسی تبلیغ کے ضمن میں باقی سلوک کی تکمیل بھی کرتا رہتا ہے لہٰذا پیر طریقت کو چاہئے کہ جب تک خود یا وجدان سالک سے اس کے حالات میں تغیر و تبدل، جذب تام اور کمال جمعیت و حضور کو ملاحظہ نہ کرے ان مقامات کے حاصل ہونے کی نسبت بشارت نہ دے کہ اس سے طریق عالیہ کی بدنامی ہے۔ واضح رہے کہ خدا تعالیٰ کی یاد کے سوا سب چیزوں کو بھولنا لطیفہ قلب کی فنا ہے اور دوام حضور یعنی اس یاد میں دائمی طور پر ثابت قدم رہنا کہ کسی وقت بھی غافل نہ ہو لطیفہ قلب کی بقا کہلاتی ہے اس کو دائرہ ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور حصول بقا کے بعد سالک حقیقت میں داخل ہوتا ہے۔

ولایتِ کبریٰ

جاننا چاہئے کہ کمال فنا ولایت کبریٰ میں حاصل ہوتا ہے، ولایت کبریٰ سے مراد فنائے نفس اور رذائل سے اس کا تزکیہ اور انانیت وسرکشی کا زائل ہو جانا ہے اور اس کو دائرہ اسماء وصفات شیونات بھی کہتے ہیں اس لئے کہ اس میں تجلیات خمسہ (افعالیہ، ثبوتیہ، شیون ذاتیہ، سلبیہ، شان جامع) کے اصول

میں سیر واقع ہوتی ہے۔ دائرہ ولایت کبریٰ تین دائروں اور ایک قوس (نصف دائرہ) پر مشتمل ہے وھو ھذا:

سبقِ ہفدہم، دائرہ اولیٰ

نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ:

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِO (۱)

اور ہم بندے کی رگ جان (شہ رگ) سے بھی زیادہ قریب ہیں۔

کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ فیض می آید از ذاتیکہ نزدیک تر است بمن از رگ جان من بہماں شان کہ مراد حق است سبحانہ وتعالیٰ مورد فیض لطیفہ نفس و لطائف خمسہ عالم امر من است منشاء فیض دائرہ اولیٰ ولایت کبریٰ است کہ ولایت انبیائے عظام و اصل دائرہ ولایت صغریٰ است۔ ''اس ذات سے جو میری رگ جان سے بھی زیادہ میرے قریب ہے اور اس قرب کی حقیقت حق تعالیٰ ہی جانتا ہے میرے لطیفہ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطائف پر فیض آ رہا ہے، فیض کا منشاء و مبدا اولایت کبریٰ کا دائرہ ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور ولایت صغریٰ کے دائرہ کی اصل ہے، اس دائرہ اولیٰ کا نصف اسفل اسماء وصفات زائدہ پر اور نصف عالی شیونات ذاتیہ پر مشتمل ہے، انسان کی جان صفات الٰہیہ کا ظل ہے اور ظل اصل کے ساتھ قائم ہوتا ہے اس لئے اصل ظل سے وجود مخلوق کے زیادہ قریب ہے اور اقربیت ومعیت کا معاملہ عقل کی حدود سے باہر اور کامل انکشاف پر موقوف ہے۔

سبقِ ہژدہم، دائرہ ثانیہ

نیت: سالک اس مراقبہ میں آیہ کریمہ،

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (۲)

اللہ تعالیٰ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں۔

کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ فیض می آید از ذاتیکہ او مرا دوست دارد و من اورا دوست می دارم منشاء فیض دائرہ ثانیہ ولایت کبریٰ است کہ ولایت انبیاء عظام و اصل دائرہ اولیٰ است مورد فیض لطیفہ نفس من است۔ ''اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا

۱۔ ق:۱۶ ۲۔ المائدہ:۵۴

ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آ رہا ہے، فیض کا منشا و مبدا ولایت کبریٰ کا دائرہ ثانیہ ہے جو انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ اولیٰ کی اصل ہے۔''

سبق نوزدہم، دائرہ ثالثہ

نیت: سالک اس مراقبے میں آیہ کریمہ یُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّونَهٗ کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ ''فیض می آید از ذاتیکہ اومرا دوست میدارد ومن اورا دوست می دارم منشاء فیض دائرہ ثالثہ ولایت کبریٰ است کہ ولایت انبیاء عظام واصل دائرہ ثانیہ است مورد فیض لطیفہ نفس من است۔ ''اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آ رہا ہے فیض کا منشا و مبدا ولایت کبریٰ کا دائرہ ثالثہ ہے جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ ثانیہ کی اصل ہے۔

سبق بستم، قوس

نیت: سالک اس مراقبہ میں بھی آیہ کریمہ یُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّونَهٗ کے مضمون کو دل میں ملحوظ رکھ کر خیال کرے کہ ''فیض می آید از ذاتیکہ اومرا دوست میدارد ومن اورا دوست میدارم منشا فیض قوس ولایت کبریٰ است کہ ولایت انبیا عظام واصل دائرہ ثالثہ است مورد فیض لطیفہ نفس من است۔'' اس ذات سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اس کو دوست رکھتا ہوں میرے لطیفہ نفس پر فیض آ رہا ہے، فیض کا منشا و مبدا ولایت کبریٰ کی قوس ہے جو انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اور دائرہ ثانیہ کی اصل ہے۔'' پس دوسرے دائرے میں پہلے دائرہ کی اصل میں سیر واقع ہوگی اور تیسرے دائرہ میں اس اصل کی اصل میں اور قوس میں اصل اصل کی اصل میں سیر واقع ہوگی، یہ اصول ثلاثہ حضرت ذات میں اعتبارات ہیں جو کہ صفات وشیونات کے مبادی ہیں۔

ہر سہ دائرۂ اور قوس کے اثرات: نظر کشفی میں ان تینوں دائروں اور قوس کے حصول میں امتیاز وفرق، ضعف وقوت میں کثرت وقلت انوار ہے اور نسبت فوق نیچے والی نسبت سے زیادہ بے رنگ ہوتی ہے یعنی اس طرح پر کہ پہلے دائرہ اقربیت میں آگے کے ڈھائی دائروں سے زیادہ قوت اور انوار کی کثرت ہے، دوسرے دائرے میں اس سے کم اور ضعیف اور تیسرے میں دوسرے سے کم اور ضعیف اور قوس میں اس سے کم اور ضعیف۔

بعض کشف والی طبیعتوں پر ہر دائرہ سورج کی ٹکیہ کی مانند منور ظاہر ہوتا ہے اور جس قدر یہ

دائرہ منکشف ہوتا ہے اسی قدر نور کی چمک ظاہر ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے اور جتنا دائرہ طے ہونے سے باقی رہتا ہے آفتاب کے کسوف (گرہن) کی مانند نظر آتا ہے اور اس مقام میں نفس کو استہلاک و اضمحلال (ہلاک ہونا اور گھٹنا) ہوتا ہے۔ ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جس طرح کہ دھوپ میں برف پگھلتا ہے یا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے اور عین اور اثر زائل ہو جاتے ہیں اور وجود کا نام ونشان باقی نہیں رہتا یعنی سالک اپنے وجود کو حضرتِ حق جل مجدہٗ کے وجود کا پرتو اور اپنے وجود کے توابع کو حق جل مجدہ کے وجود کے پرتو کے توابع جانتا ہے (اور یہ محو و اضمحلال نظری ہے یعنی سالک کا وجود و تعین اس کی نظر سے جاتا رہتا ہے حقیقت اور نفس الامر میں محو نہیں ہوتا) نفس کی انانیت اور سرکشی ٹوٹ جاتی ہے اور صفاتِ رذیلہ حسد، بخل، حرص، کینہ، تکبر، بڑائی، حب جاہ وغیرہ سے اس کا تزکیہ (صفائی) ہو جاتا ہے، شرح صدر، صبر وشکر، رضا بر حکم قضا، ورع، تقویٰ و زُہد وغیرہ صفاتِ حمیدہ پیدا ہو جاتی ہیں، فیض باطن کا معاملہ جو پہلے دماغ سے تعلق رکھتا تھا اب سینے سے متعلق ہو جاتا ہے اس وقت شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور حسب استعداد سینہ میں اس قدر وسعت پیدا ہو جاتی ہے کہ بیان سے باہر ہے اگرچہ سیر قلبی میں بھی وسعت قلب بہت ہوتی ہے لیکن وہ فقط قلب تک ہی محدود ہوتی ہے اور وسعتِ صدر تمام سینے میں خصوصاً لطیفۂ اخفی میں ہوتی ہے احکامِ الٰہی کے ادا کرنے میں بلا چون وچرا مشغول ہو جاتا ہے اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ استدلال علم بدیہی ہو جاتا ہے، مواعیدِ الٰہی پر کامل یقین ہو جاتا ہے، نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے، توحیدِ شہودی جلوہ گر ہو کر حقیقی اسلام سے مشرف ہو جاتا ہے یعنی حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت و کبریائی سالک کے سامنے جلوہ گر ہو کر باطن پر ہیبتِ الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تمام احوال میں راضی برضائے الٰہی رہتا ہے اور اپنی نیتوں کو قصور وار دیکھتا ہے اور اپنے عملوں کو ناقص جانتا ہے۔

ان دائروں اور قوس کے مراقبات کے زمانے میں ذکرِ تہلیلِ لسانی معنی و دیگر شرائط رکھتے ہوئے کرنا ترقی بخشتا ہے۔ اسما وصفات کے ظلال (جو کہ انبیا و ملائکہ کرام علیہم السلام کے سوا تمام مخلوقات کے مبادیٔ تعینات ہیں) کی سیر کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اور اس میں توحیدِ وجودی و ذوق وشوق و دوامِ حضور ونسیان ماسوا وغیرہ کی صورت حاصل ہوتی ہے جس کو فنائے قلب کہتے ہیں۔ ولایتِ کبریٰ میں اسما وصفات وشیونات الٰہیہ میں سیر واقع ہوتی ہے جو کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مبادیٔ تعینات ہیں اور اس میں فنا کی حقیقت حاصل ہوتی ہے جس کو فنائے نفس کہتے ہیں۔ ولایتِ صغریٰ اور ولایتِ کبریٰ کی سیر اسم الظاہر میں ہوتی اسی لئے اس کو اسم الظاہر کا سلوک کہتے ہیں اور یہ

مراقبہ اسم الظاہر پر ختم ہوتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔

سبق بست ویکم، مراقبۂ اسم الظاہر

نیت: فیض می آید از ذاتیکہ مسمّی است باسم الظاہر مورد فیض لطیفۂ نفس و لطائف خمسہ عالم امر من است۔ ''اس ذات سے جو اسم الظاہر کا مسمّی ہے میرے لطیفۂ نفس اور عالم امر کے پانچوں لطیفوں پر فیض آ رہا ہے۔'' یہ نیت کر کے بدستور فیض اخذ کرے۔

اثرات: اس مراقبہ میں زیادہ فیض لطیفۂ نفس پر وارد ہوتا ہے اس میں انوار سفید مائل بہ سبزی معلوم ہوتے ہیں، ایک قسم کی خنکی و آرام اور استغراق کامل کے ساتھ اسرار و مظاہر ہویدا ہوتے ہیں۔ ولایتِ کبریٰ کی نسبت باطن میں فراخی اور قوت پیدا ہوتی ہے اور اسی طرح ہر اوپر کے دائرے میں نیچے والے کی نسبت تقویت اور تکمیل ہوتی رہتی ہے۔

ولایت کبریٰ کے محاذات و مقابل میں دائرہ سیف قاطع ہے، جب سالک اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو وہ اپنی ہستی کو کاٹنے والی تلوار کی مانند کاٹ ڈالتا ہے اور اس کا نام ونشان نہیں چھوڑتا۔ یہ دائرہ داخلِ سلوک نہیں بعض کو پیش آتا ہے اور بعض کو نہیں۔ ولایتِ کبریٰ کے دائروں اور مراقبۂ اسم الظاہر میں تہلیلِ لسانی معنی کا خیال رکھتے ہوئے بطریق مذکور کرنا بہت فائدہ دیتا ہے۔

ولایت کبریٰ کی تکمیل یعنی مراقبۂ اسم الظاہر کے بعد ملائکہ عظام کے مبادیٔ تعینات میں سیر واقع ہوتی ہے جو ولایتِ عُلیا کہلاتی ہے اور اس سیر کو اسم الباطن کی سیر کہتے ہیں اس کے مراقبہ کا طریقہ یہ ہے:

سبقِ بست و دوم، مراقبۂ اسم الباطن

نیت: فیض می آید از ذاتیکہ مسمّی است باسم الباطن منشاءِ فیض دائرہ ولایتِ عُلیاست کہ ولایت ملائکہ ملاءِ اعلیٰ است مورد فیض عناصر ثلاثہ من است سواء عنصر خاک۔ ''اس ذات سے جو اسم الباطن کا مسمّی ہے میرے عناصر ثلاثہ (علاوہ عنصر خاک) یعنی آگ، پانی، ہوا پر فیض آ رہا ہے، فیض کا منشا دائرہ ولایت علیا ہے جو ملائکہ عظام کی ولایت ہے'' یہ نیت کر کے عناصر ثلاثہ پر فیض حاصل کرنے کا خیال کرے۔

اثرات: اس مراقبہ میں عناصر ثلاثہ کو توجہ و حضور و عروج و نزول حاصل ہوتا ہے، باطن کے اندر عجیب وسعت اور ملاء اعلیٰ (فرشتوں کی دنیا) کے ساتھ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اور ہو سکتا ہے فرشتے ظاہر ہونے لگیں۔ اس مقام میں ذکر تہلیلِ لسانی اور نفل طولِ قرأت کے ساتھ بکثرت پڑھنا

ترقی بخشتا ہے اور رخصت پر عمل کرنا بہتر نہیں بلکہ عزیمت پر عمل کرنے سے ترقی ہوتی ہے کیونکہ رخصت پر عمل کرنے سے سالک بشریت کی طرف کھنچ جاتا ہے اور عزیمت پر عمل کرنے سے فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی ہے جس قدر فرشتوں کی صفت کے ساتھ مناسبت بڑھے گی اسی قدر اس ولایت میں ترقی ہوگی، کبھی یہ دائرہ اس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ اسماء وصفات حق سبحانہ وتعالیٰ اس دائرہ کو سورج کی شعاعوں کی مانند احاطہ کر لیتی ہیں اور کبھی شعاعوں کے خطوط کے بغیر بھی یہ دائرہ ظاہر ہوتا ہے اور کمال بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور اس میں اسماء وصفات الٰہی اپنے مسمّی کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں۔ اسم الظاہر واسم الباطن کی سیر میں فرق یہ ہے، اسم الظاہر کی سیر میں ذات کے ملاحظہ کے بغیر محض تجلیاتِ صفاتی ظاہر ہوتی ہیں اور اسم الباطن کی سیر میں اگر چہ اسماء وصفات کی تجلیات بھی وارد ہوتی ہیں لیکن کبھی کبھی ذات تعالت وتقدست بھی مشہود ہو جاتی ہے اس کے اسرار بہت ہی پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں۔

جب اسم ظاہر وباطن کے دو پر سالک کو حاصل ہو گئے تو اب بات آسان ہوگئی۔ اس مقام تک سالک کی سیر ظلال یا صفات میں تھی اس کے بعد سالک کا معاملہ حضرت ذاتِ تعالیٰ وتقدس کے ساتھ شروع ہوگا اور اس کی سیر تجلیٔ ذاتی دائمی میں واقع ہوگی، تجلی ذاتی دائمی کے تین درجے ثابت کئے گئے ہیں۔ مرتبۂ اول کو کمالاتِ نبوت، مرتبۂ دوم کو کمالاتِ رسالت، مرتبۂ سوم کو کمالاتِ اولوالعزم کہتے ہیں۔ تفصیل آگے درج ہے۔

سبقِ بست وسوم، مراقبہ کمالاتِ نبوت

نیت: فیض می آید از ذاتِ بحت کہ منشاءِ کمالاتِ نبوت است مورد فیض لطیفۂ عنصر خاکِ من است۔ ''اس ذات محض سے جو منشاءِ کمالاتِ نبوت ہے میرے لطیفۂ عنصر خاک پر فیض آ رہا ہے۔'' یہ نیت کر کے تجلی ذاتی دائمی کا فیض بے پردہ اسماء وصفات حاصل کرے۔

اثرات: اس مقام پر پہلے والے معارف سب مفقود ہو جاتے ہیں اور تمام سابقہ باطنی حالات بے کار اور برے معلوم ہونے لگتے ہیں، نسبتِ باطن میں کمالِ وسعت و بے رنگی و بے کیفی اور یاس وحرمان حاصل ہوتے ہیں اور ایمانیات وعقائد حقہ میں یقین قوی ہو جاتا ہے اور استدلالی علم بدیہی ہو جاتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ کے مصداق یافت اور ادراک یہاں پر نارسائی کی علامت ہے۔ اس مقام کے معارف وحقائق انبیاء کرام علیہم السلام کی شریعتیں ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو

اسرارِ مقطعاتِ قرآنی حاصل ہوتے ہیں اور باطن میں اس قدر وسعت ہو جاتی ہے کہ ولایتِ صغریٰ و کبریٰ و عُلیا اس کے سامنے بالکل لاشی اور محض تنگ معلوم ہوتی ہیں، ان مذکورہ تینوں ولایتوں میں البتہ ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت پائی جاتی ہے اگرچہ وہ صورت و حقیقت کی مناسبت ہوتی ہے لیکن اس مقام میں یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ سابقہ حالاتِ باطن کے مفقود ہو جانے، یاس و ناامیدی پیدا ہونے اور اپنے آپ کو قصوروار دیکھنے حتیٰ کہ اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بھی بدتر جاننے کے باوجود اس کو وصلِ عریانی کی حقیقت حاصل ہو جاتی ہے، اس سے پہلے جو وصل حاصل تھا وہ دائرۂ وہم و خیال میں داخل تھا، اس جگہ وصول ہے حصول نہیں ہے اور اس مقام میں رویت کی تشبیہ حاصل ہوتی ہے۔ اگرچہ رویت کا وعدہ آخرت میں ہے اور ہمارا اس پر ایمان ہے۔ صفائی وقت و حقیقت اطمینان و اتباعِ آنسرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو کر احکامِ شرعیہ، اخبارِ غیب، وجودِ حق و صفاتِ حق سبحانہ، معاملۂ قبر و حشر و نشر و مافیہا و بہشت و دوزخ وغیرہ جن کی مخبر صادق ﷺ نے خبر دی ہے اس مقام میں بدیہی اور عین الیقین کے درجے پر حاصل ہو جاتے ہیں کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی اور ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی O فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی O کا بھید اس مقام میں ظاہر ہوتا ہے اور اس معاملے کی ایسی حقیقت سالک پر ظاہر ہوتی ہے کہ تحریر اور تقریر میں نہیں آ سکتی۔ یہ انبیا علیہم السلام کا مقام ہے اور متبعین کو انبیا علیہم السلام کی متابعت و وراثت سے حاصل ہوتا ہے اس لئے اس مقام میں قرآن مجید کی تلاوت آداب و ترتیل کے ساتھ اور نمازِ نوافل کی کثرت آداب کی رعایت کے ساتھ اور حدیث شریف کے پڑھنے پڑھانے کا شغل اور اتباعِ سنتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اذکار جو احادیث سے ثابت ہیں بہت فائدہ اور ترقی بخشتے ہیں، بلکہ یہ چیزیں حقائق سبعہ میں بھی جو آگے آئیں گے مفید اور موجبِ ترقی ہیں۔

سبقِ بست و چہارم، مراقبۂ کمالاتِ رسالت

نیت: فیض می آید از ذاتِ بحت کہ منشاءِ کمالاتِ نبوت رسالت است مورِدِ فیض ہیئت وحدانی من است۔ ''اس ذات بحث سے جو کہ منشاءِ کمالاتِ خاص رسالت کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی (مجموعۂ لطائفِ عالم امر و خلق) پر فیض آ رہا ہے۔'' یہ نیت کر کے تجلی ذاتی دائمی کا فیض حاصل کرے۔

اثرات: اس مراقبہ میں بھی وہی کیفیاتِ مراقبۂ نبوت یعنی بے رنگی و بے کیفی و لطافت وغیرہ مزید ترقی کے ساتھ حاصل ہوتی ہیں۔ سالک کو حصولِ فنا و تصفیہ و تزکیۂ لطائفِ عشرہ کے بعد عالم امر و خلق کے دسوں لطیفوں میں جو اعتدال پیدا ہوتا ہے اس ہیئت کو ہیئت وحدانی کہتے ہیں، اس مقام میں

اور بعد کے تمام مراقبات میں عروج ونزول وانجذاب تمام بدن کا حصہ ہے۔ یعنی یہاں سے آخری سبق تک موردِ فیض سالک کی ہیئت وحدانی ہے، ان سب مقامات میں تلاوتِ قرآن مجید اور نماز بطول قنوت ترقی بخشتی ہے۔

سبقِ بست وپنجم، مراقبۂ کمالاتِ اولوالعزم

نیت: فیض می آید از ذاتِ بحت کہ منشاءِ کمالاتِ اولوالعزم است موردِ فیض ہیئت وحدانی من۔ ''اس ذاتِ بحت سے جو کمالاتِ اولوالعزم کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔'' اس نیت سے بطریق مذکور تجلیاتِ ذاتی دائمی کا فیض اخذ کرے۔

اثرات: اس مراقبہ میں ہر دو کمالاتِ سابقہ کی مثل فیض کے اثرات مرتب ہوتے ہیں پس ہر سہ کمالات میں تجلی ذاتی دائمی کا فیض بے پردہ اسماء وصفات وحاصل ہوتا ہے، نفس کے اندر کمالِ اضمحلال اور وسعتِ باطن ووصلِ عریاں وحضورِ بے جہت واتباعِ شریعت ومعارف وحقائق کا فیضان ہوتا ہے اور ہر مقام میں پہلے سے زیادہ وسعت و بے رنگی پیدا ہو جاتی ہے اور اسرارِ مقطعاتِ قرآنی اور متشابہاتِ فرقانی کا انکشاف ہوتا ہے جو کسی طرح بیان وتحریر میں نہیں آ سکتے اور عاشق (محبّ) ومعشوق (محبوب) کے رموز کہ جن کے کہنے اور سننے کی مجال نہیں ہے اس جگہ حاصل ہوتے ہیں، اس جگہ تلاوتِ قرآن مجید خاص کر نماز نوافل میں ترقی بخشتی ہے۔

تنبیہ: اس دائرہ سے دائرۂ منصبِ **قیومیت** نکلتا ہے اور یہ دائرہ بھی داخلِ سلوک نہیں۔ اس مرتبۂ منصبِ قیومیت سے خاص **انبیا علیہم السلام اور امت میں خاص خاص اولیاءؒ** مشرف ہوئے ہیں، اُس بندۂ خاص پر اسم **یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ** کا فیضان نازل ہوتا ہے اور اس کی ذات سے تمام زمین وآسمان کا قیام رہتا ہے، اس کے بعد دو راستے ہیں، مرشدِ کامل کو اختیار ہے جس راستے سے چاہے آگے چلائے۔ ایک راستہ حقائق الٰہیہ کا ہے اور یہ تین دائرے ہیں۔

۱۔ حقیقتِ کعبۂ ربانی
۲۔ حقیقتِ قرآن مجید
۳۔ حقیقتِ صلوٰۃ

اور دوسرا حقائق انبیا کا ہے اور یہ چار دائرے ہیں۔

۱۔ حقیقتِ ابراہیمی
۲۔ حقیقتِ موسوی
۳۔ حقیقتِ محمدی ﷺ
۴۔ حقیقتِ احمدی صلی اللہ علیہ وسلم

ان دونوں کو ملا کر حقائق سبعہ کہتے ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے۔

سبقِ بست و ششم، مراقبہ حقیقتِ کعبہ ربّانی

نیت: فیض می آید از ذاتِ بحت مسجود لہ جمیع ممکنات و منشاءِ حقیقتِ کعبۂ ربّانی است مورد فیض ہیئتِ وحدانی من۔ ''اس ذات واجب الوجود سے جس کو تمام ممکنات سجدہ کرتی ہیں اور جو حقیقتِ کعبۂ ربانی کا منشا ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔'' یہ نیت کر کے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور تمام ممکنات کا مسجود لہ ہونے کا مراقبہ کرے۔ اس مقام میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی مشہود ہوتی ہے، سالک کے باطن پر ایک قسم کی ہیبت غالب ہو جاتی ہے اور وہ اپنے آپ کو اس شان سے متصف پاتا ہے اور ممکنات کی توجہ اپنی جانب جانتا ہے، جب اس مرتبۂ پاک کی فنا و بقا حاصل ہو جائے تو مراقبۂ حقیقت قرآن مجید تلقین کرے۔

سبقِ بست و ہفتم، مراقبہ حقیقتِ قرآن مجید

نیت: فیض می آید از مبدء وسعتِ بیچون حضرتِ ذات کہ منشاءِ حقیقت قرآن مجید است مورد فیض ہیئت وحدانی من۔ ''اس کمال وسعت والی بے مثل و بے چون ذات سے جو منشاء حقیقتِ قرآن مجید ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔'' بعض اکابر نے اس مقام میں اس طرح دیکھا ہے کہ میں خانہ کعبہ کے اوپر آ گیا ہوں اور وہاں ایک زینہ رکھا ہوا ہے جس کے ذریعے سے اوپر چڑھ کر حقیقتِ قرآن مجید میں داخل ہوا ہوں۔ اس مقام میں شرح صدر ہو جاتا ہے، وسعت و بے چونی میں احوال ظاہر ہونے لگتے ہیں، کلامِ الٰہی کے بطون و اسرار اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور کلام اللہ کے ہر حرف میں معانی کا ایک بے پایاں دریاں نظر آتا ہے، پند و نصائح و قصص و حکایات اور اوامر و نواہی وغیرہ کی حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ قرآن مجید پڑھنے کے وقت قاری کی زبان شجرۂ موسوی کا حکم حاصل کر لیتی ہے اور قاری کا تمام قالب (جسم) زبان بن جاتا ہے، قرآن مجید کے انوار کے ظاہر ہونے کی علامت غالباً عارف کے باطن کے اوپر ایک ثقل (بوجھ) کا وارد ہونا ہے بموجب آیہ کریمہ،

اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۝ (۱)

بے شک عن قریب ہم تم پر ایک بھاری قول ڈالیں گے۔

نسبت حقیقتِ کعبۂ معظمہ باوجود اس سب عظمت و کبریائی کے حقیقتِ قرآن مجید سے نیچے دکھائی

۱۔ مزمل: ۵

دیتی ہے۔

تنبیہ: اس کے محاذات میں دائرۂ حقیقتِ صوم واقع ہوا ہے، اس کے انوار و اسرار بھی اسی کے متعلق ہیں اور یہ دائرہ بھی داخلِ سلوک نہیں ہے۔

سبقِ بست و ہشتم، مراقبۂ حقیقتِ صلوٰۃ

نیت: فیض می آید از کمالِ وسعت بیچون حضرت ذاتِ کہ منشاءِ حقیقتِ صلوٰۃ است موردِ فیض ہیئت وحدانیٔ من۔ ''اس کمال وسعت والی بے مثل و بے چون ذات سے جو حقیقتِ صلوٰۃ کا منشا ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔''

اثرات: اس مقام میں حضرتِ ذاتِ بے چون کی کمال درجہ کی وسعت ظاہر ہوتی ہے اور نماز کی حقیقت آشکارا ہوجاتی ہے (نماز کے مدارج پہلے بیان ہو چکے ہیں) یہ مقام نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ اور

اَلصَّلٰوۃُ عِمَاد الدین (۱)

نماز مومنوں کے لئے معراج ہے۔

کا راز ظاہر ہوتا ہے، اس کی کیفیت بیان سے باہر ہے۔ حقیقتِ قرآن مجید اس کا ایک جزو اور حقیقتِ کعبہ اس کا دوسرا جزو ہے، سالک جب اس حقیقتِ مقدسہ سے بہرہ ور ہوتا ہے تو نماز ادا کرتے وقت اس دارِ فانی سے باہر ہوکر دارِ آخرت میں داخل ہوجاتا ہے اور حدیث اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ بطریقِ کمال جلوہ گر ہوجاتی ہے۔ سالک کو چاہئے کہ نماز کی ادائیگی میں تمام سنن و آداب کی کما ینبغی رعایت کرے تاکہ حقیقتِ صلوٰۃ جلوہ گر ہوجائے، لوگ نماز کی حقیقت سے ناواقف ہیں، یہی وجہ ہے کہ صوفیوں کا ایک جمِ غفیر اپنے اضطراب اور قبض کی تسکین و علاج راگ و نغموں کے پردے میں دیکھتے ہیں اور اپنے مطلوب کو سماع و وجد و تواجد میں تلاش کرتے ہیں۔ اسی لئے وہ رقص و رقاصی کو اپنی عادت بنا لیتے ہیں، اگر نماز کے کمالات کا ایک شمہ بھی ان پر ظاہر ہوتا تو کبھی سماع و نغمہ کا دم نہ بھرتے اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے۔ ان ہر سہ حقائق الٰہیہ میں سالک کے تمام وجود میں اضمحلال سرایت کر جاتا ہے اور وسعتِ باطن بتدریج اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے۔

سبقِ بست و نہم، مراقبۂ معبودیت صرفہ

نیت: فیض می آید از ذاتے کہ منشاءِ معبودیتِ صرفہ است موردِ فیض ہیئتِ وحدانی من۔ ''اس ذاتِ

۱۔ شعب الایمان: ج ۳، ص ۳۹، رقم ۲۷۰۷

محض سے جو معبودیتِ صرفہ کا منشا ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے"۔ اسی کو لاتعین بھی کہتے ہیں۔

اثرات: اس دائرے میں سیر قدمی کو گنجائش نہیں یعنی پرواز سے اس میں نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ سیر نظری ہے نظر یعنی فکر سے فیض لے سکتا ہے کیونکہ نظر ہر جگہ پہنچ سکتی ہے، قدم صرف مقاماتِ عابدیت میں پہنچتا ہے اور یہ مقام معبودیتِ صرفہ ہے، اس جگہ عابدیت اور معبودیت میں فرق ظاہر ہوتا ہے اور اس بات کا تعین کامل بھی اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے کہ معبودِ حقیقی یعنی احدیت مجردہ کے سوا کوئی اور کسی قسم کی عبادت کا مستحق نہیں اگرچہ اسماء وصفات ہی کیوں نہ ہوں، گویا کلمۂ طیبہ لَآ اِلٰـہَ اِلاَّ اللّٰہ کی اصل حقیقت اس جگہ منکشف ہوتی ہے کہ منتہیوں کے لئے اس کلمہ کے معنی لا مَعْبُودَ اِلاَّ اللّٰہ اور عابد معبود سے کماینبغی جدا ہو جاتا ہے اور شرک یہاں جڑ بنیاد سے اکھڑ جاتا ہے۔ اس مقامِ مقدسہ میں نماز کی عبادت پر ترقی منحصر ہے۔

فائدہ: حقائق الٰہیہ کی سیر یہیں تک تھی، اب حقائق انبیا کا بیان ہوتا ہے اور یہ حقائق انبیا جو کہ تعین حبی میں واقع ہیں اصل میں ولایتِ کبریٰ میں داخل ہیں، چونکہ آخر میں منکشف ہوئے ہیں اس لئے سیر وسلوک میں بھی آخر میں واقع ہوئے ہیں۔ جاننا چاہئے کہ جس طرح حقائقِ الٰہیہ میں ترقی اللہ تبارک وتعالیٰ کے محض فضل پر موقوف ہے اسی طرح حقائقِ انبیا میں ترقی سیّد الابرار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر موقوف جانیں، جیسا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی ذات کو دوست رکھتا ہے اسی طرح اپنی صفات و افعال کو بھی دوست رکھتا ہے، پس محبت کی دو قسمیں ہوئیں۔

۱۔ مُحبّیّت ۲۔ محبوبیت

مُحبّیّتِ ذاتیہ کے کمالات کا ظہور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہوا اور محبوبیت کی بھی دو قسمیں ہیں محبوبیتِ ذاتی اور محبوبیتِ صفاتی و اسمائی۔ محبوبیت صفاتی و اسمائی کا ظہور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام و دیگر انبیا علیہم السلام میں متحقق ہوا اور محبوبیتِ ذاتی کا ظہور حقیقتِ محمدی و احمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں متحقق ہوا۔ پس اوّل کمالاتِ صفاتی و حقیقتِ ابراہیمی میں سیر شروع ہوتی ہے پھر حقیقتِ موسوی میں پھر حقیقتِ محمدی و احمدی میں سیر واقع ہوگی۔ حقائق انبیاءؑ میں مراقبات کی تفصیل یہ ہے:

سبقِ سی ام، مراقبۂ حقیقتِ ابراہیمی

نیت: فیض می آید از ذاتے کہ منشاءِ حقیقتِ ابراہیمی است مورد فیض ہیئتِ وحدانی من۔

''اس ذات سے جو حقیقتِ ابراہیمی کا منشا ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔

اثرات: اس بلند مقام میں سالک کو حضرتِ حق سبحانہ کے ساتھ خاص انسیت اور محبوبیت ظاہر ہو کر کمالاتِ صفاتی و محبوبیتِ اسماء کا ظہور ہوتا ہے مقامِ خُـلّـتْ اسی سے کنایہ ہے اور اس دائرہ کو دائرہ خُلّت بھی کہتے ہیں اور یہ نہایت عجیب و کثیر البرکات مقام ہے، انبیا علیہم السلام اس مقام میں حضرت خلیل علیہ السلام کے تابع ہیں اور سیّد الابرار حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم اتباع ملتِ ابراہیم حنیفؑ سے مامور فرمایا اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درود کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درود سے تشبیہ فرمائی جیسا کہ نماز میں پڑھتے ہیں، پس اس مقام میں درود ابراہیمی (نماز والا درود) پڑھنا بہت خیر و برکت کا باعث ہے اور سالک کو ذاتِ حق سبحانہ کے ساتھ خاص انس و خُـلّـتْ و بے خودی پیدا ہو جاتی ہے اور محبوبیت صفاتی جو کہ عالم مجاز میں خط و خال اور قد و عارض وغیرہ سے تعبیر کی جاتی ہے بطور عکس جلوہ گر ہوتی ہے اسی لئے سالک سوائے ذات کے کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا اگر چہ وہ اسماوصفات ہوں یا ظلال اور مزاراتِ مشائخ کرامؒ ہوں یا ارواحِ طیبہ و ملائکہ کرام اس کو غیر اللہ سے مدد مانگنا اچھا نہیں لگتا۔

رَبِّیْ اَعْلَمُ بِحَالِیْ مِنْ سُؤَالِیْ

رب میرے حال کو میرے سوال سے زیادہ جانتا ہے۔

اس پر وارد رہتا ہے، لیکن اس مقام میں اس قدر بے رنگی نہیں ہے جتنی کہ محبوبیتِ ذاتی میں ہے جیسا کے آگے آتا ہے۔ اس مقام میں سالک کو حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خصوصیت معلوم ہوتی ہے لیکن چاہئے کہ سوائے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسی خصوصیت کے ساتھ کسی کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کا طفیل سمجھے۔

سبقِ سی ویکم، نیتِ مراقبۂ حقیقتِ موسوی

نیت: فیض می آید از ذاتے کہ محبّ خود و منشاءِ حقیقتِ موسوی است مورد فیض ہیئت وحدانی من۔ اس ذات سے جو خود اپنا محب اور حقیقت موسوی کا منشا ہے میری ہیئتِ وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔''

اثرات: اس مقام کو دائرۂ محبتِ ذاتیہ صرفہ بھی کہتے ہیں۔ اس مقام میں سالک کو کمالاتِ مُـحِبیّت یعنی محبت ذاتی کے ظہور کے باوجود استغنا اور بے نیازی کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ اجتماعِ ضدین ہے اور بعض طبیعتوں سے بعض وقت بے ساختہ:

رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ

اے میرے رب تو مجھے اپنی ذات کا جلوہ دکھا تا کہ میں تیری طرف دیکھوں۔

نکلنے لگتا ہے، بعض متحمل ہوتے ہیں اور برداشت کر لیتے ہیں اور اس عالی مقام میں ایسے کمالات کا ظہور کم ہی ہوتا ہے اور کم ہونا ہی مناسب ہے، اس مقام میں درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصاً عَلٰی کَلِیْمِكَ مُوْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ

بہ کثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

سبقِ سی و دوم، مراقبۂ حقیقتِ محمدی ﷺ

نیت: فیض می آید از ذاتیکہ محبّ خود محبوب خود و منشاءِ حقیقتِ محمدی ﷺ است مورِدِ فیض ہیئتِ وحدانی من۔ ''اس ذات سے جو خود اپنا ہی محبّ اور اپنا ہی محبوب ہے اور حقیقتِ محمدی ﷺ کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔''

اثرات: اس مقام میں محبوبیتِ ذاتیہ کا مُحبیّت ذاتیہ کے ساتھ مل کر ظہور ہوتا ہے اس لئے اس کو دائرہ محبوبیت ذاتیہ متزجہ کہتے ہیں اور اس کو حقیقت الحقائق اور تعین اول بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ دوسرے انبیا و ملائکہ کے حقائق کی اصل ہے اور دوسروں کے حقائق اس کے لئے ظل کی مانند ہیں، اس مقدس مقام میں خاص طرز پر فنا و بقا حاصل ہوتی ہے اور سرورِ دین و دنیا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک خاص قسم کا اتحاد میسر ہو جاتا ہے اور رفعِ توسط جس کا اکابر اولیاؒ قائل ہوئے ہیں کے معنی اس مقام میں ظاہر ہوتے ہیں اور تابع (سالک) متبوع (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کے رنگ میں ایسی مشابہت پیدا کر لیتا ہے گویا کہ ہر دو ایک ہی چشمے سے پانی پیتے ہیں اور دونوں ایک ہی محبوب کے ہم آغوش و ہمکنار و ہم بستر ہیں اور دونوں شیر و شکر کی مانند ہیں اور ان سب امور کے باوجود اس کو آں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس درجہ محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ امام الطریقہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے اس قول کے معنی ظاہر ہوتے ہیں کہ ''میں خدائے عزوجل کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔'' یہ مقام حقائق انبیا اور آسمانی کتابوں کے اسرار کا جامع ہے، سالک اس مقام میں تمام جزوی و کلی، دینی و دنیوی امور میں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت و مشابہت ہونے کو بہت ہی دوست رکھتا ہے، اس مقام کے اسرار بے حد ہیں جو نہ زبان پر لائے جا سکتے ہی اور نہ

ظاہری علم والوں کے لئے ان میں سے کوئی حصہ ہے، اس مقام مین علم حدیث کی تعلیم کا شوق اور رغبت کلی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں درود شریف:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَصْحَابِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ

بکثرت پڑھنا ترقی بخشتا ہے۔

سبقِ سی وسوم، مراقبۂ حقیقتِ احمدی ﷺ

نیت: فیض می آید از ذاتے کہ محبوب خود و منشاءِ حقیقتِ احمدی است مورد فیض ہیئتِ وحدانی من۔

''اس ذات سے جو اپنا ہی محبوب ہے اور حقیقتِ احمدی کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔''

اثرات: یہ مقام محبوبیت ذاتی سے پیدا ہوا ہے اس لئے اس کو دائرۂ محبوبیت ذاتیہ صرفہ بھی کہتے ہیں، اسی لئے اس مقام میں استغنا اور بے نیازی کی شان زیادہ کامل ہوتی ہے اور اس مراقبے میں نسبتِ سابقہ غلبہ انوار کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے اور عجیب وغریب کیفیت حاصل ہوتی ہے کہ بیان وتحریر میں نہیں آ سکتی۔ بعض سالک اس جگہ اپنے آپ کو بین یدی الرحمٰن (اللہ تعالیٰ کے سامنے) دیکھتے ہیں اور اسی خاصۂ محبوبیت کی وجہ سے حقیقتِ کعبہ بعینہ حقیقتِ احمدی ہے کیونکہ محبوبیت ومسجودیت دونوں حق تعالیٰ کے شیونات میں سے ہیں اور اس مقام میں محبوبیتِ ذاتی منکشف ہوتی ہے یعنی سالک ذاتِ حق سبحانہ کو بلا لحاظ صفات دوست رکھتا ہے کیونکہ اس کی ذات ہی ایک ایسی ہے جو اس کے تمام نقش ونگار کی موجب ہے۔ سبحانہ اللہ! احمد عجب اسم سامی ہے جو کلمۂ مقدسہ احد سے حلقۂ میم کے ساتھ مرکب ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے پوشیدہ بھیدوں میں سے ہے پس احد، لاشریک لہ ہے حلقۂ میم عبودیت کا طوق ہے جو کہ بندہ کو مولیٰ سے متمیّز کرتا ہے پس بندہ وہی حلقۂ میم ہے اور احد اس کی تعظیم کے لئے آیا ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کو ظاہر کیا ہے۔

چونام ایں است نام آور چہ باشد   مکرم تر بود از ہرچہ باشد

ترجمہ

جب ایسا نام ہے تو صاحبِ نام   مکرم اور معزز سب سے ہوگا

اس جگہ بھی درود شریف مذکورۂ حقیقتِ محمدی ﷺ کا ورد مفید ہے۔ غرض حقائقِ انبیا میں الفت و انسیت انبیا علیہم السلام کے ساتھ اور خصوصاً سردارِ دو جہاں فخر انس و جاں صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

کامل طور پر ہو جاتی ہے۔ جاننا چاہئے کہ وہ فنا و بقا جس پر ولایت موقوف ہے شہودی فنا و بقا ہے جو کہ نظر کے اعتبار سے ہے صفاتِ بشری اس فنا و بقا میں صرف پوشیدہ ہو جاتی ہیں زائل اور فانی نہیں ہوتیں لیکن فنائے تعین محمدی ﷺ میں صفاتِ بشری کے لئے زوالِ وجودی متحقق ہے اور جسد سے نکل کر روح کی طرف منتقل ہونا ثابت ہے اور بقا کی جانب میں بھی اگرچہ بندہ حق نہیں ہو جاتا اور بندگی سے نہیں نکلتا لیکن حق سبحانہ وتعالیٰ کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے اور معیت زیادہ تر پیدا کر لیتا ہے اور اپنے آپ سے دور تر ہو کر احکامِ بشری اس سے مسلوب ہو جاتے ہیں۔

سبقِ سی و چہارم، مراقبۂ حُبِّ صرف

نیت: فیض می آید از ذاتیکہ منشاءِ حُبِ صرف است موردِ فیض ہیئت وحدانی من۔ ''اس ذات سے جو حبِ صرف کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے۔'' اس جگہ حب صرف ذاتی کے لحاظ سے مراقبہ کرے۔

اثرات: اس مقام میں نسبت باطن میں کمال بلندی و بے رنگی ظاہر ہوتی ہے اور یہ مرتبہ حضرت ذاتِ مطلق ولاتعین کے بہت قریب ہے اس لئے کہ جو چیز سب سے پہلے ظہور میں آئی وہ حُبّ ہے جو منشاءِ ظہور و مبدأ خلق ہے۔ اصل میں حقیقت محمدی ﷺ یہی ہے اور جو پہلے بیان ہوئی وہ اس کا ظل ہے۔ یہ مقام حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کے حقائق اس مقام میں ثابت نہیں ہوتے اور اس میں سیر قدمی نہیں ہے بلکہ سیر نظری ہے اور نظر بھی عاجز و درماندہ و سرگرداں ہے۔

داماں نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار گل چینِ بہارِ توز داماں گلہ دارد

ہماری نگاہ کا دامن تنگ ہے اور آپ کے حسن کے پھول بے شمار ہیں، آپ کے حسن کی بہار کے پھول چننے والے کے دامن کی تنگی کی شکایت ہے۔

اس مقام میں بھی درود شریف مذکورہ حقیقت محمدی ﷺ کا ورد ترقی بخشتا ہے۔

سبقِ سی و پنجم، مراقبۂ لاتعیّن

نیت: فیض می آید از ذاتِ بحت کہ منشاءِ دائرۂ لاتعیّن است موردِ فیض ہیئتِ وحدانی من۔

''اس ذاتِ بحت سے جو دائرہ لاتعیّن کے فیض کا منشا ہے میری ہیئت وحدانی پر فیض آ رہا ہے''۔

اثرات: اس مقام میں حضرتِ ذات کا اطلاق ہے اور تعیّنِ اول یعنی حبی سے پہلے ہے اسی

لئے لاتعین کہتے ہیں اس مقام میں اس ذات سے فیض حاصل کرنے کا مراقبہ کیا جاتا ہے جو تعینات سے پاک ومبرا ہے، یہ مقام بھی حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے اور یہاں بھی سیر نظری بعجز ودر ماندگی ہے:

اَلْعَجْزُ عَنْ دَرْكِ الذَّاتِ اِدْرَاكٌ وَالْقَوْلُ بِدَرْكِ الذَّاتِ اِشْرَاكٌ

ذات حق کے ادراک سے عاجز ہونا ہی ادراک ہے اور ادراک ذات حق کا دعویٰ شرک ہے۔

خلاصۂ اسباقِ نقشبندیہ مجددیہ

یہ بیان مقاماتِ طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کا اختصار وایجاز کے طور پر ہے اور اس تمام کا خلاصہ یہ ہے کہ اول استغراق وجذبات جو قلب میں حاصل ہوتے ہیں اس کو ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں۔ اس کے بعد استہلاک واضمحلال نفس میں پیدا ہوتا ہے اور توحیدِ وجودی حاصل ہوتی ہے اس کو ولایت کبریٰ کہتے ہیں، پھر توحیدِ شہودی اور کمال استہلاک واضمحلال اور فنائے انانیت حاصل ہوتی ہے اس کو کمالاتِ انبیا کہتے ہیں، اس کے بعد تمام وجود میں اضمحلال حاصل ہوتا ہے اور بتدریج وسعتِ باطن و کمال وسعت حاصل ہوتا ہے اس کو حقائق الٰہیہ کہتے ہیں۔ اس کے بعد انبیا علیہم السلام کے ساتھ انس و محبت والفت خصوصاً سردارِ انبیا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور ایمانیات وعقائدِ حقہ میں بھی قوت حاصل ہو جاتی ہے اس کو حقائقِ نبیا کہتے ہیں۔ جو شخص ان مقاماتِ عالیہ کے مراقبات میں کثرت کرتا ہے وہی ان مقامات کی ترقی وبساطت اور بیرنگی میں فرق کر سکتا ہے

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَاَصْحَابِهِمْ وَاٰلِهِمْ اَجْمَعِيْنَ

جاننا چاہئے کہ اس طریق کا ہر شخص ان تمام مقامات کو نہیں پہنچتا بلکہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے قرب کے اس درجے تک امتیاز حاصل کرتا ہے، نیز جاننا چاہئے کہ ان مقاماتِ قرب کا ہر دائرہ بے نہایت ہے اور دائرے کا پورا ہونا اس اعتبار سے ہے کہ سالک کا جو کچھ حصہ اس وقت اس دائرے میں مقدر تھا پورا ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ورنہ قرب کے مقامات کے دائرے کا پورا ہونا جو کہ بے نہایت ہے کوئی معنی نہیں رکھتا اور بہت کم لوگ ہوں گے جو اپنی سیر کو آنکھوں سے دیکھ لیتے ہیں ورنہ ہر شخص اپنے وجدان سے اپنے احوال میں تبدیلی کے ذریعے دیکھتا ہے اور اس وجدان کو بنظر کشف جہل کہتے ہیں اور ان مقامات کا حصول مرشد کی توجہ سے سہل ہوتا ہے:

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق گر مَلک باشد سیہ ہستش ورق

خدا اور خاصانِ خدا کی عنایت کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہے۔

رابطۂ شیخ

تصفیہ باطن کا تیسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے، اگر مرشدِ کامل شہودِ ذاتی کا واصل ہو، قوی التوجہ ہو اور یادداشت کی مشق دائمی رکھتا ہو تو اس کی توجہ سے تھوڑے زمانے میں وہ کچھ حاصل ہو جاتا ہے جو سالہا سال کی محنت میں حاصل نہیں ہوتا۔ پس طالب جب اپنے مرشد کی صحبت میں رہے تو اپنی ذات کو مرشد کی محبت کے سوا ہر چیز کے تصور اور خیال سے خالی کر دے، اس کی طرف سے فیض کا منتظر رہے، دل کی جمعیت سے اس فیض کی حفاظت کرے، آدابِ صحبتِ شیخ کی پوری پوری رعایت کرے، شیخ کی رضا جوئی کا طالب رہے، شیخ کامل کی صحبت میں اس کی توجہ اور اخلاص کی برکت سے دل کی غفلت دور ہو جاتی ہے اور اس کی محبت کے اثرات سے مشاہدۂ الٰہی کے انوار سے دل روشن ہو جاتا ہے اور جب شیخ کی صحبت سے دور ہو تو اس کی صورت کو اپنے خیال میں محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کر کے اسفادہ کیا کرے اس کو رابطۂ شیخ یا تصورِ شیخ کہتے ہیں، اس سے دل کے وساوس و خطرات و خیالات دور ہو جاتے ہیں لیکن اس میں افراط سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ صورت پرستی تک نوبت پہنچے اور شریعت کی مخالفت ہو جائے صرف اس قدر کافی ہے کہ یہ خیال کرے کہ جس طرح ذکر سیکھتے وقت شیخ کی صحبت میں بیٹھا تھا اب بھی تصور میں گویا کہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہے اور اللہ تعالیٰ کی جناب سے جو فیضانِ الٰہی شیخ کے قلب میں آ رہا ہے اس کے قلب سے میرے قلب میں آ رہا ہے۔ عدم صحبت کے زمانے میں بھی آداب کی رعایت اور خط و کتابت جاری رکھے۔

مرشد کو چاہئے کہ ہر سبق کے لئے توجہ خاص کے ذریعے مرید کے موردِ فیض پر فیض القا کرے اور توجہ کا طریقہ جو مشائخ میں معمول ہے یہ ہے:

طریق توجہ

شیخ مرید کو اپنے سامنے بٹھا کر اور اپنے آپ کو سب کاموں اور خیال سے خالی کر کے اپنے نفس ناطقہ کی طرف اس نسبت میں جس کا ڈالنا منظور ہو متوجہ ہو، اور دل کی توجہ صرف مرید کے حال پر کرے اور اپنی پوری اور قوی ہمت کے ساتھ تصور کرے کہ مجھ میں سے کیفیت و جذب و انوار و فیوض مرید میں سرایت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے طالب کی لیاقت اور استعداد کے موافق اس کو انوار و برکات حاصل ہوں گے اور جس مقام کے فیض کو منتقل کرے گا اس کے انوار و ترقیات بفضلہٖ تعالیٰ

ظاہر ہوں گے۔

شیخ اپنے قلب کو مرید کے قلب پر سمجھے یا جس لطیفہ یا مقام کی توجہ دے اپنے اس لطیفہ کو مرید کے لطیفہ کے مقابل سمجھ کر غیر کے خطرہ کو اس کے قلب پر آنے سے روک کر جذبہ قلبی کے ساتھ مرید کے دل کو اپنی طرف کھینچے تاکہ توجہ کے اثر سے مرید کے اس لطیفے میں جنبش آئے اور ذکر جاری ہو اور ذکر کا نور قوت پکڑے۔ اسی طرح ایک ساعت یا کم زیادہ متوجہ رہے اور اس سلسلہ کے بزرگوں کی ارواحِ متبرکہ کو اپنے شامل حال سمجھ کر اس تصرف کو ان کی امداد سمجھے۔ ازالۂ گناہ، القائے توبہ، حل مشکلات اور سلب امراض کے لئے بھی توجہ ڈالی جاسکتی ہے۔ اگر مرید حاضر نہ ہو تو اس کی صورت تصور کر کے غائبانہ توجہ کرتے ہیں اور اس کے کام کو انجام تک پہنچاتے ہیں۔ بعض مشائخ اس توجہ کے ساتھ ذکر کو اور طالب کے دل پر اسم ذات وغیرہ کی ضرب لگانے کو بھی ملا دیتے ہیں کیونکہ اس سے حرارتِ قلب اور نفی خواطر کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو دشوار کام پیش آئے ہمت تصرف کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کا حل طلب کرے انشاء اللہ حسب تمنا ظاہر ہوگا اور ہمت سے مراد آرزو اور طلب کی صورت میں دل کا جمع اور ارادہ کا مضبوط ہونا ہے اس طرح پر کہ دل میں سوائے اس مراد کے اور کوئی خطرہ نہ آنے پائے اور یہ فنا و بقا کی نسبت حاصل ہوئے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور یہ تصرفات اکثر اوسط درجے کے سالکوں سے واقع ہوتے ہیں اور منتہیوں سے امورِ کونیہ میں التفات نہ ہونے کی وجہ سے کم ظاہر ہوتے ہیں۔ اب چند تصرفاتِ امورِ کونیہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

سلبِ امراض

اپنے نفس کو تمام خطروں سے خالی کر کے اپنے آپ کو اس بیماری میں مبتلا خیال کرے جو مریض کو ہے پس مریض کی بیماری اس شخص صاحبِ تصرف کی طرف منتقل ہو جائے گی اور یہ بات عجائباتِ قدرت اور اس کی مخلوق میں صنعتِ الٰہی سے ہے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ مریض کو سامنے بٹھا کر پانچ سو سانس کی مقدار اس کے مرض کو سلب کریں اس طرح یہ کہ تصور کریں کہ جو سانس اندر جاتا ہے شخص مقابل کی جسمانی بیماریاں اس کے جسم سے نکلتی اور کھنچتی ہیں اور جو سانس کہ باہر آتا ہے تصور کرے کہ وہ بیماریاں روئے زمین پر گر رہی ہیں اور سلب کرنے والے کے اندر سے باہر آرہی ہیں تاکہ سلب کرنے والا متاثر و متاذی نہ ہو اور تضرع وزاری و مناجات یَامَنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَیَکْشِفُ السُّوْٓءَ وغیرہ جنابِ کبریا میں کرنا لازمی ہے اور بعض اکابر استخارہ کے بغیر سلب تجویزیم

نہیں فرماتے تا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی و نامرضی معلوم ہو جائے۔ اور یہی طریقہ امراض روحانی کے سلب کا بھی ہے اور سلب نسبت وقبض وبسط کا طریق بھی اسی طرح ہے لیکن تصورِ سلب نسبت وقبض و بسط میں ہر سانس سے جو کہ باہر آیا ہے روئے زمین پر ڈالنا لازمی نہیں ہے کیونکہ اس سے خود سلب کرنے والے کو ایذا نہیں ہوگی۔

طریقِ دفعِ بلا

بلائے نازلہ کے دفع کرنے کا طریق یہ ہے کہ اس بلا کو اس کی صورتِ مثالیہ کے ساتھ خیال کر کے ہمت اور قوت سے اس کو دفع کرنے کی طرف توجہ کرے اور اپنی روح کو ساعت بساعت ملاء اعلیٰ یا اسفل کی طرف بلند کرے اور ان ہی کی طرف یکسو ہو جائے تو انشاء اللہ عنقریب وہ بلا دفع ہو جائے گی۔

طریق تصرفِ قلوب

بطریق مذکورہ قوت اور ہمت کے ساتھ طالب کے نفس سے بھڑ جائے اور اس کو اپنے نفس سے متصل کرلے پھر محبت یا جس قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے اس کی صورت کو خیال کر کے اپنے دل کی جمعیت سے اس کی طرف متوجہ ہو تو اس میں اثر ہوگا اور محبت ظاہر ہو جائے گی یا وہ واقعہ اس کے ذہن میں جم جائے گا۔

دریافتنِ نسبتِ اہل اللہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ اگر زندہ ہے اس کے سامنے اور اگر مردہ ہے تو اس کی قبر کے سامنے بیٹھے اور اپنے نفس کو ہر نسبت سے خالی کر کے درگاہِ علام الغیوب میں التجا کرے کہ یَا عَلِیۡمُ یَاخَبِیۡرُ یَامُبِیۡنَ مجھ کو خبر دے اور اس شخص کی کیفیت باطن سے آگاہ کر اور اپنی روح کو اس کی روح سے ملا دے پھر تھوڑی دیر کے بعد اپنی ذات کی طرف رجوع کرے پھر جو کیفیت کہ اپنے نفس میں پائے وہی اس کی نسبت ہے اور خطرہ معلوم کرنے کا بھی یہی طریقہ ہے۔

طریق کشف حالات آئندہ

بطریق معہود اپنے دل کو تمام خطروں سے پاک کر کے اور دعائے مذکور کر کے اس واقعے کے کشف کا انتظار اس درجہ پر کرے جیسے پیاسا پانی طلب کرتا ہے جب اس کے دل سے ہر خطرہ دور ہو جائے تو اپنی روح کو ملاءِ اعلیٰ یا اسفل (ملائکہ مقربین یا ان سے نیچے درجے) کی طرف حسب

استعداد نہایت ہمت سے متوجہ کرے پس وہ واقعہ آواز ہاتف سے یا خود دیکھنے سے یا خواب میں معلوم ہو جائے گا۔

نزولِ سلوک

جب سالک سلوک پورا کر لیتا ہے تو طریقہ مجددیہ میں سالک کا نزول پھر قلب میں کیا جاتا ہے کیونکہ ارشاد قلب میں ہی جاری ہوتا ہے دوسروں کو فیض بھی قلب ہی سے ملتا ہے۔ پھر وہی سبق جو قلب میں تھا شروع کیا جاتا ہے اور اب قلب کے ذکر سے خواہ اسم ذات کرے یا نفی اثبات یا تہلیل لسانی یا درود شریف، تمام لطائف اور ولایات و حقائق کا فیضان جاری ہو جاتا ہے اور تمام مقامات کا دورہ (گردان) بھی کرتا رہے۔ یعنی مغرب کے بعد یا جس وقت فرصت ہو تمام مقامات کے فیضان کا مراقبہ کرتا رہے خصوصاً ولایتِ صغریٰ سے جہاں تک ہو سکے روزمرہ بلا ناغہ کیا کرے اور جو مقام رہ جائیں پھر دوسرے وقت پچھلی رات یا صبح کو پورا کرے۔

نسبت یا ولایت

نسبت یا ولایت، مقبولیت و قرب اور حضور مع اللہ کو کہتے ہیں۔ تمام سلسلوں میں نسبت ایک ہی ہے لیکن اس کے الوان و اوصاف مختلف ہیں۔ کسی کو خشیت ہوتی ہے کسی کو محبت، کسی کو حضور مع اللہ اور اس کا ظہور سالک کی استعداد کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ عام طور پر خاندان چشتیہ میں حرارت و شوق، قادریہ میں صفا و لمعان، اور نقشبندیہ اور سہروردیہ میں بیخودی و اطمینان کا ادراک ہوتا ہے اور احمدیہ مجددیہ میں تمام لطائف میں اللہ پاک کے لئے دوامی توجہ اور حضور پیدا ہوتا ہے۔ سلوک کے ہر مقام کی کیفیت کو بھی اس مقام کی نسبت کہتے ہیں۔

اصل نسبت جو حضور مع اللہ سے عبارت ہے کسی کے سلب کرنے سے سلب نہیں ہو سکتی، ہاں گناہ سے سلب ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے، البتہ کیفیات والوان کی نسبت سلب ہو سکتی ہے، جو لوگ اس کی مشق کرتے ہیں وہ سلب کر سکتے ہیں جس طرح خوشی کے وقت اگر طبیعت میں کوئی غم پیدا ہو جائے تو خوشی کی کیفیت جاتی رہتی ہے اسی طرح تصرف سلب سے وہ کیفیت شوق جاتی رہتی ہے اور ایک قسم کی افسردگی پیدا ہو جاتی ہے لیکن پھر ذکر کی برکت سے وہ عود کر آتی ہے۔

عام مومنین میں بھی بعض تصفیہ قلب و تزکیۂ نفس میں مشغول نہ ہونے کے باوجود صاحب نسبت ہوتے ہیں بلکہ بعض ان مجاہدین سے بھی اچھے ہوتے ہیں جو سالہا سال ریاضت و مجاہدہ کرتے ہیں اور

پھر بھی ناقص رہتے ہیں۔ لیکن اتنا فرق ضرور ہوتا ہے کہ اہلِ ریاضت کو اس نسبت کا علم وحضور ہو جاتا ہے اور دوسرے کو اپنے صاحب نسبت ہونے کا علم نہیں ہوتا حالانکہ وہ بھی مقبول بندہ ہوتا ہے۔ نیز عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے تعلق پیدا کر کے ہی اس نسبت کا حاصل کرنا اقرب واسہل ہے۔

اقسامِ اولیا اللہؒ

اس باب میں بزرگ کی مختلف عبارتیں ہیں، انوار العارفین میں اس باب میں جو تقریر ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیا اللہؒ کے بارہ گروہ ہیں: اقطاب، غوث، امامین، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نقبا، نجبا، عمد، مکتومان، مفردان۔

جناب مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات شریف (جلد ۱/مکتوب ۲۵۶) میں فرمایا ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے بلکہ غوث اس کے روزگار کا ممد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے اور قطب کو اس کے اعوان وانصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان وانصار حکمی قطب ہیں۔ فتوحات مکیہ کے چودہویں باب میں شیخ محی الدین علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ قطب یکتا جس سے نوع انسان کی تخلیق کے وقت سے لے کر قیامِ قیامت تک تمام انبیاؑ و رسلؑ اور اقطاب مسلسل فیض حاصل کر رہے ہیں وہ آقائے دو جہاں باعثِ تخلیق کون ومکاں حضور سیدنا محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحِ طیبہ ہے۔

قطب العالم ایک ہوتا ہے اس کو قطب اکبر، قطب الارشاد، قطب الاقطاب وقطب المدار بھی کہتے ہیں اور عالم غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے، اس کے دو وزیر ہوتے ہیں جو امامین کہلاتے ہیں، وزیر یمین (داہنے) کا نام عبدالملک ہے، یہ قطب کے داہنے ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملکوت میں رہتی ہے اس کا رتبہ اپنے دوسرے ساتھی سے بلند ہے یہی ہے جو قطب کی خلافت سنبھالتا ہے (اس کے وصال پر اس کا قائم مقام قطب ہوتا ہے) اور وزیر یسار (بائیں) کا نام عبدالرب ہوتا ہے جو قطب کے بائیں ہاتھ پر رہتا ہے اور اس کی نظر ملک میں رہتی ہے۔ ان کی ظاہری خصوصیات زہد، پرہیزگاری، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں اور باطنی خصوصیات صدق، اخلاص، حیا اور مراقبہ ہیں اور ان (امامین) سے اللہ تعالیٰ عالم غیب اور عالم شہادت (عالم محسوسات) کا تحفظ

فرماتے ہیں اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں ان کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں، ان کو قطب ولایت کہتے ہیں، یہ عدد تو اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معین ہر قرئے اور ہر شہر میں ایک ایک قطب ہوتا ہے اسی طرح جماعتوں اور قوموں کے بھی اقطاب ہوتے ہیں۔ غوث ایک ہوتا ہے۔ غوث کا اطلاق ایسے عظیم المرتبت انسان پر ہوتا ہے جس کے پاس لوگ اپنی حاجات لے کر جائیں، پریشانی کے عالم میں وہ لوگوں پر اہم ترین علوم کے پوشیدہ اسرار ظاہر کیا کرتا ہے۔ اس سے دعا طلب کی جاتی ہے اس لئے کہ وہ مستجاب الدعوات ہوتا ہے وہ اگر باری تعالیٰ کو قسم دے کر کچھ طلب کرے تو حق تعالیٰ اس کی قسم پوری فرمادیتے ہیں جیسا کہ سیدنا اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، صحیح یہی ہے کہ وہ قطب مدار سے مختلف ہوتا ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے فرمایا ہے۔ بعض نے کہا کہ وہ مکہ مکرمہ میں ہوتا ہے لیکن اس قول میں بھی اختلاف ہے۔

اوتاد چار ہوتے ہیں اور وہ اس عالم کی چاروں سمتوں کے چار رکن میں رہتے ہیں، ان میں چار خصوصیات ظاہری ہیں، کثرتِ صیام، قیام لیل، کثرت ایثار اور شب کے تیسرے پہر میں یعنی نصف شب کے بعد استغفار اور باطنی خصوصیات یہ ہیں توکل، تفویض (سپردگی بخدا) ثقہ (بھروسہ) اور تسلیم۔ ان میں سے بھی ایک ان کا قطب ہوتا ہے جس کی یہ اقتدا کرتے ہیں۔

ابدال چالیس ہوتے ہیں بائیس یا بارہ شام میں اور اٹھارہ یا اٹھائیس عراق میں رہتے ہیں۔ یہ حضرات استقامت اور اعتدال سے بہرہ ور یعنی افراط وتفریط سے محفوظ ہوتے ہیں اور وساوس و خطرات سے پاک ہو چکے ہوتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تعداد میں سات ہوتے ہیں اور ان کے سپرد ہفت اقلیم کا تحفظ ہے اور یہ ساتوں ابدال انبیا علیہم السلام سے مدد حاصل کرتے ہیں جن کی ارواحِ طیبہ آسمانوں پر متمکن ہیں اور پھر ان ابدال کے ذریعے یہ مدد ساتوں دنوں پر وارد ہوتی ہے ہر بدل کا تعلق ہفتہ کے ایک مخصوص دن کے ساتھ ہے۔ علاوہ بریں اُنہیں سیارگان سے متعلقہ امور واسرار نیز ان کی حرکات مختلف منازل میں داخلہ کا علم رہتا ہے۔ ان کو ابدال اس بنا پر کہا جاتا ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص ایک قوم سے دوسری قوم اور ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر اختیار کرتا ہے تو وہ اپنی جگہ اپنا ایک ہمشکل قائم مقام بنا جاتا ہے کہ دیکھنے والوں کے لئے امتیاز ممکن نہیں رہتا، انہیں قطعاً شبہ نہیں ہوتا کہ وہ نہیں دوسرا ہے یہ بدل کی امتیازی علامت ہے، بدل ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے، یہ آٹھ صفات سے متصف ملتے ہیں، ظاہر کے اعتبار سے خاموشی، بیداری، بھوک اور خلوت اور باطن کے اعتبار سے تجرید، تفرید، جمع، توحید، ان میں سے ایک امام ہوتا ہے اور وہ انکا

قطب کہلاتا ہے۔

اخیار پانچ سو یا سات سو ہوتے ہیں اور ان کو ایک جگہ قرار نہیں بلکہ وہ سیاح ہوتے ہیں اور ان کا نام حسین ہوتا ہے۔ ابرار ہی کو اکثر نے ابدال کہا ہے۔ نَقَبَا تین سو ہوتے ہیں جو ملک مغرب رہتے ہیں سب کا نام علی ہوتا ہے، یہ حقائق اشیا اور اسرار نفوس کو آشکارا کرتے ہیں ان سے دس کام وابستہ ہیں چار ظاہر سے متعلق ہیں یعنی کثرت عبادت، تحقق، زہد، تجرد عن الارادہ (ترک ارادہ) مع قوت مجاہدہ اور باطن سے چھ کام متعلق ہیں یعنی توبہ، انابت، محاسبہ، تفکر، اعتصام اور ریاضت، ان تین سو کا انہی میں سے ایک امام ہے یہ سب کچھ اسی کے ذریعے سے لیتے اور اسی کی اقتدا کرتے ہیں وہی ان کا قطب ہے۔ نجبا باختلافِ اقوال ستر یا چالیس ہوتے ہیں اور مصر میں رہتے ان سب کا نام حسن ہوتا ہے، یہ مخلوق کا بوجھ اٹھاتے ہیں اور دنیا والوں کا غم کھاتے ہیں ان کی زندگی دوسروں کی مصلحت شناسی کے لئے وقف رہتی ہے اور اپنے لئے کچھ نہیں کرتے شب و روز دوسروں کی بہبود اور خدمت میں صرف کرتے ہیں ان میں آٹھ خصوصیات ہوتی ہیں، چار ظاہری یعنی جواں ہمت متواضع، مؤدب اور کثیر العبادت ہوتے ہیں، چار باطنی یعنی صبر، رضا، شکر اور حیا۔ اخلاقی حیثیت سے ان کا رتبہ بہت بلند ہوتا ہے۔ عمد چار ہوتے ہیں اور وہ زمین کے چاروں گوشوں میں رہتے ہیں ان سب کا نام محمد ہوتا ہے اور غوث ترقی کر کے فرد ہو جاتا ہے اور فرد ترقی کر کے قطب وحدت ہو جاتا ہے اور مکتوم تو مکتوم (پوشیدہ) ہی ہیں۔

فائدہ: قطب اس وقت تک قطب نہیں ہوتا جب تک اس میں ان تمام اولیائے کرامؒ کی خصوصیات یکجا جمع نہ ہو جائیں جن کا ذکر مختلف طبقات کے تحت اوپر ہو چکا اور یہ منصب وہبی ہے اور وراثت ظاہری کی طرح اس میں وراثت نہیں چلتی بلکہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔

اَللّٰہ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ

مزید تفصیل کتب فن میں ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ کوائفِ حضراتِ عالیہ نقشبندیہ

مجددیہ اویسیہ رحمہم اللہ تعالیٰ

نمبر شمار	اسمائے گرامی حضرات سلسلہ عالیہ	ولادت یا عمر	وفات	جائے مزار مبارک
۱۔	رحمۃ اللعالمین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم	۶۳ سال	دوشنبہ ۱۲/۱۱ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ حجرہ عائشہ صدیقہؓ
۲۔	سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۶۳ سال	سہ شنبہ ۲۳/۲۲ جمادی الاخری ۱۳ھ	//
۳۔	سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۔	۱۰ر رجب ۲۳ھ	شہر مدائن
۴۔	حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ	۔	۲۴ جمادی الاولی ۱۰۸ یا ۱۰۶ھ	درمیان مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ
۵۔	حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	۸ رمضان ۸۰ھ	دوشنبہ ۱۶/۱۵ رجب ۱۴۸ھ	جنت البقیع قبہ اہل بیت مقبرہ امام حسنؓ
۶۔	حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۷۳ سال	۱۴، ۱۵، ۱۷ اشعبان ۲۶۱ھ	شہر بسطام ملک فارس
۷۔	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۷۳ سال	۱۵ رمضان ۴۲۵ھ شب عاشورہ	خرقان مضاف بسطام
۸۔	حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۴۳۴ھ	۴ ربیع الاول ۴۷۷/۵۱۱ھ	طوس عرف مشہد
۹۔	حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۴۴۰ھ	۲۷ رجب ۵۳۵ھ	موضع مرو ملک فارس

۱۰۔	حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ	-	۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ	قصبہ غجدوان بسہ میل از بخارا
۱۱۔	حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	-	یکم شوال ۶۱۶ھ	موضع ریوگر بھیجدہ (۱۸) میل از بخارا
۱۲۔	حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	-	۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ	موضع انجیر فغنہ بنہ (۹) میل از بخارا
۱۳۔	حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۶۵۸ھ	۲۷؍رمضان ۷۱۵ھ /۷۲۱ھ	شہر خوارزم از ملک فارس
۱۴۔	حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ	-	۱۰؍جمادی لاخری ۷۵۵ھ	موضع سماس بنہ ۹ میل از بخارا
۱۵۔	حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	-	۱۵/۸ جمادی الاخری ۷۷۲ھ	سوخاریہ از رامتین
۱۶۔	حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ	۷۱۸ یا ۷۰۸ھ	ربیع الاول ۷۹۱ھ	قصر عارفاں بسہ (۳) میل از بخارا
۱۷۔	حضرت خواجہ علاؤالدین عطارؒ	-	۲۰؍رجب ۸۰۲ھ	موضع جفانیاں از ماوراالنہر
۱۸۔	حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ	-	۵؍صفر ۸۵۱ھ	موضع بلغنون مضاف حصار از ماوراءالنہر
۱۹۔	حضرت خواجہ عبید اللہ الاحرار رحمۃ اللہ علیہ	رمضان ۸۰۶ھ	۲۹؍ربیع الاول ۸۹۵ھ	شہر سمرقند
۲۰۔	حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ	-	یکم ربیع الاول ۹۳۶ھ	موضع وخش از ملک حصار
۲۱۔	حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ	-	۱۹ محرم ۹۷۰ھ	موضع اسفرہ متصل شہر سبز علاقہ ماوراءالنہر
۲۲۔	حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	۹۱۸ھ	۲۲/۲۳ شعبان ۱۰۰۸ھ	قصبہ امکنہ بسہ (۳) میل از بخارا
۲۳۔	حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	۷۲ یا ۹۷۱ھ	۲۵؍جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ	قطب روڈ نزد قدم شریف دہلی

۲۴۔	حضرت خواجہ مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ۹۷۱ھ	۲۸؍صفر ۱۰۳۴ھ	سرہند (پنجاب)	
۲۵۔	حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ	۱۱ربیع الاول ۱۰۰۷ھ	۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ	ایضاً
۲۶۔	حضرت خواجہ سیف الدین مجددی رحمۃ اللہ علیہ	۱۰۴۹ھ	۲۸/۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ	ایضاً
۲۷۔	حضرت خواجہ سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ	-	۱۱؍ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ	بیرون کوٹلہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیا دہلی
۲۸۔	حضرت خواجہ مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ	۱۱؍رمضان ۱۱۱ھ	۱۰محرم ۱۱۹۵ھ	شہر دہلی خانقاہ شاہ غلام علی
۲۹۔	حضرت خواجہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱۵۸ھ	۲۲صفر ۱۲۴۰ھ	ایضاً (خانقاہ خود)
۳۰۔	حضرت خواجہ شاہ ابوسعیدؒ	۱۱۹۶ھ	غرہ شوال ۱۲۵۰ھ	ایضاً
۳۱۔	حضرت خواجہ شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ	-	۲؍ربیع الاول ۱۲۷۷ھ	مدینہ منورہ
۳۲۔	حضرت خواجہ حاجی دوست محمد قندہاری رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۱۶ھ	شب دوشنبہ ۲۲ شوال ۱۲۸۴ھ	موسیٰ زئی دامن کوہ کسغیر نواح ڈیرہ اسمٰعیل خاں
۳۳۔	حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ	۱۲۴۴ھ	سہ شنبہ ۲۲ شعبان ۱۳۱۴ھ	ایضاً
۳۴۔	حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ	۱۵محرم ۱۲۹۷ھ	جمعہ ۲۶؍ربیع الاول ۱۳۳۳ھ	ایضاً
۳۵۔	حضرت خواجہ محمد فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ	۸۴سال	غرہ رمضان ۱۳۵۴ھ ۲۸؍نومبر ۱۹۳۵ء	مسکین پور تحصیل علی پور ضلع مظفر گڑھ

۳۶۔	حضرت خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی احمد پوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۳۱۷ھ	جمعہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ ۱۴/اپریل ۱۹۴۴ء	پانی پت متصل مزار قاری عبدالرحمٰنؒ
۳۷۔	حضرت مولانا سید زوّار حسین رحمۃ اللہ علیہ	۱۸ دسمبر ۱۹۱۱ء ۷۰ سال	منگل ۲۲ رمضان ۱۴۰۰ھ، ۵/اگست ۱۹۸۰ء	پاپوش نگر، کراچی

فائدہ: یہ نقشہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کا ہے۔ یعنی اس طریق میں بعض بزرگوں کو بعض کی ارواح مقدسہ سے فیض حاصل ہوا اور اجازت ہوئی ہے اور شیخ عطار نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اویسی وہ ہے جس کو ظاہر میں کسی پیر کی ضرورت نہ ہو۔'' کیونکہ اس کو حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے گہوارے میں بغیر کسی واسطے کے پرورش کرتے ہیں جیسا کہ حضرت اویس قرنیؓ کو کیا اور یہ بہت بڑا مقام ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

اور اس کے لئے ارواحِ مقدسۂ بزرگان وصولِ فیض ربانی وتجلیاتِ رحمانی کا وسیلہ ہوتی ہیں اور طریق جذبہ میں کوئی واسطہ اس کے درمیان نہیں ہوتا۔ بعض کم فہم اور ناواقف لوگ حضرات اکابر سلسلۂ عالیہ پر طعن کر دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت کی صحت من وعن عالم شہادت میں ثابت نہیں ہے اور ان بزرگوں کا اتصال بطریقِ صحبت جسمانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا اس لئے غیر مستند ہے۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن وقصور		حاشا للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

اگر کوئی کم عقل اس گروہ کے بزرگوں پر طعن کرے اور نقص نکالے تو میں ہرگز اس کی شکایت زبان پر نہیں لاؤں گا (کیونکہ وہ اپنی کم علمی کی وجہ سے معذور ہے)

چونکہ نسبت اویسیہ میں واسطے کم ہوتے ہیں اور نسبت کے قوی اور صحیح ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں اس لئے مشائخ کرامؒ عموماً اسی نسبت اویسیت کی سند کو بیان کرتے ہیں اور اسی کا عام رواج ہوگیا ہے (حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے قول الجمیل میں نسبت اویسیت کو صحیح اور قوی کہا ہے اور سلسلۂ اویسیہ اور اس کی صحت کو حضرت خواجہ محمد پارساؒ نے رسالۂ قدسیہ میں اور دوسرے مشائخ نے بھی اپنی تصانیف میں ذکر کیا ہے) لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان حضرات کی صحبت جسمانی کا سلسلہ منقطع ہے، چنانچہ تمام بزرگوں نے لکھا ہے کہ حضرت شیخ ابوعلی فارمدیؒ کو باوجود بہت سے مشائخ کی

صحبت میں رہنے کے (مثل ابوالقاسم قشیریؒ و ابوالقاسم گورگانیؒ) حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے روحی فیض حاصل ہے اور اُن کو حضرت بایزید بسطامیؒ کی روحانیت سے۔ شیخ ابوالحسنؒ کی ولادت شیخ بایزیدؒ کی وفات کے مدت بعد ہوئی ہے اسی طرح شیخ بایزیدؒ کو حضرت امام جعفر صادقؓ کی روحانیت سے تربیت سلوک حاصل ہے حالانکہ صحیح نقل سے ثابت ہے کہ حضرت بایزیدؒ کی ولادت حضرت امام جعفر صادقؓ کی وفات کے بعد واقع ہوئی ہے۔

خواجہ مولانا ابن روز بھان اصفہانی نے حضرت شیخ عبدالخالق غجدوانی رحمہ اللہ کے وصیت نامہ کی شرح میں حضرت خواجہ ابوالحسنؒ کا سلسلہ چند واسطوں سے حضرت بایزید بسطامیؒ سے اس طرح بھی ملایا ہے خواجہ ابوالحسن خرقانی مرید ابن مظفر مولانا ترک طوسی اور وہ مرید خواجہ اعرابی یزید عشقی اور وہ مرید خواجہ محمد مغربی اور وہ مرید سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہم ہیں۔ (۱)

اب اس سلسلۂ عالیہ کے بزرگوں کی عالم شہادت میں جو ملاقات بسند صحیح ومتواتر ثابت ہے وہ بھی درج کی جاتی ہے، جاننا چاہئے کہ خواجہ ابوعلی فارمدیؒ کو خواجہ ابوالقاسم قشیریؒ سے ان کو خواجہ ابوعلی دقاقؒ سے، ان کو خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادیؒ اور ابوالحسین حضرمیؒ سے، ان دونوں کو خواجہ ابوبکر شبلیؒ، ان کو سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے ان کو شیخ سری سقطیؒ سے ان کو شیخ معروف کرخیؒ سے ان کو شیخ داؤد طائیؒ سے ان کو خواجہ حبیب عجمیؒ سے ان کو امام الاولیا حسن بصریؒ سے، ان کو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل ہے۔

نیز ابوعلی فارمدیؒ کو ابوالقاسم گورگانیؒ سے ان کو ابوعثمان مغربیؒ سے ان کو ابوعلی کاتبؒ سے ان کو ابوعلی رودباری سے ان کو حضرت جنید بغدادیؒ سے اجازت حاصل ہے۔ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ اور شیخ ابوعلی فارمدیؒ کے درمیان شیخ ابوالقاسم گورگانیؒ کا بھی ذکر کر دیتے ہیں کیونکہ شیخ ابوعلی فارمدیؒ کو شیخ ابوالقاسم گورگانیؒ سے اجازت حاصل ہے اور ان کو شیخ ابوالحسنؒ سے فیض حاصل ہے۔ بعض کے قول کی بنا پر یہ شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی صحبت میں رہے ہیں اور ہمارے مشائخ نے ان کا نام اپنے شجرہ میں شامل نہیں کیا، شاید ان کو شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے بیعت وارادت حاصل نہیں ہوئی۔ پس جس نے ان کا نام شامل کیا ان کی صحبت حاصل ہونے کی وجہ سے کیا اور جس نے شامل نہیں کیا اس نے عدم بیعت وارادت کی وجہ سے نہیں کیا و لکل وجهه و نظیره کثیر (۲۱) حضرت علیؓ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بھی اجازت حاصل ہے جس کا فیض دوسرے سلسلوں میں جاری ہے اور حضرت ابوبکر صدیق

۱۔ حالاتِ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ ۲۔ زرشحات عربی، ص۔ ۱۵

ؒ سے بھی بیعت اور اجازت ہے، اس نسبت کا فیض سلسلۂ نقشبندیہ میں جاری ہے جیسا کہ الہ آباد میں دریا میں دریائے گنگا و جمنا کے سنگھم پر دور تک دونوں پانی الگ ممتاز معلوم ہوتے ہیں اور ایک کنارے کے لوگ گنگا کا اور دوسرے جمنا کا پانی پیتے ہیں۔

فائدہ: حضرت امام جعفر صادقؒ کو اپنے والد حضرت امام محمد باقرؒ سے ان کو اپنے والد حضرت امام زین العابدینؒ سے ان کو اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ان کو اپنے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اجازت حاصل ہے اور اس کو سلسلہ الذہب کہتے ہیں۔ دوسرا طریقہ وہی ہے جو نقشہ میں مذکور ہوا یعنی اپنے نانا حضرت محمد قاسمؒ سے۔

فائدہ: بعض شجروں میں حضرت خواجہ نور محمدؒ بدایونی اور خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان خواجہ میر محمد محسن دہلویؒ کا اسم شریف بھی درج ہے کیونکہ حضرت خواجہ نور محمد بدایونیؒ باوجود بیعت حضرت خواجہ سیف الدینؒ کے اور ان سے اجازت نامہ ہونے کے حضرت میر محمد محسن دہلویؒ سے جو حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے خلیفہ ہیں بہت فیض حاصل کیا ہے۔ پس طریقوں کا متعدد اور کثیر ہونا رائج اور صحیح بلکہ مستند اور قوی ہے۔ فافہم

نکتہ: جبکہ ان بزرگوں سے فیض روحانی حاصل کیا جاتا ہے اور وہ روح کی اصلاح زندگی میں بھی اپنی روحانی برکات سے کرتے ہیں تو بعد وصال ان کی ارواح سے فیض حاصل کرنا اور ان کی ارواح سے اپنے سلسلے کا انتساب کیونکر صحیح، قوی اور مستند نہ ہوگا۔ (۱)

۱۔ احقر مؤلف

کوائفِ بزرگانِ سلسلۂ عالیہ جن کا سلسلۂ صحبتِ جسمانی حضور ﷺ تک پہنچتا ہے

نمبر شمار	اسمائے گرامی	وفات	جائے مزار مبارک
۱۔	حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ	شب دوشنبہ یا جمعہ ۲۱/ ۱۹؍ رمضان ۴۰ھ	نجف اشرف
۲۔	حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	جمعہ ۱۰ محرم ۶۱ھ	کربلا
۳۔	حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	۱۸؍ محرم ۹۵ یا ۹۴ھ	جنت البقیع
۴۔	حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	دوشنبہ ۷؍ ذی الحجہ ۱۲۵ یا ۱۱۴ھ	ایضاً
۵۔	حضرت سیدنا امام جعفر صادق (۱) رضی اللہ عنہ	دوشنبہ ۱۵؍ رجب یا ۱۶ شوال ۱۴۸ھ	ایضاً
۶۔	حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	جمعہ ۵ یا ۱۵ یا ۲۵ رجب ۱۸۳ھ	بغداد
۷۔	حضرت سیدنا امام علی بن موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ	جمعہ ۲۱؍ رمضان یا ۹ صفر ۸/ ۲۰۳ھ	مشہد مقدس
۸۔	حضرت شیخ معروف کرخی (۲) رحمۃ اللہ علیہ	جمعہ ۲ یا ۱۰ یا ۲۰ محرم ۲۰۰ھ	بغداد
۹۔	حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ	بامداد سہ شنبہ ۳ رمضان ۲۵۳ھ یا سلخ رجب ۲۵۸ھ	بغداد
۱۰۔	حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	شنبہ ۲۷/ ۶ رجب ۹۸/ ۲۹۷ھ یا ۳۰۲ھ	
۱۱۔	حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷/ ۱۰ ذی الحجہ ۳۴۲ھ یا ۳۳۴ھ	//
۱۲۔	حضرت شیخ خواجہ ابوالقاسم نصیر آبادیؒ	۱۱ شوال یا ۶ محرم ۳۶۷ھ یا ۳۷۲ھ	مکہ معظمہ
۱۳۔	حضرت شیخ ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ	۵؍ ذیقعدہ یا ۲۰ شوال ۴۰۵ھ	نیشاپور
۱۴۔	حضرت شیخ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ	۱۶؍ ربیع الثانی ۴۶۵ھ	//

۱۵۔	حضرت شیخ ابوعلی فارمدی (۳) رحمۃ اللہ علیہ	۴؍ ربیع الاول ۴۷۷ھ یا ۵۱۱ھ	طوس
۱۶۔	حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	شنبہ ۲۷/ ۶؍ رجب ۹۸/ ۲۹۷ھ یا ۳۰۲	بغداد
۱۷۔	حضرت شیخ ابوعلی رودباری رحمۃ اللہ علیہ	۲؍ شوال ۲۱؍ ۳۲۲ھ	مصر
۱۸۔	حضرت شیخ ابوعلی کاتب رحمۃ اللہ علیہ	۲؍ شعبان ۴۶/ ۳۵۶ھ	〃
۱۹۔	حضرت شیخ ابوعثمان مغربی رحمۃ اللہ علیہ	۹؍ شوال یا ۱۱؍ رجب یا ۲۳ صفر ۳۷۳ھ	نیشاپور
۲۰۔	حضرت شیخ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵؍ جمادی الاولیٰ یا ۱۰؍ رجب ۴۵۰ھ	〃
۲۱۔	حضرت شیخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ	۴؍ ربیع الاول ۴۷۷ھ یا ۵۱۱ھ	طوس
۲۲۔	حضرت شیخ حافظ میر محمد محسن دہلویؒ (۴)	۱۲۱۹ھ	کشمیر

۱۔ حضرت امام جعفر صادقؒ کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ سے بھی اجازت حاصل ہے ان کو حضرت سلمان فارسیؓ سے ان کو امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ سے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور یہ اتصال صحبت جسمانی سلسلۂ ہذا براہ راست حضرت صدیقؓ سے ہے اور دوسرا بواسطۂ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اتصال ہے۔

۲۔ حضرت شیخ معروف کرخیؒ کا انتساب دوطرف سے ہے۔ ۱۔ امام علی بن موسیٰ رضاؒ سے ان کو امام موسیٰ کاظم سے ان کو امام جعفر صادق سے، ۲۔ شیخ معروف کرخیؒ کو شیخ داؤد طائیؒ سے ان کو خواجہ حبیب عجمیؒ سے ان کو امام الاولیا حضرت حسن بصریؒ سے ان کو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے۔ بعض محدثین حسن بصری رضی اللہ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہ سے ملاقات کو صحیح نہیں کہتے لیکن یہ قول غیر مقبول ہے کیونکہ قوت القلوب وتہذیب التہذیب وغیرہما کتب محققین میں ذکر ہے کہ حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت ختم ہونے سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت عثمانؓ وحضرت علیؓ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ملاقات کی''۔ (۱)

۳۔ حضرت ابوعلی فارمدیؒ کو دوطرف سے انتساب ہے۔ ۱۔ ابوالقاسم قشیریؒ سے، ۲۔ ابوالقاسم گورگانی سے۔

۴۔ حافظ میر محمد حسنؒ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں حضرت سید نور محمد بدایونیؒ نے ان کی صحبت سے بہت فیض پایا۔

۱۔ رشحات عربی: ص ۱۰

مختصر حالات حضراتِ
عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ تعالیٰ

۱۔ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین محبوبِ ربّ العالمین احمدِ مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم

کنیت ابوالقاسم، نام نامی محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم والد ماجد عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف، اور والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب، ولادت باسعادت مشہور قول کے مطابق مکہ معظّمہ میں دوشنبہ ۱۲/ ربیع الاول کو ہوئی۔ اسی سال واقعہ فیل پیش آیا اور اس وقت فارس کے بادشاہ نوشیرواں کی سلطنت کا چالیسواں سال تھا۔ چالیس برس کی عمر میں نبوت ملی، اس کے تیرہ سال بعد مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور دس سال بعد دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو بہ عمر تریسٹھ سال، رفیق اعلیٰ سے واصل ہوئے۔ تمام انبیا علیہم السلام کے خاتم، تمام جہانوں کے لئے رحمت، تمام انسانوں اور انسانیت کے لئے کافی ووافی صرف آپ ﷺ ہیں، صرف آپ ہی صاحبِ لولاک ہیں اور صرف آپ کی متابعت پر اللہ تعالیٰ کی محبت کا دارومدار ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے حمد ونعت میں ایک بے مثل فقرہ ارشاد فرمایا ہے کہ ''حق سبحانہ وتعالیٰ را بواسطہ آں دوست می دارم کہ رب محمد ﷺ است'' (مبدا و معاد) شاید ہی ایسی جامع حمد ونعت کسی زبان میں موجود ہو۔ (۱)

۲۔ امیر المؤمنین امام المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کنیت ابوبکر، نام نامی عبداللہ، لقب صدیق اور عتیق، والد کا نام عثمان اور کنیت ابوقحافہ، والدہ کا نام سلمٰی ساتویں پشت میں ان کا نسب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ واقعۂ فیل سے دو سال چار ماہ بعد پیدا ہوئے، سب سے پہلے ایمان لائے، خود بھی صحابی، والدین بھی صحابی، اور اولاد بھی

۱۔ مکمل تفصیل کے لئے دیکھئے سید فضل الرحمٰن: ہادیٔ اعظم ﷺ

صحابی۔ انبیا علیہم السلام کے بعد سب سے افضل ہیں۔ مولانا رومؒ نے ایک مصرع میں کیا خوب کہا ہے

ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

جیش العسرہ کے لئے آپؓ نے سب مال دے دیا اور فرمایا کہ اہل و عیال کے لئے اللہ اور رسول ﷺ کافی ہیں۔ آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ کثیرہ میں آپ کے فضائل موجود ہیں۔ مرض وفات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنی جگہ امام نماز بنایا۔ دو برس تین مہینے نو دن کی خلافت کے بعد تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۳/ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ کو وصال ہوا۔ آپ گنبد خضرا میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کنیت ابوعبداللہ، وطن فارس، پہلے آتش پرست تھے پھر عیسائی ہوئے اور اس مذہب کے عالم ہوئے، یکے بعد دیگرے کئی عیسائی عالموں کی خدمت میں رہے، آخر ایک عالم نے ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قربِ بعثت اور مقامِ ہجرت کی خبر دی۔ چنانچہ یہ عرب کے ایک قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے تو اس قافلے نے انہیں غلام بنا کر مدینہ کے ایک یہودی کو بیچ دیا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو یہ وہاں موجود تھے اور وہیں مسلمان ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

سَلْمَانَ مِّنَا اَهْلَ الْبَيْتِ

سلمانؓ ہمارے اہل بیت میں سے ہے۔

آپ اصحابِ صفہ میں سے ہیں۔ ۱۰/ رجب ۳۳ھ کو شہر مدائن میں وفات پائی وہیں مزار مبارک ہے۔ عمر ڈھائی سو سال سے کم نہیں تھی۔

۴۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے، زہد و تقویٰ میں ضرب المثل اور مدینہ طیبہ کے ساتھ مشہور فقہائے تابعین میں سے تھے، ابن سعد نے آپ کے متعلق فرمایا ہے ''معتبر شخص ہیں عالی مرتبہ ہیں، عالم ہیں، متقی ہیں۔'' بڑے بڑے فقہاء اور صلحاء مثلاً امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو آپ کے نواسے بھی تھے) آپ سے مستفیض ہوئے۔ ستر سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں ۲۴/ جمادی الاولیٰ ۱۰۷، ۱۰۶،

۱۰۱ھ کو وفات پائی۔

۵۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام محمد باقر بن زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صاحبزادے تبع تابعین میں سے ہیں۔ امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ جیسے اکابر نے آپ سے حدیث روایت کی ہے۔ آپ کی والدہ ام فروہؒ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پوتی بھی تھیں اور نواسی بھی، اسی لئے آپ فرماتے تھے کہ ''مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوہری اولاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔'' ولادت مدینہ طیبہ میں ۸/رمضان المبارک ۸۰ھ کو اور وفات وہیں ۱۶/ ۱۵/رجب (یا شوال) ۱۴۸ھ کو ہوئی۔

۶۔ حضرت سلطان العارفین بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

کنیت ابو یزید، نام نامی طیفور (ابن عیسیٰ ابن آدم) اور لقب سلطان العارفین تھا۔ آپ کے دادا آتش پرست تھے پھر مسلمان ہوئے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روحانیت سے فیض پایا۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''راہِ توحید کے سالکوں کی انتہا بایزیدؒ کی ابتدا کے برابر ہے۔'' حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''اٹھارہ ہزار عالم بایزیدؒ سے بھرے ہوئے دیکھتا ہوں۔ مگر بایزیدؒ ہم میں نہیں ہیں۔'' (یعنی وہ حق میں محو ہیں) بعمر ۷۳ سال بسطام میں ۱۵/شعبان ۲۶۱ھ کو وفات پائی۔ حضرت بایزید بسطامی'' کی لقائے صوری بعض کتب میں اس طرح ہے کہ **عن الامام علی الرضا عن الامام موسی الکاظم عن الامام جعفر الصادق۔** اس طرح وہ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ کے پیر بھائی ہیں۔

۷۔ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصلی نام علی بن جعفر ہے آپ کو بطریق اویسیت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض ہوا۔ لیکن بعض کہتے ہیں کہ اس طرح واسطہ تھا کہ آپ نے ابومظفر مولیٰ ترک طوسیؒ سے، انہوں نے خواجہ اعرابی یزید عشقیؒ سے، انہوں نے خواجہ محمد مغربیؒ سے اور انہوں نے حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب فیض کیا۔ منقول ہے کہ حضرت بایزید خرقان کی طرف رخ کرتے تو فرماتے کہ یہاں سے دوست کی خوشبو آتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کے یہ معنی ہیں کہ ہر ایک فعل میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی جائے نہ کہ کاغذ سیاہ

کئے جائیں۔ سلطان محمود غزنوی کو آپ سے کمال عقیدت تھی۔ ابوعلی ابنسینا باوجود الحاد کے اپنی کتاب شفا میں آپ کی کرامت اور بزرگی کا قائل ہے۔ خرقان میں ۱۵؍رمضان ۴۲۵ھ کو رحلت فرمائی۔ (آپ کے بعد حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام آتا ہے اور بعض شجروں میں آپ کا نام مبارک نہیں بھی ہے کیونکہ حضرت شیخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بیعت ضرور ہیں لیکن بطور اویسیت ان کو حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے فیض حاصل ہوا ہے۔ حضرت ابوالقاسم علیہ الرحمہ کی وفات ۲۳صفر ۴۵۰ھ کو ہوئی اور طوس میں دفن ہوئے)۔

۸۔ حضرت شیخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۴۳۴ھ میں اور وفات ۴؍ربیع الاول ۴۷۷ھ ۵۱۱ھ کو طوس میں ہوئی، وہیں مدفون ہیں۔ آپ حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے لیکن بطور اویسیت کے حضرت ابوالحسن رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض تھے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آپ ہی سے بیعت اور تربیت یافتہ تھے۔

۹۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

کنیت ابویعقوب، نام مبارک یوسف۔ علوم شرعیہ میں خصوصاً علم حدیث میں کامل دستگارہ تھی، واعظ اور مفتی تھے۔ حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ اکثر آپ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس سرہ بھی آپ کے یہاں چھ ماہ رہے۔ آپ اپنے وقت کے غوث اور پانچویں صدی کے مجدد تھے۔ بغداد، اصفہان، سمرقند، بخارا وغیرہ کے لوگ بہت مستفید ہوئے۔ ولادت ۴۴۰ھ میں اور وفات رجب ۵۳۵ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک مرو میں ہے۔

۱۰۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

لقب خواجۂ جہان ہے، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام آپ کے پیر تعلیم ہیں اور حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ پیر صحبت و خرقہ ہیں۔ کمال درجہ متبع سنت تھے اور بدعت سے سخت متنفر، کم کھانے، کم سونے، کم بولنے اور کم ملنے کی خصوصیت سے وصیت فرمائی ہے۔ وہ آٹھ کلمات جن پر طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے آپ ہی کے مقرر کردہ ہیں یعنی ہوش دردم، نظر برقدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد، بازگشت، نگاہ داشت اور یادداشت۔ ۱۲؍

ربیع الاول ۵۷۵ھ کو غجدوان (بکسر غین) میں وفات ہوئی، جو بخارا کے قریب ہے۔ حضرات القدس میں آپ کا سال وفات ٦١٦ھ یا ٦١٧ھ درج ہے۔

۱۱۔ حضرت خواجہ محمد عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

مولد اور مدفن قصبہ ریوگر ہے جو بخارا سے اٹھارہ میل ہے۔ متابعتِ سنت، علم و حلم اور زہد و تقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ تصوف میں عارف نامہ آپ کا ایک رسالہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) میں موجود ہے۔ یکم شوال ٦١٦ھ کو وفات ہوئی۔

۱۲۔ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

انجیر فغنہ (جو شہر بخارا سے نو میل پر ہے) وطن ہے، پیشہ گلکاری تھا، آپ کا فیض عام تھا۔ کسی وقتی مصلحت سے آپ نے ذکر جہر کی تعلیم دی تھی چنانچہ اس سلسلے میں ذکر جہر کا رواج ہو گیا لیکن جب حضرت امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو علمائے بخارا کو آپ نے حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمۃ سے رجوع کرایا اور جب علماء نے ذکرِ جہر کو بدعت قرار دیا تو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہ کی خدمت میں لائے تا کہ وہ ان کو ذکر جہر سے منع کر دیں چنانچہ علمائے کرام نے حضرت امیر قدس سرہ سے عرض کیا کہ ذکرِ جہر بدعت ہے آپ ایسا نہ کیا کریں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا کہ ہم آئندہ نہیں کریں گے۔ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ مکتوب ۲٦٦ دفتر اول) اس کے بعد سے بدستور قدیم ذکر خفی کی تعلیم ہونے لگی۔ ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ کو وفات ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق سال وفات ۷۱۷ھ ہے۔

ذکرِ جہر کے مسئلے میں علما کا اختلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ذکرِ جہر جائز ہے جبکہ شرائط کا لحاظ رکھے اور جہر مفرط کو قربت مقصودہ نہ سمجھے بلکہ جو مصلحتیں مشائخ نے بتائی ہیں ان کی بناء پر بغرض علاج کرے اور بدعت سے ان حضرات کی مراد غالباً بدعتِ طریقت ہوگی۔ (مولف)

۱۳۔ حضرتِ خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

بخارا سے دو میل پر قصبہ رامیتن میں پیدا ہوئے لیکن آخر عمر میں بخارا آ گئے تھے۔ آپ اپنے نفس مبارک کو عزیزان کہا کرتے تھے اس لئے آپ کا یہی لقب مشہور ہوا۔ آپ کی یہ رباعی مشہور ہے۔

باہر کہ نشستی و نہ شد جمع دلت — وز تو نہ رمید زحمت آب و گلت
ز نہارز صحبتش گریزاں می باش — ورنہ نکند روحِ عزیزاں بحلت

تصوف پر آپ کا ایک رسالہ بھی ملتا ہے۔ سالک آپ کی صحبت سے ایک روز میں حقیقت کو پہنچ جاتا اور حضورِ قلب لے کر واپس جاتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ عمل کر کے اس کو نہ کیا ہوا خیال کرنا چاہئے اور خود کو قصوروار خیال کر کے از سرِ نو اپنا عمل شروع کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ مرد وہ ہے جس کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ کر سکے، آدھا مرد وہ ہے جس کے شغل میں ذکرِ قلبی کی بھی لذت آتی ہو مگر وہ صرف اسی پر قناعت کرے یعنی جب تک ذکر کرے لذت حاصل ہو اور جب چھوڑ دے تو دل بھی ذکر سے باز رہ جائے اور نامرد وہ ہے جو منافق ہو یعنی ذکر کرے مگر خدا کے لئے نہ کرے۔ ایک سو تیس سال کی عمر ۲۸ر ذیقعدہ ۷۱۵ھ/ ۷۲۱ھ کو وفات پائی۔ مرقد خوارزم میں ہے۔

۱۴۔ حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

علاقۂ رامیتن میں قریۂ سماس آپ کا مولد و مدفن ہے جو بخارا سے نو میل پر ہے۔ جذبات اور وارداتِ الٰہی کے غلبے سے اکثر وارفتگی طاری ہو جاتی تھی جب آپ کا گزر قصرِ ہندواں پر ہوتا جو حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کا مولد تھا تو فرماتے کہ ''زود باشد کہ ایں قصرِ ہندواں، قصرِ عارفاں گردد۔'' حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ کو آپ نے اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا تھا اور ان کے متعلق یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ لڑکا عنقریب اپنے وقت کا مقتدا ہوگا۔ ۱۰ر جمادی الاخریٰ ۷۵۵ھ کو وصال ہوا۔

۱۵۔ حضرت سیّد شمس الدین امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

عالی نسب سیّد تھے، آپ کا پیشہ زراعت تھا۔ مولد و مدفن آپ کا قریۂ سوخار ہے جو بخارا سے چھ میل کے قریب ہے۔ جب آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن میں تھے اگر اتفاقاً کوئی مشتبہ لقمہ ان کے حلق سے اتر جاتا تو ان کو دردِ شکم ہو جاتا تھا۔ نوجوانی میں کشتی کا شوق تھا، ایک مرتبہ حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ان کے اکھاڑے سے ہوا آپ وہاں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ اس معرکہ میں یہ ایک مرد ہے جس سے بندگانِ خدا کو فیض پہنچے گا، میں اسی کے شکار کیلئے کھڑا ہوں۔ حضرت سید صاحب بہت متاثر ہوئے اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں تیس سال رہے۔ پنج شنبہ ۱۱ر جمادی الاخریٰ ۷۷۲ھ کو انتقال فرمایا۔

۱۶۔ حضرت امام الشریعہ والطریقہ خواجہ خواجگان سیّد بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ اس طریقے کے امام ہیں، آپ ہی کی وجہ سے اس طریقے کو نقشبندیہ کہتے ہیں کمخواب بافی کے پیشے کی وجہ سے، یا اللہ کا نقش دلوں پر بٹھانے کی وجہ سے آپ نقشبند مشہور ہوئے۔ بظاہر حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے فیض پایا لیکن بطریق اویسیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے مستفیض ہوئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقے کے مطابق نقشبندیہ طریقہ جو سہل بھی ہے آپ پر فائض ہوا۔ مولانا جامی نے کیا خوب کہا ہے۔

سکہ کہ در یثرب و بطحا زدند نوبتِ آخر بہ بخارا زدند
از خطِ آں سکہ نہ شد بہرہ مند جزدلِ بے نقش شہ نقشبند

آپ کے کلمات میں سے ہے کہ "مامرادانیم، مافضلیانیم، مانہایت رادر بدایت مندرج ساختیم، درطریق ما محرومی نیست۔" تصوف کے مقصود اصلی کے متعلق فرمایا کہ "اجمالی تفصیلی گردد و استدلالی کشفی شود۔" بخارا سے تین میل کے قریب قصبہ قصر ہندوان میں آپ کی ولادت محرم ۷۱۸ھ میں ہوئی اور وہیں شب دوشنبہ ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ حضرت بابا سماسی علیہ الرحمہ نے آپ کی ولادت کے متعلق پیشین گوئی فرمائی تھی کہ "یہ قصبہ قصر ہندواں عنقریب قصر عارفاں بن جائے گا۔" قصر عرفاں کے اعداد سے سال وصال برآمد ہوتا ہے۔

۱۷۔ حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ نقشبندؒ کے اجل خلفا میں سے ہیں اور آپ کے خلیفۂ اول اور داماد ہیں لڑکپن سے حضرت خواجہ کی نظر عنایت ان پر تھی اپنے سامنے ہی طالبان حق کی تعلیم آپ سے متعلق کر دی تھی۔ علم شریعت میں بھی کامل تھے اور اتباعِ سنت اور عمل بر عزیمت میں تو ایک خاص شان رکھتے تھے۔ علامہ سید شریف جرجانی جو جامع علوم عقلیہ ونقلیہ کے تھے جن کی تصانیف ہر علم وفن میں موجود ہیں اور لوگ ان سے مستفیض ہو رہے ہیں وہ فرماتے ہیں:

وَ اللّٰہِ مَا عَرَفْتُ الْحَقَّ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی کَمَا یَنْبَغِیْ مَالَمْ اَصِلْ اِلٰی خِدْمَتِہِ الْعَطَّارِ الْبُخَارِیْ

اللہ کی قسم میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو جیسا چاہئے نہیں پہچانا تھا جب تک کہ میں حضرت علاؤ الدین عطار بخاریؒ کی خدمت میں نہیں پہنچا۔

۲۰ رجب ۸۰۲ھ کو یوم چہار شنبہ بوقت شب وفات ہوئی۔ مزار مبارک موضع جفانیاں از ماوراء النہر میں ہے۔

حبذا قومے کہ دیدِ حق بود دیدارِ شاں محو باشد در شہودِ سرِ حق اسرارِ شاں

۱۸۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

طریقۂ نقشبندیہ کے ایک بڑے رکن تھے اور آپ سے طریقے کی اشاعت بہت ہوئی۔ آپ کو بیعت و اجازت حضرت شاہ نقشبندؒ سے ہے مگر تکمیل آپ کی حضرت عطارؒ سے ہوئی۔ آپ سے فیوض باطنی کے علاوہ فیوض علمی بھی لوگوں کو حاصل ہوئے۔ علم تفسیر اور دوسرے علوم دینیہ میں بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ ۵ صفر ۸۵۱ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ چرخ کے رہنے والے ہیں جو ولایت غزنی میں ایک گاؤں ہے۔ مزار مبارک بلغنون مضاف حصار از ماوراء النہر میں ہے۔

۱۹۔ حضرت مولانا عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا یعقوب چرخیؒ کے اجل خلفاء میں ہیں، دوسرے مشائخ سے بھی فیض صحبت حاصل کیا۔ آپ اس صدی کے مجدد تھے۔ بادشاہ وقت آپ کا مرید تھا۔ حضرت مولانا جامی جو آپ کے خلفاء میں ہیں اسی مضمون کی طرف اس شعر میں اشارہ کرتے ہیں۔

چو فقر اندر قبائے شاہی آمد بہ تدبیر عبید اللہی آمد

مگر باوجود اس کے آپ نے ہمیشہ کاشتکاری کے پیشہ پر اپنی گزر بسر رکھی۔ آپ کے حالات و اوصاف حد سے زیادہ اور کرامات وخرقِ عادات بیشمار ہیں۔ آپ طریقہ نقشبندیہ کے اماموں میں سے ہیں، آپ کے بعد طریقہ نقشبندیہ کے منتسبین اپنے کو احراری کہتے تھے، فرمایا کرتے تھے "مرا برائے ترویج شریعت وتوہین بدعت مامور ساختہ اند۔" واقعی شریعت اور طریقت کو آپ کے زمانے میں بہت زیادہ ترقی ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ بعض اکابر کی صحبت میں مجھ کو یہ بات حاصل ہوئی کہ جو کچھ میں لکھوں وہ جدید ہوگا قدیم نہ ہوگا اور جو کچھ کہوں گا قبول ہوگا مردود نہ ہوگا۔ آپ کے پاس دنیاوی مال واسباب بہت تھا چنانچہ گھوڑوں کے باندھنے کی میخیں سونے یا چاندی کی تھیں لیکن ان سے تعلق بال برابر بھی نہ تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ میخیں مٹی میں گاڑی جاتی ہیں نہ کہ عارف کے دل میں۔

آپ کی ولادت ماہِ رمضان المبارک ۸۰۶ھ باغستان علاقہ تاشقند میں ہوئی اور وفات شب شنبہ ۲۹ر ربیع الاول ۸۹۵ھ کو ہوئی۔ مزار مبارک سمرقند میں ہے آپ کے کئی فارسی رسالے مشہور ہیں۔

۲۰۔ حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ احرارؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ آپ کا سلوک دفعتہً ایک ہی مجلس میں تمام ہو گیا۔ بہت بندگانِ خدا کو آپ سے فیض پہنچا۔ آپ کی وفات غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ میں ہوئی۔ مزارِ مبارک موضع وخش از ملکِ حصار میں ہے۔

۲۱۔ حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا محمد زاہد کے بھانجے یعنی ہمشیر زادے ہیں اور ان کے اعظم خلفاء میں سے ہیں۔ اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ کے زمانے میں ایک بزرگ حضرت خوارزمی تھے جو اس زمانے کے مشائخ میں تھے ان کی عادت تھی کہ جب کوئی درویش ان کے شہر میں آتا اس کی نسبت سلب کر لیتے۔ ایک مرتبہ وہ (حضرت خوارزمی) آپ کے شہر میں آئے آپ نے ان کی نسبت سلب فرمالی، وہ نہایت عاجزی کرنے لگے تو آپ نے واپس کر دی۔ آپ کی وفات ۱۹ر محرم ۹۷۰ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک موضع اسفرہ متصل شہر سبز علاقہ ماوراء النہر میں ہے۔

۲۲۔ حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا درویش محمد کے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ ہیں اصل طریقہ نقشبندیہ کی بہت سختی سے پابندی فرماتے تھے اور کچھ نئی باتیں جو اس وقت بعض نقشبندیوں میں پیدا ہو گئی تھیں مثل ذکر بالجہر اور جماعتِ نمازِ تہجد، ان چیزوں سے پرہیز کرتے تھے۔ حضرت شاہ نقشبندؒ کے بالکل قدم بقدم تھے۔ ولادت ۹۱۸ھ اور وفات ۱۰۰۸ میں ہوئی۔ مزار مبارک بموضع امکنہ بخارا سے تین میل پر واقع ہے۔

فائدہ: ہندوستان کی سرزمین کو سب سے زیادہ آپ کا احسان مند ہونا چاہئے کہ آپ نے اپنے خلیفۂ اعظم حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو ہندوستان بھیجا۔ اللہ تعالیٰ ان کو سرزمین ہند اور یہاں کے مسلمانوں کی طرف سے جزائے نیک عطا فرمائے۔ والحمد للہ

۲۳۔ حضرت خواجۂ بیرنگ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اصل وطن سمرقند تھا اور ولادت آپ کی کابل میں ہوئی۔ ہندوستان کی سرزمین طریقۂ

نقشبندیہ سے ناآشنا اور اس طریقۂ مبارکہ کی برکات سے محروم تھی۔ آپ اس طریقے کے پہلے بزرگ ہیں جو ہندوستان تشریف لائے۔ کچھ دنوں لاہور میں رہے اس کے بعد دہلی تشریف لے آئے اور وہیں قیام کیا، چالیس سال کی عمر میں وہیں وفات پائی۔ مزارِ مبارک دہلی میں زیارت گاہِ عالم ہے۔ دو تین سال کے عرصے ہی میں آپ کا طریقہ بلاواسطہ یا بالواسطہ سارے ہندوستان میں پھیل گیا۔ صاحبِ تصانیف ہیں۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ جو سلسلۂ قادریہ میں ہیں اور علم شریعت و طریقت دونوں میں بہت بلند مرتبہ رکھتے ہیں، آپ سے مستفید ہوئے اور بالآخر انہوں نے اپنے رسالے موصل المرید الی المراد میں تصریح فرمائی کہ نسبت فنا و بقا حاصل کرنے کے لئے طریقہ نقشبندیہ سے بہتر کوئی طریقہ نہیں اور یہ کہ طریقہ نقشبندیہ اوفق بالسنۃ ہے۔ آپ کے کمالات کی زبردست شہادت اور آپ کی عظیم الشان منقبت کے لئے یہی کافی ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ آپ کے خلیفۂ اعظم ہیں۔ اخیر عمر میں جب کسی کے مرنے کی خبر سنتے تو فرماتے کہ قید خانے سے خوب رہائی پائی۔ اس جملے سے موت کا اشتیاق کما حقہ ظاہر ہوتا ہے۔ ۲۵/ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ کو وفات پائی۔

۲۴۔ امام ربانی محرم اسرار سبع المثانی محبوب صمدانی
حضرتِ مجددِ الف ثانی شیخ احمد الفاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نسب شریف اٹھائیسویں اور بعض کے نزدیک بتیسویں پشت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ولادت شریف ۹۷۱ھ میں ہوئی اور ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ کو تریسٹھ سال کی عمر میں (موافق عمر شریف نبی صلی اللہ علیہ وسلم) دارالبقا کا سفر اختیار کیا۔ مزار مبارک سرہند شریف میں زیارت گاہ عالم ہے۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصے میں قرآن شریف حفظ کرلیا اور علومِ ظاہری کی تحصیل اپنے والد ماجد اور دیگر علمائے سرہند شریف سے کی، پھر سیالکوٹ جاکر علم معقول کی چند کتابیں مولانا کمال کشمیری سے اور حدیث کی کتابیں شیخ یعقوب کشمیری سے پڑھیں۔ سلسلۂ کبرویہ کی اجازت بھی آپ سے حاصل کی۔ کتب تصوف مثلاً عوارف و فصوص الحکم وغیرہ اپنے والد بزرگوار سے پڑھیں اور اکثر سلاسلِ صوفیہ مثلاً چشتیہ قادریہ سہروردیہ و کبرویہ وغیرہ کی اجازت اپنے والد ماجد سے حاصل کی۔ نیز قادریہ سلسلے کی نسبت اور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر قدس سرہ کا خرقہ بواسطہ شاہ کمال کیتھلی حضرت شاہ سکندر کیتھلی سے حاصل کیا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد آپ حج کے ارادہ سے روانہ ہوکر دہلی تشریف لائے اور حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کی خدمت میں پہنچ کر بیعت سے

مشرف ہوئے اور نقشبندیہ نسبت جس سے مراد دوام آگاہی وحضور وتوجہ ہے بطریق اکمل حاصل کی اور اس درجہ پر فائز ہوئے کہ حضرت خواجہ موصوف قدس سرہ آپ کے متعلق فرماتے تھے ''شیخ احمدؒ آفتابے است کہ مثل ماہزاراں ستارہ ہا در سایہ اوگم اند'' (گویا شیخ احمد ایک آفتاب ہیں جس کے سائے میں ہمارے جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں) اور فرمایا ''مثلِ این دریں وقت زیرِ فلک نیست۔'' (اس زمانے میں ان کی مانند آسمان کے نیچے کوئی دوسرا شخص نہیں ہے)۔

آپ کے خوارق وکرامات بے شمار ہیں۔ اتباعِ سنت، بدعت سے پرہیز اور عزیمت پر عمل آپ کے طریقے کی بنیاد ہے، آپ کی ذاتِ گرامی علم شریعت اور علم احسان دونوں کی جامع تھی اور آپ کی مجددیت بھی دونوں شعبوں پر حاوی ہے۔ احادیث میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''ہر صدی کے آغاز میں میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو دین کی تجدید کریں گے۔'' یعنی جو بدعتیں رائج ہوں گی ان کو مٹائیں گے اور جو سنتیں متروک ہو جائیں گی ان کو پھر رائج کریں گے۔ چنانچہ اس ارشاد کے مطابق ہر صدی میں مجدد ہوتے رہے۔ اسی سلسلے میں گیارہویں صدی کے آغاز میں حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ ظاہر ہوئے۔ علمائے وقت مثلاً مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی وغیرہ نے تسلیم کیا اور ہر زمانے کے علماء مثلاً شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک سب ہی آپ کو مجدد الف ثانی مانتے رہے ہیں۔ خود آپ کے کارنامے اس کی بہترین شہادت ہیں۔ ابتدا ہی سے آپ کا غیر معمولی دینی شغف اور فراست مشہور تھی۔ فیضی نے اپنی بے نقط تفسیر سواطع الالہام میں آپ سے مدد لی تھی، ابوالفضل بھی آپ کا قائل تھا لیکن اکبری عہد میں کفر والحاد اور رفض وغیرہ کا زور ہوا تو آپ نے اس کا مقابلہ کیا۔ جہانگیر بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل رہا تھا وہ حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ سے بھی سجدۂ تعظیمی کرانا چاہتا تھا لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ چنانچہ آپ کو گوالیار کے قلعے میں قید کر دیا گیا۔ اگرچہ اس وقت تک اکثر امرا مثلاً خان خاناں، سید صدر جہاں، خان اعظم، خان جہاں، مہابت خاں، تربیت خاں، اسلام خاں، سکندر خاں، دریا خاں، مرتضیٰ خاں، وغیرہ آپ سے بیعت ہو چکے تھے وہ لوگ آپ کے قید ہونے پر جہانگیر سے بغاوت کرنا چاہتے تھے لیکن آپ نے روک دیا۔ پھر جہانگیر کو خواب میں تنبیہ ہوئی تو اس نے آپ کو قید سے رہا کیا اور مرید بھی ہو گیا۔ اس کے بعد سجدۂ تعظیمی موقوف ہوا، گاؤکشی میں آزادی دی گئی، جو مسجدیں تباہ کر دی گئی تھیں دوبارہ بنوائی گئیں اور جس قدر خلاف شرع قانون تھے وہ سب منسوخ کئے گئے۔ جہانگیر نے قریب تین سال تک سفر اور حضر میں آپ کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھا۔

○

آپ کے خلفا بکثرت ہوئے ہیں جو آپ کی حیات ہی میں مختلف بلادِ اسلامیہ میں پہنچ گئے تھے۔ آپ کے سب صاحبزادے اعلیٰ مقامات پر فائز ہوئے ہیں۔ (۱)

۲۵۔ حضرت مجدد الدین ابوالمکارم خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی کے فرزند ثالث ہیں، آپ کے حالات عجیب وغریب ہیں، ایک ماہ میں حفظ قرآن مجید فرمایا اور سولہ سال کی عمر میں تمام علوم کی تحصیل سے فراغت پائی۔ گیارہ سال کی عمر میں ذکر ومراقبہ کا طریقہ اپنے والد بزرگوار سے سیکھ کر اس پر مواظبت شروع کی اور طریقت میں وہ کمال حاصل کیا جو کم کسی کو ہوا ہوگا۔ حضرت امام ربانیؒ فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصومؒ کا حال تحصیلِ طریقت میں صاحب شرح وقایہ کے مثل ہے کہ جو کچھ ان کے دادا روزانہ تصنیف کرتے وہ ہر روز اس کو حفظ کر لیتے تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ ان سے فرماتے تھے۔

تو یک نقطہ زیں لوح نگذاشتی ہر آنچہ نہادم تو برداشتی

اتباعِ سنت، عمل بعزیمت، تقویٰ وغیرہ میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے قدم بقدم تھے، ولایتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کے حامل تھے۔ اورنگ زیب عالمگیر غازی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے مرید اور خلیفہ ہوئے اور دہلی کی سلطنت آپ ہی کے تصرف سے انہیں حاصل ہوئی۔ طریقہ کی ترویج آپ سے جس قدر ہوئی کسی سے نہیں ہوئی۔ نو لاکھ کی تعداد آپ کے مریدوں کی بتائی جاتی ہے جن میں سے تقریباً سات ہزار مرتبۂ خلافت پر پہنچے۔ آپ کی ولادت ۱۰۰۷ھ میں اور وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ میں ہوئی۔ مزارِ مبارک سرہند میں زیارت گاہِ عالم ہے۔ (۲)

۲۶۔ حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور ان کے خلیفہ ہیں۔ تحصیل طریقہ اپنے والد ماجد سے کیا۔ نہایت قوی التوجہ اور صاحب تصرف تھے۔ اورنگ زیب بادشاہ دہلی کے شاہزادے آپ کے مرید تھے آپ کا قیام دہلی میں رہتا تھا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں آپ کی خاص شان تھی۔ کوئی امر خلاف شریعت بادشاہ کے یہاں دیکھتے تو ذرا رعایت نہ کرتے اور بہت سختی سے اسے روکتے، اس بات سے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ بہت خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپ کی خانقاہ ــ

۱۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: مولانا سید زوار حسین شاہؒ: حضرت مجدد الف ثانیؒ

۲۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: مولانا سید زوار حسین شاہؒ: انوارِ معصومیہ

دونوں وقت ہزار ڈیڑھ ہزار آدمیوں کو کھانا ملتا تھا۔ آپ کی ولادت ۱۰۴۹ھ میں اور وفات ۱۹ جمادی الاولیٰ ۱۰۹۶ھ میں ہوئی۔ مزارِ مبارک سرہند شریف میں ہے۔

۲۷۔ حضرت مولانا سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔ کچھ دنوں حضرت حافظ محمد محسن رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی رہے تھے۔ آپ کا استغراق بہت بڑھا ہوا تھا۔ پندرہ برس تک یہ حال رہا کہ سوائے نماز کے اوقات کے آپ کو ہوش نہیں آتا تھا۔ اکلِ حلال میں بڑا اہتمام فرماتے تھے اور دنیاداروں سے بہت پرہیز رکھتے تھے۔ آپ کی وفات ۱۱/ ذیقعدہ ۱۱۳۵ھ میں ہوئی۔ مزارِ مبارک دہلی میں حضرت نظام الدین اولیا قدس سرہ سے کچھ فاصلے پر ہے۔

۲۸۔ حضرت قیوم زمانی قطبِ جہانی شمس الدین حبیب اللہ مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ

ساداتِ علوی سے ہیں اور حضرت سید نور محمد بدایونی کے اجل خلفا میں سے ہیں۔ ان کے بعد حضرت شیخ محمد عابدؒ اور دوسرے مشائخ سے بھی کسب فیض کیا۔ اپنے زمانے میں یکتائے روزگار تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ آپ کے بے نظیر کمالات کے معترف تھے اور آپ کو نفس زکیہ، قیم طریقہ احمدیہ لکھا کرتے تھے۔ بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی کو انہی نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ بڑے صاحب فیض و صاحب تصرف تھے۔ آپ کے حالات میں آپ کے خلفاء کی لکھی ہوئی مستقل تصانیف ہیں۔ آپ کی ولادت بعہد اورنگزیبؒ ۱۱۱۱ھ میں ہوئی اور شب عاشورہ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ ایک رافضی نے آپ کو شہید کیا۔ ''عَاشَ حَمِیْداً وَمَاتَ شَهِیْداً'' مادہ تاریخ ہے۔ یعنی ۱۰/ محرم ۱۱۹۵ھ

۲۹۔ مجدد مائۃ ثالث عشر حضرت مولانا عبداللہ المعروف بہ شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی جائے ولادت بٹالہ ضلع گورداس پور پنجاب ہے۔ اٹھارہ برس کی عمر میں دہلی آئے اور حضرت مرزا صاحب شہیدؒ کی خدمت میں پندرہ سال رہ کر کمالاتِ نادرہ حاصل کئے۔ آپ سے اس

قدر فیض ہوا کہ اس کی مثال متقدمین میں بھی کم ملتی ہے۔ مولانا خالد رومیؒ جو اس وقت کے اعلم العلماء تھے کردستان سے آپ کے پاس آئے اور نو مہینے آپ کی خدمت میں رہ کر امامِ طریقت بن کر واپس گئے اور بلادِ اسلامیہ میں علما و فضلا کا آپ کی طرف اس قدر رجوع ہوا کہ آپ کے نام سے طریقۂ خالدیہ مشہور ہو گیا۔ مولانا خالدؒ نے عربی و فارسی میں متعدد قصائد آپ کی شان میں لکھے۔ ایک مدحیہ قصیدہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے پیر کی تلاش میں ساری دنیا چھان ڈالی مگر آپ کا مثل نہ پایا فرماتے ہیں:

زا قصاے خطا تا غایتِ مغرب زمیں امروز نباشد ہیچ کس مانند از نوعِ انسانی
نہ شد با طولِ صحبت ز اولیاے یثرب و بطحا میسر انچہ از وے شد مرا نادیدہ ارزانی

مولانا خالد کے حالات میں علامہ شامی شارح درمختار نے ایک مستقل رسالہ تالیف کیا جس کا نام ''سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی'' ہے۔ سرسید نے بھی آپ کی بے حد تعریف لکھی ہے۔ ولادت شریف ۱۱۵۸ھ میں اور وفات ۲۲ رصفر ۱۲۴۰ھ کو ہوئی اور خانقاہِ مظہریہ میں اپنے مرشد حضرت شہید کے پہلو میں دفن کئے گئے۔

۳۰۔ شیخ الطریقت والحقیقت

مولانا الشیخ ابوسعید زکی القدر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی اولاد میں اور حضرت خواجہ محمد معصومؒ کی نسل سے ہیں۔ آپ کی ولادت شہر رامپور میں یکم ذیقعدہ ۱۱۹۶ھ کو ہوئی۔ حفظِ قرآن مجید و مشق تجوید و تحصیل علوم سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت شاہ درگاہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی جو مشائخ مجددیہ زبیریہ میں سے تھے۔ تکمیل نسبت کے بعد اجازت و خلافت سے ممتاز ہوئے اور مرجع خلائق بنے۔ اس مرتبے پر پہنچنے کے بعد حضرت شاہ غلام علیؒ کی طرف رجوع کیا اور حضرت ممدوح نے باصرارِ تمام آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ آپ نے سلوک پر ایک نفیس رسالہ ''ہدایت الطالبین'' نامی لکھا ہے جس کا ترجمہ متعدد زبانوں میں ہو چکا ہے۔ اپنے مرشد کی وفات کی دس سال بعد سفر حج سے واپسی پر عین عید الفطر کے دن ۱۲۵۰ھ ٹونک میں رحلت فرمائی۔ نعش مبارک دہلی لائی گئی اور اپنے پیر و مرشد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ مادہ تاریخ:

ع ستونِ محکم دینِ نبی ﷺ فتادہ زپا

۳۱۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور خلیفہ ہیں، غدر کے وقت آپ کی مقبولیت کی وجہ سے حکومت کو شبہات پیدا ہوئے تو آپ اپنی خانقاہ و تسبیح خانہ وغیرہ کو حضرت حاجی دوست **محمد قندھاری** رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے کر کے عازم حرمین شریفین ہو گئے۔ ماہِ صفر ۱۲۷۰ھ میں مکہ معظمہ پہنچے چار ماہ وہاں قیام کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوئے وہاں سے تحریر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی سے میں نے مدینہ منورہ کی اقامت اختیار کر لی ہے۔ آپ کے فیض سے حرمین شریفین کے لوگ داخل سلسلہ ہوئے اور روزانہ تین مرتبہ حلقہ مراقبہ اور ختم شریف کا سلسلہ جاری کیا۔ ۲؍ربیع الاول ۱۲۷۷ھ کو مدینہ منورہ میں آپ نے وفات پائی اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ (۱)

۳۲۔ حضرت حاجی دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی ولادت ۱۲۱۶ھ میں ہوئی۔ بچپن ہی سے آپ پر فقرا کی محبت غالب تھی۔ ویسے تحصیل علوم ظاہری میں مشغول تھے۔ ایک بار شہر کابل میں آپ اچانک بے ہوش ہو گئے اور تیرہ دن تک بے ہوش رہے۔ پھر پشاور روانہ ہوئے اور وہاں سے بغداد، کردستان، بصرہ وغیرہ شہر بہ شہر تلاشِ مرشد میں روانہ ہوئے اور قلات (بلوچستان) ہوتے ہوئے بمبئی پہنچے اور وہاں شیخ الشیوخ حضرت ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر آپ نے بیعت کی۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ میں حج کے لئے جا رہا ہوں، آپ یا تو یہیں ٹھہریں یا دہلی جا کر میرے فرزند احمد سعیدؒ سے توجہات حاصل کریں چنانچہ آپ دہلی روانہ ہو گئے اور حضرت شاہ احمد سعیدؒ کی خدمت اقدس میں تقریباً سوا سال رہے اور اجازت طریقہ نقشبندیہ، قادریہ و چشتیہ حاصل کی، اس کے بعد اپنے شیخ کے ایما سے خراسان روانہ ہو گئے۔ حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ آپ پر خاص عنایت فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ متعدد خطوط انہوں نے آپ کی طرف ارسال کئے جو ''تحفہ زواریہ'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی وفات شب شنبہ ۲۲؍شوال ۱۲۸۴ھ کو ہوئی۔ مزار پرانوار موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خاں) میں ہے۔ (۲)

۳۳۔ حضرت امام الاولیا خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت ۱۲۴۴ھ بمقام لونی (تحصیل کلاچی، ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خاں) ہوئی۔ قبیلہ اچکزئی کے

۱۔ ملاحظہ کیجئے: تحفہ زواریہ

۲۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ فرمائیں تحفہ ابراہیمیہ

ابراہیم خیل سے تعلق ہے۔ صرف ونحو، فقہ اور اصولِ تفسیر وغیرہ سے فارغ ہوئے تو ایک دن اپنے ماموں مولانا نظام الدین کا سلام و پیام پہنچانے کے لئے حضرت حاجی دوست محمد قندھاری قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے، وہاں پہنچتے ہی عجب کیفیت طاری ہوگئی آخر جمعہ ۸ جمادی الاخری ۱۲۶۶ھ کو بیعت ہوئے اور اپنے شیخ ہی سے صحاح ستہ اور علوم سیر وتصوف وغیرہ کی تحصیل کی، ان کی خدمت میں ہر وقت ساتھ رہتے اور رشد وہدایت کے لئے ان کے حکم کے بموجب موسیٰ زئی سے ڈیرہ اسمٰعیل خاں (قریب چالیس میل) ہر روز کئی ماہ تک آتے جاتے رہے۔ ۲؍رمضان المبارک ۱۲۸۴ھ کو خلافت اور جانشینی حاصل ہوئی۔ ۱۲۸۷ھ میں حج کیا اور مدینہ منورہ میں معدہ کو خالی رکھنے کے لئے خورد ونوش ترک کیا۔ مسترشدین کی تربیت بنفس نفیس فرماتے اور تہجد کے لئے بیدار فرمادیتے۔ آخر عمر میں ضیق النفس، فالج، رعشہ وغیرہ امراض میں مبتلا رہے۔ سہ شنبہ ۲۲؍شعبان ۱۳۱۴ھ کو وصال ہوا۔ مولانا محمود شیرازی نے تاریخ وصال کہی:

مہر سپہر عالم دیں در محاق شد
۴ ۱ ۳ ۱ ھ(۱)

۳۴۔ حضرت سراج الاولیا زبدۃ الاصفیا خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ

دوشنبہ ۱۵؍محرم ۱۲۹۷ھ کو موسیٰ زئی شریف میں پیدا ہوئے۔ نثر ونظم، صرف ونحو، عقائد، علم تجوید وقرات، مطول، شرح وقایہ، جلالین، مشکوۃ وابن ماجہ وغیرہ مولوی محمود شیرازی سے پڑھیں اور بقیہ کتابیں حسامی سے آخر تک مولوی حسین علی سے پڑھیں۔ پھر کتب تصوف اپنے والد ماجد حضرت عثمان دامانیؒ سے پڑھیں۔ ۷؍ربیع الاول ۱۳۱۴ھ کو حلقہ شریف کے لئے مامور ہوئے اور نقشبندیہ، چشتیہ، قادریہ، سہروردیہ، قلندریہ، شطاریہ، مداریہ اور کبرویہ سلاسل میں مجاز ہوئے۔ والد ماجد کی ضعیفی کی وجہ سے خود ان کی حیات میں حلقہ کراتے تھے۔ خراسان، ہرات، بخارا، عرب و ہند کے بکثرت لوگ مستفیض ہوئے جمعہ ۲۶؍ربیع الاول ۱۳۳۳ھ کو وصال ہوا۔ (۲)

۳۵۔ حضرت تاج الاولیا غریب نواز خواجہ محمد فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ

اصلی وطن ضلع میانوالی ہے۔ آباؤ اجداد عباسی یلغار کے ساتھ عرب سے سندھ میں آئے اور

۱۔ ملاحظہ کیجئے: تحفہ زاہدیہ

۲۔ ایضاً

وہاں سے ضلع میانوالی میں آ کر آباد ہو گئے اور داؤد پوترے ہونے کی وجہ سے ان کی بستی کا نام داؤد خیل پڑ گیا۔ وہیں ۱۲۷۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ۱۸۹۶ء کے قریب حضرتؒ نے مع اہل وعیال حجاز مقدس کا ارادہ کیا چونکہ اس وقت ریل گاڑی نہ تھی اس لئے کشتی تیار کی اور دریائے سندھ کے راستے روانہ ہوئے جب موضع جتوئی (ضلع مظفر گڑھ) پہنچے تو حسب معمول رات گزارنے کے لئے دریا کے کنارے قیام کیا اسی شب کو وہ کشتی چوری ہوگئی چنانچہ دریا کے قریب جھلار مولوی غوث بخش میں قیام فرمایا۔ حسبۃ للہ بچوں کو پڑھانے اور کاشتکاری کرنے لگے۔ پھر جتوئی کے قریب ایک جگہ فقیر پور کے نام سے آباد کی لیکن وہاں تک پہنچنے میں لوگوں کو سخت دشواری ہوتی تھی اس لئے شہر سلطان سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر زمین خرید کر مسکین پور آباد کیا اور وہیں کاشتکاری بھی فرمانے لگے داؤد خیل کے قیام کے زمانے میں حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے لیکن اس وقت حضرت بہت ضعیف تھے اس لئے آپ کے خلیفہ حضرت لعل شاہ دندوی علیہ الرحمہ سے بیعت کی اور بہت سے مدارج سلوک طے کئے اور جب حضرت شاہ صاحبؒ کا وصال ہو گیا تو حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے تکمیل سلوک کی۔

عربی و فارسی اور دینیات کی تعلیم کی تکمیل حاصل تھی۔ دورۂ حدیث حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ سے پڑھا تھا" آپ کا خط بہت پاکیزہ تھا کھیت میں ہل چلاتے ہوئے اسم ذت کا ذکر بھی فرماتے جاتے تھے زہد وتقویٰ میں کمال حاصل تھا اور مشکوک غذا سے سخت پرہیز تھا۔ مروجہ نذرانے سے سخت نفرت تھی، آپ کے حرم اول سے تین لڑکے آٹھ لڑکیاں اور حرم دوم سے پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

دہلی کے تبلیغی سفر میں آپ کو فالج ہو گیا۔ اسی حالت میں مسکین پور واپس ہوئے اور بروز پنج شنبہ رمضان المبارک کی چاندرات کو ۸۴ سال کی عمر میں ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۸ر نومبر ۱۹۳۵ء کو وصال ہوا۔ آپ کے تفصیلی حالات مقاماتِ فضلیہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۶۔ حضرت قطبِ زماں خواجۂ خواجگاں

الحاج خواجہ محمد سعید قریشی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸۹۹/ ۱۳۱۷ھ میں بمقام احمد پور شرقیہ (ریاست بہاولپور) پیدا ہوئے۔ سلسلۂ نسب حضرت خواجہ بہاؤ الدین زکریا ملتانی قدس سرہ سے ملتا ہے۔ ابتدائی تعلیم اور فارسی کی متداول کتابیں

وطن میں پڑھیں، والدین ماجدین کا سایہ نوعمری میں اٹھ جانے کی وجہ سے سلسلہ تعلیم ختم کرنا پڑا اور گھر کے کاروبار اور بھائی بہنوں کی تربیت میں مشغول ہو گئے۔ مزارعین کی طرح سخت جفاکشی سے زراعت کرتے تھے۔ شروع ہی سے اتباعِ سنت کا شغف تھا اور عجیب و غریب کیفیات طاری رہتی تھیں۔ چنانچہ آپ حضرت غریب نواز محمد فضل علی قریشی رحمۃ اللہ علیہ سے یکم فروری ۱۹۲۴ء (جمعہ ۲۵/ جمادی الاخریٰ ۱۳۴۲ھ) کو بیعت ہوئے اور ۲۳ شوال ۱۳۴۷ھ کو بمقام فقیر پور (ضلع مظفر گڑھ) خلافت سے سرفراز ہوئے۔ نقشبندیہ مجددیہ طریقے کے علاوہ قادریہ، چشتیہ اور بنوریہ طریقے بھی حاصل کئے۔ خلفت کے بعد اپ کو دہلی میں تبلیغ کرنے کا حکم ملا۔ چنانچہ آپ نے دہلی، رہتک، کرنال، پنی پت، کیتھل، تھانیسر وغیرہ کا سفر کیا، بکثرت لوگ بیعت ہوئے بلکہ بعض اجنہ بھی داخل سلسلہ ہوئے۔ آپ علم لدنی سے بہرہ مند تھے۔ زہد و تقویٰ ایثار و سخاوت، مہمان نوازی، توکل، اخلاص، تسلیم و رضا وغیرہ اوصاف میں یگانہ تھے۔ کشف، تصرفات اور کرامات میں بھی بے مثل تھے۔ بے شمار متوسلین اور بکثرت خلفاء آپ کی اولاد معنوی ہیں۔ آپ کے دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی یادگار ہیں۔

ریاحی تکالیف اور درد گروہ کی شکایت تھی۔ سفر میں تکلیف زیادہ ہوئی اور پانی پت میں بروز جمعہ ۱۹/ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ (۱۴/ اپریل ۱۹۴۴ء) کو وصال ہوا اور حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب دفن ہوئے۔ وصال کی تاریخ اس شعر سے برآمد ہوتی ہے۔

قطب دوراں، روحِ عرفاں، سعدِ دیں خواجہ سعید
دل ہو انوور اس قریشی پارسا کے واسطے

۴ ۴ ۹ ۱ ء
۳ ۶ ۳ ۱ ھ

مناجات منثور

طالبِ مولا کو چاہیئے کہ رات کو تہجد کے بعد جو کہ قبولیت خاص کا وقت ہے مندرجہ ذیل مناجات نہایت عجز و نیاز اور حضورِ دل کے ساتھ پڑھے۔ بارِ خدایا! اپنی جان پر کھیل جانے والے عاشقوں کی عزت کے واسطے جنہوں نے محبت کے قمار خانے میں دونوں جہان کو ہار دیا مجھے اپنی محبت کے نشے سے مست کر، تا کہ غیروں کی محبت میرے دل میں ہرگز نہ رہے۔ بارِ خدایا! علی الصباح بیدار ہونے والے عاشقوں اور آنسو برسانے والے دردمندوں کی عزت کے واسطے عشق کے شراب خانے سے مجھے محبت کی شراب پلا، تا کہ اس کی مستی سے اپنی ہستی پر کھیل جاؤں بارِ خدایا! اپنی پاک ذات کے دیدار کے مشتاقوں کی عزت کے واسطے جو تیرے عشق میں جانبازی کرتے ہیں میری روح کی بلبل کو اپنے جمال کے باغ پر والہ و شیدا کر، تا کہ تیرے ذوق و شوق میں اپنی ذات سے بے خود اور مست ہو جاؤں۔ بارِ خدایا! تیز رفتار عاشقوں کی عزت کے واسطے جو دونوں جہانوں سے بے فکر ہیں اپنی محبت کے قید خانے میں محبوس کر، اور اپنے شوق کا طوق میری گردن میں ڈال۔ بار خدایا! اپنے پاکباز مردوں کی عزت کے واسطے، جنہوں نے اپنے دلوں کو تیرے غیر سے پاک کر دیا ہے میرے دل کو ماسوا سے ہٹا لے تا کہ کوئی سانس بھی تیری یاد اور تیرے حضور کے بغیر نہ لے سکوں۔ بار خدایا! گوشہ نشین عابدوں کی عزت کے واسطے جو کسی وقت بھی تیری عبادت سے فارغ نہیں ہیں اور اپنے قصوروں سے سر بھی نہیں اٹھا سکتے اس مفلس بیمار کو رات دن اپنی طاعت میں مشغول رکھ، تا کہ کسی وقت بھی کسی اور کام میں نہ لگوں۔ بارِ خدایا! اہلِ معرفت عارفوں کی عزت کے واسطے، جو اپنے دل کے شیشے کو ماسواء کے گرد و غبار اور غفلت کی کدورت سے صاف و شفاف رکھتے ہیں غفلت کے پردے کو میری بصیرت کی آنکھ سے دور رکھ اور ہر ایک چیز کی حقیقت جس طرح پر کہ فی الواقع ہے مجھے دکھا۔ بار خدایا! اپنے مقرب المقربین کی عزت کے واسطے جن کا دل تجلیات کے انوار سے روشن ہے اپنی معرفت کے نور سے میرے باطن کو منور کر اور میرے دل کے فانوس کو تجلیات کی شمع سے روشن فرما، تا کہ بے ہودہ خیالوں اور باطل فکروں سے محفوظ رہ سکوں۔ بارِ خدایا! عاشقوں کی سرد آہ اور تیرے فراق میں جلے ہوؤں کے سینے کے نور کی عزت کے

واسطے جو وصال کے ذوق وشوق کے غلبوں سے لذتیں لیتے اور خوش ہوتے ہیں غفلت کے سمندر میں ڈوبے ہوؤں کو اپنے کرم وعنایت کے شراب خانے سے محبت کا ایک گھونٹ پلا، تاکہ تیری مغفرت کے دریا سے تروتازہ اور غفلت کی نیند سے بیدار ہوں۔ بارِ خدایا! نہ کوئی میرا عمل ایسا ہے کہ تیری بزرگ اور برتر درگاہ کے قابل ہو نہ میری اور کوئی بات ایسی ہے کہ اس درگاہ میں قبولیت کا شرف پا سکے۔ بارِ خدایا! مجھے ایسا دل عطا کر جس میں سوائے تیرے اور کچھ نہ سما سکے اور جو تیرا غیر ہے اس میں ایک جو بھر بھی نہ تلے۔ بارِ خدایا! مجھے وہ زبان عطا فرما کہ ہر دم تیرا ہی شکر اور حمد وثنا کہے اور ایسا نفس عطا کر جو کلمۂ طیبہ کے ساتھ تیری طرف بھاگے اے خدا! تو وہی تو ہے جو اپنی رحمت اور کرم کے دریا سے اپنے بندوں کو تروتازہ کرتا رہتا ہے، تو وہی تو ہے جو گنہگاروں کو اپنے کمالِ فضل وکرم سے منزلِ مقصود پر سلامتی کے ساتھ پہنچاتا ہے۔ اے خدا! ہماری بے نصیبی اور محرومی ہماری اپنی ہی خودی کی بدولت ہے اپنے فضل وکرم سے ہم کو اس سے رہائی دے اور اپنے ساتھ آشنائی۔ بارِ خدایا! عنایت کی ایک نظر مجھ ناچیز کے حال پر فرما کہ میں سخت درماندہ ہوں اور اپنی طرف کا راستہ دکھا کہ تیرے در پر کھڑا ہوں۔ بارِ خدایا! اپنے کرم واحسان کے دواخانے سے مجھے شربت پلا کہ میں غفلت کی بیماری سے لاچار ہوں اور عشق کے شراب خانے سے شوق کا ایک پیالہ انعام فرما کہ ماسوا میں گرفتار ہو جانے کے ادبار میں پڑا ہوں۔ بارِ خدایا! ہماری زبان کو ان باتوں سے جن میں ہمارا نقصان ہے تو ہی خاموش رکھ اور ہمارے دلوں کو ان خیالات سے جن میں ہماری خواری ہے تو ہی فراموش رکھ۔ بارِ خدایا! ہمیں ایسا وقت عنایت کر کہ ہم اپنے گزشتہ دکھ درد دل سے لے جائیں اور ایسی حالت عطا کر کہ ناشدنی رنج کو اپنی گردن پر نہ لے جائیں۔ بارِ خدایا! جو تحفے اور سوغاتیں تو نے ہمیں انعام کئے ہیں ہماری بے ادبیوں کے باعث ہم سے واپس نہ لے۔ بارِ خدایا! تجھ پر کچھ بھی پوشیدہ نہیں ہے پس ہماری بداعمایوں پر تو ہی پردہ ڈال اور جبکہ تجھ پر کچھ بھی مشکل نہیں ہے تو ہماری بداعمالیوں کی رسوائی سے نجات دے۔ بارِ خدایا! ہم مفلس وقلاش بے شک بہت بڑے عاصی اور گنہگار ہیں لیکن تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اپنے کمال کرم سے ہم کو مقبولوں کی جماعت میں داخل کر۔ بار خدایا! ہماری برائیوں کو بخش دے اور ہماری بدکرداریوں کی طرف نہ دیکھ۔ ابیات

بے نیازا! برنیازِ ما ببخش   گرچہ غفلت کردہ ایم ما ببخش
پائے در گل ماندگاں را دستگیر   عذرِ ناہموار مارا در پذیر
باطنِ سرگشتگاں را رہ نما   از بروں افتادگاں را در کشا

بارِ خدایا! ہمارے زخموں کے آنگن کو پریشان تفکرات کی خس و خاشاک سے خالی کر اور ہماری ناقص اور سست فہموں کو اپنے عشق و محبت کے ادراک سے بزرگی بخش۔ بارِ خدایا! اپنے بے نہایت کرم اور بے غایت فضل کی عزت کے واسطے ہم کو اپنی درگاہ سے محروم نہ کر اور آخر دم میں کہ زندگی کی امید منقطع ہے ہمارے کانوں کو لَا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا کی آواز سے مشرف کر۔ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و عزت اور اس کی آل و اصحاب کے واسطے۔ اشعار

دستگیری کیجیو میرے خدا
تاکہ کوئی دم ہوں نہ میں تجھ سے جدا
دمبدم ہوتا رہوں تجھ پر فدا
رزو تجھ سے یہی ہے اے خدا
ہو زباں پر ذکر دل میں ہو حضور
ماسوا تیرے یہ دل ہو سب سے دُور
بے حضورِ دل نہ لو میں تیرا نام
جبکہ لوں میں ہو حضور دل تمام
ہر گھڑی ہر لحظ ہو تیرا حضور
بے جہت بے کیف مجھ کو ے غفور
التجا کس سے کروں تیرے سوا
کون برلائے گا میرا مدعا
نورِ وحدت کر دے مجھ پر آشکار
بس یہی ہے مدعا پروردگار
یہ دعا عاجز کی ہے لیجو قبول
از برائے آل و اصحاب رسول ﷺ

اَللّٰهُمَّ اَحْرِقْ عَوَارِضَ قَلْبِیْ بِنَارِ عِشْقِكَ وَازْدُدْ شَوْقِیْ اِلٰی جَمَالِكَ وَ مَحَبَّتِكَ وَنَوِّرْ قَلْبِیْ بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ وَاقْطَعْ حِجَاباً مِّنْ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ آمین

تعویذات وعملیات

چند ایسے عملیات وتعویذات درج کئے جاتے ہیں جو بزرگوں کے معمول میں ہیں اور شرع شریف کے خلاف نہیں ہیں تا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے نام کی برکت سے شفا بھی ہو اور دین بھی بچا رہے اور مال وآبرو کا نقصان بھی نہ ہو۔ لیکن سالک کو چاہئے کہ بلا اجازت شیخ اس کام میں مشغول نہ ہو کیونکہ اس میں سراسر نقصان ہے ہاں کبھی کبھار کسی خاص ضرورت کے وقت کوئی تعویذ وغیرہ لکھ کر خود استعمال کرنا یا کسی کو دینا کوئی مضائقہ نہیں رکھتا ہے۔

تعویذ لکھتے وقت ان باتوں کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے کہ قرآن مجید کی آیت بے وضو نہ لکھیں، نہانے کی ضرورت میں بھی نہ پڑھیں اور جس کاغذ پر قرآن مجید کی آیت لکھ کر تعویذ بنائیں اس پر ایک اور سادہ کاغذ لپیٹ دیں تا کہ تعویذ لینے والا اگر بے وضو ہو تو اس کو ہاتھ میں لینا درست ہو اور چینی کی تشتری بھی آیت لکھ کر بے وضو کے ہاتھ میں نہ دیں بلکہ آپ خود پانی میں گھول دیں اور جب تعویذ کی ضرورت نہ رہے تو اس کو پانی میں گھول کر کسی ندی، نہر یا کنوئیں میں چھوڑ دیں۔

بعض لوگ خون سے تعویذ لکھتے ہیں سو شریعت میں بہنے والا خون مثل پیشاب کے ناپاک ہے اس سے تعویذ لکھنا ناجائز اور بہت بری بات ہے اور ایسا تعویذ اگر بازو پر بندھا ہو یا جیب میں پڑا ہو تو نماز بھی درست نہ ہوگی، اسی طرح بعضے تعویذات وعملیات میں تصویریں بنائی جاتی ہیں، بعضے قرآن مجید الٹا پڑھتے ہیں، بعضے قرآن مجید کے اندر اور عبارتیں اس طور سے داخل کر دیتے ہیں کہ قرآن پاک کی ترتیب ونظم میں خلل واقع ہو جاتا ہے یہ سب حرام اور معصیت ہے۔ بعض تعویذوں کا استعمال اس طرح کیا جاتا ہے کہ جس سے ان کی بے ادبی ہوتی ہے مثلاً کسی کے آنے جانے کی جگہ دفن کیا جاتا ہے تا کہ اس کے اوپر آمدورفت ہو یا اور جس طریقے سے بھی بے حرمتی وبے تعظیمی ہوتی ہو سب ناجائز ہے۔

تعویذ اور جھاڑ پھونک تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ تعویذ افسوں کلام اللہ اور اس کے صفت سے ہو اور دوسری یہ کہ عربی میں ہو، یا اس زبان میں جس کے معنی معلوم ہوں۔ تیسری یہ کہ یہ اعتقاد ہو کہ افسوں بالذات موثر نہیں بلکہ بتقدیر الٰہی اثر کرتا ہے اور افسوں (منتر وغیرہ) تین قسم کا

ہے۔ ایک وہ کہ جس کا مطلب اور معنی معلوم نہیں تو اس سے پرہیز کرنا واجب ہے کہ مبادا اس میں شرک ہو، دوسری یہ کہ بکلام الٰہی اور بصفات ربانی ہو تو جائز ہے پھر اگر احادیث میں منقول ہے تو وہ مستحب ہے۔ تیسری قسم یہ کہ اسمار ربانی کے سوا فرشتہ یا ولی یا جلیل القدر مخلوقات چنانچہ عرش کے نام سے ہو تو اس سے پرہیز واجب نہیں اور اگر شرع میں اس کی اجازت نہیں تو اس کا ترک کرنا بہتر ہے مگر جبکہ متضمن تعظیم ہو جیسا کہ غیر اللہ کا حلف تو اب پرہیز کرنا لائق ہے جو تعویذ جداگانہ غلاف میں ہو یعنی تعوِیذ پر مڑھا ہوا نہ ہو تو اس کا پاخانہ میں لے جانا مکروہ تحریمی نہیں اور پرہیز کرنا یعنی باہر رکھ جانا بہتر ہے۔ (۱)

تعویذات و عملیات کو موثر حقیقی نہ سمجھے بلکہ اس کا اثر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جانے اور اگر کسی کافر کو تعویذ دینا ہو تو بہتر ہے کہ آیات قرآنی نہ لکھے بلکہ یا تو وہ حروف جدا جدا لکھ دے یا ان حروف کے ہند سے لکھ دے یا اور کچھ جائز عبارت لکھ دے۔ (۲)

۱۔ برائے محافظت از جمیع آفات و بلیاتِ ارضی و سماوی

معمول: سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی، چہار قل پڑھ کر دم کرنا از حد مفید ہے۔

۲۔ برائے دفعِ سحر و جادو و برائے دفعِ زہر گزیدنِ مار

(سانپ کے کاٹے کے لئے) مندرجہ بالا معمول نمک پر پڑھ کر کھلانا اور زخم پر لگانا نہایت مفید اور مجرب ہے۔ (دفعِ سحر و جادو کے لئے) روزانہ تین مرتبہ یہی معمول پڑھ کر تمام وجود پر دم کرے۔

۳۔ اگر کسی کو دیوانہ کتا کاٹ لے

تو سورۂ فاتحہ اور چہار قل پڑھ کر دم کرے از حد مجرب ہے۔

۴۔ برائے جمیع امراض و اسقام و آلام و دفعِ جن و آسیب و بد نظر وغیرہ

از حد مفید ہے۔ معمول یہ ہے: سورۂ فاتحہ، چاروں قل، آیہ

وَ اِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکْرَ وَ یَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعَالَمِیْنَ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنَاہُ وَ بِالْحَقِّ

۱۔ از غایۃ الاوطار ۲۔ تعویذات منقول از فوائد عثمانی: ص ۱۴۶

نَـزَلْ اَعُـوْذُ بِـكَـلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَـضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَىْءٌ فِىْ الْاَرْضِ وَلَا فِىْ السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُـوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط اِلٰهِىْ بِحُرْمَةِ حَضْرَتْ حاجى دوسـت مـحمد قندهارى قَدَّسَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى بِسِرِّهِ الْاَقْدَس اَللّٰهُمَّ اشْفِ لِصَاحِبِ هٰذَا الْمَرَضِ بِحَوْلِكَ وَقُدْرَتِكَ وَ جَبَرُوْتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

اس تمام مجموعے کو پڑھ کر دم کریں اور پلائیں۔

۵۔ برائے سخت امراض

بِسْـمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَعُـوْذُ بِـكَـلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ ط اَعُـوْذُ بِكَـلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الْهَامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّمَا خَلَقَ ط اَعُـوْذُ بِـكَـلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الْهَامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ط بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِىْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْـمِـهٖ شَـىْءٌ فِـىْ الْاَرْضِ وَلَا فِـىْ السَّـمَـآءِ وَهُـوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَلَاحَـوْلَ وَلَا قُـوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط يَـا شَافِىْ يَا شَافِىْ يَا شَافِىْ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

لکھ کر بازو یا گلے میں باندھے اگر تمام وجود یا اعضا میں کسی جگہ درد ہو تو اس تعویذ کو کاغذ پر لکھ کر پانی میں حل کر کے اکثر اس پانی کو پلائیں اور کسی قدر پانی بچا کر روغن تلخ میں ڈال کر اس جگہ کو اس روغن سے چرب کریں، بفضلہٖ تعالیٰ خیر ہو جائے گی۔

۶۔ تعویذ برائے حفظِ طفل از جمیع آفات

بِسْـمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَعُـوْذُ بِـكَـلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ (۱)شَرِّ كُـلِّ شَيْـطَـانٍ وَّ هَـامَّةٍ وَّ عَيْـنٍ لَامَّةٍ تَـحَصَّنْتُ بِحِصْنِ اَلْفِ اَلْفِ لَاحَوْلَ وَلَاقُـوَّةَ اِلَّا بِـاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ط وَصَـلَّـى الـلّٰـهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

---

[۱] بعض نسخوں میں یہ جملہ اس طرح ہے:

مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَّةٍ وَّمِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ تَحَصَّنْتُ بِحِصْنِ

اس تعویذ کو لکھ کر گلے میں ڈالے۔ یہ عمل جن و آسیب کے لئے بھی مفید ہے۔

۷۔ برائے محافظتِ زراعت

کاغذ پر لکھ کر کورے سفالہ میں بند کر کے اس کو زراعت کے تختہ میں دفن کر دے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط یَا رَزَّاقَ الْعِبَادِ یَا خَلَّاقَ الْخَلَائِقِ یا فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ یَا مُنْبِتَ الزَّرْعِ فِی الْاَرْضِ وَالنَّبَاتِ وَیَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ اِدْفَعْ مِنْ هٰذَا الزَّرْعِ شَرَّ الْهَوَامِّ وَالْوُحُوْشِ وَ شَرَّ الْفَارَةِ وَالْخَنَازِیْرِ الْمُفْسِدَةِ وَارْزُقْنَا رِزْقاً حَسَناً ط وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

۸۔ تعویذ اسماءِ اصحاب کہف

برائے برکت و امان از غرق و حرق و سرق و غارت وغیرہ ذالک از امراض و حاجات ان اسما کو لکھ کر مکان، کشتی یا متاع میں یا اپنے پاس رکھے امان الٰہی میں رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ یَمْلِیْخَا مکسلمینا میلسنا مرتوش دبدطنوش شاد نوش مرطونس اسم کلبهم قطمیر

حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی ؒ سے مروی ہے کہ اسمائے اصحاب کہف کتابوں میں چند طریقوں سے لکھے ہیں لیکن مجھے اپنے پیر و مرشد سے اسی طریق پر پہنچے ہیں۔

۹۔ تعویذ برائے شفا ہر درد

اس آیہ شریفہ کو تین روز متواتر کاغذ پر لکھ کر پانی میں حل کر کے اس پانی کو پلائیں اور درد کی جگہ مالش کریں انشاالله تعالیٰ مفید ہوگا۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ط وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ط یَا شَافِیُ یَا شَافِیُ یَا شَافِیُ

۱۰۔ تعویذ برائے حاملہ ہونے عورت کے اور جننے فرزندِ نرینہ کے

اسم یَامُبْدِیءُ کو نو ٹکڑے کاغذ پر لکھیں جس وقت عورت حیض سے فارغ ہو، اوّل مہینے میں تین رات مجامعت کریں اور صبح کو ہر روز ایک ایک تعویذ پئیں۔ اس ترکیب سے تین ماہ میں یہ نو عدد تعویذ

نوش کریں اور اس آیہ شریفہ کو لکھ کر عورت کو دیں کہ وہ گلے میں اس طرح لٹکائے کہ وہ تعویذ آیہ شریفہ کا دو انگشت زیر ناف آویزاں رہے۔ انشاالله تعالیٰ عورت حاملہ ہو کر فرزند نرینہ جنے گی۔ وہ آیہ شریفہ یہ ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالُ ؕ يٰزَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامِ نِاسْمُهٗ يَحْيٰى لا لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا O بحق مريم و عيسى اِبْنًا صالحا طويل العمر بحق محمد و اله صلى اللّٰه تعالىٰ عليهم وسلم

۱۱۔ تعویذ برائے حملِ خشک شدہ

جس عورت کا حمل خشک ہو گیا ہو اس کے لئے یہ تعویذ چینی کے برتن میں لکھے، چالیس روز بلاناغہ اس کو یہ تعویذ پلائے بفضلہٖ تعالیٰ حمل نمو حاصل کر کے ظاہر ہوگا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ سُبْحٰنَ الَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

۱۲۔ تعویذ برائے دفع تپ ہر قسم

كٓهٰيٰعٓصٓ O ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا O اِذْنَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا O قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ؕ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

لکھ کر گردن میں باندھیں اور تین تعویذ **یا محیـــ** الله **طـط** الله الله کاغذ پر لکھ کر تین روز ایک ایک کر کے پلائیں۔ انشاالله تپ رفع ہوگی۔

۱۳۔ تعویذ برائے تپ سوم

اول تپ کے شروع ہونے میں بروز نوبت اول و آخر درود شریف اور ایک بار سورہ رعد پڑھ کر دم کریں۔ انشاءالله تعالیٰ صحت ہو جائے گی۔ پس چاہئے کہ سہ نوبت کو دم تمام کرے اگرچہ اول یا دوسری

نوبت پر آرام ہو جائے۔ اگر تینوں نوبت پر دم نہ کریں گے تو چند روز بعد بخار پھر عود کر آئے گا۔

۱۴۔ تعویذ برائے دفع بواسیر ہر قسم

یَارَحِیْمَ کُلِّ صَرِیْخٍ وَّ مَکْرُوْبٍ وَّ غِیَاثَهٗ وَمَعَاذَهٗ، یَارَحِیْمُ ط وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

لکھ کر کمر میں باندھی۔

۱۵۔ ایضاً

اگر صبح و شام سورۂ فاتحہ مع بسم اللہ ہفت بار پڑھتا رہے تو بہتر ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو صرف بسم اللہ شریف صبح و شام پڑھ کر اپنے جسم پر ناف سے زانو تک آگے پیچھے ہاتھ پھیر کر دم کرے۔

۱۶۔ برائے دفع درد باؤ

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْبَاعِثُ وَاَنَا الْمَبْعُوْثُ وَمَنْ یَدْعُ الْمَبْعُوْثُ اِلَّا الْبَاعِثَ یَا رَبِّ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

لکھ کر درد کی جگہ باندھیں۔

۱۷۔ تعویذ برائے زود فروشیٔ مال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ وَذَالِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ط وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

لکھ کر مال و متاع میں رکھیں۔

۱۸۔ تعویذ برائے تیزیٔ ذہن و کشائشِ مطالعہ

اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ قَلْبِیْ بِعِلْمِكَ وَاسْتَعْمِلْ بَدَنِیْ بِطَاعَتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلَیْهِ

قبل از شروع سبق ہفت بار پڑھ کر اپنے وجود پر دم کریں۔

۱۹۔ تعویذ برائے گریۂ کودک

ط ط ط ط ط ط ط ه ه ه ه ه ه ه

قدوس قدوس قدوس قدوس قدوس قدوس وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی
عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

لکھ کر گلے میں باندھیں۔

۲۰۔ تعویذ برائے دفع طحال

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ ط اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًاO یا طحال ارجع الی مکانك بحق ابی بکر الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه

لکھ کر طحال کی جگہ پر باندھیں۔

۲۱۔ ایضاً

ہفت پارچہ کر پاس نیل کچ پانی سے تر کر کے طحال پر رکھیں اور اس کر پاس پر خزف نو آب نارسیدہ رکھ کر اس خزف میں آگ کی چنگاری رکھ کر اس دائرہ تعویذ 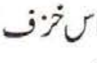 کو رکھیں انشا اللہ طحال زائل ہو جائے گی۔

۲۲۔ ایضاً

بروز یک شنبہ ایک قرص گل طحال کے برابر بنا کر طحال کی جگہ پر رکھیں۔ دست راست میں چاقو لے کر ایک بار سورہ الم نشرح باتسمیہ پڑھ کر چاقو سے اس قرص کو کاٹیں اور اس طرح سات دفعہ کریں لیکن اول و آخر درود شریف زیادہ کریں۔ اس معمول کو تین یک شنبہ کریں انشا اللہ طحال کٹ جائے گی۔

۲۳۔ معمول برائے کاٹنے یرقان کے

بروز یک شنبہ چند برگ کلاں سبز گھاس کے لا کر ایک طرف مریض یرقان کے ہاتھ میں دیں کہ

وہ پکڑ لے اور دوسری طرف خود بائیں ہاتھ میں لے کر اپنے داہنے ہاتھ میں چاقو لے کر ایک دفعہ سورۃ القریش بالتسمیہ پڑھ کر چاقو سے اس گھاس کو کاٹیں اس طرح سات دفعہ کریں لیکن اول و آخر میں درود شریف زیادہ کریں۔ اس معمول کو بھی تین اتوار عمل میں لائیں انشاءاللہ یرقان رفع ہو جائے گا۔

۲۴۔ ذکرِ طریق کیفیت ختم حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

برائے حصولِ جمیع مقاصد وحل مشکلات دینی و دنیاوی مجرب ہے۔ اول و آخر درود شریف سو مرتبہ درمیان میں

حسبنا اللّٰہُ ونعمَ الوَکِیلُ

صرف پانچ سو مرتبہ روزانہ پڑھنا چاہئے حتیٰ کہ مقصد حاصل ہو جائے اور مشکلات حل ہو جائیں۔ اس ختم کا ثواب بروح پرفتوح حضرت ممدوح بخش کر اپنی حاجات کے لئے بواسطہ جناب ایشاں بارگاہ الٰہی جل شانہ سے استدعا کرے انشاءاللہ مطالب سرانجام پائیں گے۔

۲۵۔ معمول برائے خیر و برکت

امورات دین اور کشائش وفراخی معاش وترقی رزق کے لئے ہزار بار بلاناغہ رات دن میں پڑھیں بہت مفید اور نہایت مجرب ہے۔

اللّٰھمَ صلِّ علٰی سیِّدِنَا مُحمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلوَاتِكَ بعدَدِ معْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وسَلِّمْ عَلَیْہِ

۲۶۔ تعویذ برائے حب

دائیں بازو پر باندھ کر اس پر عطر وخوشبو لگائیں۔ اس تعویذ کی اجازت مخالفت زوجین کے لئے ہے اس کے بغیر اجازت نہیں اگر کو [illegible]ں سوائے زوجین کے کسی دوسری جگہ پر اس کا عمل کرے گا تو انشاءاللہ تعالیٰ بجائے نفع کے نقصان اٹھائے گا۔

١ ١٤ ٧٨٦ ١١ ٨

يحبونهم كحب اللّٰه ياغفار	والذين امنوا اشد حباللّٰه يا كريم	والقيت عليك محبة منى يا كريم	انه لحب الخير لشديد يا ودود
انه لحب الخير لشديد ياودود ١٢	والقيت عليك محبة منى يا كريم ٧	والذى امنوا اشد حباللّٰه يا رحيم ٢	يحبونهم كحب اللّٰه يالطيف ١٣
والذين امنوا اشد حباللّٰه يا لطيف ٦	يحبونهم كحب اللّٰه يا رحمن ٩	انه لحب الخير لشديد يا رحيم ١٦	والقيت عليك محبة منى يا رحمن ٣
والقيت عليكم محبه منى يا رحمن ١٥	انه لحب الخير لشديد ٤	يحبونهم كحب اللّٰه يا كريم ٥	والذين امنوا اشد حباللّٰه يا رحيم ١٠

۲۷۔ تعویذ لِکُلِّ شَیْءٍ (ہر مقصد کے لئے)

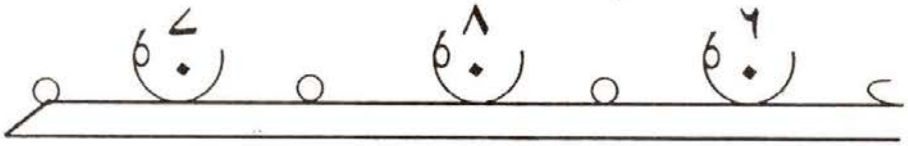

حم حم حم حم حم حم حم اللّٰہ الامروجاء النصر فعلینالاینصرون ط

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ اللّٰہ سیدنا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

۲۸۔ تعویذ برائے بقائے حمل

يا قابض	يا قابض	يا قابض
يا قابض	يا قابض	يا قابض
يا قابض	يا قابض	يا قابض

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط يٰيَحْيٰى خُذِالْكِتَابَ بِقُوَّةٍ ط وَّاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّاO وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

۲۹۔ تعویذ برائے دردِ سر

یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یابدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یابدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یابدوح
یا بد ح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یابدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یابدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح	یابدوح

یا روح یا روح یا روح یا روح یا روح یا روح یا روح

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

۳۰۔ تعویذ برائے دفعِ دردِ چشم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَائَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ ط

یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح
یا بدوح	یا بدوح	یا بدوح

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ ط

یا روح یا روح یا روح

یا روح یا روح یا روح

۳۱۔ تعویذ برائے بجا شدنِ ناف

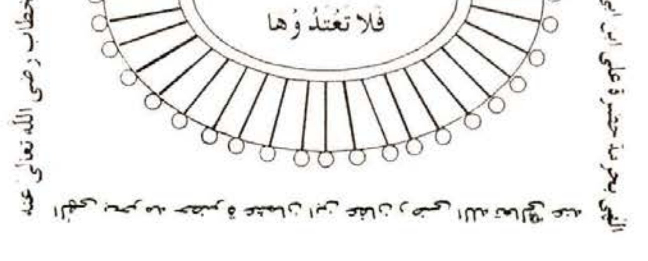
الٰهی بحرمہ حضرۃ ابی بکرن الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمۃ حضرۃ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمہ حضرۃ عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ
الٰہی بحرمۃ حضرۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ
فَلَا تَعْتَدُوْهَا

۳۲۔ تعویذ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جو حضرت قبلہ قلبی و روحی فداہ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ جو شخص اس طلسم کو اپنے پاس رکھے وہ سحر و بلا و امراض سے حفظ اللہ تعالیٰ میں رہے گا۔ با عزت و آبرو رہے گا۔ فتوحات غیبی و فیوضات لاریبی اس پر متوجہ ہوں گے۔

خمس باءات وخط فوق خط ☆ وصلیب حوالہ سبع فقط
ثم ہمزات اذا اعددتہا ☆ فی سبع لا اری فیہا الغلط
ثم واو ثم باء بعدہ ☆ ثم صاد ثم میم فی الوسط
وبہا یدفع عن حاملہا ☆ کل سحر وبلاء نحط
یشفی الاسقام والداء الذی ☆ عجزت عنہ الاطبا النمط

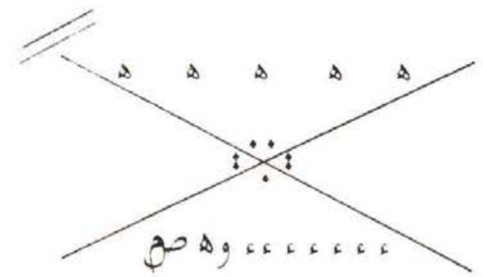

اس سے آگے کے تعویذات بہشتی زیور و القول الجمیل وغیرہ سے منقول ہیں۔

۳۳۔ سر اور دانت کے درد اور ریاح کے لئے

ایک پاک تختی پر ریت بچھا کر ایک میخ سے اس پر یہ لکھو ابجد ھوز حطی اور میخ کو زور سے الف پر دباؤ اور درد والا اپنی انگلی زور سے درد کی جگہ رکھے اور تم ایک دفعہ الحمد پڑھو اور اس سے درد کا حال پوچھو، اگر اب بھی درد ہو تو اسی طرح ب کو دباؤ۔ غرض ایک ایک حرف پر اسی طرح عمل کرو انشاء اللہ حروف ختم نہ ہونے پائیں گے کہ درد جاتا رہے گا۔

۳۴۔ ہر قسم کے درد کے لئے خواہ کہیں ہو

یہ آیت مع بسم اللہ تین مرتبہ پڑھ کر دم کریں یا کسی تیل وغیرہ پر پڑھ کر مالش کریں یا باوضو لکھ کر باندھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّراً وَّ نَذِيْراً O

۳۵۔ دماغ کا کمزور ہو جانا

پانچوں نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ مرتبہ یا قوی پڑھیں۔

۳۶۔ نگاہ کی کمزوری کے لئے

پانچوں نمازوں کے بعد یَا نُوْرُ گیارہ بار پڑھ کر دونوں ہاتھوں کے پوروں پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیں۔

۳۷۔ زبان میں ہکلا پن یا ذہن کم ہونا

فجر کی نماز پڑھ کر ایک پاک کنکری منہ میں رکھ کر یہ آیت اکیس بار پڑھیں۔

رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ O وَیَسِّرْلِیْٓ اَمْرِیْ O وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ
یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ O

اور روزانہ ایک بسکٹ پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لکھ کر چالیس روز کھلانے سے بھی ذہن بڑھتا ہے۔

۳۸۔ برائے ہول دلی

یہ آیت مع بسم اللہ لکھ کر گلے میں باندھیں ڈورا اتنا لمبا رہے کہ تعویذ دل پر پڑا رہے اور دل بائیں طرف ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلاَ بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبِ

۳۹۔ پیٹ کے درد کے لئے

یہ آیت پانی وغیرہ پر تین بار پڑھ کر پلائیں یا لکھ کر پیٹ پر باندھیں۔

لاَ فِیْهَا غَوْلٌ وَّ لاَ هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ

۴۰۔ ہیضہ اور ہر قسم کی وبا طاعون وغیرہ کے لئے

ایسے دنوں میں جو چیزیں کھائیں، پئیں ان پر پہلے تین بار سورۂ اِنا انزلنہ پڑھ کر دم کر لیا کریں، انشا اللہ حفاظت رہے گی اور جس کو ہو جائے اس کو بھی کسی چیز پر دم کر کے کھلائیں پلائیں انشا اللہ شفا ہوگی۔

۴۱۔ تلی بڑھ جانا

یہ آیت مع بسم اللہ لکھ کر تلی کی جگہ باندھیں۔

ذَالِكَ تَخْفِیْفُ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةُ

۴۲۔ ناف ٹل جانا

یہ آیت مع بسم اللہ لکھ کر ناف کی جگہ باندھیں، ناف اپنی جگہ آ جائے گی اور اگر بندھا رہنے دیں تو پھر نہ ٹلے گی۔

اَللّٰہُ یُمْسِكُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلاَ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَکَهُمَآ
اَحَدٌ مِّنْ م بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًاO

۴۳۔ برائے بخار

اگر بغیر جاڑے کے بخار ہو تو یہ آیت لکھ کر باندھیں اور اسی کو پڑھ کر دم کریں۔

قُلْنَا یَا نَارُ كُوْنِیْ بَرْداً وَّ سَلاَماً عَلٰی اِبْرٰهِیْمَ

اور اگر جاڑے سے ہو تو یہ آیت لکھ کر گلے میں یا بازو پر باندھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

۴۴۔ پھوڑا پھنسی یا ورم

پاک مٹی پنڈول وغیرہ چاہے ثابت ڈھیلا چاہے پسی ہوئی مٹی لے کر اس پر یہ دعا تین بار پڑھ کر تھوک دے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا لِیُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا

اور اس پر تھوڑا پانی چھڑک کر وہ مٹی تکلیف کی جگہ یا اس کے آس پاس دن میں دو چار بار ملا کرے۔

۴۵۔ سانپ بچھو اور بھڑ وغیرہ کا کاٹ لینا

ذرا سے پانی میں نمک گھول کر اس جگہ ملتے جائیں اور قل یا پوری سورت پڑھ کر دم کرتے جائیں بہت دیر تک ایسا ہی کریں۔

۴۶۔ سانپ کا گھر میں نکلنا یا آسیب ہونا

چار کیلیں لوہے کی لے کر ایک ایک پر یہ آیت پچیس پچیس بار دم کر کے گھر کے چاروں کونوں پر زمین میں گاڑ دیں ان شا اللہ تعالیٰ سانپ اس گھر میں نہ رہے گا اور اس گھر میں آسیب کا اثر بھی نہ ہوگا۔

وہ آیت یہ ہے۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًاO وَّاَكِيْدُ كَيْدًاO فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًاO

۴۷۔ باؤلے کتے کا کاٹ لینا

یہی آیت جو اوپر لکھی گئی ہے اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ سے رُوَيْدًاO تک ایک روٹی یا بسکٹ کے چالیس ٹکڑوں پر لکھ کر ایک ٹکڑا ہر روز اس شخص کو کھلائیں انشااللہ تعالیٰ ہڑک نہ ہوگی۔

۴۸۔ بانجھ ہونا

چالیس لونگیں لے کر ہر ایک پر سات سات بار اس آیت کو پڑھے اور جس دن عورت پاکی کا غسل کرے اس دن سے ایک لونگ روزانہ سوتے وقت کھانا شروع کرے اور اس پر پانی نہ پئے اور کبھی کبھی میاں کے پاس بیٹھے اٹھے، آیت یہ ہے۔

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشَاهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰهَا ط وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ط انشااللہ تعالیٰ اولاد ہوگی۔

۴۹۔ حمل گر جانا

ایک تاگا کسم کا رنگا ہوا عورت کے قد کی برابر اس میں نو گرہ لگائے اور ہر گرہ پر یہ آیت پڑھ کر پھونکے انشااللہ تعالیٰ حمل نہ گرے گا اور اگر کسی وقت تاگا نہ ملے تو کاغذ پر لکھ کر پیٹ پر باندھیں آیت یہ ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ

۵۰۔ برائے مسان و بخار

جس بچے کو مسان کی بیماری ہو تو اس پر الحمد اکتالیس مرتبہ ساتھ وصل میم بسم اللہ کے الحمد کے ساتھ پڑھ کر چالیس روز تک دم کیا کریں انشااللہ تعالیٰ اس کا وہ مرض جاتا رہے گا اور اگر فرصت نہ ہو تو تین بار کا پڑھنا بھی کفایت کرتا ہے۔ نیز الحمد شریف چالیس بار پڑھ کر دم کر کے بخار والے کے منہ پر چھینٹے مارنا مفید ہے۔

۵۱۔ بچہ زندہ نہ رہنا

اجوائن اور کالی مرچ آدھ آدھ پاؤ لے کر پیر کے دن دوپہر کے وقت چالیس بار سورہ والشّمس اس طرح پڑھے کہ ہر دفعہ کے ساتھ درود شریف پڑھے اور جب چالیس بار ہو جائے پھر ایک دفعہ درود شریف پڑھے اور اجوائن اور کالی مرچ پر دم کرے اور شروع سے یا جب سے خیال ہوا ہو دودھ چھڑانے تک روزانہ تھوڑا تھوڑا دونوں چیزوں سے کھالیا کرے انشا اللہ تعالیٰ اولاد زندہ رہے گی۔

۵۲۔ ہمیشہ لڑکی ہونا

اس عورت کا خاوند یا کوئی دوسری عورت اس کے پیٹ پر انگلی سے کنڈل یعنی دائرہ ستر بار بنائے اور ہر دفعہ میں یَا مَتِیْنُ کہے انشا اللہ لڑکا پیدا ہوگا۔

۵۳۔ بچے کو نظر لگ جانا یا رونا یا سوتے میں ڈرنا یا کمیڑ ہ وغیرہ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ O قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ O

تین تین بار پڑھ کر اس پر دم کرے اور یہ دعا لکھ کر گلے میں ڈال دے۔

اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ وَّ عَیْنٍ لَّآمَّةٍ

انشاء اللہ تعالیٰ سب آفتوں سے حفاظت رہے گی۔

۵۴۔ چیچک

ایک نیلا گنڈہ سات تار کا لے کر اس پر سورہ رحمٰن جو ستائیسویں پارہ میں ہے پڑھے، اور جب اس آیت فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ O پر پہنچے اس پر دم کر کے ایک گرہ لگائے۔ سورۃ کے ختم ہونے تک اکتالیس گرہیں ہو جائیں گی پھر وہ گنڈہ بچے کے گلے میں ڈال دے۔ اگر چیچک سے پہلے ڈال دیں تو انشاء اللہ تعالیٰ چیچک سے حفاظت رہے گی اور چیچک نکلنے کے بعد ڈالیں تو زیادہ تکلیف نہ ہوگی۔

۵۵۔ ہر طرح کی بیماری کے لئے

چینی کی تشتری پر سورہ اَلْحَمْد اور یہ آیتیں لکھ کر روزانہ مریض کو پلایا کریں بہت ہی تاثیر کی چیز ہے۔ آیات شریفہ یہ ہیں۔

وَیَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی

الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ لا وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا O قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ

۵۶۔ محتاج اور غریب ہونا

بعد نماز عشا اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف اور درمیان میں گیارہ تسبیح یَامُعِزُّ پڑھ کر یا کرے اور چاہے یہ دوسرا وظیفہ پڑھ لیا کرے۔ بعد نماز عشا اول و آخر سات سات مرتبہ درود شریف اور درمیان میں چودہ تسبیح اور چودہ دانے یاوھاب پڑھ کر دعا کیا کرے انشاءاللہ تعالیٰ فراغت اور برکت ہوگی۔

۵۷۔ آسیب لپٹ جانا

ان آیتوں کو بیمار کے کان میں پڑھ کر دم کرے اور پانی پر پڑھ کر اس کو پلائے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ O فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ج لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ O وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لا لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ O وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ O

اور سورۂ والسماءِ والطارق سات بار پڑھ کر کان میں دم کرنا اور داہنے کان میں اذان اور بائیں میں تکبیر اقامت کہنا بھی آسیب کو بھگا دیتا ہے۔

۵۸۔ کسی طرح کا کام اٹکنا

بارہ روز تک اس دعا کو بارہ سو دفعہ پڑھ کر ہر روز دعا کیا کرے۔ انشاءاللہ تعالیٰ کیسا ہی مشکل کام ہو پورا ہو جائے گا۔

يَا بَدِيْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَيْرِ يَا بَدِيْعُ

۵۹۔ دیو کا شبہ ہو جانا

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ O قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ O

تین تین بار پانی پر دم کر کے مریض کو پلائیں اور زیادہ پانی پر دم کر کے اس میں نہلائیں اور یہ

دعا چالیس روز تک چینی کی تشتری پر لکھ کر پلائیں۔

یَاحَیُّ حِیْنَ لَا حَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَۃِ مُلْکِہٖ وَبَقَائِہٖ یَا حَیُّ

انشا اللہ تعالیٰ جادو کا اثر جاتا رہے گا اور یہ دعا ہر بیمار کے لئے مفید ہے۔ جس کو حکیموں نے جواب دے دیا ہو۔ (بعض کے نزدیک سورہ فاتحہ زیادہ کرتے ہیں)

۶۰۔ خاوند کا ناراض یا بے پروا رہنا

بعد نماز عشاء کے گیارہ دانے سیاہ مرچ کے لے کر اوّل آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف اور درمیان میں گیارہ تسبیح یَا لَطِیْفُ یَا وَدُوْدُ کی پڑھیں اور خاوند کے مہربان ہونے کا خیال رکھیں۔ جب سب پڑھ چکیں تو ان مرچوں پر دم کر کے تیز آگ میں ڈال دیں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں انشا اللہ تعالیٰ خاوند مہربان ہوگا اور کم سے کم چالیس روز کریں۔

۶۱۔ دودھ کم ہونا

یہ دونوں آیتیں نمک پر سات بار پڑھ کر ماش کی دال میں کھلائیں، پہلی آیت:

وَالْوَالِدَاتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ

دوسری آیت

وَاِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً نُّسْقِیْکُمْ مِمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْ بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّارِبِیْنَ

دوسری آیت اگر آٹے کے پیڑے پر پڑھ کر گائے بھینس کو کھلائیں تو خوب دودھ دیتی ہے۔

۶۲۔ حفاظتِ حمل

اگر کسی عورت کا حمل اکثر گر جاتا ہو یا کسی صدمہ کی وجہ سے کسی مرتبہ ایسا خطرہ ہو تو آیات ذیل لکھ کر حاملہ کے گلے میں اس طرح ڈال دیں کہ وہ تعویذ پیٹ پر پڑا رہے آیات یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ وَلَاتَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَلَاتَکُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ ○ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ ○ اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَاتَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ

بِمِقْدَارٍO رَبِّ اِنِّیْٓ اُعِیْذُ هَا بِكَ وَذُرِّ یَّتَهَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِO

۶۳۔ نظرِ بد

گر نظرِ بد کا احتمال ہو تو آیات ذیل لکھ کر گلے میں ڈال دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ط وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَO

۶۴۔ ایضاً

کلمات ذیل بھی نظرِ بد کا اثر دور کرنے کے لئے خصوصیت سے گلے میں ڈالتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَیْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ وَّ عَیْنٍ لَّامَّةٍ ط بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

۶۵۔ برائے مرگی

اور جو شخص مرگی میں مبتلا ہو تو تانبے کی ایک تختی لے اور اس میں یک شنبہ (اتوار) کی پہلی ساعت میں اس تختی کے ایک طرف یہ کھدوالے۔

یَاقَهَّارُ اَنْتَ الَّذِیْ لَا یُطَاقُ اِسْنَامُهٗ

اور دوسری طرف یہ کھدوائے۔

یَا مُذِلُّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ بِقَهْرِ عَزِیْزِ سُلْطَانِهٗ یَا مُذِلُّ

۶۶۔ برائے دردِ سر

دردِ سر خواہ آدھا سیسی کا ہو یا دوسری طرح کا، آیات ذیل لکھ کر درد کے موقع پر باندھ دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ (پوری سورت) لَا یُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا یُنْزِفُوْنَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَّعَّارٍ وَّ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ

۶۷۔ برائے دردِ زہ

کلمات و آیات ذیل کو گڑ پر پڑھ کر کھلائیں یا لکھ کر سفید کپڑے میں باندھ کر حاملہ کی بائیں ران

میں باندھ دیں اور بعد فراغت فوراً کھول دیں انشاالله ولادت میں بہت سہولت ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ O وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ وَاِذَاالْاَرْضُ مُدَّتْ وَاَلْقَتْ مَافِيْهَا وَتَخَلَّتْ O وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ O اَهْيًا اِشْرَاهِيًا اَللّٰهُمَّ سَهِّلْ عَلَيْهَا الْوِلَادَةَ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ

۶۸۔ آسیب

اگر کسی پر آسیب کا شبہ ہو تو آیات ذیل لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں اور پانی پر دم کر کے مریض پر چھڑک دیں اور اگر گھر میں اثر ہو تو ان کو پانی پر پڑھ کر گھر کے چاروں گوشوں میں چھڑک دیں۔ آیات یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط (۱) سورۂ فاتحہ پوری، (۲) الٓمّٓ تا مُفْلِحُوْن، (۳) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط (سورۂ بقرہ، یت ۱۶۳)، (۴) آیۃ الکرسی پوری (۵) لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ تا آخر سورۂ بقرہ (۶) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ الایه (سورۂ آلِ عمران، آیت ۱۸)، (۷) اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ الایه (سورۃ الاعراف، آیت ۴۵) (۸) فَتَعَالَى اللّٰهُ تا ختم سورۂ مومنون (آیات ۱۱۶ تا ۱۱۸)، (۹) سورۂ صٰفّٰت، آیات ۱ تا ۱۱) (۱۰) تین آیات آخر سورۂ حشر، (۱۱) وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا الخ سورۂ جن، آیت، (۱۲) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پوری، (۱۳) سورۂ فلق پوری، (۱۴) سورۃ الناس پوری۔

۶۹۔ ایضاً برائے آسیب

کلمات ذیل کو لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے۔ (اس عمل کا نام حرز ابی دجانہ ہے) نہایت مجرب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ هٰذَا كِتَابٌ مِّنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اِلٰى مَنْ طَرَقَ الدَّارَ مِنَ الْعُمَّارِ وَالزُّوَّارِ وَالسَّائِحِيْنَ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ لَنَا وَلَكُمْ فِی الْحَقِّ سَعَةً فَاِنْ تَكُ عَاشِقًا مُوْلِعًا اَوْ فَاجِرًا مُقْتَحِمًا اَوْ رَاعِيًا حَقًّا مُبْطِلًا هٰذَا كِتَابُ اللّٰهِ

يَنْطِقُ عَلَيْنَا وَعَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اُتْرُكُوْا صَاحِبَ كِتَابِىْ هٰذَا وَانْطَلِقُوْا اِلٰى عَبْدَةِ الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ وَ اِلٰى مَنْ يَّزْعَمُ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً اٰخَرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ تُقْلَبُوْنَ حٰمٓ لَا تُنْصَرُوْنَ حٰمٓعٓسٓقٓ تَفَرَّقَ اَعْدَاءُ اللّٰهِ وَ بَلَغَتْ حُجَّةُ اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ O

اس کو لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے۔

۷۰۔ ایضاً

اگر آسیب کا اثر گھر میں معلوم ہو تو آیات ذیل پچیس بار کیلوں پر پڑھ کر گھر کے چاروں کونوں میں گاڑ دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْداً O وَّاَكِيْدُ كَيْداً O فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْداً O

۷۱۔ ایضاً

اس نقش کو مع عبارت زیریں کے تین تعویذ لکھیں اور اس کو اس طرح فتیلہ بنائیں کہ دو کا ہندسہ نیچے رہے اور آٹھ کا ہندسہ اوپر رہے پھر پاک روئی میں لپیٹ کر کورے چراغ میں کڑوا تیل ڈال کر مریض کے پاس اوپر کی طرف سے یعنی ہندسے (۸) کی طرف سے روشن کریں اول روز ایک فتیلہ جلائیں پھر ایک دن ناغہ کر کے دوسرا پھر ایک دن ناغہ کر کے تیسرا۔

٨	١	٦
٣	٥	٧
٤	٩	٢

فرعون قارون ہامان شداد نمرود ابلیس علیہم اللعنہ و اتباع ایشاں اگر نگریزند سوختہ شوند۔

۷۲۔ برائے دفع سحر

آیات ذیل لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں اور پانی پر پڑھ کر اس کو پلائیں۔ اگر نہلانا نقصان نہ کرتا ہو تو ان ہی آیات کو پانی پر پڑھ کر اس سے مریض کو نہلائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ لا السِّحْرُ ط اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ط وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ O

اور سورۂ فلق پوری اور سورۃ الناس پوری۔

۷۳۔ برائے دفع مرگی

ان آیات کو لکھ کر گلے میں ڈال دیا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط رَبِّ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطَانُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ O رَبِّ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ O رَبِّ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ O وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ O

۷۴۔ رَدِّ غائب

اگر کسی کا لڑکا یا اور کوئی لاپتہ کہیں چلا گیا ہو تو اس کے واپس آنے کے لئے آیات ذیل لکھ کر اس تعویذ کو کالے یا نیلے کپڑے میں لپیٹ کر گھر میں جو کوٹھڑی زیادہ تاریک ہو اس میں دو پتھروں کے درمیان اس طرح رکھ دیا جائے کہ اس پر کسی کا پاؤں نہ پڑے۔ پتھر نہ ہوں تو چکی کے دو پاٹوں میں دبا دیں اور لفظ فلاں بن فلانۃ کی جگہ اس لاپتہ کا نام اور اس کی ماں کا نام لکھیں۔ پہلے سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی لکھ کر،

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْئَلُكَ بِاَنَّ لَكَ السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ فَاجْعَلِ اللّٰهُمَّ السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا فِيْهِمَا وَمَا عَلٰى عَبْدِكَ فُلَانِ بْنِ فُلَانَةٍ اَضْيَقَ مِنْ خَلْقِهٖ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلٰى مَوْلَاهُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

پھر لکھے

اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِىْ بَحْرٍ سے فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ O (سورۂ نور، یت ۴۰) تک وَمِنْ

وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلاً وَّ نَسِیَ خَلْقَهٗ وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ O بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ O فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ O

پھر کہے

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ هٰذِهِ الْاٰ يَاتِ اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِيِّكَ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَاَنْ تُرُدَّ الْعَبْدَ اِلٰی مَوْلَاهُ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

دیگر برائے ردِّ غائب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌ م بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَا اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَالَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ط اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ فَرَدَدْنَاهُ اِلٰٓی اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ O يٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوَاتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ يَاتِ بِهَا اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ O حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَ ضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْآ اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ط اَللّٰهُمَّ يَا هَادِیَ الضَّالِّ وَ يَارَادَّ الضَّالَّةِ اُرْدُدْ عَلَیَّ ضَالَّتِیْ فُلَانٍ

لفظ فلاں کی جگہ اس لاپتہ کا نام لکھیں۔

۷۵۔ پیشاب رک جانا یا پتھری ہو جانا

کلماتِ ذیل کو لکھ کر ناف پر باندھ یا جائے۔

رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ وَاغْفِرْلَنَا حَوْبَنَا وَ خَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ فَاَنْزِلْ شِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ وَ رَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِكَ عَلٰی هٰذَا الْوَجْعِ

۷۶۔ برائے غنا

یَـا وَھَّـابُ بعد نماز عشاء اس طرح پڑھے کہ اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھے اور درمیان میں چودہ سو چودہ بار اسم مذکور اور بعد میں یہ دعا پڑھے۔

یَا وَهَابُ هَبْ لِیْ مِنْ نِّعْمَةِ الدُّنْیَا وَالْاٰ خِرَةِ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

اس عمل کا نام حضرت مولانا محمد یعقوبؒ ”کیمیائے درویشاں“ فرمایا کرتے تھے

۷۷۔ انجاحِ حاجت

تمام مشکلات کے حل کے لئے اسم یَـا لَـطِیْفُ بعد نماز عشاء گیارہ سو گیارہ مرتبہ پڑھے اول و آخر درود شریف گیارہ گیارہ بار پڑھے اور پھر دعا کرے۔

۷۸۔ برائے تپ ولرزہ ہر قسم

اس نقش کو لکھ کر مریض کے گلے میں ڈال دیں ان شاء اللہ ہر قسم کا تپ ولرزہ دفع ہوگا۔ نقش یہ ہے۔

بِسْمِ	اللّٰهِ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ
اللّٰهِ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ	بِسْمِ
الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ	بِسْمِ	اللّٰهِ
الرَّحِيْمِ	بِسْمِ	اللّٰهِ	الرَّحْمٰنِ

۷۹۔ ایامِ ماہواری کی کمی

اگر ایام ماہواری میں کمی ہو اور اس سے تکلیف ہو تو آیات ذیل کو لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ تعویذ رحم پر پڑا رہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط وَ جَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ لِيَا كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ O اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْآ اَنَّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْ ءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ O

۸۰۔ ایامِ ماہواری کی زیادتی کے لئے

اگر کسی کو ایامِ ماہواری زیادہ آتے ہوں اور اس سے تکلیف ہو تو آیات ذیل لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ تعویذ رحم پر پڑا رہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَقِیْلَ یٰۤاَرْضُ ابْلَعِیْ مَآئَكِ وَیَا سَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَ غِیْضَ الْمَآءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ O

۸۱۔ برائے امان و پناہ از ہر آفت

یہ دعا صبح و شام پڑھا کرے۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ عَلَیْكَ تَوَكَّلْتُ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ط وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط مَا شَآءَ اللّٰہُ كَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْ لَمْ یَكُنْ اَشْهَدُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ط وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا O اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَا صِیَتِهَا ج اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ O اِنَّ وَلِیِّ ےَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ O فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ O

۸۲۔ برائے افزائشِ شیرِ جانوراں

اگر کوئی گائے بھینس وغیرہ دودھ نہ دیتی ہو تو آٹے کے ایک پیڑے پر آیات ذیل پڑھ کر اس جانور کو کھلا دیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط وَ اِنَّ لَكُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ط نُسْقِیْكُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِهٖ مِنْ م بَیْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیْنَ O وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ O اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰہِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗ

اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ طَوْعاً وَّ كَرْهاً وَاِلَيْهِ يُرْجُعُوْنَ O
سُبْحٰنَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ O

۸۳۔ برائے تھنیلا

بعض اوقات عورتوں کے پستان میں بوجہ زیادتی دودھ وغیرہ درد اور دکھن ہوتی ہے تو اس دعا کو چھنی ہوئی راکھ پر یا مٹی پر سات بار اس طرح پڑھیں کہ ہر بار پڑھ کر اس راکھ یا مٹی میں تھوک دیں پھر پانی سے اس کو پتلا کر کے درد کی جگہ لیپ کر دیں۔ اگر پھوڑے پھنسی پر لگایا جائے تب بھی مفید ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاذْنِ رَبِّنَا

۸۴۔ برائے آسیب زدہ

(از قطب عالم مولانا گنگوہیؒ) اسما اصحاب کہف بعبارت ذیل کاغذ پر لکھ کر جس مکان میں مریض یا مریضہ ہو اس کی دیواروں پر جگہ جگہ چسپاں کر دیئے جائیں۔ اور بیس کا مندرجہ ذیل نقش ایک کاغذ پر لکھ کر مریض کو دکھایا جائے۔ وہ دیکھنے سے گھبرائے اور انکار کرے گا مگر زبردستی اس کی نظر اس پر ڈلوائی جائے اور جبراً نقش کو تعویذ بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

۲	۴	۶	۸
۸	۶	۴	۲
۴	۲	۸	۶
۶	۸	۲	۴

اسما اصحاب کہف یہ ہیں:

اِلٰهِیْ بِحُرْمَةِ يَمْلِيْخَا مَكْسَلْمِيْنَا كَشْفُوْطَطْ طَبْيُوْنُش كَشَافَطْيُوْنُسْ اَذَرْفَطْيُوْنُسْ يُوَانِسْ بُوْسُ وَ كَلْبُهُمْ قِطْمِيْرٍ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ، وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍوَّ اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

۸۵۔ گنڈا برائے مسان

(از حضرت مولانا خلیل احمدؒ) نیلے تاگے کے اکتالیس تار عورت کے قد کی برابر لمبے لے کر اس پر سورہ الحمد مع بسم اللہ اکتالیس بار پڑھے اور ہر دفعہ اس تاگے پر دم کر کے ایک گرہ لگاتا رہے۔ حمل کے زمانے میں ماں کے پیٹ پر اس گنڈہ کو باندھ دے اور بعد پیدا ہونے کے بچہ کے گلے میں ڈال دے اور اگر حمل کے وقت نہ باندھ سکے تو بچے ہی کے گلے میں ڈالنے سے بھی انشاء اللہ وہی فائدہ ہوگا۔

۸۶۔ گنڈا برائے آسیب زدہ

گیارہ تار نیلا یا سیاہ سوت کچا ڈیڑھ گز لمبا لے کر اکتالیس بار آیت ذیل پڑھیں اور ہر دفعہ گرہ لگا کر اس کے اندر دم کر کے بند کر دیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْداً O وَّ اَكِيْدُ كَيْداً O
فَمَهِّلِ الْكَافِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْداًO

۸۷۔ گنڈا برائے سہولتِ دنداں

سات تار کا بارہ گرہ لمبا کچا سوت نیلا یا سیاہ لے کر سورۃ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ پوری سات بار پڑھیں اور ہر دفعہ گرہ لگا کر حسب معمول دم کریں پھر ہر گرہ پر جدھر ختم کر کے گرہ لگائی ہے اس کے اوپر سے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ O وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ O وَاِذَ الْاَرْضُ مُدَّتْ O
وَاَلْقَتْ مَافِيْهَا وَتَخَلَّتْO

ایک ایک بار دم کرتے چلے جائیں پھر ایک ایک بار اس طرف سے جہاں اب ختم کیا ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پوری سورت دم کرتے ہوئے چلے آئیں۔

۸۸۔ گنڈا برائے حفاظتِ حمل

گیارہ تار نیلا یا سیاہ سوت ڈیڑھ گز لمبا لے کر سورہ یٰسین پوری پڑھیں اور ہر مبین پر ایک گرہ لگا کر دم کریں پھر اس کو حاملہ کے پیٹ پر باندھ دیں (کل سات گرہ ہوں گی) حمل اسقاط سے محفوظ رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

۸۹۔ جھاڑ برائے اورسا (جس کو میٹھا اور پسلی چلنا بھی کہتے ہیں)

چاقو سے پاک زمین پر سات لکیریں اس طرح کھینچ کر ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ ۱ اور بچے کا پیٹ اپنی طرف کرکے کپڑا اٹھا کر دائیں ہاتھ میں چاقو لے کر بچے کے پیٹ کی طرف سے اشارہ کرکے ان لکیروں پر لاتا رہے اور سات بار یہ آیت پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَمْ اَبْرَمُوْآ اَمْراً فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ

اور بچے کے پیٹ اور سینہ پر دم کرے اور کبھی کبھی چاقو کو آہستہ سے اس کی پسلی سے چھواتا ہوا (جو چل رہی ہے) اور پیٹ کو چھواتا ہوا زمین تک لائے سات دفعہ دعا پڑھ کر ایک لکیر سے ان ساتوں لکیروں کو کاٹ دے۔ پھر اسی طرح سات دفع پڑھے اور دوسری لکیر سے کاٹ دے اسی طرح ہر سات دفعہ پر ایک لکیر سے کاٹتا رہے۔ جب سات لکیریں ہو جائیں بس دم کرکے بچے کو اٹھا دیا جائے اور بچہ کو پیشاب کرا دیں صبح و شام تین روز تک جھاڑا جائے باذن اللہ مرض دفع ہو جائے گا۔

۹۰۔ برائے دورۂ کمیڑہ

جب بچے کو مسان کا دورہ پڑ رہا ہو تو سات بار الحمد پوری اور سات بار اِذَا جَـآءَ نَـصْـرُ اللّٰهِ پوری اور سات بار درود شریف نماز والا پڑھ کر دم کرے اور پڑھتے ہوئے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت کو سینہ اور پیٹ پر پھیرتا رہے۔

۹۱۔ برائے اختلاجِ قلب

آیاتِ ذیل کو لکھ کر گلے میں اس طرح ڈالیں کہ قلب پر پڑی رہیں۔

بِسْـمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَلَّـذِيْـنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلاَ بِـذِكْـرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط وَرَبَـطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ط لَوْ لاَ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ط وَلِيُرَبَطِ عَلٰى قُلُوبِكُمْ ط

۹۲۔ گنڈا برائے بواسیر خونی

کچا سوت سرخ رنگ ڈیڑھ گز لمبا اکیس تار لے کر سورۂ تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ پوری اکیس بار پڑھ کر گرہ لگاتا اور دم کرتا رہے پھر الٹی طرف سے ہر گرہ پر

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰانَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰالِمِيْنَ O رَبِّ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ

وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

ایک بار دم کر دے پھر سیدھی طرف سے ایک بار ہر گرہ پر

وَقِیْلَ یَا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَ كِ وَیَا سَمَآءُ اَقْلِعِیْ وَغِیْضَ الْمَاءُ وَقُضِیَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ وَقِیْلَ بُعْداً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ

دم کرتا چلا آئے اور بواسیر والے کی کمر پر باندھ دیا جائے۔ باذن اللہ بہت جلد آرام ہو جائے گا۔

۹۳۔ حفاظت از مار وکژدم وغیرہ موذی جانوروں کے لئے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سَلٰامٌ عَلٰی نُوْحٍ فِی الْعَالَمِیْنَ

گیارہ بار صبح وشام اول وآخر درود شریف گیارہ بار پڑھا جائے۔ اعتقاد کامل ہو۔

۹۴۔ ایضاً

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمآءِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط تین بار، صبح وشام،

۹۵۔ برائے عقیمہ

ہرن کی جھلی پر زعفران اور گلاب سے یہ آیت لکھے،

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰناً سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْقُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعاً پھر اس تعویذ کو عورت کی گردن میں بندھے۔

۹۶۔ ایضاً برائے حمل

اول الحمد شریف بعد اسمائے اصحابِ کہف (جو تعویذ ۸۴ کے ذیل میں درج ہیں) تین تین بار پڑھ کر چھ عدد چھوہاروں پر دم کریں اور دے دیں اور ہدایت کریں کہ بعد غسل حیض ایک عدد چھوہارہ روزانہ بیوی کھائے اور ایک عدد چھوہارا خاوند بھی کھائے اور رات کو ہم بستری کرے انشا اللہ حمل ہو جائے گا۔

۹۷۔ برائے خنازیر

جس کی گردن میں کنٹھ مالا ہو تو تانت پر جو مریض کے قد کے برابر ہو اکتالیس گرہ دے اور ہر گرہ پر یہ دعا پھونکے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدْرَةِ اللّٰهِ وَقُوَّةِ اللّٰهِ وَعَظْمَةِ اللّٰهِ وَ بُرْهَانِ اللّٰهِ وَسُلْطَانِ اللّٰهِ وَكَنَفِ اللّٰهِ وَ جَوَارِ اللّٰهِ وَ اَمَانِ اللّٰهِ وَحِرْزِ اللّٰهِ وَ صُنْعِ اللّٰهِ وَ كِبْرِيَاءِ اللّٰهِ وَ نَظْرِ اللّٰهِ وَبَهَاءِ اللّٰهِ وَ جَلاَلِ اللّٰهِ وَكَمَالِ اللّٰهِ لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ مِنْ شَرِّمَا اَجِدُ ط

پھر مریض کے گلے میں ڈال دیں۔

۹۸۔ ہر بیماری کے لئے

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ان آیتوں کا پڑھنا ثابت ہے اور فرمایا کہ آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت جب یہ آیات پڑھی جائیں تو بیماری خدا کے فضل سے دور ہو۔ وہ آیات یہ ہیں:

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰناً سُيِّرَتْ سے جَمِيْعاً (سورۂ رعد، آیت ۳۱) تک اور يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ سے وَلَا امتاً (سورۂ طٰہٰ آیت ۱۰۵۔۱۰۷) تک اور لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ سے خَشْيَةِ اللّٰهِ اَمْتاً (سورۂ حشر، آیت ۲۱) تک اور ہر آیت کے بعد یہ کہتا جائے کہ

فَكَيْفَ اَنْتَ يَآ اَيَّتُهَا الْعِلَّةُ

۹۹۔ جو بچہ کسی طرح نہ چلتا ہو

اگر یہ نقش لکھ کر اور کسی خوشبو کی دھونی دے کر اس بچے کے گلے میں ڈال دیں تو انشا اللہ چلنے لگے گا۔ اسی طرح اگر سفر میں جائے تو اپنے بازو پر باندھ لے انشا اللہ تکان نہ ہوگی۔

ال	م	ت	بن
۴۰۱	۵۹	۳۲	۳۹
۵۸	۳۹۸	۴۲	۳۳
۴۱	۳۴	۵۷	۳۹۹

۱۰۰۔ جس حاملہ کے بچہ نہ پیدا ہوتا ہو

تو یہ آیات اور دعا اور نقش سکوری پر لکھ کر پانی سے دھو کر پلائیں۔ انشا اللہ پیدائش فوراً ہوگی وہ دعا اور آیات اور نقش یہ ہیں۔

ب	ط	د
ز	ہ	ج
و	ا	ح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ط اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ج سے الْعَظِيْمُ (سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۵) تک اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ط

(آگے تعویذات منقول از القول الجمیل)

۱۰۱۔ برائے غنائے دلی وکشائش ظاہری وباطنی

ہر روز گیارہ سو مرتبہ یا مغنی اور سورۂ مزمل شریف چالیس بار پڑھنے پر ہمیشگی کرے اگر چالیس بار نہ ہو سکے تو گیارہ بار پڑھے۔ بعض بزرگوں سے مزمل شریف کا اکتالیس بار پڑھنا منقول ہے اور بعض سے عشا کی نماز کے بعد دوکعتوں میں اکتالیس بار اس طرح کہ پہلی رکعت میں اکیس بار اور دوسری میں بیس بار پڑھے اور ایک یہ ہے کہ سنت فجر کے بعد ایک بار اور پانچوں نمازوں کے بعد دو دو بار کہ شب و روز میں گیارہ بار ہو جائے۔ یہ سب طریقے مجرب ہیں۔

۱۰۲۔ برائے فاقہ

جو شخص سورۂ واقعہ کو ہر رات پڑھے اس کو فاقہ نہیں ہوتا۔

۱۰۳۔ ایضاً

فاقہ کے لئے ہر روز سو بار

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِيْمِ

۱۰۴۔ رات کو جاگنے کے لئے

جو شخص اپنے سوتے وقت سورۂ کہف کی آخری آیتیں پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرے کہ اس کو جگا دے جس وقت کا ارادہ کرے تو حق تعالیٰ اس کو اسی وقت جگا دے گا۔ وہ آیات یہ ہیں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلاً
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلاً O قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ
لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ج قُلْ اِنَّمَآ اَنَا
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ O فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ
رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا O

۱۰۵۔ برائے خوف حاکم

جوشخص کسی صاحب حکومت سے ڈرے اس کو چاہئے کہ یوں کہے کٓھٰیٰعٓصٓ کُفِیْتُ حٰمٓعٓسٓقٓ حُمِیْتُ اور کٓھٰیٰعٓصٓ کے کہتے وقت ہر حرف کے تلفظ پر داہنے ہاتھ کی ہر انگلی کو بند کرے یعنی کاف کہتے وقت سب سے چھوٹی انگلی بند کرے ہا پر دوسری یا پر تیسری عین پر چوتھی اور ص پر انگوٹھا بند کرے اور حٰمٓعٓسٓقٓ کے ہر حرف پر بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کرے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو بند کئے ہوئے اس حاکم کے سامنے جا کر کھول دے انشا اللہ مہربان ہوگا۔

۱۰۶۔ گم شدہ چیز کے لئے

جس کی کوئی چیز کھوئی جائے تو وہ **یَا حَفِیْظُ** ایک سو انیس بار بغیر کی زیادتی کے پڑھے پھر یہ آیت
یٰبُنَیَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی
السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ط
ایک سو انیس بار پڑھے حق تعالیٰ اس کی گم ہوئی چیز کو اس کے پاس پھیر لائے گا۔

۱۰۷۔ ایضاً

کسی کی چیز یا لڑکے وغیرہ کے گم ہونے پر درود شریف لکھ کر دیا جائے کہ اونچی جگہ درخت یا کھونٹی وغیرہ پر لٹکائے۔

۱۰۸۔ برائے حاجت روائی

حاجت روائی کے لئے سورۂ فاتحہ اس طرح پڑھے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم کو الحمد کے لام سے ملا دے۔ اتوار کے دن فجر کی سنت اور فرض کے درمیانی وقفہ میں شروع کرے۔ پہلے دن ستر بار اور دوسرے دن اسی وقت ساٹھ بار اور تیسرے دن پچاس بار، اسی طرح [illegible] دس بار کم کرتا جائے

یہاں تک کہ ہفتہ کے دن دس بار پڑھے۔

۱۰۹۔ نمازِ حاجات

مشکل حاجتوں کے برلانے کے لئے چار رکعتیں پڑھے پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد

لَآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْـتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَـهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ O

کوسو بار پڑھے اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ کے

اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

سو بار پڑھے اور تیسری رکعت میں بعد فاتحہ کے

وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ

اور چوتھی رکعت میں بعد فاتحہ کے

قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

سو بار پڑھے پھر سلام پھیر کر رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ سو بار پڑھے اور اپنی حاجت کی دعا کرے انشاءاللہ العزیز قبول ہوگی۔

۱۱۰۔ برائے بخار

خصوصاً پرانے بخار کے لئے یہ افسوں یک کاغذ پر لکھ کر بازو پر باندھ دے انشاءاللہ جلد اچھا ہو جائے گا۔

بِسْـمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ بَـرَآءَـةٌ مِّنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ؕ اِلٰی اُمِّ مِـلْـدَمٍ نِ الَّتِیْ تَـاْكُلُ اللَّحْمَ وَتَشْرَبُ الدَّمَ وَتَهْشِمُ الْعَظْمَ اَمَّا بَعْدُ یَا اُمَّ مِلْدَمٍ اِنْ كُنْتِ مُؤْمِنَةً فَبِحَقِّ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كُنْتِ یَهُوْدِیَةً فَبِـحَـقِّ مُـوْسٰـی كَـلِیْـمِ الـلّٰـهِ عَلَیْهِ لسَّلَامُ وَاِنْ كُنْتِ نَصْرَنِیَّةً فَبِحَقِّ الْـمَسِیْـحِ ابْـنِ مَـرْیَمَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ اَنْ لَا اَكَلْتِ لِفُلَانِ بْنِ فُلَانَةَ لَحْماً وَلَا شَرَبْتِ لَـهٗ دَماً وَلَا هَشَمْتِ لَـهٗ عَـظْماً وَ تَحَوَّلِیْ عَنْهُ اِلٰی مَنِ اتَّخَذَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهاً اٰخَـرَلَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ وَاِلَّا فَاَنْتِ بَرِیْئَةٌ مِّنَ اللّٰهِ تَـعَالٰی وَاللّٰهُ تَعَالٰی بَرِیْءٌ مِّنْكِ وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا

قُوَّةَ اِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِی الْعَظِیْمِ ؕ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ

(فلاں بن فلانۃ کی جگہ مریض کا اور اس کی ماں کا نام لکھے)

۱۱۱۔ ایضاً

بخار والے پر ہر روز عصر کی نماز کے بعد سورۂ مجادلہ تین بار پڑھے۔

۱۱۲۔ برائے سرخ بادہ

جس کے بدن پر سرخ بادہ ظاہر ہو اس دعا سے سات بار جھاڑے اور پڑھتے وقت چھری سے اشارہ کرتا جائے۔ دعا یہ ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ الْحَكِیْمِ الْكَرِیْمِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ وَسُلْطَانِهٖ اَیَّتُهَا الْحُمْرَةُ جَاءَ تْكِ جُنُوْدٌ مِّنَ السَّمَاءِ وَقَالَ سُلَیْمَانُ اَیَّتُهَا الرِّیْحُ اَجِیْبِیْ دَاعِیَ اللّٰهِ وَمَنْ لَّمْ یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَمَا لَهٗ مِنْ مَلْجَاٍ وَّ مَالَهٗ مِنْ ظَهِیْرٍ بِسْمِ اللّٰهِ وَ بِالثَّنَاءِ الطَّیِّبِ عَلَی اللّٰهِ اَللّٰهُ یَكْفِیْكَ وَاللّٰهُ یَشْفِیْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ یُؤْذِیْكَ وَمِنْ كُلِّ اٰفَةٍ تَعْتَرِیْكَ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا كَثِیْرًا بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۱۱۳۔ برائے اسقاطِ جنین

جو عورت بچہ اسقاط کر دیتی ہو تو ایک تاگا کسم کا رنگا ہوا اس کے قد کے برابر لے اور اس پر نو گرہیں لگائے اور ہر گرہ پر

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ اور قُلْ یٰاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ پڑھے اور دم کرے۔

(آگے منقول از بیاض حضرت مرشدی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۱۴۔ دنبل اور پھوڑے وغیرہ کے لئے

اَمْ اَبْرَمُوْا اَمْراً فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ

نو بار اول و آخر درود شریف پڑھ کر ملتانی مٹی پر دم کر کے لگائیں۔

۱۱۵۔ جس کو پیشاب میں ریگ آتی ہو

اس کو یہ آیت لکھ کر پلائیں۔

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ط وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ط وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْحَجَرَ ط فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْناً

۱۱۶۔ فتیلہ برائے آسیب زدہ

یہ فتیلہ اسی حالت میں دیا جائے جبکہ جن یا آسیب کسی طرح نہ جاتا ہو۔

املیح قملیح تملیح یا املیح تملیح قملیح کاغذ پر لکھ کر اس کاغذ کو لمبائی کی صورت میں تہہ کر کے نیچے کالے کپڑے کا ٹکڑا رکھ کر قدرے حرمل (کالا دانہ) اور ہینگ رکھ کر اوپر ڈورا لگایا جائے۔

۱۱۷۔ برائے معمولی دنبل

اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف درمیان میں گیارہ مرتبہ سورۂ الم نشرح پڑھ کر دم کرے۔

۱۱۸۔ خراب اور بڑے دنبل کے لئے

اول و آخر گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف درمیان میں اکتالیس مرتبہ الحمد شریف پڑھ کر دم کریں اور مکھن وغیرہ پر دم کر کے لگائیں۔

۱۱۹۔ تعویذ برائے عام امراض

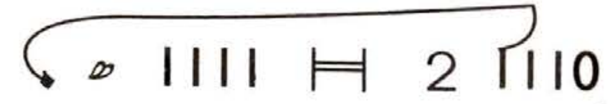

لکھ کر گلے میں ڈال دیں۔

ترجمہ مکتوب حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہ

(جو بیشتر فوائد و رموز تصوف پر مشتمل ہے بغرض افادہ طالبان راہ حق ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ سالکوں کو چاہئے کہ اس کے مطابق اپنے اعمال خالص اللہ کے لئے کریں۔)

برادرم شمس الدین سلمہ اللہ تعالیٰ۔ واضح ہو کہ حج ایک ایسی عبادت ہے جو کہ بدنی بھی ہے اور مالی بھی۔ اس گروہ (یعنی صوفیوں) کو حج کے اندر کئی باتیں غور کرنی چاہئیں۔ فی الحقیقت کعبہ معظم کی زیارت کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی کی زیارت کرنے والا ہوتا ہے یعنی مکان کی زیارت سے مکین کی زیارت حاصل ہوتی ہے اور زیارت کرنے والے کی بزرگی اس کا کرم عمیم ہے اور طالبان صادق کا مقصود حج خانہ سے کعبہ کا مالک (اللہ تعالیٰ) ہے۔ ہاں بیچ میں خانۂ کعبہ کو ایک بہانہ بنالیا ہے ورنہ حقیقتاً کعبہ کی عمارت مقصود نہیں ہے بلکہ وہ خود مقصود ہے جس کا کہ کعبہ ہے۔

سلطان العارفین قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب میں پہلی دفعہ حرم محترم پہنچا اور کعبۂ معظمہ کی زیارت کی تو میں نے اپنے دل سے کہا کہ میں نے اس جیسے ہزاروں مکان دیکھے ہیں مجھے تو مالک مکان درکار ہے اور یہ کہہ کر وہاں سے واپس آ گیا۔ دوسرے سال پھر گیا اور میرے دل کی آنکھ کھلی تو میں نے مکان و مکین دونوں کو دیکھا اور دل میں کہا کہ میں نے اس جیسے ہزاروں مکان دیکھے ہیں مجھے تو مالک مکان درکار ہے اور یہ کہہ کر وہاں سے واپس آیا۔ دوسرے سال پھر گیا اور میرے دل کی آنکھ کھلی تو میں نے مکان و مکین دونوں کو دیکھا اور دل میں کہا کہ عالم الوہیت میں مشارکت نہ ہونی چاہئے اور عالم وحدانیت میں دوئی نہ ہونی چاہئے۔ محبوب، مکان اور میں، تین تین ہوں، خدا کی پناہ۔ جو شخص اس راہ میں دو بھی تصور کرے وہ کافر ہے، جب میں دو چھوڑ تین تین متصور کر رہا ہوں تو کیسے کافر نہ ہوں گا۔ یہ کہہ کر وہاں سے واپس آ گیا۔ تیسرے سال پھر گیا حرم محترم میں پہنچا تو محبوب کی مہربانی نے مجھ کو اپنی بغل میں لے لیا اور سارے حجابات میری دل کی آنکھ سے دور کر دیئے، معرفت کی شمع

میرے دل میں روشن کی اور میری ہستی کو تجلی کے انوار سے روشن کیا اور میرے لطیفہ سر میں اس طرح خطاب کیا کہ

اَنْتَ زَائِرِیْ حَقًّا فَحَقٌّ عَلَی الْمَزُوْرِ اَنْ یُّکْرِمَ زَائِرَہٗ

تو حقیقتاً میری زیارت کرنے والا ہے تو جس کی زیارت کی جائے اس کا یہ فرض ہے کہ اپنے زائر کی عزت کرے۔

تا چشم بر کشادم نورِ رُخِ تو دیدم　　تا گوش بر کشودم آوازِ تو شنیدم

جب میں نے آنکھ کھولی تو تیرے رخ کا نور دیکھا۔ جب کان کھولے تو تیری ہی آواز سنی۔

جب سچی محبت کرنے والوں نے دیکھا کہ یہ مکان (بیت اللہ) محبوب بے نشان کا ایک نشان ہے اگر اس سے بھی اپنے کو تسلی نہ دیں تو کیا کریں جیسا کہ مقولہ ہے۔

مَنْ مُنِعَ عَنِ النَّظْرِ یَتَسَلّٰی بِالْاَثَرِ

وہ شخص جو جمال دوست سے روک دیا گیا ہو دوست کے نشان ہی سے اپنے آپ کو تسلی دیتا ہے۔

مجنوں کا حال سنا ہوگا کہ وہ دن رات لیلیٰ کے مکان کے اردگرد پھرتا اور در و دیوار کی خاک کو چومتا اور کہتا تھا:

اَطُوْفُ عَلٰی جِدَارِ دِیَارِ لَیْلٰی　　اُقَبِّلُ ذَالْجِدَارَ وَ ذَالْجِدَارَا

لیلیٰ کے مکانوں کی دیواروں کا طواف کرتا ہوں۔ کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہوں اور کبھی اس دیوار کو۔

وَمَا حُبُّ الدِّیَارِ شَغَفْنَ قَلْبِیْ　　وَلٰکِنْ حُبُّ مَنْ سَکَنَ الدِّیَارَا

میرے دل میں ان گھروں کی محبت کا غلبہ نہیں بلکہ اس کی محبت میں سرشار ہوں کہ جو ان گھروں میں رہتا ہے۔

خانۂ کعبہ کے زائرین اپنی جبین نیاز اس آستانہ کی خاک پر غایت محبت سے ملتے ہیں اور دردِ دل سے نالہ کرتے ہیں اور اس امید میں رہتے ہیں کہ شاید گھر (کعبہ معظّمہ) دیکھتے دیکھتے صاحبِ خانہ (حق سبحانہ وتعالیٰ) کی زیارت بھی ہو جائے اور نشان کو دیکھ کر مقصود حاصل ہو جائے۔ اکابرین نے کہا ہے کہ جب محب کو اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ اس در سے اس کا مقصود حاصل ہو جائے گا اور اس کا محبوب اس کی بغل میں آ جائے گا تو پھر وہاں سے ٹالے نہیں ٹلتا اگر مدت العمر میں ایک لمحہ کے لئے بھی

گھبرا کر وہاں سے اٹھ جائے تو ندا آئے گی کہ جس کے در پر چاہو جاؤ اور جس کی طرف چاہو دوڑو، مجھ سے الگ ہو کر اگر کلیم اللہ کے قدموں پر سر رکھو گے تو وہ بھی قبول نہ کرے گا، اگر روح اللہ کے پاؤں پر گر پڑے تو وہ بھی ہاتھ نہ پکڑے گا، لہٰذا جس شخص کو جان کی سلامتی منظور ہو وہ اسی کے در پر پڑا رہے اور جس کو جہان کی ضرورت ہے وہ بھی اسی کے در کو لازم پکڑے۔ اسی کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَجَّةٌ مَّبْرُوْرَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا

حج مبرور ایک ایسی عبادت ہے کہ جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

کیوں نہ ہو حَوَالَيْهِ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ

جب بندہ اہل و عیال کو چھوڑ کر اس کی درگاہ کی جانب بڑھتا ہے اور طرح طرح کی تکلیفیں اٹھا کر کعبۂ معظّمہ کا جمال دیکھتا ہے تب اس کو کعبۂ معظّمہ کی زیارت کا لطف آتا ہے اور اس کے جمال کے سامنے ہر طرح کے مزے فراموش کر دیتا ہے اور ایسی حالت میں اگر خداوند تعالیٰ جل شانہ کی عنایت ہوگئی اور اس کے وجود کے سامنے سے حجابِ وجود اٹھ گیا تو عرش اعظم جو کہ دلوں کا کعبہ ہے صاحب زیارت کی آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے اور وہ راز دارانِ قدسی کی طرح عرش کے گرداگرد طواف کرنے لگتا ہے، اس کو اس مقام میں وہ لطف آتا ہے کہ جس کے سامنے بہشت کے تمام لطف و سرور ہیچ ہیں۔ زائر جب اس حالت سے ترقی کرتا ہے تو وہ ادراک سے باہر ہو جاتا ہے محسوسات اور معقولات کو نظر انداز کر دیتا ہے اور محبوب کا دیدار کر کے اس کے گرداگرد طواف کرنے لگتا ہے۔ یہ تمام باتیں وہ ہیں کہ جن کے سمجھنے سے عقل انسانی قاصر ہے یہی معنی ہیں، حَجَّةٌ مَّبْرُوْرَةٌ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا کے اور یہی معنی **خير من العقبىٰ** کے بھی ہیں اور جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

حَجَّةٌ مَّبْرُوْرَةٌ مَالَهَا جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ

حج مبرور کی سوائے جنت کے اور کچھ جزاء نہیں ہے۔

یعنی جب محبّ دیدارِ محبوب کے عشق میں بال بچوں کو چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور طرح طرح کی تکلیفیں براشت کیں تو ایسی صورت میں اس کا مطلوب یقیناً رضا کی خلعت اور دیدار کے انعام سے مشرف فرمائے گا جیسا کہ صوفیائے کرامؒ کا مقولہ ہے کہ اگر بہشت میں دیدار کا وعدہ نہ کیا جاتا تو ہرگز ہرگز طالبوں کے دل میں بہشت کا خیال بھی نہ گزرتا اور کوئی شخص رغبت سے جنت الفردوس میں قدم نہ رکھتا۔

اے بھائی! بہشت ایک صدف ہے کہ جس میں رضائے محبوب ہے۔ غوطہ لگانے والا دریائے

محیط میں غوطہ لگاتا ہے اور سوائے دُرِّ شہوار کے اور کچھ نہیں لاتا۔ محققی نے کہا ہے۔

شربتِ وصل را بہشت خسے ست   در رہِ عاشقاں بہشت بسے ست
نزدِ شاں خود بہشت و دوزخ نیست   تا پَرَدَ مرغ دام و دانہ بسے ست

جس شخص کو وصل حاصل ہو جائے اس کے نزدیک بہشت محض ایک تنکا ہے۔ عاشقوں کی راہ میں بہت بہشتیں (وصل کی) ہیں۔ ان کے نزدیک بہشت اور دوزخ کوئی چیز نہیں یعنی وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ جب تک پرندہ اڑتا رہتا ہے اس کے لئے دام و دانہ ملتا رہتا ہے۔ (یعنی جب دام و دانہ نہیں ملتا تو اس کا اڑنا ہی ختم ہو جاتا ہے) اسی طرح عاشقوں کو وصل حاصل ہو جائے تو گویا سب کچھ مل گیا۔

حضرت محمد بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس بات پر تعجب کرتا ہوں کہ لوگ دنیا میں اس کا گھر تلاش کرتے ہیں کہ شاید وہ مل جائے اور خزانہ اس کا دل میں رکھتے ہیں اور مشاہدہ بالضرور ہوتا ہے۔ پتھر کی زیارت جو سال بھر میں ایک مرتبہ کی جاتی ہے اگر فرض ہے تو دل کی زیارت کہ جس کو دن بھر میں تین سو ساٹھ مرتبہ دیکھتے ہیں کس طرح فرض نہ ہوگی۔ اب ہم پیدائشی بے دولتوں کے نصیب میں نہ زیارت خانہ ہی ہے اور نہ زیارت دل ہی۔ ہم کو مصیبت کی خاک اپنی پیشانی پر ڈالنی چاہئے اور اپنی بدبختی اور بدنصیبی پر رونا چاہئے اور اس حیلہ و تدبیر سے ہاتھ دھونا چاہئے۔ بیت

من والۂ صبحِ طرب دل طالبِ شبہائے غم   بد روزِ مادر زاد را ازحیلہ کے مقبل کم

میں صبح طرب کا شیدا ہوں اور دل شبہائے غم کا طالب ہے۔ مادر زاد بدنصیب کو کسی تدبیر سے میں کیسے خوش نصیب کر سکتا ہوں۔

اے بھائی! اپنے آپ اور اپنی اطاعت سے انکار کرتے رہو، اپنے ایمان کو زنار سمجھو، اپنی عبادت کو بُت پرستی شمار کرو اور اپنے آپ کو فرعون اور نمرود خیال کرو اور ہر طرح کے دعوے کرنے سے باز آ جاؤ اس لئے کہ عزت ربوبیت کی بساط ہے، جو شخص اس بساط کے حاشیہ کے قریب پہنچا اس کے تمام دعوے اڑ گئے اور اس کی تمام پونجی بیکار ہو گئی اور اس کی تمام نیکیاں گمراہی کے زنگ سے زنگ آلود ہو گئیں اور اس کی تمام فرمانبرداریاں نافرمانیوں سے جا ملیں۔ اگر وہ دنیا بھر کا فصیح بولنے والا ہے تو وہ گونگا اور دنیا میں سب سے زیادہ عالم ہے تو جاہل ہو جائے گا اور جب تم اس اللہ تعالیٰ کی عزت اور بزرگی کی طرف نظر کرو گے تو تمام موجودات کو معدوم (مٹا ہوا) دیکھو گے اور جب اس سلطان کی عزت وقدرت کو دیکھو گے تو تمام معدومات کو موجود پاؤ گے۔ اگر وہ چاہے تو دنیا بھر کے کافروں اور مشرکوں کو دریائے رحمت میں ڈبو دے تو اس کی صفت قہر میں ذرہ برابر بھی کمی نہ آئے گی اور اگر چاہے تو دنیا بھر

کے بزرگوں کو ایک قہر کے سلسلے میں پرو دے اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ اور دردناک عذاب میں پھنسا دے تو اس کی صفت رحمت میں بھی ذرہ برابر کمی نہ آئے گی۔ اے بھائی! جہاں اللہ تعالیٰ کی قدرت وعظمت کا اثر ہو وہاں مکنونات، مقدورات اور مخلوقات کی کیا ہستی ہے۔

ایک آدمی نے اپنے بچے کو مکتب میں پڑھنے کے لئے بھیجا۔ جب رات کو گھر واپس آیا تو باپ نے اس سے پوچھا کہ تیرے استاد نے تجھ کو کیا پڑھایا جواب دیا یہی پڑھایا ہے کہ الف خالی ہے۔

باقی والسلام

ختم جمیع خواجگان نقشبندیہ

قدس اللہ اسرارہم

یہ ختم شریف قضائے حاجات کے لئے دوسرے سلاسل میں بھی معمول ہے۔ طریقہ اس کا یہ ہے کہ اول ہاتھ اٹھا کر سورۂ فاتحہ شریف ایک مرتبہ پڑھ کر دعا مانگے کہ یا اللہ اس ختم خواجگان کو قبول فرمالے اور جن بزرگوں کی طرف یہ ختم منسوب ہے ان کو اس کا ثواب پہنچادے۔

اس کے بعد سورۂ فاتحہ مبارک مع بسم اللہ سات بار، درود شریف ایک سو بار، سورۂ الم نشرح مع بسم اللہ اناسی ۷۹ بار، سورۂ اخلاص مع بسم اللہ ایک ہزار بار، سورۂ فاتحہ مبارکہ مع بسم اللہ سات بار، درود شریف سو بار، یَاقَاضِی الْحَاجَاتِ سو بار، یَا کَافِیَ الْمُهِمَّاتِ سو بار، یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ سو بار، یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ سو بار، یَارَافِعَ الدَّرَجَاتِ یک صد بار، یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ سو بار، یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ایک سو بار، ہر اسم شریف کے اول میں ایک دفعہ اللّٰھم ملائے اور یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ سے پہلے ایک دفعہ بِرَحْمَتِكَ ملائے اور کہے:

> یا اللہ اس ختم شریف کا ثواب اپنے فضل و کرم سے اُن بزرگوں کو جن کی طرف یہ منسوب ہے اور ان کے پیرانِ طریقت کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے خلفاء و خدام کو خصوصاً جمیع حضراتِ نقشبندیہؒ کی ارواحِ مبارکہ کو پہنچادے۔

بعض بزرگان سلسلہ نقشبندیہ کے ختم شریف

۱۔ ختم حضرت خواجہ محمد سعید قریشی ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ

پانچ سو مرتبہ اول و آخر درود شریف سو سو مرتبہ

۲۔ ختم حضرت خواجہ محمد فضل علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْم

پانچ سو مرتبہ، اول و آخر درود شریف سو مرتبہ

۳۔ ختم حضرت خواجہ سراج الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

پانچ سو مرتبہ اول و آخر درود شریف سو مرتبہ

۴۔ ختم حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ

پانچ سو مرتبہ اول و آخر درود شریف سوسو مرتبہ

۵۔ ختم حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ

پانچ سو مرتبہ اول و آخر درود شریف سوسو مرتبہ

۶۔ ختم حضرت خواجہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ

يَا رَحِيْمَ كُلِّ صَرِيْخٍ وَّ مَكْرُوْبٍ وَّ غِيَاثَهٗ وَمَعَاذَهٗ يَا رَحِيْمُ

پانچ سو مرتبہ اول و آخر درود شریف سو مرتبہ

۷۔ ختم حضرت شاہ عبد اللہ غلام علی مجدد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

پانچ سو مرتبہ اول و آخر درود شریف سو مرتبہ اور ہر سینکڑے کے بعد ایک مرتبہ

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّبَلِّغُنِيْ اِلٰى حُبِّكَ پڑھے

۸۔ ختم مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ

پانچ سو مرتبہ اول و آخر درود شریف سو مرتبہ، اور ہر سینکڑے کے بعد ایک مربتہ

اَصْلِحْ لِيْ شَاْنِيْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ پڑھے

۹۔ ختم حضرت خواجہ محمد معصوم فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۝

پانچ سو مرتبہ اول وآخر درود شریف سو سو مرتبہ، اور ہر سینکڑے کے بعد ایک مرتبہ:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّیْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ ط وَ كَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ پڑھے

۱۰۔ ختم حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

پانچ سو مرتبہ اول وآخر درود شریف ایک سو مرتبہ

۱۱۔ ختم حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

یَا بَاقِیْ اَنْتَ الْبَاقِیْ

پانچ سو مرتبہ اول وآخر درود شریف سو مرتبہ اور ہر سیکڑے کے بعد ایک مرتبہ

كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ وَّیَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَام پڑھے

۱۲۔ ختم حضرت خواجہ شاہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

یَاخَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِكْنِیْ بِلُطْفِكَ الْخَفِی

پانچ سو مرتبہ اول وآخر درود شریف سو مرتبہ

۱۳۔ ختم حضرت محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حَسْبُنَا اللّٰه وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

پانچ سو مرتبہ اول وآخر درود شریف سو مرتبہ اور ہر سینکڑے کے بعد ایک مرتبہ!

نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ پڑھے

۱۴۔ ختم حضرت خیر الخلق سید الاولین والآخرین سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

تین سو تیرہ مرتبہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ صَلٰوةً تُنَجِّیْنَا بِهَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِهَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

نوٹ: ان میں سے ہر ختم شریف کو پڑھتے وقت اول ہاتھ اُٹھا کر سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھ کر

کہے کہ یہ ختم شریف فلاں بزرگ کا ہے یا اللہ اس کو قبول فرما لے اور اس کا ثواب ان بزرگ کو پہنچا دے۔ پھر ختم شریف پڑھے اس کے بعد ہاتھ اُٹھا کر سورۂ فاتحہ ایک مرتبہ پڑھ کر دعا مانگے کہ اس ختم کا ثواب اپنے فضل و کرم سے فلاں بزرگ کو اور ان کے پیرانِ طریقت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ان کے خلفا و خدام کو پہنچا دے۔ اس کے بعد ان بزرگ کے وسیلے سے جو دعا چاہے مانگے۔

فائدہ: ان سب ختمات شریف کے پڑھتے وقت تھوڑا سا پانی کسی برتن میں رکھ لیا جائے اور بعد ختم کے تمام شرکاء ختم اس پر دم کریں۔ یہ پانی شفائے امراض کے لئے عجیب چیز ہے۔

ختم شریف حضرت مولانا سیّد زوّار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا O

پانچ صد بار، اول و آخر درود شریف یک صد بار

اعتذار

کتاب عمدۃ السلوک حصہ اول و دوم میں اس عاجز نے تقریباً تمام مضامین نہایت معتبر اور مقبول مشائخ کی کتابوں سے لئے ہیں جن کا حوالہ بعض اپنی کوتاہیوں اور کمزوریوں کی وجہ سے دینے سے قاصر رہا ہوں اور زمانہ حاضرہ کے مطابق آسان اور عام فہم کرنے کی غرض سے اپنی سمجھ کے مطابق اکثر جگہ تصرف وتغیر وتبدل بھی کیا ہے۔ اس کے بعد دوسرے ایڈیشن میں کافی اضافے کر کے مزید مفید بنانے کی کوشش کی۔ اب چوتھے ایڈیشن میں مزید نظر ثانی کر کے بہتر بنانے کی کوشش کی ہے جس کی میں ان حضرات قدس اسرارہم کی ارواح سے معذرت ومعافی چاہتا ہوں۔

نیز قارئین کرام سے اس بات کا طالب ہوں کہ اگر اس کتاب کو مفید پائیں تو اس کی اشاعت کی کوشش میں ہر قسم کی سعی بلیغ فرمائیں اور جہاں کہیں اس عاجز سے کوئی لغزش ہوئی ہو اس کو میری کم علمی پر محمول فرما کر اصلاح فرمائیں اور اعتراض کا نشانہ نہ بنا کر اس عاجز کے لئے دعائے حصول سعادت دارین فرماتے رہیں۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندۂ گنہگارم

عاجز زوّار حسین سعیدی مجددی غفرلہ

ماخذ ومصادر

ذیل میں صرف ان کتب کی فہرست دی جارہی ہے، جن سے تخریج احادیث میں استفادہ کیا گیا ہے۔ (س، ع، ر)

۱۔ ابن ابی الدینا، عبداللہ بن محمد بن عبید القرشی (م۲۸۱ھ) / الاولیاء / بیروت، موسسۃ الکتب الثقافیۃ ۱۴۱۳ھ

۲۔ ابن الحجر العسقلانی (م۸۵۲ھ) / فتح الباری / کراچی، قدیمی کتب خانہ

۳۔ ابن حبان بن احمد ابوحاتم تمیمی (م۳۵۴ھ) / الثقات / بیروت، دار الفکر، ۱۹۷۵ء

۴۔ ابن حنبل / الزہد / بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۳۹۸ھ

۵۔ ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل الشیبانی (م۲۴۱) / المسند / مصر، موسستہ قرطبہ

۶۔ ابن خزیمہ، محمد بن اسحاق، ابوبکر السلمی النیسابوری (م۳۱۱ھ) / الصحیح / بیروت، المکتب الاسلامی، ۱۹۷۰ء

۷۔ ابن رجب حنبلی، ابوالفرج عبد الرحمٰن بن احمد (م۷۵۰ھ) / جامع العلوم والحکم / بیروت، دار المعرفہ، ۱۴۰۸ھ

۸۔ ابن عبد البر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد (م۴۶۳ھ) / التمہید / المغرب، وزارۃ عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، ۱۳۸۷،

۹۔ ابن عدی، عبداللہ، ابومحمد الجرجانی، (م۳۶۵ھ) / الکامل فی ضعفاء الرجال / بیروت، دار الفکر، ۱۹۸۸ء

۱۰۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید (م۲۷۳، ۸۸۶) / السنن / قاہرہ ۱۹۵۲ء

۱۱۔ ابوعوانہ، یعقوب بن اسحاق (م۳۱۶ھ) المسند / بیروت، دار المعارفہ، ۱۹۹۸ء

۱۲۔ ابویعلی، احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی التمیمی (م۳۰۷ھ) / المسند / دمشق دار المامون للتراث، ۱۹۸۶ء

۱۳۔ ابوداؤد الطیالسی، سلیمان بن داؤد الفارسی، البصری (م۲۰۴ھ) / المسند / بیروت، دار المعرفہ
۱۴۔ بخاری: محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ (م۲۵۶ھ) / الصحیح / بیروت، دار ابن کثیر ۱۹۸۷ء
۱۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ (م۲۵۶ھ) / التاریخ الکبیر / بیروت، دار الفکر
۱۶۔ بزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق (م۲۹۲ھ) / مسند بزار / مدینہ منورہ، مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۰۹ھ
۱۷۔ بغدادی، احمد بن علی ابوبکر الخطیب (م۴۶۳ھ) / تاریخ البغداد / بیروت، دار الکتب العلمیہ
۱۸۔ بیہقی / السنن الکبریٰ / مکہ مکرمہ، مکتبۃ دار الباز ۱۹۹۴ء
۱۹۔ بیہقی / کتاب الزہد الکبیر / بیروت، موسسۃ الکتب الثقافیۃ ۱۹۹۶ء
۲۰۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین (م۰۴۵۸ھ) / شعب الایمان / دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ
۲۱۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ / الجامع السنن / دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۴ء:
۲۲۔ حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ النیسابوری / المستدرک / دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۰:
۲۳۔ دارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن / السنن / کراچی، قدیمی کتب خانہ
۲۴۔ دیلمی، ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ الہمذانی (م۵۰۹ھ) / الفردوس بماثور الخطاب / بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۸۶ء
۲۵۔ رویانی، محمد بن ہارون، ابوبکر (م۳۰۷ھ) / المسند / موسسۃ قرطبہ ۱۴۰۶ھ
۲۶۔ سیوطی، عبدالرحمٰن بن کمال جلال الدین (م۹۱۱ھ) / الدر المنثور / بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۳ء
۲۷۔ شوکانی، محمد بن علی بن محمد (م۱۲۵۵ھ) / نیل الاوطار / بیروت، دار جبل، ۱۹۷۳ء
۲۸۔ طبرانی / المعجم الاوسط / قاہرہ، دار الحرامین، ۱۴۱۵ھ
۲۹۔ طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم (م۳۶۰ھ) / المعجم الکبیر / موصل، مکتبۃ العلوم و الحکم، ۱۹۸۳ء
۳۰۔ عبداللہ بن المبارک المروزی (م۱۸۱ھ) / الزہد / بیروت، دار الکتب العلمیہ
۳۱۔ عبد بن حمید بن نصر ابومحمد الکسی (م۲۴۹ھ) / المسند / قاہرہ، مکتبہ السنہ، ۱۹۸۸ء
۳۲۔ عجلونی، اسماعیل بن محمد الجراحی (م۱۱۶۲ھ) / کشف الخفاء / بیروت، موسسۃ الرسالہ، ۱۴۰۵ھ
۳۳۔ علی متقی الہندی / کنز العمال / بیروت
۳۴۔ قرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح، ابوعبداللہ (م۶۷۱ھ) تفسیر قرطبی / قاہرہ، دار الشعب، ۱۳۷۲ھ

۳۵۔ قضاعی، محمد بن سلامہ بن جعفر، ابوعبداللہ (م۴۵۴) / مسند الشہاب / بیروت، موسستۃ الرسالہ، ۱۹۸۶ء، بالاختصار

۳۶۔ مروزی ابوعبداللہ محمد بن نصر بن الحجاج (م۲۹۴ھ) / السنہ / بیروت، موسسہ الکتب الثقافیۃ، ۱۴۰۸ھ

۳۷۔ مسلم بن حجاج ابوالحسین القشیری، (۲۶۱ھ) / الصحیح / بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۸ء

۳۸۔ معمر بن راشد الازدی (م۱۵۱ھ) / جامع معمر بن راشد / بیروت، المکتب الاسلامی ۱۴۰۳ھ

۳۹۔ مناوی، عبدالرؤف / فیض القدیر / مصر، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ ۱۳۵۶ھ

۴۰۔ منذری / الترغیب والترہیب / مصر، مصطفیٰ البابی الحلبی، ۱۹۳۳ء۔

۴۱۔ نسائی / السنن (المجتبیٰ) / حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیہ ۱۹۸۶ء

۴۲۔ نسائی / عمل الیوم واللیلۃ / بیروت، وسستۃ الرسالہ، ۱۴۰۶ھ

۴۳۔ نسائی، احمد بن شعیب، ابوعبدالرحمٰن (م۳۰۳) / السنن الکبریٰ / بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۱ء

۴۴۔ ہروی، علی بن سلطان محمد القاری (م۱۰۱۴ھ) / المصنوع / ریاض، مکتبۃ الرشد

۴۵۔ ہناد بن السری الکوفی، (م۲۴۳ھ) / الزہد / کویت دار الخلفاء للکتاب الاسلامی، ۱۴۰۶ھ

۴۶۔ ہیثمی، نورالدین علی بن ابوبکر (م۸۰۷ھ) / مجمع الزوائد / بیروت، دار الفکر، ۱۹۹۴ء

۴۷۔ یوسف بن موسیٰ الحنفی، ابوالمحاسن / معتصر المختصر / بیروت، عالم الکتب

قرآن کریم کی عام فہم، مستند اور آسان ترین تفسیر

احسن البیان

فی تفسیر القرآن

سید فضل الرحمٰن

- ہر سورت کا تعارف اور آیت وار خلاصہ
- سلیس ترجمہ
- مشکل الفاظ کی تشریح
- مختصر مگر جامع تفسیر
- علماء طلبہ، عوام الناس خصوصاً درس قرآن دینے والے حضرات کے لئے انتہائی مفید

آٹھ جلدوں میں مکمل شائع ہوگئی ہے

کل صفحات ۳۷۰۴ قیمت: ۱۶۸۰

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے-۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: ۷۴۶۰۰۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰

E-mail:syed.azizurrahman@gmail.com

سیرت طیبہ پر کام کرنے والے محققین، طلبہ اور عامۃ الناس کے لئے ایک رہنما کتاب

فرہنگ سیرت (سیرت ایوارڈ یافتہ)

سید فضل الرحمٰن

سیرت طیبہ میں ذکر ہونے والے تقریباً تین ہزار الفاظ، مقامات، شہر، شخصیات، پہاڑوں، چشموں، قبائل وغیرہ کی تفصیل پر مشتمل پہلی جامع ترین لغت

مقاماتِ سیرت کے ۳۰ نقشوں کے ساتھ۔ ایک منفرد پیشکش

صفحات: ۳۲۸ قیمت: ۱۵۰ روپے

اہل علم کی رائے

حافظ صاحب نے یقیناً ایک بیش بہا علمی خزانہ ترتیب فرما کر ایک بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ (حضرت ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں رحمۃ اللہ علیہ)

سیرت سے متعلق لکھنے اور پڑھنے والوں کے لئے یہ کتاب ایک بیش بہا ذخیرہ ہے۔ (حضرت ڈاکٹر مفتی مظہر بقا رحمۃ اللہ علیہ)

کتاب معارف سیرت النبی ﷺ کا انسائیکلوپیڈیا ہے، مؤلف نے معلومات سیرت کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ (پروفیسر علی محسن صدیقی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق معلومات کو مؤلف نے بڑی تحقیق اور تجسس سے فرہنگ سیرت میں جمع کر دیا ہے۔ (ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی)

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر۴، کراچی۔ پوسٹ کوڈ: ۷۴۶۰۰۔ فون: ۶۶۸۴۷۹۰

E-mail:syed.azizurrahman@gmail.com